مصباح المصابيح في أحكام التراويح



فقه حنفی

فقه شافعی

فقه مالکی

فقه حنبلی

تالیف:

طارق انور مصباحی

ناشر:

مخدوم فقیه اسماعیل سکری اکیڈمی ، بھٹکل

باسمہ وبحمدہ والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ وآلہ

مصباح المصابیح
فی
احکام التراویح

تالیف

طارق انور مصباحی

ناشر: مخدوم فقیہ اسماعیل سکری اکیڈمی (بھٹکل)

نام کتاب: مصباح المصابیح فی احکام التراویح

(بیس رکعت تراویح کا مدلل و مفصل ثبوت)

(البانی کے اعتراضات کا مکمل جواب)

مؤلف: طارق انور مصباحی

(کیرلا: انڈیا)

پروف ریڈنگ: مولانا منیف عالم رضوی (سیتامڑھی)

مولانا فیضان رضا رضوی (بھٹکل)

ناشر: مخدوم فقیہ اسماعیل سکری اکیڈمی

(بھٹکل: کرناٹک)

سن اشاعت: سال ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء

تعداد: ایک ہزار (۱۰۰۰)

ابتدائیہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ

رسالہ ''مصباح المصابیح فی احکام التراویح'' میں بیس رکعت تراویح کے ثبوت پر دلائل وشواہد مرقوم ہیں۔علم حدیث واصول حدیث ،علم فقہ واصول فقہ اورفن جرح وتعدیل کی روشنی میں ناصرالدین البانی کےسوالوں کے جواب مذکور ہیں۔یہ رسالہ گیارہ اجزا: مقدمہ،نوابواب اورخاتمہ پرمشتمل ہے۔تمام اجزا کےمشمولات ومندرجات کااجمالی خاکہ مرقومہ ذیل ہے۔

مقدمہ

مقدمہ میں حضوراقدس سروردوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کےفضائل ومناقب مرقوم ومنقوش ہیں۔اہل سنت وجماعت کی فطرت صالحہ اوروہابیہ کی بدقماشی کوظاہرکیا گیا ہے۔

باب اول

باب اول میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازتہجد،نمازوتر اورصلوٰۃ اللیل کا مفصل بیان ہے۔گیارہ رکعت صلوٰۃ اللیل ہے یانمازتراویح ؟اس پرتفصیلی بحث مرقوم ہے۔

باب دوم

باب دوم میں یہ ثابت کیا گیاہے کہ نمازتراویح ماہ رمضان کی ایک خاص نماز ہے۔صلوٰۃ اللیل،نمازتہجداورنمازوترکونمازتراویح قراردیناغلط ہے،کیوں کہ یہ تینوں نمازیں رمضان وغیر رمضان ہرماہ وہرشب کوادا کی جاتی ہیں،جب کہ نمازتراویح صرف ماہ رمضان میں ادا کی جاتی ہے۔نمازتراویح کے لیے خاص ترغیب وتشویق احادیث مقدسہ میں وارد ہے۔

باب سوم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم بیس رکعت تراویح ادا فرماتے۔ حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ آٹھ رکعت تراویح ادا فرمائی تھی۔

باب سوم میں ان دونوں روایتوں سے متعلق تحقیقی بحث ہے، اور اصول حدیث، اصول فقہ اور فن جرح وتعدیل کی روشنی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کو ترجیح دی گئی ہے۔ اسی باب میں آغاز تراویح کی تحقیق بھی رقم کی گئی ہے۔

باب چہارم

باب چہارم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مسعود سے عہد تابعین تک جماعت تراویح کی روایتیں منقول ہیں۔ عہد فاروقی میں تراویح کی متحدہ جماعت کے قیام کی تفصیل، اور حضرات صحابہ کرام کے جماعت تراویح پر اتفاق اور اسے پسند کرنے کا ذکر ہے۔

باب پنجم

باب پنجم میں عہد فاروقی سے عہد تابعین تک بیس رکعت تراویح کو ثابت کیا گیا ہے۔ اسی باب میں محدث وہابیہ ناصر الدین البانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) کے سوالوں کے جوابات، اصول حدیث، اصول فقہ اور فن جرح وتعدیل کی روشنی میں مرقوم ہیں۔ بعض جوابات مختصر ہیں، اور بعض جواب طویل ہیں۔ بیس رکعت تراویح کی حدیثوں پر مفصل کلام ہے۔

باب ششم

باب ششم میں حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی فقہائے کرام کی عبارتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے۔ اسی طرح جماعت تراویح اور ترویحہ سے متعلق احکام بھی لکھے گئے ہیں۔ بیس رکعت میں کمی نہیں کی جا سکتی، اور بطور نفل بلا جماعت کچھ رکعت کا اضافہ کرے تو جائز ہے۔

باب ہفتم

باب ہفتم میں نماز تراویح کی تعداد رکعات سے متعلق حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی توضیح وتشریح کی گئی ہے۔ چھتیس رکعت، بیس رکعت اور گیارہ رکعت تراویح پر

مفصل کلام مرقوم ہے۔گیارہ رکعت کی روایت قابل تاویل ہے،اور چھتیس رکعت کا حکم اہل مدینہ منورہ کے لیے ہے،اورامام مالک سے بیس رکعت تراویح بھی مروی ہے۔ایک مدت بعد مدینہ منورہ میں بھی بیس رکعت تراویح ادا کی جانے لگی،اوراہل سنت وجماعت کے چاروں فقہی مسالک بیس رکعت تراویح پر متفق ہوگئے۔یہ سلسلہ تادم تحریر قائم ودائم ہے۔

باب ہشتم

باب ہشتم میں رکعات تراویح سے متعلق وہابیہ کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔وہابیہ آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہیں۔آٹھ سے زائد کے بارے میں ان کا باہمی اختلاف ہے۔بعض وہابیہ آٹھ رکعت پر زیادتی کے قائل ہیں اور بعض اس کا انکار کرتے ہیں۔اسی باب میں وہابیہ کی معتمد کتابوں کا تذکرہ ہے،اور وہابیہ کے یہاں ماضی کی معتبر شخصیات کا ذکر ہے۔

باب نہم

باب نہم میں البانی کی علمی خیانتوں کا ذکر ہے۔البانی ایک عام فرد تھا۔یہ کوئی عالم وفاضل نہیں تھا۔اپنے ذاتی مطالعہ کے بل بوتے اس نے احادیث طیبہ کی تصحیح وتضعیف جیسا مشکل کام شروع کیا۔اگرکسی عظیم فرد کی رہنمائی حاصل ہوجائے،پھر بھی اس مشکل کام میں بہت سے خطرات ہیں۔البانی نے کسی رہنما کی مدد کے بغیر اس میدان میں قدم رکھا اور جا بجا غلطیوں میں مبتلا ہوا۔اس باب میں کچھ تفصیل مرقوم ہے،تاکہ حقائق ظاہر ہوسکیں۔

خاتمہ

خاتمہ میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوحدیث مبارک رقم کی گئی ہیں،جن میں آخری زمانے کے حالات بیان کیے گئے ہیں کہ لوگ دین میں فتنہ وفساد پیدا کریں گے۔

وضاحت: کتاب میں (ت)ترجمہ کی علامت ہے،اور (خ)خلاصہ کی علامت ہے۔

طارق انور مصباحی

مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

فہرست مضامین

مقدمہ

باب اول

باب پنجم

مقدمہ

باسم ربک العظیم والحمد لہ کثیرًا وافرًا یا حبیب رب العٰلمین::والصلٰوۃ والسلام علیک ابدًا ابدًا یا طبیب ارواح الکاملین::وعلٰی آلک و اصحابک وجمیع امتک یا امام الانبیاء والمرسلین::وعلٰی عساکرک الذین ھم حفظۃ لناموسک یا خلیفۃ اللّٰہ فی السمٰوات والارضین::وعلٰی فقھاء دینک المتین یا سید الاولین والاٰخرین::ثم الصلوات والتسلیمات علیک مرۃً بعد مرۃ دائمًا سرمدًا یا حبیب العاشقین وسراج السالکین::ویا معراج الواصلین ومرجع المقربین::فی کل آن وحین الٰی یوم الدین::آمین

فضائل ومناقب تاجدارکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

یادحبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء

قلندرو! سروں کو جھکالو! دیکھو: میں ذکرحبیب لایا(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)
حجر کے روپ میں یاقوت کو حجر نہ کہو بشر کے روپ میں لاکالبشر کی بات کرو

تاجدارکائنات،منشائے تخلیق موجودات،ارفع الدرجات،منبع البرکات،قائدحسنات، وسیلہ نجات،شفیع الامم،مخزن جودوکرم،سرورکل جہاں،فخرکون ومکاں،تاج الانبیاوالمرسلین،امام

الاولین والآخرین، خلاصہ تکوین الٰہی، مظہر جلوۂ کبریائی، عالم ما یکون وما کان، سیدالانس و الجان، آفتاب رسالت، ماہتاب نبوت حضور اقدس سیدنا وسندنا ومولانا وماوانا وملجانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جن کی ذات مبارک کو اہل تسنن اپنی عقلوں سے بھی ماورا سمجھتے ہیں۔

حتی کہ آں سید والا جاہ علیہ التحیۃ والثنا کے نعلین مبارک کو بھی تاج شاہی سے افضل واعلیٰ وبلند وبالا اعتقاد کرتے ہیں۔

ان کے درجات ومراتب کا کیا پوچھنا، عقل انسانی حیراں اور خلائق الٰہی انگشت بدنداں!

حضور اقدس سرور دو جہاں حبیب داور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

{یَا اَبَابَکْرٍ! لَمْ یَعْلَمْنِیْ حَقِیْقَۃً غَیْرُ رَبِّیْ}(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات للعلامۃ الفاسی ص۱۲۹-مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد پاکستان)

ترجمہ: اے ابوبکر! مجھے درحقیقت میرے رب تعالیٰ کے علاوہ (کسی) نے پہچانا نہیں۔

ہمہ پیغمبراں در جستجو اند　　　خدا داند کہ تو در چہ مقامی

ارباب محبت اپنی ارواح مقدسہ کو بھی حدود حرم نبوی کے باہر ہی روک لیتے ہیں۔ مذہب عشق میں گناہوں کی آلودگیوں سے متاثر روح بھی اس طاہر العین سید وسرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں داخلہ پانے کے قابل نہیں۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر　　　نفس گم کردہ می آیند جنید و بایزید ایں جا

فطرت اہل سنت وجماعت

رب تعالیٰ گواہ ہے کہ اہل سنت وجماعت نسل در نسل حضور اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامان وفا شعار اور عظمت سرور کشور رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمبردار ہیں۔ حاشا وکلا! ہمارے قلوب واذہان میں کبھی یہ خطرہ بھی نہیں گذرتا کہ وہ حبیب والا درجات شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر بشر کی طرح بشر ہیں۔

ناموس حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا پر انگشت نمائی کرنے والے بدنصیبو! بزم محشر کو زیب کائنات ہو لینے دو۔ مقام محمود پر ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ لینا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ توحیدِ شیطانی کے شرارے تمہاری گستاخ نگاہوں سے نکل کر بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

نجدی نیچر اور شیطانی فطرت

حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں شیطان نے حضرت نوح پیغمبر علیٰ رسولنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی توبہ کے لیے رب تعالیٰ سے دریافت کرنے کی گذارش کی۔ رب تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ شیطان کی توبہ یہی ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک کا سجدہ کرے۔ شیطان نے کہا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا ہے۔ دراصل توحید شیطانی میں تعظیم وتوقیر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالکل روا نہیں، گرچہ جہنم میں جائیں۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی

امام بدرالدین محمد بن عبداللہ شبلی دمشقی حنفی (۷۱۲ھ-۷۶۹ھ) نے تحریر فرمایا:

{قَالَ اِبْنُ عُبَيْدٍ،حَدَّثَنِی اِسْحٰقُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ اَبِی الْعَالِيَةِ:قَالَ:لَمَّا رَسَّتِ السَّفِيْنَةُ سَفِيْنَةُ نُوْحٍ،اِذْ هُوَ بِاِبْلِيْسَ عَلٰى كَوْثَلِ السَّفِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ نُوْحٌ:وَيْلَكَ! قَدْ غَرِقَ اَهْلُ الْاَرْضِ مِنْ اَجْلِكَ،قَدْ اَهْلَكْتَهُمْ،قَالَ لَهٗ اِبْلِيْسُ:فَمَا اَصْنَعُ؟قَالَ لَهٗ:تَتُوْبُ؟قَالَ:فَسَلْ رَبَّكَ عَزَّ وَجَلَّ،هَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَةٍ؟فَدَعَا نُوْحٌ رَبَّهٗ،فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنَّ تَوْبَتَهٗ اَنْ يَسْجُدَ لِقَبْرِ اٰدَمَ،فَقَالَ لَهٗ نُوْحٌ:قَدْ جُعِلَتْ لَكَ تَوْبَةٌ-قَالَ:وَمَا هِیَ؟ قَالَ:اَنْ تَسْجُدَ لِقَبْرِ اٰدَمَ-قَالَ:تَرَكْتُهٗ حَيًّا وَاَسْجُدُ لَهٗ مَيْتًا}

(آکام المرجان فی احکام الجان ص ۲۳۳- دارالفکر العربی بیروت)

〈ت〉حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت نوح علیٰ رسولنا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کی کشتی چل پڑی تو جبھی حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کی پتوار پر ابلیس کو دیکھا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔ ہلاکت ہو تیری، اہل زمین تمہاری وجہ سے ڈوب گئے ۔تم نے انہیں ہلاک کردیا ہے۔شیطان نے ان سے کہا۔ میں کیا کروں؟

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تم توبہ کروگے؟

شیطان نے کہا: آپ اپنے رب سے دریافت فرمالیں کہ کیا میرے لیے توبہ ہے؟

پس حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی فرمائی کہ عزازیل کی توبہ یہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کا سجدہ کرے، پس حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابلیس سے فرمایا:

تیرے لیے توبہ بنادی گئی ہے۔شیطان نے کہا، وہ کیا ہے؟

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کو حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کا سجدہ کرنا ہے۔ شیطان نے کہا۔ میں انہیں زندہ رہتے ہوئے ترک کردیا اور میں انھیں بعد وفات سجدہ کروں؟

توضیح: شیطان نے توبہ سے انکار کردیا اور کہا کہ جب میں نے زندگی میں حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو اب بعد وفات کیوں سجدہ کروں؟

مذکورہ بالا روایت سے ظاہر ہوگیا کہ شیطان نے جان بوجھ کر کفر اختیار کیا۔جس حکم کو وہ اپنے زعم باطل کے سبب غلط سمجھتا تھا، رب تعالیٰ کے بار بار فرمانے پر بھی وہ اسے تسلیم نہ کرسکا۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ جان بوجھ کر کفر وضلالت پر اصرار کے سبب رب تعالیٰ کی جانب سے توفیق کا دروازہ بند کردیا جاتا ہے، اور مجرم کفر وضلالت میں بھٹکتا پھرتا ہے۔وہ اپنی حالت سے واقف ہوتا ہے، اور وہ دوسروں کو بھی گمراہ بنانے کی کوشش میں مبتلا رہتا ہے۔توفیق الٰہی عظیم نعمت ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صراط مستقیم پر استقامت کے واسطے دعا کرنے کی ترغیب فرمائی: ((اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ))

اعمال صالحہ اور دخول جہنم

وہابیہ{ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ: :تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً} (سورہ غاشیہ: آیت۳،۴) کی تفسیر جدید ہیں۔ دین الٰہی میں تعظیم وتوقیر حضرات انبیاومرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین شرائط عظمیٰ وفرائض کبریٰ میں سے ہے۔عبادت الٰہی کے ساتھ تعظیم مصطفوی وحب نبوی، جزئے لاینفک کی طرح ہے۔توحید شیطانی میں عبادت الٰہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ وہابیہ کو سوچنا چاہیے کہ عزازیل لعین، مردود بارگاہ الٰہی کیوں ہوا؟

کرے مصطفیٰ ﷺ کی اہانتیں، کھلے بنداس پر یہ جرأتیں
کیا میں نہیں ہوں محمدی، ارے ہاں نہیں، ارے ہاں نہیں

مے کدۂ عشاق

ارباب عشق ومحبت سب کے سب باب حرم مدینہ ہی پر حاضر ہیں۔ حبیبا! بھلا ایسا کیوں کر ہوسکتا ہے کہ جنہیں دنیاوآخرت کی ہر منزل میں صرف اور صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا آسرا ہو، وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باب رحمت چھوڑ بیٹھیں۔ اپنے حاکم ومالک سے منہ موڑ بیٹھیں۔نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔

ہاں، جسے کوئی پاگل کتا کاٹ لے تو ضرور وہ نجد ودیوبند کی گلیوں میں مارا مارا پھرے گا۔ پرعشاق حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تو ایسے نہیں ہوتے۔وہ تو ہمہ دم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد میں مستغرق رہتے ہیں اوران کی روحیں دیار حبیب کی جاروب کشی کرتی رہتی ہیں۔ان کے قلب مضطر کا نعرۂ مستانہ ساری کائنات میں گونجتا رہتا ہے۔

سارے جہاں کو چھوڑ کر تیرے در کے پاس　　بیٹھا ہوں اس طرح کہ اب اٹھا نہیں جاتا

غلامان سید السادات علیہ افضل الصلوات واکمل التسلمیات کی روحیں حرم پاک نبوی

کے باب عالی پر کشکول لیے شہنشاہ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطاؤں کے انتظار میں کھڑی رہتی ہیں ۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ہمارے کشکول میں آنے والا ایک ایک ذرہ ہمارے لیے کوہ ہمالہ سے ہزاروں گنا فزوں تر ہوتا ہے۔

دست گدا نوازی کی جنبش کے منتظر ہر وقت ہیں ہم ہاتھ میں کاسہ لیے ہوئے

خلافت الٰہیہ کے جلووں کا نظارہ

چند وہ نفوس قدسیہ ہیں جو کائنات ارضی وسماوی پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکمرانی کا نظارہ اپنے سر کی آنکھوں سے کرتے ہیں۔ بہت سے عشاق اپنے پاکیزہ قلوب سے اسے محسوس کرتے ہیں اور کچھ بدنصیب اس کے منکر بھی ہیں، لیکن وابستگان بارگاہ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ہر وقت اسی دربار عالی مرتبت سے ٹکڑے پاتے ہوں، وہ کیسے انکار کر سکتے ہیں۔ لاریب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیفہ الٰہی اور سلطنت ارضی وسماوی میں خداوند قدوس کے نائب مطلق ہیں۔ رب تعالیٰ کی نعمتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک سے تقسیم ہوتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک بہت مشہور ہے:

{اِنَّمَا اَنَا قَا سِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِی}(صحیح البخاری ج ا ص ۱۶)

آنکھ والے تیرے جلوؤں کا تماشہ دیکھے دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

رہروان عشق ومحبت کی روحیں جب میرے سید وسرکار، میرے ماویٰ وملجا، میرے حاکم و مالک، میرے حبیب وشفیع، تاج العرفا والمقربین، رئیس الانبیاء والمرسلین، افضل الخلائق، کنز المعارف، تاجدار کائنات، مخزن معجزات، حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے در پاک پہ سوالی بن کر حاضر ہوتی ہیں تو بالیقین انہیں الطاف خسروانہ سے شاد کام کیا جاتا ہے۔ عشاق حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم غیر کے محتاج نہیں ہوتے۔

قانون محبت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوستوں سے دوستی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا ان کا شعار ہے۔ بلا شبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارک بے مثل و بے مثال اور عدیم النظیر ہے۔لحہ بہ لحہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجات ومراتب ترقی پذیر ہیں۔رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

{وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی::وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی}

(سورہ ضحیٰ: آیت ۴،۵)

ہم بھی وہی عرض کرتے ہیں جو صدیوں قبل امام العشاق حضرت علامہ جامی:عبد الرحمٰن بن احمد بن محمد (۸۱۷ھ-۸۹۸ھ-۱۴۱۴ء-۱۴۹۲ء) عرض کر چکے:

یا صاحب الجمال ویا سید البشر   من وجہک المنیر لقد نور القمر

لایمکن الثناء کما کان حقک   بعد از خدا بزرگ تر توئی قصہ مختصر

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی (۵۸۹ھ-۶۹۱ھ) نے دربار اعظم میں عرض کیا:

چہ وصفت کند سعدی ناتمام   علیک الصلوٰۃ یا نبی والسلام

یا رحمۃ للعٰلمین!صلوات اللّٰہ تعالٰی وسلامہ علیک یاحبیبنا المتوحد المتفرد::انت الاحب الینا من کل شیء::ھذا دعوانا ودعائنا::اللّٰھم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم::وتب علینا انک انت التواب الرحیم::والصلوات والتسلیمات علی الحبیب وعلٰی اٰل الحبیب من اللہ الحبیب::

☆☆☆☆☆

باب اول

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::الحمد للّٰہ رب العٰلمین::والصلوٰۃ والسلام علٰی سید الانبیاء والمرسلین::وعلٰی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین::

حضوراقدس سرورکائنات، جامع کمالات، رسول غیب داں، عالم ما یکون وما کاں، سید عرب وعجم، شفیع الامم، حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ آخری زمانہ میں بہت سے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے۔وہ ایسی ایسی باتیں تمہیں بتلائیں گے، جو نہ تم نے کبھی سنی ہوگی اور نہ تم سے ماقبل کے مومنین نے سنا ہوگا۔ایسے گمراہ گروں سے بچ کر رہنا،ان کے قریب نہ جانا۔اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کوسواداعظم اہل سنت وجماعت پر قائم ودائم رہنے کی توفیق عطافرمائے: آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلیٰ الصلوٰۃ والتسلیم

عہد حاضر میں سلفیوں نے مسلمانان عالم کو نئے نئے مسائل بتاکرگمراہ کرنا شروع کردیا ہے،اورعوام مسلمین کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اہل سنت وجماعت احادیث کو چھوڑکرقیاس پرعمل کرتے ہیں اوراہل سنت کے چاروں فقہی مسالک یعنی حنفی ،مالکی،شافعی وحنبلی کی بنیادعقلیات پر ہے۔مقلدحضرات احادیث مقدسہ پرعقلی دلائل وقیاس کوترجیح دیتے ہیں،حالاں کہ یہ سب محض الزامات ہیں۔

اس کتاب میں تراویح سےمتعلق مباحث اورسلفیوں کےسوالوں کے جواب ہیں۔اس کتاب کے مطالعہ کے بعدآپ پرروزروشن کی طرح عیاں ہوجائے گا کہ اہل سنت وجماعت احادیث طیبہ پرعمل کرتے ہیں اور سلفیان زمانہ اتباع نفس کے شکار،ہوائے قلب کے پیروکاراورشیطانی وسوسوں میں گرفتار ہیں،پس ان کےقریب جانے سے بچو۔

یہی حکم حضوراقدس سروردوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کودیا ہے:

{فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّونَکُمْ وَلَا یُفْتِنُونَکُمْ}(صحیح مسلم)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

گیارہ رکعت وتر یا تراویح؟

حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عشا کے بعد تین نمازیں ادا فرماتے۔

(۱) صلوٰۃ اللیل (۲) نماز وتر (۳) نماز تہجد

نماز تہجد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھی۔

ان میں سے کسی نماز کی رکعات متعین نہیں تھیں۔

یہ نمازیں ہر ماہ اور ہر دن ادا کی جاتی ہیں۔

نماز تراویح ماہ رمضان کی مخصوص نماز ہے، جو صرف ماہ رمضان میں ادا کی جاتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر اور صلوٰۃ اللیل سے متعلق گیارہ رکعت کی روایت وارد ہوئی ہے۔ وہابیہ اسی روایت سے استدلال کرتے ہوئے گیارہ رکعت تراویح کا قول کرتے ہیں، حالاں کہ یہ نماز رمضان اور غیر رمضان ہمیشہ ادا کی جاتی ہے۔

{عَنْ اَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: كَیْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی رَمَضَانَ؟فَقَالَتْ: مَاكَانَ یَزِیدُ فِی رَمَضَانَ وَلَا فِی غَیْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَةَ رَكْعَةً–یُصَلِّی اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّی اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّی ثَلَاثًا–فَقُلْتُ: یَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ! اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوتِرَ؟قَالَ: یَا عَائِشَةُ اَنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِی}(صحیح البخاری ج۱ص۲۶۹،۱۵۶)

(صحیح مسلم ج۱ص۲۵۴-سنن ابی داؤد ص۱۸۹-جامع الترمذی ج۱ص۹۹)

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۸۱-سنن النسائی ج۱ص۱۹۱-مؤطا امام محمد ص۱۴۲)

﴿ت﴾ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ ماہ رمضان میں حضوراقدس سرکار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ پس انہوں نے فرمایا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے تو تم اس کے حسن ادائیگی اور طول کے بارے میں نہ پوچھو، پھرآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے تو تم اس کے حسن اور طول کے بارے میں نہ پوچھو، پھرآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت پڑھتے ،پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

توضیح: علمائے محققین نے رقم فرمایا کہ اس حدیث میں جس نماز کا ذکر ہے، وہ نوافل شب اور وتر کا مجموعہ ہے، جیسا کہ حدیث میں (اتنام قبل ان توتر) کا لفظ اس کی صراحت کررہا ہے، اوراس نماز کو صلوٰۃ اللیل یا نماز وتر کے نام سے حدیث وفقہ کی کتابوں میں تعبیر کیا گیا ہے۔

سلفیان زمانہ کا اسے نماز تراویح پر محمول کرنا باطل ہے۔تراویح دودو رکعت ہے نہ کہ چار چار رکعت، جب کہ اس حدیث میں چار چار رکعت پڑھنے کا ذکرصراحت کے ساتھ ہے۔نص صریح میں قیل وقال اور تاویل باطل کرنا اہل ضلالت کا شیوہ ہے۔

تراویح رمضان المبارک میں ادا کی جانے والی ایک مخصوص نماز کا نام ہے۔ جونماز سال بھر پڑھی جاتی ہے، وہ تراویح نہیں۔کتب احادیث میں قیام اللیل اور رات کی نوافل سے متعلق الگ احادیث ہیں اور تراویح کے بارے میں الگ احادیث۔

قیام اللیل کے ابواب میں حضوراقدس سیدالانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے نوافل کی تفاصیل، اوقات، فضائل، ترغیب وغیرہ موجود ہیں، جب کہ قیام رمضان کے باب میں حضوراقدس سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے محض

ترغیب وارد ہوئی، نیز یہ کہ حضور اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر شب کو نماز تہجد بھی ادا فرمایا کرتے تھے۔

بھلا کون بدنصیب ہوگا جو کبھی دل میں یہ خیال لائے کہ حضور اقدس سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم تارک فرض تھے۔ حاشا وکلا! پاسداران ناموس رسالت علیٰ صاحبہا التحیۃ و الثنا چہار دانگ عالم میں قرطاس وقلم اور سیف وسنان لے کر اعدائے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام من اللہ المجیب کی سرکوبی کے لیے مستعد کھڑے ہیں: فالحذر کل الحذر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث نوافل شبانہ سے متعلق ہے کہ نماز نفل ہر رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمومی حالات میں گیارہ رکعت ادا فرماتے، اور اسی گیارہ میں وتر بھی شامل ہے۔ اگر یہ بعد نوم ہو تو حسب نیت یہ نماز تہجد و نماز وتر کا مجموعہ ہے۔ قبل نوم یہ گیارہ رکعت تہجد نہیں، کیوں کہ تہجد وہ نماز ہے جو رات کو کچھ دیر سونے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

اگر نیند سے قبل یہ گیارہ رکعتی نفل نماز ہو تو نوافل لیل ہے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس صلوٰۃ اللیل کے علاوہ تہجد بھی پڑھا کرتے، اسی لیے کتب احادیث مثلاً صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۵۱) وغیرہ میں مستقل طور پر تہجد کا باب وارد ہے، اور صلوٰۃ اللیل کا باب الگ ہے۔

نماز تراویح اس گیارہ رکعتی نماز سے مستثنیٰ ہے، کیوں کہ وہ نوافل مطلقہ میں سے نہیں، بلکہ وہ ایک خاص نفل نماز ہے جو صرف ماہ رمضان میں پڑھی جاتی ہے۔

حدیث میں (اتنام قبل ان توتر) کے لفظ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو کر یہ نماز ادا فرماتے، پس یہ نماز تہجد اور نماز وتر کا مجموعہ ہوئی۔ آٹھ رکعت نماز تہجد اور تین رکعت وتر ہوئی۔ رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقفہ بہ وقفہ نماز ادا فرماتے۔

اس اجمال کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ تاہم (مالا یدرک کلہ، لایترک کلہ) پر عمل کرتے کچھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، اور بارگاہ الٰہی میں قبولیت کی دعا ہے:

ع/ گر قبول افتد زہے عز و شرف

صلوٰۃ اللیل پر وتر کا اطلاق

چوں کہ صلوٰۃ اللیل اور نماز وتر ایک ساتھ ادا کی جاتی تھی، اس لیے صلوٰۃ اللیل اور وتر کے مجموعہ کو (وتر) کہا جانے لگا۔ دراصل دونوں دو مستقل نمازیں ہیں۔

(۱) امام شہاب الدین احمد قسطلانی (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) نے رقم فرمایا:

{واما قول عائشة الأتی فی هذا البا ب ان شاء اللّٰه تعالٰی: ماکان ای النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علٰی احدی عشرة رکعة–فحمله اصحابنا علی الوتر} (ارشادالساری ج۴ص۶۵۷)

﴿ت﴾ رہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول جو ان شاء اللہ تعالیٰ اس باب میں آنے والا ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے تو اس روایت کو ہمارے اصحاب نے وتر پر محمول کیا۔

(۲) امام ترمذی نے تحریر فرمایا:

{وَقَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ بِثَلَاثَ عَشَرَةَ وَاِحْدٰی عَشَرَةَ وَتِسْعٍ وَسَبْعٍ وَخَمْسٍ وَثَلَاثٍ وَوَاحِدَةٍ–قَالَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیمَ: مَعْنٰی مَا رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثَ عَشَرَةَ–قَالَ: اِنَّمَا مَعْنَاهُ اَنَّهُ کَانَ یُصَلِّی مِنَ اللَّیْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَکْعَةً مَعَ الْوِتْرِ فَنُسِبَتْ صَلٰوةُ اللَّیْلِ اِلَی الْوِتْرِ}

(سنن ترمذی ج۱ص۱۰۳)

﴿ت﴾ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تیرہ، گیارہ، نو، سات، پانچ، تین، اور ایک رکعت وتر پڑھنا مروی ہے۔ اسحاق بن ابراہیم نے کہا کہ جو مروی ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرہ (۱۳) رکعت وتر پڑھتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو وتر کے ساتھ تیرہ (۱۳) رکعت پڑھتے تھے، پس صلوٰۃ اللیل، وتر کی جانب منسوب

ہوگئی (اور سب کو وتر کہا جانے لگا)

توضیح: یہ ایک حقیقت ہے کہ تیرہ یا گیارہ یا نو رکعت وغیرہ پر مشتمل نمازیں، صلوٰۃ اللیل اور نماز وتر کا مجموعہ ہیں اور تغلیبًا سب کو وتر کہہ دیا جاتا ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس مجموعہ کا نام وتر رکھا اور راویان حدیث نے بھی اسے وتر کے نام سے یاد کیا۔

احادیث مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۳){عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوۃِ الَّیْلِ-فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: صَلٰوۃُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی-فَاِذَا خَشِیَ اَحَدُکُمُ الصُّبْحَ صَلّٰی رَکْعَۃً وَاحِدَۃً تُوتِرُ لَہٗ مَا قَدْ صَلّٰی}

(صحیح بخاری ج۱ص۱۳۵-صحیح مسلم ج۱ص۲۵۷-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۴۲)

(سنن ابی داؤد ص۱۸۷-سنن النسائی ج۱ص۱۸۹،۱۹۰)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلوٰۃ اللیل کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز نفل دو دو رکعت ہے، پس جب تم میں سے کسی کو صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت پڑھ لے، اس کی ادا کردہ نماز وتر ہو جائے گی۔

(۴){عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: صَلٰوۃُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی فَاِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَنْصَرِفَ فَارْکَعْ رَکْعَۃً، تُوتِرُلَکَ مَا صَلَّیْتَ قَالَ الْقَاسِمُ: وَرَاَیْنَا اُنَاسًا مُنْذُ اَدْرَکْنَا، یُوتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ وَاَنَّ کُلًّا لَوَاسِعٌ وَاَرْجُو اَنْ لَا یَکُوْنَ بِشَیْءٍ مِنْہُ بَاسٌ}

(صحیح بخاری ج۱ص۱۳۵-سنن النسائی ج۱ص۱۹۰-الیٰ قولہ ماصلیت)

〈ت〉حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے، پس جب تم واپس ہونا چاہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو۔ تمہارے لیے تمہاری ادا کی ہوئی

نماز وتر ہوجائے گی۔راوی حدیث قاسم بن محمد نے کہا کہ:اور جب سے ہم نے لوگوں کو دیکھا ،انہیں پایا کہ وہ تین رکعت وتر پڑھتے ہیں اور سب جائز ہے۔مجھے امید ہے کہ ان میں سے کسی میں کچھ حرج نہیں۔

(۵)علامہ بدرالدین عینی نے وتر کی ایک حدیث کی تشریح میں رقم فرمایا:

{اعلم ان عائشة رضی اللّٰه عنها اطلقت علٰی جمیع صلاته صلی اللّٰه علیه وسلم فی اللیل التی کان فیها الوتر وترًا فجملتها احدی عشرة رکعة وهذا کان قبل ان یبدن ویاخذ اللحم فلما بدن واخذ اللحم اوتربسبع رکعة وههنا ایضًا اطلقت علی الجمیع وترًا–والوترمنها ثلاث رکعات–اربع قبله من النفل وبعده رکعتان–فالجمیع تسع رکعات}(عمدۃ القاری ج۷ص۸)

〈ت〉جان لو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی ان تمام نماز کو وتر کہہ دیا،جس میں وتر ہوتی تھی،پس اس کا مجموعہ گیارہ رکعت ہے،اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے گراں ہونے سے قبل تھا،اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم اقدس بھاری ہوگیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سات رکعت کے ذریعہ وتر ادا فرماتے۔اس روایت میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ساری نماز پر وتر کا اطلاق کردیا،حالاں کہ ان میں سے تین ہی رکعت وتر ہے۔وتر سے قبل کی چار رکعت نفل نماز ہے،اور وتر کے بعد دو رکعت نفل نماز ہے،پس مجموعہ نو رکعت ہوا۔

توضیح:صلوٰۃ اللیل میں صرف تین رکعت وتر ہے،اور بقیہ نمازیں صلاۃ اللیل ہیں۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب کو وتر کہہ دیا۔

اس مفہوم کی بہت سی احادیث،صحیح بخاری(ج۱ص۱۵۳)سنن نسائی(ج۱ص۱۹۰)صحیح مسلم(ج۱ص۲۵۷)میں مروی ہیں۔علامہ بدرالدین عینی حنفی(۷۶۲ھ-۸۵۵ھ)نے عمدۃ القاری(ج۷ص۸)میں تفصیل رقم فرمائی ہے،اور صرف تین رکعت کو حقیقی وتر ثابت کیا ہے۔

(۶)امام شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی (م۴۸۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{رُوی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی باللیل خمس رکعات ،سبع رکعات،تسع رکعات،احدی عشرۃ رکعۃ،ثلاث عشرۃ رکعۃ–الذی قال:خمس رکعات،رکعتان صلاۃ اللیل وثلاث وتر اللیل–والذی قال تسع،ست صلاۃ اللیل وثلاث وتر–والذی قال:ثلاث عشرۃ رکعۃ،ثمان صلاۃ اللیل وثلاث وتر ورکعتان سنۃ الفجر–وکان یصلی ھذا کلہ فی الابتداء–ثم فصل البعض عن البعض–ھکذا ذکرہ حماد بن سلمۃ}

(المبسوط ج۱ص۱۵۸- دارالفکر بیروت)

﴿ت﴾روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو پانچ رکعت،سات رکعت ،نورکعت ،گیارہ رکعت ،تیرہ رکعت نماز نفل پڑھتے تھے۔جنہوں نے پانچ رکعت کہا تو دورکعت صلوٰۃ اللیل ہے اور تین رکعت وتر لیل ہے،اور جنہوں نے نورکعت کہا تو چھ رکعت صلوٰۃ اللیل ہے اور تین رکعت وتر ہے،اور جنہوں نے تیرہ رکعت کہا تو آٹھ رکعت صلوٰۃ اللیل ،تین رکعت وتر اور دورکعت سنت فجر ہے،اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح (تیرہ رکعت) شروع میں ادافرماتے ،پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض کوبعض سے جدا کردیا ۔اسی طرح حماد بن سلمہ نے ذکر کیا۔

توضیح:مذکورہ عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ تین رکعت وتر ہے، باقی سب صلوٰۃ اللیل ہے۔مغرب کووتر نہار مان لینے پر نماز وتر ،وتر اللیل قرار پاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صلوٰۃ اللیل کے بارے میں مختلف حدیثیں مروی ہیں۔بعض محدثین نے صلوٰۃ اللیل والوتر سے متعلق حضرت عائشہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات میں اضطراب کا قول کیا ہے۔ احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱){عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ: سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَاِحْدٰى عَشَرَةَ سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ}(صحیح بخاری ج۱ص۱۵۳)

〈ت〉حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز (صلوٰۃ اللیل) کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: سات اور نو اور گیارہ رکعت ہے، فجر کی دو رکعت (سنت) کے علاوہ۔

(۲){عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً، مِنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ}(صحیح بخاری ج۱ص۱۵۳-صحیح مسلم ج۱ص۲۵۵)

〈ت〉حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت نماز پڑھتے۔ اسی میں سے وتر اور فجر کی دو رکعت (سنت) ہے۔

توضیح: تیرہ رکعت میں سب وتر نہیں، بلکہ کچھ رکعات صلوٰۃ اللیل کی، کچھ وتر کی اور دو رکعت سنت فجر بھی اسی میں شامل ہے۔

(۳){عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: بِكَمْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ؟ قَالَتْ: كَانَ يُوتِرُ بِاَرْبَعٍ وَثَلَاثٍ وَسِتٍّ وَثَلَاثٍ وَثَمَانٍ وَثَلٰثٍ وَعَشَرَةٍ وَثَلَاثٍ وَلَمْ يَكُنْ يُوتِرُ بِاَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ وَلَا بِاَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ}(سنن ابی داؤد ص۱۹۳)

〈ت〉حضرت عبد اللہ بن ابی قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتنی رکعت وتر پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سات، نو، گیارہ اور تیرہ رکعت وتر پڑھتے تھے۔ سات سے کم اور تیرہ سے زیادہ وتر نہیں پڑھتے تھے۔

(۴) {عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیدَ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَسَاَلَهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ فَقَالَتْ: کَانَ یُصَلِّی ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَکْعَةً مِنَ اللَّیْلِ ثُمَّ اَنَّهُ صَلّٰی اِحْدٰی عَشَرَةَ رَکْعَةً وَتَرَکَ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قُبِضَ وَهُوَ یُصَلِّی مِنَ اللَّیْلِ تِسْعَ رَکْعَاتٍ وَکَانَ اٰخِرُ صَلاتِهِ مِنَ اللَّیْلِ الوِتْرُ}
(سنن ابی داؤد ص۱۹۳-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۱۳۳)

﴿ت﴾ حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھنے لگے اور دو رکعت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا، پھر قریب الوصال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نو رکعت پڑھا کرتے اور رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری نماز، وتر ہوتی۔

ذیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مزید روایات رقم کی جاتی ہیں۔

(۵) {عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی مِنَ اللَّیْلِ اِحْدٰی عَشَرَةَ رَکْعَةً-یُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ} (سنن ابی داؤد ص۱۸۸-صحیح مسلم ج۱ص۲۵۴)

﴿ت﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ آخر میں ایک رکعت ملا کر اسے وتر بنا لیتے۔

(۶) {عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی فِیمَا بَیْنَ اَنْ یَفْرَغَ مِنْ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ اِلٰی اَنْ یَتَصَدَّعَ الْفَجْرُ اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً-یُسَلِّمُ مِنْ کُلِّ ثِنْتَیْنِ وَیُوتِرُ بِوَاحِدَۃٍ}

(سنن ابی داؤد ص۱۸۹-صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۴ -السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۱۴)

﴿ت﴾ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عشا کی فراغت کے بعد سے طلوع فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے ۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت کے ذریعہ وتر بنا لیتے ۔

توضیح:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعت پڑھا کرتے ۔دو دو رکعت ،اس کے بعد ایک رکعت ۔سنن ابی داؤد کے اسی صفحہ میں وہ حدیث بھی ہے جس میں چار چار رکعت ،اس کے بعد تین رکعت کا ذکر ہے ۔

(۷){عَنْ ہِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ:کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی مِنَ اللَّیْلِ ثَلٰثَ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً یُوتِرُ مِنْہَا بِخَمْسٍ لَا یَجْلِسُ فِی شَیْءٍ مِنَ الْخَمْسِ حَتّٰی یَجْلِسَ فِی الْاٰخِرَۃِ فَیُسَلِّمُ}

(سنن ابی داؤد ص۱۸۹-صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۴)

السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۲۱-سنن ترمذی ج ا ص ۱۰۴)

﴿ت﴾حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے ۔ان میں سے پانچ رکعت کو وتر بناتے ، پانچ رکعت کے کسی حصے میں قعدہ نہیں فرماتے ،صرف آخری رکعت میں بیٹھتے ، پھر سلام پھیرتے ۔

توضیح:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھا کرتے ۔اولاً آٹھ رکعت ،آخر میں پانچ رکعت ۔صرف پانچویں رکعت میں بیٹھتے اور سلام پھیرتے ۔

(۸){عَنْ ہِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی بِاللَّیْلِ ثَلٰثَ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً ثُمَّ

يُصَلِّى اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ}

(سنن ابی داؤد ص ۱۸۹ - صحیح بخاری ج ا ص ۱۵۶)

﴿ت﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے، پھر جب فجر کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعتیں پڑھتے۔

(۹){عَنْ اَبِی سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّى مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً - كَانَ يُصَلِّى ثَمَانَ رَكْعَاتٍ وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ ثُمَّ يُصَلِّى - قَالَ مُسْلِمٌ: بَعْدَ الْوِتْرِ ، ثُمَّ اِتَّفَقَا ، رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ وَيُصَلِّى بَيْنَ اَذَانِ الْفَجْرِ وَالْاِقَامَةِ رَكْعَتَيْنِ}

(سنن ابی داؤد ص ۱۸۹)

﴿ت﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت صلوٰۃ اللیل پڑھتے۔ آٹھ رکعت ادا فرماتے اور ایک رکعت کے ذریعے وتر بنا لیتے، پھر (وتر کے بعد) نماز پڑھتے، (راوی حدیث مسلم بن ابراہیم نے فرمایا: وتر کے بعد، پھر دونوں راوی مسلم بن ابراہیم اور موسیٰ بن اسماعیل متفق ہوئے) دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے، پس جب رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو کر رکوع کرتے، اور فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھتے۔

توضیح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ (۱۳) رکعت پڑھا کرتے۔ آٹھ رکعت، اس کے بعد دو رکعتی نماز میں ایک رکعت ملا کر اس کو وتر بنا لیتے، پھر نماز وتر کے بعد دو رکعت ادا فرماتے، پھر دو رکعت سنت فجر پڑھتے۔ یہ تمام تیرہ رکعت ہوئی۔

(۱۰){عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا حَدِّثِيْنِیْ عَنْ وِتْرِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَ يُوتِرُ بِثَمَانِیْ رَكْعَاتٍ لَايَجْلِسُ اِلَّا فِی الثَّامِنَةِ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّى رَكْعَةً اُخْرٰى - لَا يَجْلِسُ اِلَّا فِی الثَّامِنَةِ وَالتَّاسِعَةِ وَلَا يُسَلِّمُ

اِلَّا فِی التَّاسِعَةِ ثُمَّ یُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ فَتِلْکَ اِحْدٰی عَشَرَةَ رَکْعَةً یَا بُنَیَّ فَلَمَّا اَسَنَّ وَاَخَذَ اللَّحْمَ اَوْتَرَ بِسَبْعِ رَکْعَاتٍ لَمْ یَجْلِسْ اِلَّا فِی السَّادِسَةِ وَالسَّابِعَةِ وَلَمْ یُسَلِّمْ اِلَّا فِی السَّابِعَةِ ثُمَّ یُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ فَتِلْکَ تِسْعُ رَکْعَاتٍ یَا بُنَیَّ–وَلَمْ یَقُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلَیْلَةٍ یُتِمُّھَا اِلَی الصَّبَاحِ}

(سنن ابی داؤد ص ۱۹۰–السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۲۵–صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۶)

〈ت〉 حضرت سعد بن ہشام نے بیان کیا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آٹھ رکعت نماز پڑھتے ، وہ صرف آٹھویں رکعت میں بیٹھتے ، پھر کھڑے ہوتے ، پس ایک رکعت ادا فرماتے ۔ صرف آٹھویں اور نویں رکعت میں بیٹھتے ، اور صرف نویں رکعت میں سلام پھیرتے ، پھر بیٹھ کر دو رکعت نماز ادا فرماتے ، پس یہ گیارہ رکعت ہوئی ، اے میرے بیٹے ۔

پھر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمر دراز ہو گئے اور جسم مبارک بھاری ہو گیا تو سات رکعت سے وتر ادا فرماتے ، صرف چھٹی اور ساتویں رکعت میں بیٹھتے ، اور صرف ساتویں رکعت میں سلام پھیرتے ، پھر بیٹھ کر دو رکعت نماز ادا فرماتے ، پس یہ نو رکعت ہوئی ، اے میرے بیٹے ، اور کسی مکمل رات کو صبح تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ادا نہیں فرمائی ۔

توضیح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھتے ۔ آٹھ رکعت پر بیٹھتے ، پھر نویں رکعت میں بیٹھتے اور صرف نویں رکعت میں سلام پھیرتے ، پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے ۔ یہ کل گیارہ رکعت ہوئی ۔ رات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ دیر تک سوتے ، کیوں کہ نماز تہجد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھی اور نماز تہجد کے لیے کچھ دیر سونا شرط ہے ، اسی لیے کبھی مکمل رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عبادت کی روایت نہیں ۔

توضیح روایات صلوٰۃ اللیل

کتب احادیث میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل اور نماز وتر کے بارے میں مختلف روایات مروی ہیں۔تعداد رکعات، کیفیت صلوٰۃ اور ترتیب رکعات کے بارے میں بعض روایات بعض کے بظاہر مخالف ومعارض ہے، اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ان روایات کو مضطرب کہا گیا۔

(۱) علامہ بدرالدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{قال ابن عبد البر رحمه الله تعالىٰ: واهل العلم يقولون ان الاضطراب عنها (عن عائشة رضى الله عنها) فى الحج والرضاع وصلوٰة النبى صلى الله عليه وسلم فى الليل وقصر صلاة المسافر-لم يأت ذلك الامنها لان الرواة عنهاحفاظ وكانها اخبرت بذلك فى اوقات متعددة واحوال مختلفة}

(عمدۃ القاری ج ۷ص ۱۸۷-داراحیاء التراث العربی بیروت)

〈ت〉 علامہ ابن عبدالبر مالکی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے فرمایا کہ اہل علم کہا کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مسئلہ حج اور رضاعت اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز (صلوٰۃ اللیل) اور مسافر کی نماز کے قصر کے بارے میں اضطراب واقع ہوا۔یہ اضطراب انہیں (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی جانب سے ہوا، کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرنے والے حفاظ ہیں (اور حفاظ حدیث میں ہر ایک سے اضطراب کا صدور بعید الوقوع ہے) اور گویا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان احادیث میں متعدد اوقات اور مختلف احوال کے بارے میں خبر دیا۔

(۲) علامہ عینی نے رقم فرمایا: {قال القرطبى: اشكلت روايات السيدة عائشة رضى الله عنها علىٰ كثير من اهل العلم حتى نسب بعضهم حديثها

الی الاضطراب وقال:انما یتأتی الاضطراب لو انها اخبرت عن وقت مخصوص،او کان الراوی عنها واحد}(عمدۃ القاری ج۷ ص۱۸۷)

〈ت〉امام ابوالعباس انصاری قرطبی مالکی:ابن مزین (۵۷۸ھ-۶۵۶ھ) نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات بہت سے اہل علم کے لیے مشکل ہوگئیں، یہاں تک کہ بعض علما نے ان کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کردیا،اور امام قرطبی نے فرمایا کہ اضطراب اس وقت ہوگا جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مخصوص وقت کے بارے میں خبر دیں،یا ان سے روایت کرنے والا ایک راوی ہو۔

(۳)محدث بدرالدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے رقم فرمایا:

{قال عیاض:یحتمل ان اخبارها باحدی عشرة منهن الوتر فی الاغلب وباقی روایتها اخبار منها ماکان یقع نادرًا فی بعض الاوقات بحسب اتساع الوقت وضیقه بطول قرأة اونوم اوبعذرمرض اوغیره او عند کبر السن او تارةً تعد الرکعتین الخفیفتین فی اول القیام وتارةً لا تعدها}

(عمدۃ القاری ج۷ص۱۸۷)

〈ت〉قاضی عیاض مالکی(۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے فرمایا کہ احتمال ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وتر کی شمولیت کے ساتھ گیارہ رکعت کی خبر دینا اکثری احوال کے بارے میں ہے،اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باقی روایات اس کے بارے میں خبر دینا ہے جو بعض اوقات میں نادر طور پر واقع ہوتا تھا،وقت کی کشادگی کے اعتبار سے،اور طول قرأت یا نیند کے سبب،وقت کے تنگ ہونے کی وجہ سے،یا عذر مرض یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے،یا کبیر السن ہونے کے وقت،یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اول قیام کی دو خفیف رکعتوں کو کبھی شمار کرتی ہیں اور کبھی اس کا شمار نہیں کرتی ہیں۔

(۴)حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{واما ما رواه الزهری عن عروة عنها(عائشة رضی اللّٰہ عنها)کما سیأتی فی(باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر)(البخاری ج ا ص ۱۵٦)بلفظ کان یصلی باللیل ثلث عشرة رکعة ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین–فظاهره یخالف ما تقدم–فیحتمل ان تکون اضافت الٰی صلٰوة اللیل سنة العشاء لکونه کان یصلیها فی بیته او ماکان یفتتح به صلٰوة اللیل–فقد ثبت عند مسلم من طریق سعد بن هشام عنها(عائشةرضی اللّٰہ عنها)انه کان یفتتحها برکعتین خفیفتین وهذا ارجح فی نظری لان روایة ابی سلمة التی دلت علی الحصر فی احدی عشرة جاء فی صفتها عند المصنف(الامام البخاری)وغیره–یصلی اربعًا ثم اربعًا ثم ثلاثًا

فدل علٰی انها لم تتعرض للرکعتین الخفیفتین وتَعَرَّضَتْ لهما فی روایة الزهری–والزیادة من الحافظ مقبولة وبهذا یجمع بین الروایات وینبغی ان یستحضرههنا ما تقدم فی ابواب الوتر ذکر الرکعتین بعد الوتر والاختلاف هل هما الرکعتان بعدالفجراو صلاة مفردة بعد الوتر.

ویؤیده ما وقع عند احمد وابی داؤد من روایة عبد اللّٰہ بن ابی قیس عن عائشة رضی اللّٰہ عنها بلفظ کان یوتر باربع وثلث وست وثلاث وثمان وثلاث وعشر وثلاث ولم یکن یوتر باکثرمن ثلاث عشرة ولاانقص من سبع–وهذا اصح ما وقفت علیه من ذلک وبه یجمع بین ما اختلف عن عائشة رضی اللّٰہ عنها من ذلک و اللّٰہ اعلم

قال القرطبی:اشکلت روایات عائشة رضی اللّٰہ عنها علٰی کثیرمن اهل العلم حتی نسب بعضهم حدیثها الی الاضطراب وهذا انما یتم لو کان الراوی عنها واحدًا اَو اخبرت عن وقت واحد والصواب ان کل شیء

ذکرتْہُ من ذلک محمول علٰی اوقات متعددۃ واحوال مختلفۃ بحسب النشاط وبیان الجواز: واللہ اعلم}(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج۴ص۳۴)

﴿ت﴾امام ابن شہاب زہری نے حضرت عروہ بن زبیررضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سند سے جوروایت کیا ہے جیسا کہ عنقریب (باب مایقرأفی رکعتی الفجر) میں اس لفظ کے ساتھ آئے گا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کوتیرہ رکعت نفل پڑھتے تھے، پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دوہلکی رکعتیں پڑھتے تواس حدیث کا ظاہری مفہوم گزشتہ حدیث (گیارہ رکعت کی روایت) کے خلاف ہے۔

پس احتمال یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صلوٰۃ اللیل کے ساتھ (دورکعت) سنت عشا کوشامل کرلیا ہو، کیوں کہ حضوراقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے اپنے کاشانہ مبارک میں ادافرماتے تھے، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے شامل کرلیا ہوجس (دوخفیف رکعت) کے ذریعہ حضوراقدس سرورجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل کوشروع فرماتے تھے۔

پس بے شک (سعد بن ہشام عن عائشہ رضی اللہ عنہا) کی سند سے امام مسلم کے یہاں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوہلکی رکعتوں کے ساتھ صلوٰۃ اللیل شروع فرماتے تھے، اوریہی میری نظر میں سب سے زیادہ راجح ہے، اس لیے کہ ابوسلمہ کی روایت جو صلوٰۃ اللیل کے گیارہ رکعت میں منحصر ہونے پردلالت کرتی ہے۔

مصنف (امام بخاری) اوراس کے علاوہ کے یہاں اس نماز کی صفت میں وارد ہوا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاررکعت پڑھتے، پھر چاررکعت پڑھتے، پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے تو یہ روایت اس بات پردلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (اس روایت میں) دوخفیف رکعتوں کا تذکرہ نہیں فرمایااورزہری کی روایت میں ان دوخفیف رکعتوں کا تذکرہ فرمایا (اورگیارہ کی بجائے تیرہ رکعت کہا) اور (اصول حدیث کی روشنی میں)

حافظ کی زیادتی مقبول ہے،اور اس (تاویل) سے روایات (مختلفہ مرویہ از عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی تطبیق کی جائے گی۔

اور مناسب ہے کہ یہاں اسے (ذہن میں) مستحضر کیا جائے جو ابواب الوتر میں وتر کے بعد دو رکعت کا ذکر گزرا،اور اختلاف ہے کہ وہ دونوں رکعت،فجر کے بعد کی دو رکعت (سنت فجر) ہے یا وتر کے بعد ایک مستقل نماز،اور اسی (ایک مستقل نماز ہونے یا سنت فجر ہونے) کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو امام احمد بن حنبل (مسند احمد) اور امام ابو داؤد (سنن ابی داؤد) کے یہاں وارد ہوئی ((عبداللہ بن ابی قیس عن عائشۃ رضی اللہ عنہا)) کی روایت سے اس لفظ سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر ادا فرماتے (۱) چار اور تین رکعت (سات رکعت) (۲) چھ اور تین رکعت (نو رکعت) (۳) آٹھ اور تین رکعت (گیارہ رکعت) (۴) دس اور تین رکعت (تیرہ رکعت) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرہ سے زیادہ اور سات سے کم وتر ادا نہ فرماتے (اس روایت سے معلوم ہوا کہ وتر کے بعد کی دو رکعت یا تو ایک مستقل نماز ہے یا سنت فجر ہے۔وہ وتر نہیں ہے،اسی لیے اسے وتر کے ساتھ شامل کر کے تعداد رکعات نہیں بتائی گئی)

اور یہ اس (صلوٰۃ اللیل اور وتر) کے بارے میں سب سے صحیح تاویل ہے،جس پر میں واقف ہوا،اور اسی (تاویل) سے اس (صلوٰۃ اللیل والوتر) کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مختلف روایات کے مابین تطبیق کی جائے گی (یعنی کبھی حضرت عائشہ ابتدائی دو خفیف رکعت کو شامل کر کے تیرہ رکعت،اور کبھی اسے مستثنیٰ کر کے گیارہ کہتی ہیں): واللہ اعلم

امام ابو العباس انصاری قرطبی مالکی: احمد بن عمر بن ابراہیم (۵۷۸ھ-۶۵۶ھ) نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات بہت سے اہل علم کے لیے مشکل ہوگئیں، یہاں تک کہ بعض علما نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کیا اور یہ (قول) اس وقت مکمل ہوگا جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرنے والا ایک راوی ہو، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک وقت کے

بارے میں (مختلف) خبر دی ہو، اور حق ودرست یہ ہے کہ وہ تمام روایات جن کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صلوٰۃ اللیل والوتر کے بارے میں کیا، وہ متعدد اوقات اور مختلف احوال پر محمول ہے، نشاط قلب کے اعتبار سے اور بیان جواز کے لیے: واللہ اعلم

توضیح: کبھی وقت باقی رہا اور قلب میں عبادت الٰہی کا شوق زیادہ رہا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند رکعات کا اضافہ فرمالیا اور اس لیے کہ امت کو معلوم ہو جائے کہ صلوٰۃ اللیل میں رکعات کی تقلیل وتکثیر جائز ہے، کوئی تعداد متعین نہیں ۔حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول وفعل سے یہی ظاہر ہے۔

ماقبل میں صحیح بخاری کی روایت لکھی جا چکی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ صلوٰۃ اللیل دو دو رکعت ہے، پھر جب صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت ملا کر وتر پڑھ لو۔

اس روایت سے واضح ہے کہ صلوٰۃ اللیل میں تعداد رکعات متعین نہیں ہے۔

امام ابن شہاب زہری (۵۸ھ-۱۲۴ھ) حافظ حدیث، اور عصر تابعین کے ائمہ حدیث میں سے ہیں، پس اصول حدیث کی روشنی میں ان کی زیادتی قابل قبول ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{وھو من رؤوس الطبقة الرابعة} (تقریب التہذیب ج۲ص۱۳۳)

(ت) امام زہری طبقہ چہارم کے اساطین واکابرین میں سے ہیں۔

وہابیہ کی جہالت

احادیث قولیہ میں صلوٰۃ اللیل کی رکعتوں کی تعیین وتحدید نہیں ہے، اور احادیث فعلیہ میں بھی کوئی متعین تعداد نہیں ہے۔سلفیان زمانہ محض گیارہ رکعت کی روایت کو لے کر جو تعیین وتحدید کا قول کرتے ہیں، یہ ان کی لاعلمی کی دلیل ہے۔کتب احادیث کی عبارتوں کی تلاوت سے علم شریعت حاصل نہیں ہوتا، بلکہ خدائے دوجہاں عزوجل کی عطا سے یہ علم میسر آتا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

صلوٰۃ اللیل اور احادیث مقدسہ

علم حدیث کی امہات الکتب مثلاً صحاح ستہ وغیر ہا کتب احادیث میں صلوٰۃ اللیل کی صرف کیفیت بتائی گئی کہ دو دو رکعت ادا کی جائے۔ رکعات کی تعیین وتحدید کا تذکرہ کہیں بھی نہیں ملتا۔ بعض حدیثوں میں صرف ترغیب موجود ہے۔ اس سے متعلق احادیث قولی بھی ہیں اور فعلی بھی۔ احادیث قولیہ مندرجہ ذیل کتب احادیث میں منقول ہیں۔

(۱) صحیح بخاری (ج۱ص۱۵۱ تا ص۱۵۵)

(۲) صحیح مسلم (ج۱ص۲۵۲ تا ۲۶۲)

(۳) سنن ترمذی (ج۱ص۹۸ تا ص۱۰۳)

(۴) سنن ابی داؤد (ص۱۸۵ تا ۱۹۴)

(۵) سنن نسائی (ج۱ص۱۸۱ تا ص۱۹۹)

(۶) سنن ابن ماجہ (ص۹۳ تا ۹۸)

(۷) السنن الکبریٰ للبیہقی (ج۴ص۶۶ تا ۱۱۳)

صلوٰۃ اللیل کی احادیث فعلیہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل مع الوتر سے متعلق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جو روایتیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر رات کم از کم تیرہ (۱۳) اور بعض روایت کے مطابق پندرہ اور بعض دیگر روایت کے مطابق سترہ (۱۷) رکعت نماز نفل، وتر کے ساتھ ادا فرمایا کرتے۔

ان میں گیارہ رکعت اصل کا درجہ رکھتی ہے، اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بعض روایات میں صرف گیارہ ہی کا تذکرہ فرمایا، حالاں کہ صلوٰۃ اللیل شروع فرمانے سے

قبل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو رکعت ادا کرتے اور وتر کے بعد دو رکعت ادا فرماتے۔

دو رکعت نفل سابق کا تذکرہ کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل مع الوتر تیرہ رکعت تھی، اور کبھی صرف اصل نماز نفل مع الوتر کا تذکرہ گیارہ رکعت سے کیا، اور کبھی گیارہ رکعت اصل اور دو رکعت نفل لاحق کا ذکر فرمایا۔

اس طرح صلوٰۃ اللیل مع الوتر میں نفل سابق و نفل لاحق کے انضمام کے بعد کل پندرہ رکعت ہوگئی۔ نفل سابق و نفل لاحق کی کیفیت اصل نماز سے قدرے مختلف تھی۔

صلوٰۃ اللیل سے قبل جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو رکعت پڑھتے، وہ دو خفیف اور ہلکی رکعتیں ہوتیں۔ اس کے بعد آٹھ رکعت ادا فرماتے جن میں قیام، رکوع اور سجدے بہت طویل ہوتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس نماز سے متعلق فرمایا:

{فلاتسأل عن حسنهن وطولهن} (صحیح بخاری ج۱ص۱۵۴)

یہ آٹھ رکعت اصل صلوٰۃ اللیل ہے۔ جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالعموم چار رکعت ایک سلام کے ساتھ، پھر چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے، جیسا کہ ماقبل میں حدیث اپنے کثیر حوالہ جات کے ساتھ رقم کی گئی ہے۔

سنن ابی داؤد (ص۱۸۹) صحیح مسلم (ج۱ص۲۵۴) سنن ابن ماجہ (ص ۹۶) میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق کبھی اسے دو دو رکعت بھی ادا فرماتے۔

اس آٹھ رکعت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے۔

وتر کے بعد دو رکعت نفل ادا فرماتے۔ یہی نفل لاحق ہے۔

بعض روایت میں صرف دو رکعت نفل کا تذکرہ ہے، اور بعض روایتوں میں اس دو رکعت نماز کو بیٹھ کر پڑھنے کا تذکرہ ہے۔ اس طرح کل پندرہ رکعتیں ہوگئیں۔

فجر کی دو رکعت سنت کو اس میں شامل مان لیا جائے تو تعداد رکعات سترہ ہو جاتی ہے۔

حیات اقدس کے آخری سالوں میں صلوٰۃ اللیل کی رکعتوں کی تعداد کم ہوگئی تھی۔

تیرہ رکعت کی احادیث

صلوٰۃ اللیل سے متعلق گیارہ رکعت کی روایات ماقبل میں رقم کی گئی ہیں۔

تیرہ رکعت کی روایتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱){عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ}(صحیح بخاری ج۱ص۱۵۶-سنن ابی داؤدص ۱۸۹-صحیح مسلم ج۱ص۲۵۴ بالتفصیل عن ابی سلمہ-سنن ابن ماجہ ص۹۷-الیٰ ثلاث عشرۃ رکعۃ)

〈ت〉حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت نماز ادا فرماتے، پھر جب فجر کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعت پڑھتے۔

(۲){عَنْ اَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً يَعْنِي بِاللَّيْلِ}(صحیح بخاری ج۱ص۱۵۳)

(سنن ترمذی ج۱ص۱۰۰-صحیح مسلم ج۱ص۲۶۱-صحیح ابن حبان ص۷۵۵)

〈ت〉حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ رات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرہ رکعت نماز ادا فرماتے۔

(۳){عَنْ سَلَمَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بِتُّ عِنْدَ مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى حَاجَتَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَ يَدَيْهِ،نَامَ ثُمَّ قَامَ فَاَتَى الْقِرْبَةَ فَاَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءً بَيْنَ وُضُوئَيْنِ لَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ اَبْلَغَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ فَتَمَطَّيْتُ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَرَى اَنِّي كُنْتُ اَبْقِيْهِ فَتَوَضَّأْتُ فَقَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَاَخَذَ بِاُذُنِي فَاَدَارَنِيْ عَنْ يَمِينِهٖ فَتَتَامَّتْ صَلٰوتُهٗ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اِضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاٰذَنَهٗ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ

یَتَوَضَّاْ وَکَانَ فِی دُعَائِہٖ–اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِی قَلْبِی نُوْرًا وَفِی بَصَرِی نُورًا وَفِی سَمْعِی نُورًا وَعَنْ یَمِینِی نُورًا وَعَنْ یَسَارِی نُورًا وَفَوْقِی نُورًا وَتَحْتِی نُورًا وَاِمَامِی نُورًا وَ خَلْفِی نُورًا وَاجْعَلْ لِی نُورًا}(صحیح بخاری ج۲ص۹۳۵)
(صحیح مسلم ج۱ص۲۶۰ -صحیح ابن حبان ص۷۶۰)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں ایک رات (اپنی خالہ) ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں گزارا، پس حضوراقدس سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے ، پھر اپنی ضرورت پوری فرما کر اپنا چہرہ مبارک اور اپنے دونوں دست مبارک دھلے اور سو گئے، پھر بیدار ہوئے تو مشکیزہ کے پاس آئے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بندھن کو کھولا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو وضو(وضوئے خفیف اور وضوئے کامل) کے درمیان کا وضوفرمایا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیادہ نہ فرمایا(یعنی ایک بار سے زیادہ اعضائے وضوکو نہ دھلے)اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہنچایا(پانی مواضع وضوتک)، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے تو میں اٹھا، پس میں تاخیر کیا، ناپسند کرتے ہوئے کہ آپ سمجھ جائیں کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کر رہا تھا، پھر میں وضو کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

پس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے کان پکڑے اور مجھے اپنی داہنی جانب کرلیا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تیرہ رکعت پوری ہوئی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیٹے تو سو گئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیز سانس لیا اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوتے تو تیز سانس لیتے ، پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز فجر کے بارے میں بتایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز فجر پڑھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو

نہیں فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا میں (یہ لفظ) تھا: اللّٰہم اجعل الخ

توضیح: اس حدیث میں نماز وتر اور نماز تہجد کا تذکرہ ہے۔ جو دعا مذکور ہے، وہ دراصل نماز تہجد کی دعا ہے۔ صحیح بخاری میں اسی صفحہ میں اسی حدیث کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا ذکر ہے۔ یہ حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شب بیداری سے متعلق ایک مکمل اور جامع حدیث ہے۔

(۴){عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ-فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ حَتّٰى انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْقَرِيْبًا مِنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَرَءَ عَشَرَ اٰيَاتٍ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ وَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِي وَاَخَذَ بِاُذُنِي يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اِضْطَجَعَ حَتّٰى جَائَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ}

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۳۵، ۱۶۰-سنن نسائی ج ا ص ۱۸۴-صحیح مسلم ج ا ص ۲۶۰)

(سنن ابن ماجہ ص ۹۷-سنن ابی داؤد ص ۱۹۴-السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۸۴)

〈ت〉حضرت کریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں خبر دیا کہ وہ ایک رات ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں رات کو ٹھہرے۔ یہ ان کی خالہ تھیں۔ (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ) پس میں بستر کی چوڑائی میں لیٹ گیا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بستر کی لمبائی میں لیٹ گئے، پس آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم لیٹ گئے، یہاں تک کہ آدھی رات یا اس کے قریب کا وقت ہوگیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے روئے مبارک سے نیند کو پونچھتے ہوئے بیدار ہوئے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ آل عمران کی دس آیتیں پڑھیں، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کے پاس گئے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمدہ طریقے سے وضو فرمایا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔

پس میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح (وضو) کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بازو میں کھڑا ہوگیا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا داہنا دست مبارک میرے سر پر رکھا اور میرے کان کو مسلنے لگے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز وتر پڑھی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیٹ گئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مؤذن آیا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر دو رکعت نماز پڑھے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مسجد) تشریف لے گئے، اور نماز فجر ادا فرمائی۔

توضیح: اس راویت میں بھی دو دو رکعت، پھر نماز وتر یعنی کل تیرہ رکعت کا تذکرہ ہے۔

(۵){عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّهٗ قَالَ: لَاَرْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ فَتَوَسَّدْتُ عُتَبَتَهٗ اَوْ فُسْطَاطَهٗ فَصَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ-فَذٰلِكَ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً}

(سنن ابی داؤد ص۱۹۳-سنن ابن ماجہ ص۹۷-صحیح مسلم ج۱ص۲۶۲)

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۳ص۸۵-صحیح ابن حبان ص۴۵۷)

〈ت〉 حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے ارادہ کیا کہ آج رات کوضرور میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کودیکھوں گا، پس میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازہ یا خیمہ کے پاس تکیہ لگالیا ، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوہلکی رکعت ادا فرمائی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بہت طویل رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت نماز پڑھی جو اپنے سے پہلی والی دو رکعت سے کم طویل تھی، پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی جو اپنے سے پہلے والی دو رکعت سے کم طویل تھی، پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی جو اپنے سے پہلے والی دو رکعت سے کم طویل تھی، پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی جو اپنے سے پہلے والی دو رکعت سے کم طویل تھی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز وتر ادا فرمائی، پس یہ تیرہ رکعت ہے۔

توضیح: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مذکورہ بالا کیفیت کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا۔

(۶){عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثَ عَشَرَةَ فَلَمَّا كَبُرَ وَضَعُفَ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ}

(سنن ترمذی ج ۱ص۱۰۳-سنن نسائی ج۱ص۱۹۲،۱۹۴-مسند احمد-مستدرک للحاکم ج۱ص۳۰۶-وصحح الحاکم ہذا الحدیث من طریق عمرو بن مرۃ عن یحی بن الجزار عن ام سلمہ)

〈ت〉 حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرہ رکعت وتر ادا فرماتے، پھر جب عمر ہوگئی اور کمزور ہوگئے تو سات رکعت وتر ادا فرماتے۔

(۷)امام ترمذی نے رقم فرمایا:{واکثر ما روی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی صلاۃ اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ مع الوتر-واقل ما وصف من صلاتہ من اللیل تسع رکعات}(سنن ترمذی ج۱ص۱۰۰)

〈ت〉 حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں صلوٰۃ اللیل مع الوتر کی مروی اکثری تعداد تیرہ رکعت ہے،اور کم از کم نو رکعت ہے۔

نفل سابق

مذکورہ بالا احادیث مقدسہ میں تیرہ رکعت صلوٰۃ اللیل کا ذکر ہوا ہے۔ اس میں آٹھ رکعت اصل صلوٰۃ اللیل ہے اور تین رکعت وتر ہے اور شروع میں دو رکعت نفل سابق ہے، اور یہ دو خفیف رکعت ہوتی، جیسا کہ حضرت زید بن خالد جہنی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کبھی نفل سابق کو اصل صلوٰۃ اللیل مع الوتر کے ساتھ شامل کر کے تیرہ رکعت فرمایا اور کبھی نفل سابق کا ذکر کیے بغیر صرف اصل صلوٰۃ اللیل مع الوتر کا تذکرہ گیارہ رکعت سے فرمایا۔ بعض احادیث میں ان دو رکعتوں کا تذکرہ مستقل طور پر آیا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے۔

(۱){عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيَ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ}

(صحیح مسلم ج اص۲۶۲-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۷۹)

﴿ت﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب صلوٰۃ اللیل پڑھنے لگتے تو اپنی نماز (صلوٰۃ اللیل) کو دو خفیف رکعت سے شروع فرماتے۔

(۲){عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ}(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۸۰)

﴿ت﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی رات کی نماز (نفل) کو دو ہلکی رکعت سے شروع فرماتے۔

(۳){عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ}

(صحیح مسلم ج ا ص ۲۶۲ - السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۸۰)

(صحیح ابن حبان ص ۷۵۳ - سنن ابی داؤد ص ۱۸۷)

〈ت〉 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کو نماز (نفل) پڑھے تو اپنی نماز کو دو ہلکی رکعت سے شروع کرے۔

توضیح: احادیث مرقومہ بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل سے قبل دو خفیف رکعت پڑھا کرتے۔ اسی طرح وتر کے بعد بھی دو رکعت ادا فرماتے۔

نفل لاحق

حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح صلوٰۃ اللیل سے قبل دو ہلکی رکعت نماز نفل ادا فرماتے، اسی طرح نماز وتر کے بعد بھی دو رکعت نماز نفل ادا فرماتے۔

السنن الکبریٰ (ج ۴ ص ۱۲۸ - باب فی الرکعتین بعد الوتر)، سنن ابی داؤد (ص ۱۸۵ تا ۱۹۳ - ابواب قیام اللیل) اور دیگر کتب احادیث میں اس سے متعلق بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔ بعض روایات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہیں، اور بعض روایتیں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں۔ ان میں سے بعض روایتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) {عَنْ عِرَاکِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ اَبِی سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: صَلَّى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانِیَ رَکْعَاتٍ وَرَکْعَتَیْنِ جَالِسًا وَرَکْعَتَیْنِ بَیْنَ النِّدَائَیْنِ وَلَمْ یَکُنْ یَدَعُهُمَا اَبَدًا} (صحیح بخاری ج ا ص ۱۵۵)

〈ت〉 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عشا ادا فرمائی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت نماز پڑھی اور دو رکعت بیٹھ کر نماز پڑھی، اور دو رکعت (فجر کی) اذان و اقامت کے درمیان ادا فرمائی، اور

ان دورکعتوں (سنت فجر) کوکبھی ترک نہیں فرماتے۔

(۲){عَنْ اَبِی سَلَمَۃَ اَنَّہٗ سَأَلَ عَائِشَۃَ عَنْ صَلاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ،فَقَالَتْ:اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی ثَمَانِیَ رَکْعَاتٍ ثُمَّ یُوتِرُثُمَّ یُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ وَھُوَجَالِسٌ ثُمَّ یَقُومُ فَیَقْرَءُ ثُمَّ یَرْکَعُ وَیُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ بَیْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَۃِ مِنْ صَلاۃِ الصُّبْحِ}

(صحیح ابن حبان مکمل ص۷۵۹)

﴿ت﴾حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آٹھ رکعت پڑھتے تھے، پھر نماز وتر ادا فرماتے، پھر بیٹھ کردورکعت پڑھتے، پھر (اسی نماز میں) قیام فرماتے اورقرأت فرماتے، پھر رکوع فرماتے،اوردورکعت نماز فجر کی اذان واقامت کے درمیان ادافرماتے تھے۔

(۳){عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوتِرُ بِتِسْعِ رَکْعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَبِسَبْعِ رَکْعَاتٍ وَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ بَعْدَ الْوِتْرِیَقْرَأُ فِیھِمَا فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَرْکَعَ قَامَ فَرَکَعَ ثُمَّ سَجَدَ}

(سنن ابی داؤدص۱۹۱)

﴿ت﴾ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نورکعت وتر پڑھتے تھے، پھر سات رکعت وتر پڑھنے لگے،اورنماز وتر کے بعد دورکعت بیٹھ کرادا فرماتے،ان دونوں رکعتوں میں قرأت فرماتے، پس جب رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوکررکوع فرماتے، پھرسجدہ کرتے۔

(۴){عَنْ سَعْدِ بْنِ ھِشَامٍ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَھَا تَقُولُ:اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوتِرُبِتِسْعِ رَکْعَاتٍ ثُمَّ یُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ وَھُوَجَالِسٌ

فَلَمَّا ضَعُفَ اَوْتَرَ بِسَبْعِ رَكْعَاتٍ ثُمَّ يُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ}

(سنن نسائی ج۱ص۱۹۳)

〈ت〉حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوفرماتے سنا کہ حضور اقدس سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نو رکعت وتر پڑھتے تھے، پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے، پھر جب کمزور ہو گئے تو سات رکعت وتر پڑھتے، پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے۔

(۵){عَنْ اَبِى سَلَمَةَ قَالَ: سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّى ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً-يُصَلِّى ثَمَانَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ يُوتِرُ ثُمَّ يُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ-ثُمَّ يُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلاَةِ الصُّبْحِ}(صحیح مسلم ج۱ص۲۵۴)

〈ت〉حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے، آٹھ رکعت پڑھتے، پھر نماز وتر ادا فرماتے، پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے، پس جب رکوع کرنا چاہتے تو کھڑے ہو کر رکوع فرماتے، پھر نماز فجر کی اذان واقامت کے درمیان دو رکعت ادا فرماتے۔

(۶){عَنْ اَبِى سَلَمَةَ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّى مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً-يُصَلِّى تِسْعَ رَكْعَةٍ قَائِمًا يُوتِرُ فِيهِنَّ وَيُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ جَالِسًا فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَسْجُدَ قَامَ فَرَكَعَ وَسَجَدَ-يَصْنَعُ ذٰلِكَ بَعْدَ الْوِتْرِ-وَيُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ}

(صحیح مسلم ج۱ص۲۵۴،۲۵۵-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۱۲۸)

(سنن ابی داؤد ص۱۸۹)

〈ت〉 حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے، نو رکعت کھڑے ہوکر پڑھتے ، ان رکعتوں کو (ایک رکعت ملاکر) نماز وتر بنالیتے ، اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے ، پس جب سجدہ کرنا چاہتے تو کھڑے ہوکر رکوع فرماتے اور سجدہ کرتے ۔ یہ (دو رکعت) نماز وتر کے بعد ادا کرتے ، اور جب نماز فجر کی اذان سنتے تو دو رکعت ادا فرماتے ۔

توضیح: مرقومہ بالا تمام احادیث مبارکہ میں بتایا گیا کہ حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت نماز نفل بیٹھ کر ادا فرماتے ۔

وتر کے بعد دو رکعتی نفل لاحق کو حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخیر عمر تک ادا فرماتے رہے ۔ حضرت زرارہ بن اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا:

(۱){فَلَمْ تَزَلْ تِلْکَ صَلٰوۃُ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَّنَ فَنَقَصَ مِنَ التِّسْعِ ثِنْتَیْنِ فَجَعَلَھَا اِلَی السِّتِّ وَالسَّبْعِ وَرَکْعَتَیْہِ وَھُوَ قَاعِدٌ حَتّٰی قُبِضَ عَلٰی ذٰلِکَ} (سنن ابی داؤد ص ۱۹۰ - سنن نسائی ج ۱ ص ۱۹۳ - سنن ابن ماجہ ص ۸۳)

〈خ〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل مع الوتر نو رکعت پڑھتے رہے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سات رکعت پڑھنے لگے اور وتر کے بعد کی دو رکعتی نفل نماز کو بیٹھ کر ادا فرماتے اور اسی کیفیت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا۔

(۲){عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اُمِّہٖ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی بَعْدَ الْوِتْرِ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ}

(سنن ابن ماجہ ص ۸۳ - سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۰۸ - الیٰ رکعتین)

〈ت〉 حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم وتر کے بعد دو ہلکی رکعتیں بیٹھ کرادا فرماتے۔

(۳){عَنْ اَبِی سَلَمَۃَ قَالَ حَدَّثَتْنِی عَائِشَۃُ قَالَتْ: کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوتِرُبِوَاحِدَۃٍ ثُمَّ یَرْکَعُ رَکْعَتَیْنِ یَقْرَءُ فِیھِمَا وَھُوَ جَالِسٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَرْکَعَ قَامَ فَرَکَعَ}(سنن ابن ماجہ ص۸۳)

﴿ت﴾ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رکعت کے ذریعہ وتر ادا فرماتے ، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھ کر دو رکعت ادا فرماتے ،ان دونوں میں قرأت فرماتے ، پھر جب رکوع فرمانا چاہتے تو کھڑے ہوکر رکوع فرماتے۔

پندرہ رکعت اور سترہ رکعت

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ''ما کان یزید فی رمضان ولا غیرہ'' میں جو صلوٰۃ اللیل مع الوتر کی تعداد گیارہ رکعت بتائی گئی ہے۔اس سے قبل دو خفیف رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادا فرماتے تھے، اور نفل سابق ونفل لاحق کی روایت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔اس طرح کل پندرہ رکعتیں ہوگئیں، پھر اس میں دو رکعت سنت فجر کی شمولیت سے تعداد سترہ رکعت ہو جاتی ہے۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{قولہ:لم ینقل زیادۃ علیٰ ثلث عشرۃ کانہ اخذہ من روایۃ ابی داؤد الماضیۃ عن عائشۃ-ولا باکثرمن ثلث عشرۃ-وفیہ نظر-ففی حواشی المنذری قیل:اکثرما روی فی صلوٰۃ اللیل سبع عشرۃ وھی عدد رکعات الیوم واللیلۃ-وروی ابن حبان وابن المنذروالحاکم(المستدرک للحاکم

ج ا ص ۳۰۴)من طریق عراک عن ابی هریرة مرفوعا–اَوْتِرُوْا بخمس او بسبع او بتسع او باحدی عشرة او باکثر من ذلک}(تلخیص الحبیر ج۲ص۴۹۶)

〈ت〉امام رافعی شافعی (۵۵۷ھ-۶۲۳ھ) کا (العزیز شرح الوجیز) میں یہ قول کہ نماز وتر تیرہ رکعت سے زیادہ مروی نہیں تو شاید انہوں نے اسے، سنن ابی داؤد میں وارد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گزشتہ روایت سے اخذ کیا، اور اس میں اعتراض ہے، پس حواشی منذری میں ہے: کہا گیا کہ صلوٰۃ اللیل کے بارے میں اکثری رکعات جو مروی ہیں، سترہ ہیں، اور یہ روز وشب کی فرض رکعات کی تعداد ہے۔

اور ابن حبان وابن منذر اور حاکم ابوعبداللہ نیشا پوری نے حضرت عراک کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) پانچ یا سات یا نو یا گیارہ یا اس سے زیادہ رکعات کے ساتھ وتر ادا کرو۔

توضیح: ماقبل میں ذکر کردہ روایتوں سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ اللیل مع الوتر کی کوئی خاص تعداد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر ومتعین نہیں فرمائی تھی۔

سلفیان زمانہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو سند بناتے ہوئے آٹھ رکعات تراویح پڑھتے ہیں، حالاں کہ کتب احادیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سات رکعت صلوٰۃ اللیل مع الوتر بھی مروی ہے۔ چار رکعت صلوٰۃ اللیل اور تین رکعت وتر۔

(سنن ابی داؤد ص۱۹۰، ۱۹۳-سنن نسائی ج اص۱۹۳)

اگر وہابیہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے چار رکعت تراویح پڑھتے تو انھیں کچھ زیادہ سہولت ہوتی۔ وہابیہ اس حدیث پر کیوں نہیں عمل کرتے؟

واضح رہے کہ تراویح کے لیے حدیث عائشہ متعلقہ گیارہ رکعات کو وہابیہ سند بناتے ہوئے آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، لیکن اس حدیث میں وتر تین رکعت بتائی گئی ہے، جب کہ وہابیہ کے یہاں وتر ایک ہی رکعت ہے، یعنی وہابیہ نصف حدیث پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں

اور نصف حدیث کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہ اتباع شرع ہے یا اتباع نفس؟

الحاصل صلوٰۃ اللیل رات کی نفل نماز ہے، نماز تراویح نہیں۔حضور اقدس سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلاۃ اللیل مع الوتر کو حالات کے اعتبار سے کبھی گیارہ، کبھی گیارہ سے کم اور کبھی گیارہ سے زیادہ بھی ادا فرمایا ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص الحبیر (ج۲ ص۴۹۶) میں اور قاضی عیاض مالکی نے اکمال المعلم فی فوائد مسلم (ج۳ص۸۲) اور امام نووی نے شرح مسلم (ج۱ص۲۵۳) میں صلوٰۃ اللیل مع الوتر کی اکثری تعداد سترہ (۱۷) لکھی ہے۔

(۲) علامہ بدر الدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{وقد وقع الاختلاف فی اعداد رکعات صلاته صلی اللّٰہ علیه وسلم باللیل من سبع وتسع واحدٰی عشرة وثلاث عشرة الٰی سبع عشرة قدر عدد رکعات الفرض فی الیوم واللیلة(فان قلت)ما تقول فی هذا الاختلاف؟

(قلت)کل واحد من الرواة مثل عائشة وابن عباس وزید بن خالد وغیرهم اخبر بما شاهده واما الاختلاف عن عائشة–فقیل هو من الرواة عنها وقیل هو منها–ویحتمل انها اخبرت عن حالات–منها ما هو الاغلب من فعله صلی اللّٰہ علیه وسلم–ومنها ما هو نادر–ومنها ما هو اتفق من اتساع الوقت وضیقه علٰی ماذکرنا} (عمدۃ القاری ج۷ص۸)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل کی تعداد رکعات کے بارے میں اختلاف واقع ہوا ہے، یعنی سات، نو، گیارہ، تیرہ، سترہ رکعات تک، شب وروز کی فرض نماز کی رکعات کی تعداد کے برابر (فرائض پنج گانہ کی رکعتوں کی تعداد سترہ ہے)

پس اگر تم سوال کرو کہ آپ اس اختلاف کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

میں جواب دوں گا: راویوں میں سے ہر ایک مثلاً حضرت عائشہ، ابن عباس، زید بن خالد جہنی وغیرہم نے اس کی خبر دی جو انہوں نے مشاہدہ کیا، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کا اختلاف (ان کی مرویات کا باہمی اختلاف)، پس کہا گیا کہ یہ اختلاف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرنے والوں کی جانب سے ہے، اور کہا گیا کہ یہ اختلاف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کی جانب سے ہے، اور احتمال ہے کہ انہوں نے مختلف حالات کے بارے میں خبر دیا ہو۔ انہیں میں سے وہ ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اکثری حال تھا، اور انہیں میں سے وہ ہے جو وہ نادر حال تھا، اور انہیں میں سے وہ ہے جو وقت کی وسعت اور تنگی کے اعتبار سے اتفاقاً واقع ہوا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

(۳) قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{قال العلماء: فی هٰذه الاحادیث اِخبارُ کلٍّ واحد من ابن عباس وزید بن خالد وعائشة ما شاهَدَه-لکن ما جاء من الاختلاف فیه عن عائشة-قیل: هو منها-وقیل من الرواة عنها-فیحتمل ان اخبارها باحدی عشرة فی الاغلب علی ما روی عنها-ماکان یزید فی رمضان ولاغیره علیٰ احدی عشرة رکعة- وخبرها بعد ذلک علیٰ ما کان یفعله نادرًا-فاکثره خمس عشرة رکعة واقله سبع-وذلک لما کان یتفق من اتساع الوقت له او ضیقه اما بتطویل قرأته فی بعضها کما جاء اوطول نومه اولعذر من مرض اوکبر سن}

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج۳ص۸۱)

﴿ت﴾ علمائے کرام نے فرمایا کہ ان احادیث (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کے نوافل سے متعلق احادیث) میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت زید بن خالد جہنی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہر ایک کا اس چیز کی خبر دینا ہے جس کا انہوں نے مشاہدہ کیا، لیکن اس بارے میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اختلاف (مختلف بیان) واقع ہوا، کہا گیا کہ یہ انہیں کی طرف سے ہے اور کہا گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرنے والوں کی جانب سے ہے۔

پس یہ احتمال ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گیارہ رکعت کے بارے میں خبر دینا اکثری حالت کے اعتبار سے ہو، جیسا کہ ان سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے، اور اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت اس اعتبار سے ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی ادا فرماتے تھے ، پس اس کی اکثری تعداد پندرہ ہے اور اقل تعداد سات ہے اور ایسا اس لیے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقت میں وسعت میسر ہوتی یا وقت میں تنگی در پیش ہوتی ، یا تو بعض رکعات میں قرأت کے طویل کر دینے کے سبب جیسا کہ روایت میں آیا، یا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند کے طول یا کسی عذر یعنی مرض یا ضعیف العمری کی وجہ سے۔

(۴) اس موضوع پر آخری فیصلہ کن بحث کرتے ہوئے قاضی عیاض نے تحریر فرمایا:

{ولا خلاف انه ليس فى ذلك حد لايزاد عليه ولاينقص فيه–وان صلٰوة الليل من الفضائل والرغائب التى كلما زيد فيها،زيد فى الاجر والفضل–وانما الخلاف فى فعل النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وما اختاره لنفسه–واشاربعضهم الٰى ان تحرى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم عدد صلاة الليل اعداد صلوات الفريضة الخمس بعشرركعات مثنى مثنى–وذلك خمس صلواتٍ علٰى ماكانت قَبْلُ وهى كانت اكثر صلٰوتِه عليه السلام بالليل غالبًا علٰى ما جاء فى الحديث المتقدم وقد يكون علٰى هذا اعتبار نوافل النهار–او يكون باعتبار ركعاتها علٰى ما استقرت عليه الصلوات وهى سبع عشرة ركعة وهواكثر ما روى عنه عليه السلام فى صلاة الليل او اعداد ركعات الفرائض–كان عددركعات فرض الليل سبعًا،ان لم تعد فيها الصُبحُ وجُعِلَتْ من النهاروهواقل ما صلى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم بالليل}

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج۳ص۸۲)

〈ت〉اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس (صلوٰۃ للیل) کے بارے میں کوئی ایسی حد نہیں کہ نہ اس پر زیادتی ہو سکے، اور نہ اس میں کمی ہو سکے، اور بے شک نوافل شب ان فضائل ورغائب (فضیلت رکھنے والی، شوق دلانے والی عبادات) میں سے ہیں کہ جن میں جب زیادتی کی جائے تو اجر وفضل بڑھ جائے گا، اور اختلاف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کے بارے میں ہے، اور اس بارے میں (اختلاف ہے) جو تعداد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لیے اختیار فرمایا۔

بعض علما نے اشارہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلوٰۃ اللیل کی تعداد میں نماز پنج گانہ کی دو دو رکعت کے اعتبار سے دس رکعات کی تعداد کا ارادہ فرمایا، اور پہلے پانچ نمازوں کی یہی تعداد (کل دس رکعت ابتدائے فرضیت کے وقت) تھی، اور یہی (دس رکعات) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلاۃ اللیل کی اکثری تعداد، اکثری حالات میں تھی جیسا کہ گزشتہ حدیث میں آیا (کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس رکعت صلوٰۃ اللیل ادا فرماتے اور ایک رکعت ملا کر وتر پڑھتے، پھر دو رکعت سنت فجر ادا فرماتے: عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۵)

اور کبھی اسی پر دن کے نوافل کا بھی اعتبار ہوتا (اور نوافل یوم بھی دس رکعت ہوتی)، یا (صلوٰۃ اللیل کی رکعات کی تعداد) فرائض پنج گانہ کی ان رکعات کے اعتبار سے ہوتی جس پر نماز پنج گانہ مستقر ہوگئی، اور وہ سترہ (۱۷) رکعت ہے، اور یہ اکثری تعداد ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلوٰۃ اللیل کے بارے میں مروی ہے، یا فرائض شب کی تعداد رکعات کا قصد فرمایا اور رات کی فرض رکعات کی تعداد سات ہے، اگر صبح (نماز فجر) کو رات میں شمار نہ کیا جائے، اور اسے دن کی نماز بنا دیا جائے، اور یہ سات رکعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل کی اقل تعداد ہے۔

توضیح: قاضی عیاض مالکی کی تشریحات سے واضح ہو گیا کہ صلوٰۃ اللیل کی کوئی خاص

تعداد حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے متعین نہیں، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلاۃ اللیل کے بارے میں جو تعداد رکعات منقول ہے، وہ کم از کم سات اور زیادہ سے زیادہ سترہ ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی سات، کبھی نو، کبھی گیارہ، کبھی تیرہ، کبھی پندرہ اور کبھی سترہ رکعات ادا فرماتے۔ اسی بحث کو امام محی الدین نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے (شرح مسلم) (ج ۱ص ۲۵۳) میں تحریر فرمایا ہے۔

صلوٰۃ اللیل اور نماز وتر میں فرق

حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل اور نماز وتر کا ذکر بالعموم ایک ساتھ آتا ہے، لیکن یہ دونوں دو نمازیں ہیں۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

وتر اور صلوٰۃ اللیل دو نماز

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر اور صلوٰۃ اللیل کو دو نماز قرار دیا۔

(۱){عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ فَقَدْ ذَہَبَ کُلُّ صَلٰوۃِ اللَّیْلِ وَالْوِتْرُ-فَاَوْتِرُوْا قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ}

(سنن ترمذی ج ۱ص ۱۰۷)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب فجر صادق طلوع ہو جائے تو صلوٰۃ اللیل اور نماز وتر کا وقت ختم ہو گیا، پس طلوع فجر سے پہلے وتر پڑھ لو۔

(۲){عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: کُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی سَفَرٍ فَقَالَ: فِی ہٰذَا السَّفَرِ جَہْدٌ وَثِقَلٌ فَاِذَا اَوْتَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ فَاِنِ اسْتَیْقَظَ وَاِلَّا کَانَتَا لَہٗ}

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ص ۱۳۱-صحیح ابن حبان ص ۷۴۷)

﴿ت﴾ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم لوگ حضور اقدس تاجدار

دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سفر میں پریشانی اور مشقت ہے، پس تم میں سے کوئی وتر پڑھے تو دو رکعت نفل پڑھ لے، پس اگر وہ (رات کو) بیدار رہا (فبہا)، ورنہ یہ دونوں رکعتیں اس کے لیے (صلوٰۃ اللیل کے قائم مقام) ہو جائیں گی۔

(۳){عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-اَنَّ هٰذَا السَّهْرَ جَهْدٌ وَ ثِقَلٌ فَاِذَا اَوْتَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ-فَاِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ وَاِلَّا كَانَتَا لَهٗ}

(مسندالدارمی ج۱ص۴۷۴-دارالفکر بیروت)

﴿ت﴾ حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شب بیداری پریشانی ومشقت ہے تو جب تم میں سے کوئی وتر پڑھ لے تو دو رکعت پڑھے، پس اگر وہ رات کو بیدار رہا (تو اچھا ہے) ورنہ یہ دو رکعتیں اس کے لیے (صلوٰۃ اللیل) ہیں۔

وتر کی ادائیگی طاق عدد اور صلوٰۃ اللیل کی ادائیگی جفت عدد میں

صلوٰۃ اللیل دو رکعت یا چار رکعت جفت عدد کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، جب کہ نماز وتر طاق عدد میں ادا کی جاتی ہے۔ وتر کا لغوی معنی طاق عدد (بے جوڑ عدد) ہے۔

چوں کہ وتر کی رکعات بے جوڑ ہوتی ہیں، اسی لیے اس کا نام وتر رکھا گیا۔ حدیث میں صلوٰۃ اللیل کی دو رکعتی نماز میں ایک رکعت کا اضافہ کر کے نماز وتر ادا کرنے کی ہدایت ہے۔

حنفی مذہب میں تینوں رکعتیں ایک سلام سے ادا کی جاتی ہیں، دیگر فقہی مذاہب میں دو سلام کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ صلوٰۃ اللیل مع الوتر کی سترہ رکعت کی تفصیل ماقبل میں ہے۔

واضح رہے کہ سترہ رکعات، صرف نماز وتر کی رکعات نہیں ہیں، بلکہ صلوٰۃ اللیل بھی اسی میں شامل ہے۔ چوں کہ صلوٰۃ اللیل اور نماز وتر ساتھ ساتھ ادا کی جاتی ہے، اس لیے ایک کا نام دوسرے پر بول دیا جاتا ہے جیسا کہ ماقبل میں امام ترمذی اور علامہ عینی کی صراحت گزر چکی۔

(۳) صلوٰۃ اللیل تمام ائمہ مجتہدین کے یہاں نفل ہے، جب کہ نماز وتر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں واجب اور دیگر ائمہ ثلاثہ کے یہاں سنت مؤکدہ ہے۔

(۴) نماز وتر کی تعداد امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تین اور دیگر ائمہ کے یہاں مختلف شرائط کے ساتھ ایک رکعت ہے، جب کہ صلوٰۃ اللیل کی اقل مقدار دو رکعت ہے۔

(۵) کتب احادیث میں صلوٰۃ اللیل کے ابواب الگ اور وتر کے ابواب الگ ہیں۔

(۶) صلوٰۃ اللیل سے متعلق صرف ترغیبی احادیث مروی ہیں جب کہ وتر کے بارے میں تاکیدی احادیث وارد ہیں۔

(۷) نماز وتر میں دعائے قنوت ہے جب کہ صلوٰۃ اللیل میں دعائے قنوت نہیں ہے۔

(۸) ماہ رمضان میں نماز وتر جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے جب کہ صلوٰۃ اللیل کے لیے جماعت نہیں ہوتی۔

بعض حدیثوں میں ذکر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل میں بعض دیگر حضرات شریک ہوئے، مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شرکت کا ذکر گزرا، یہ جماعت بلا تداعی ہے۔صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک ہوئے۔

نماز نفل میں تداعی کے ساتھ جماعت ممنوع ہے۔تداعی کا مفہوم یہ ہے کہ تین سے زیادہ مقتدی ہوں۔(بہار شریعت حصہ سوم: بحث: جماعت کے مسائل)

(۹) محدث شہیر ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{وروایة ثلاث وعشرین حسب راویها-الثلاثة الوتر فانه جاء انهم کانوا یوترون بثلاث-وهذا یدل علیٰ ان الوتر ثلاث علیٰ ما تقرر علیه اٰخر الامر-وانه غیر داخل فی صلاة اللیل} (مرقاۃ المفاتیح ج۳ص۳۴۳)}

﴿ت﴾ تراویح میں تیئیس کی روایت، اس کے راوی کے اعتبار سے، تین رکعت وتر ہے (یعنی راوی نے خود کہا کہ تین وتر اور بیس رکعت تراویح ہے)، اس لیے کہ روایت میں آیا کہ

صحابہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے،اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وتر تین رکعت ہے،جیسا کہ اخیر میں معاملہ اسی پر مستقر ہو گیا،اور نماز وتر،صلاۃ اللیل میں داخل نہیں ہے۔

توضیح:اقتباس مرقومہ بالا سے واضح ہو گیا کہ نماز وتر اور صلوٰۃ اللیل دو مستقل نمازیں ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز وتر کو کبھی صلوٰۃ اللیل کے ساتھ ادا فرماتے اور کبھی نماز تہجد کے ساتھ ادا فرماتے۔

نماز وتر کے واجب ہونے کے دلائل

(۱){عَنْ اَبِی اَیُّوبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُوتِرَ بِخَمْسٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُوتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُوتِرَ بِوَاحِدَۃٍ فَلْیَفْعَلْ}(سنن ابی داؤد ص۲۰۱-سنن نسائی ج۱ص ۱۹۲-سنن ابن ماجہ ص۸۳-صحیح ابن حبان ص۱۰۷-مستدرک للحاکم ج۱ص۳۰۳)

﴿ت﴾حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:نماز وتر ہر مسلمان پر واجب ہے،پس جو پانچ رکعت کے ذریعہ ادا کرنا چاہے تو ادا کرے،اور جو تین رکعت کے ذریعہ ادا کرنا چاہے تو ادا کرے،اور جو ایک رکعت کے ذریعہ ادا کرنا چاہے تو ادا کرے۔

(۲){عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ یُوتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا-اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ یُوتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا-اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ یُوتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا}(سنن ابی داؤد ص۲۰۱-مستدرک للحاکم ج۱ص۳۰۵)

﴿ت﴾حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا:نماز وتر واجب ہے،پس جو نماز وتر نہ پڑھے،وہ ہم میں سے نہیں۔نماز وتر واجب ہے،پس جو نماز وتر نہ پڑھے،وہ ہم میں سے نہیں۔نماز وتر واجب

ہے، پس جونماز وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں۔

(۳){عَنْ اَبِی اَیُّوبَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ شَاءَ فَلْیُوتِرْ بِثَلٰثٍ}(دارقطنی ج۲ص۲۲-تلخیص الحبیر للعسقلانی ج۲ص۴۹۵)

〈ت〉حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: نماز وتر واجب ہے، پس جو چاہے تو تین رکعت پڑھے۔

توضیح: تلخیص الحبیر میں اسی مقام پراس حدیث کی سند کے بارے میں ہے:

''ورجالہ ثقات'': (اس حدیث کے رواۃ ثقہ ہیں)

(۴){عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ}(مسند بزار-مجمع الزوائد للہیثمی ج۲ص۲۴۰)

(الدرایۃ مع الہدایۃ:الاولین ص۱۴۵)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ نماز وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔

(۵){عَنْ اَبِی اَیُّوبَ الْاَنْصَارِیِّ رَفْعَۃً قَالَ:اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ -الحدیث} (المعجم الکبیر للطبرانی ج۴ص۱۴۷)

〈ت〉حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کومرفوع بتاتے ہوئے بیان فرمایا: نماز وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔

عشا وفجر کے درمیان نماز وتر کا وقت

صلوٰۃ اللیل، نماز وتر اور نماز تہجد کا وقت ایک ہے۔ بعد نماز عشا تا طلوع فجر صادق۔

تہجد میں بعد نوم ہونے کی شرط ہے جب کہ صلوٰۃ اللیل اور وتر میں یہ شرط نہیں۔

(۱){عَنْ خَارِجَۃَ بْنِ حُذَافَۃَ اَنَّہٗ قَالَ:خَرَجَ عَلَیْنَارَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ اَمَدَّكُمْ بِصَلاةٍ هِىَ خَيْرٌلَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، اَلْوِتْرُ– جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ صَلاةِ الْعِشَاءِ اِلٰى اَنْ يَطْلَعَ الْفَجْرُ}

(سنن ترمذی ج۱ص۱۰۳-سنن ابی داؤدص۲۰۱)

(مستدرک للحاکم ج۱ص۳۰۶-سنن ابن ماجہ ص۸۱)

﴿ت﴾حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک نماز، نماز وتر کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائی، جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نماز کو تمہارے لیے نماز عشا اور طلوع فجر کے درمیان رکھا ہے۔

(۲){عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُلَّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهٰى وِتْرُهُ اِلَى السَّحْرِ}

(صحیح بخاری ج۱ص۱۳۶-صحیح مسلم ج۱ص۲۵۵-صحیح ابن حبان ص۱۷۷)

(سنن ترمذی ج۱ص۱۰۳-سنن ابن ماجہ ص۸۳-سنن نسائی ج۱ص۱۹۰)

﴿ت﴾ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصے میں نماز وتر ادا فرمائی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر صبح تک پہنچ گئی۔

(۳){عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا: مَتٰى كَانَ يُوتِرُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: كُلَّ ذٰلِكَ قَدْ فَعَلَ–اَوْتَرَ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَوَسْطَهُ وَاٰخِرَهُ–وَلٰكِنْ اِنْتَهٰى وِتْرُهُ حِينَ مَاتَ اِلَى السَّحْرِ}

(سنن ابی داؤدص۲۰۳-صحیح مسلم ج۱ص۲۵۵-سنن ترمذی ج۱ص۱۰۳)

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۱۳۴-سنن نسائی ج۱ص۱۹۰)

﴿ت﴾حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کب نماز وتر ادا فرماتے؟

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ تمام کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کے اول حصے، درمیانی حصے اور آخری حصے میں نماز وتر ادا فرمائی، لیکن وصال مبارک کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر صبح (صبح کاذب) تک پہنچ گئی۔

(۴){عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَیُّکُمْ خَافَ اَنْ لَایَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ ثُمَّ لِیَرْقُدْ وَمَنْ وَثِقَ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ مِنْ اٰخِرِہٖ -فَاِنَّ قِرَاءَ ۃَ اٰخِرِ اللَّیْلِ مَحْضُوْرَۃٌ وَذٰلِکَ اَفْضَلُ}

(صحیح مسلم ج اص ۲۵۸-السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ص ۱۳۵-سنن ابن ماجہ ص ۸۳)

(صحیح ابن حبان ص ۷۴۴-سنن ترمذی ج اص ۱۰۳-مفہوم حدیث)

﴿ت﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم میں سے جسے خوف ہو کہ وہ اخیر رات کو بیدار نہیں ہو سکے گا تو وہ وتر پڑھ لے پھر سوئے، اور جسے رات کو جاگنے پر اعتماد ہو تو اخیر رات کو وتر پڑھے، اس لیے کہ آخری رات کی قرأت (ملائکہ کی) حاضری کا وقت ہے اور یہ (اخیر شب) افضل ہے۔

توضیح: صلوٰۃ اللیل جو نیند کے بعد ادا کی جائے وہ تہجد کے قائم مقام ہو سکتی ہے، لیکن نیند سے قبل ادا کی جانے والی نماز نفل ہر گز تہجد نہیں۔ نماز وتر اپنی مخصوص نوعیت اور خاص کیفیت کی وجہ سے نماز تہجد کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ خواہ قبل نوم ادا کی جائے یا بعد نوم۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز تہجد عام طور پر اخیر شب میں ادا فرماتے، چوں کہ یہ نماز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھی، اس لیے اس کے ترک کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

سونے سے قبل نماز وتر کی ادائیگی

جس کو رات کو بیدار ہونے کا بھروسہ ہو، وہ نماز وتر کو رات کی آخری نماز بنائے۔ جو

رات کو اٹھ کر نماز وتر ادا نہیں کر سکتا ہو، اس لیے حکم ہے کہ سونے سے قبل ہی نماز وتر ادا کر لے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وصیت نبوی

(۱){عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: اَوْصَانِی خَلِيلِی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلاثٍ ،لا اَدَعُهُنَّ فِی سَفَرٍ وَلا حَضَرٍ-رَكْعَتَیِ الضُّحٰی وَصَوْمِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ وَاَنْ لَا اَنَامَ اِلَّا عَلٰی وِتْرٍ}(سنن ابی داؤد ص۲۰۳-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۱۳۵)

(سنن نسائی ج۱ص۱۸۹-رکعتی الفجر بدل رکعتی الضحیٰ)

〈ت〉حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی، جسے میں سفر وحضر میں نہیں چھوڑتا ہوں (۱) دو رکعت نماز چاشت (۲) مہینے کے تین دن کا روزہ (۳) اور یہ کہ میں وتر ادا کیے بغیر نہ سوؤں۔

(۲){عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ: اَوْصَانِی خَلِيلِی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلاثٍ -لا اَدَعُهُنَّ بِشَیْءٍ-اَوْصَانِی بِصِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَلا اَنَامُ اِلَّا عَلٰی وِتْرٍ وَبِسُبْحَةِ الضُّحٰی فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ}(سنن ابی داؤد ص۲۰۳)

〈ت〉حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی، ان میں سے کسی کو میں نہیں چھوڑتا ہوں

مجھے (۱) ہر ماہ تین دن کے روزہ (۲) اور وتر کے بغیر نہ سونے (۳) اور سفر وحضر میں نماز چاشت کی وصیت فرمائی۔

(۳){عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: اَمَرَنِی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُوتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ}(سنن ترمذی ج۱ص۱۰۳)

〈ت〉حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں سونے سے پہلے نماز وتر پڑھ لوں۔

(۴){عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: اَوْصَانِی خَلِيلِی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ-

صِيَامِ ثَلاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى وَاَنْ اُوتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ}

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۵۷، ۲۶۶ - صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۰)

〈ت〉 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی، (۱) ہر مہینے کے تین دن کا روزہ (۲) دو رکعت نماز چاشت (۳) اور سونے سے قبل نماز وتر پڑھنے کی وصیت۔

نماز وتر اور شیخین کریمین

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سونے سے قبل نماز وتر ادا فرماتے، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیند سے بیداری کے بعد نماز وتر ادا کرتے تھے۔

(۱) {عَنْ اَبِي قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِي بَكْرٍ: مَتٰى تُوتِرُ؟ قَالَ: اُوتِرُ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَقَالَ لِعُمَرَ: مَتٰى تُوتِرُ؟ قَالَ: اٰخِرَ اللَّيْلِ - فَقَالَ لِاَبِي بَكْرٍ: اَخَذَ هٰذَا بِالْحَذَرِ وَقَالَ لِعُمَرَ: اَخَذَ هٰذَا بِالْقُوَّةِ} (سنن ابی داؤد ص ۲۰۳)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ آپ کب وتر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اول شب کو وتر پڑھتا ہوں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ آپ کب وتر پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں آخر شب میں وتر پڑھتا ہوں، پس حضور اقدس سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فرمایا کہ انہوں نے حذر و احتیاط کا راستہ اختیار کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فرمایا کہ انہوں نے قوت و شدت کا راستہ اپنایا۔

توضیح: حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔ احادیث کے صرف خاص الفاظ اور حوالہ جات درج کیے گئے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نماز وتر

(۱){اوتر ثم انام}(عن ابن عمر-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۱۳۵)
(صحیح ابن حبان ص۱۸۷-مستدرک ج۱ص۳۰۱)

〈ت〉میں وتر پڑھ لیتا ہوں، پھر سوتا ہوں۔

(۲){اوتر قبل ان انام}
(عن ابی قتادۃ-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۱۳۵-مستدرک للحاکم ج۱ص۳۰۱)

〈ت〉میں سونے سے قبل وتر پڑھتا ہوں۔

(۳){اول اللیل بعد العتمۃ}(عن جابر بن عبداللہ-سنن ابن ماجہ ص۸۴)

〈ت〉میں رات کے ابتدائی حصہ میں نماز عشا کے بعد وتر پڑھتا ہوں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نماز وتر

(۱){انام ثم اقوم من اللیل فاوتر}(عن ابن عمر:السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۱۳۵)
(صحیح ابن حبان ص۱۸۷-مستدرک ج۱ص۳۰۱)

〈ت〉میں سو جاتا ہوں، پھر رات کو اٹھ کر نماز وتر پڑھتا ہوں۔

{(۲)انام ثم اوتر}
(عن ابی قتادۃ-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۱۳۵-مستدرک للحاکم ج۱ص۳۰۱)

〈ت〉میں سو جاتا ہوں، پھر(بیدار ہوکر)وتر پڑھتا ہوں۔

(۳){آخر اللیل}(عن جابر بن عبداللہ-سنن ابن ماجہ ص۸۴)

〈ت〉میں رات کے آخری حصے میں وتر پڑھتا ہوں۔

نماز تہجد اور نماز وتر میں فرق

(۱)نماز تہجد وہ نماز ہے جو سونے کے بعد بیدار ہونے پر پڑھی جائے، جب کہ نماز وتر

اورصلوٰۃ اللیل نمازعشا کے بعد سے طلوع فجر تک کسی وقت بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

حضوراقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر مع صلوٰۃ اللیل کوکبھی اول شب کبھی نصف شب اورکبھی اخیر شب میں ادا فرمایا۔

(۲) کتب احادیث میں نماز تہجد کے لیے تہجد کا لفظ یا قیام اللیل کا لفظ استعمال ہوا، جب کہ صلوٰۃ اللیل کواحیاء اللیل یاصلوٰۃ اللیل اورکبھی قیام اللیل سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

(۳) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازعشا کے بعد ہی وتر پڑھ لیتے، پھر تہجد کے لیے رات کو اٹھتے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو اٹھ کر تہجد اور وتر ادا کرتے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اول لیل میں انھیں وتر پڑھنے کوفرمایا۔

(۴) کتب احادیث میں صلوٰۃ اللیل، نماز وتر اورنماز تہجد کے الگ الگ ابواب ہیں۔ اگر تینوں نمازیں ایک ہی ہوتیں تو محدثین ہرایک کے لیے جداگانہ باب بندی نہیں فرماتے۔

(۵) رات کونیند سے بیداری کے بعد جونماز نفل ادا کی جائے، وہ تہجد کے قائم مقام ہے ۔اس اعتبار سے نیند کے بعد نصف شب یا اخیر شب میں ادا کی جانے والی صلوٰۃ اللیل، نماز تہجد ہوسکتی ہے،لیکن اول شب میں نیند سے قبل ادا کی جانے والی نماز نفل ہرگز تہجد نہیں ہے۔

(۶) نماز وتر، غیر مکتوب نمازوں کے درمیان ایک منفرد المثال نماز ہے جو طاق عدد میں ادا کی جاتی ہے، جب کہ نماز تہجد یا دیگر تمام نماز نفل جفت عددوں کے ساتھ (۲یا۴ رکعت) ادا کی جاتی ہے،اس لیے محض نماز وتر کو نیند کے بعد بھی ادا کی جائے تو بھی نماز وتر، نماز تہجد کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔

(۷) نماز تہجد اور صلوٰۃ اللیل میں یہ بھی فرق ہے کہ نماز تہجد کے اخیر میں ایک دعا کا ذکر آتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ''صحیح بخاری'' (ج۲ص ۹۳۵) کے حوالے سے تحریر کی گئی ہے۔اس میں نماز وتر، نماز تہجد اور دعائے تہجد کا ذکر ہے۔

یہ حدیث صراحت کرتی ہے کہ حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقفہ بہ وقفہ شب بیداری فرماتے۔نماز عشا کے بعد کچھ نوافل پڑھتے ، پھر کچھ دیر استراحت فرماتے ، پھر بیدار ہوکر عبادت فرماتے ۔ یہ عبادت طلوع فجر صادق تک جاری رہتی ۔ساری رات عبادت الٰہی وفکر بندگی میں گذر جاتی ۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت بے مثال تھی، جیسا کہ مرقومہ ذیل حدیث میں اس کی تصریح ہے۔

{عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ:سُئِلَتْ عَائِشَةُ كَيْفَ كَانَ عَمَلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم-هَلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْاَيَّامِ؟قَالَتْ:لَا،كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً- وَاَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطِيعُ}

(سنن ابی داؤد ص۱۹۴-صحیح بخاری ج۲ص۹۵۷)

(صحیح مسلم ج۱ص۲۶۶-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۶ص۳۸۴)

〈ت〉حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (عبادت کے لیے) کچھ دن خاص فرماتے تھےتو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ نہیں ۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل دائمی تھا،اورتم میں سے کون اتنی عبادت کی قوت رکھتا ہے جتنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قوت رکھتے تھے۔

نماز تہجد کے لیے سونا شرط

نماز تہجد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھی اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔امت کے لیے سنت ہے،اورتہجد کے لیے سونا شرط ہے۔

(۱){عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو الْمَازِنِيِّ قَالَ:كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَجَّدُ بَعْدَ نَوْمِهِ وَكَانَ يَسْتَنُّ قَبْلَ اَنْ يَتَهَجَّدَ}

(المعجم الکبیر للطبرانی ج۳ص۲۲۵)

〈ت〉حضرت حجاج بن عمرو مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سونے کے بعد تہجد ادا فرماتے، اور تہجد سے پہلے مسواک فرماتے۔

(۲){عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرِوبْنِ غَزِيَّةٍ صَاحِبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:يَحْسِبُ اَحَدُكُمْ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يُصَلِّى حَتّٰى يُصْبِحَ اَنَّهُ قَدْ تَهَجَّدَ–اِنَّمَا التَّهَجُّدُ،اَلْمَرْءُ يُصَلِّى الصَّلٰوةَ بَعْدَ رَقْدَةٍ ثُمَّ الصَّلٰوةُ بَعْدَ رَقْدَةٍ–وَ تِلْكَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ}

(المعجم الکبیر للطبرانی ج۳ص۲۲۵)

〈ت〉صحابی رسول حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب رات کو فجر تک نوافل پڑھتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس نے تہجد پڑھ لیا، حالاں کہ تہجد یہ ہے کہ آدمی نماز پڑھے سونے کے بعد، پھر نماز سونے کے بعد، اور ایسی ہی حضور اقدس سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تہجد تھی۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{قوله التهجد يقع على الصلٰوة بعد النوم–والصلٰوة قبل النوم فلا تسمى تهجدًا(العزيز شرح الوجيز ج۲ ص۱۲۴)رواه ابن خيثمة من طريق الاعرج عن كثيربن العباس عن الحجاج بن عمروقال:يحسب احدكم اذا قام من الليل يصلى حتى يصبح انه قد تهجد–انما التهجد ان يصلى الصلٰوة بعد رقدة ثم الصلوة بعد رقدة وتلك كانت صلٰوة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم–اسناده حسن}(تلخیص الحبیر للعسقلانی ج۲ص۵۰۱)

〈ت〉امام رافعی شافعی (۵۵۷ھ-۶۲۳ھ) کا قول کہ تہجد، نیند کے بعد والی نماز کو کہا جاتا ہے، اور نیند سے قبل والی نماز کو تہجد نہیں کہا جاتا ہے۔

اس کی روایت ابن خیثمہ نے (اعرج عن کثیر بن عباس عن حجاج بن عمرو) کی سند سے

کی۔حضرت حجاج بن عمرو مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:تم میں سے کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ جب وہ رات کو نماز پڑھتا رہے، یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو اس نے تہجد پڑھ لی ہے۔ نماز تہجد یہ ہے کہ سونے کے بعد نماز پڑھے، پھر سونے کے بعد نماز پڑھے، اور یہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تہجد تھی۔اس حدیث کی سند حسن ہے۔

توضیح:سونے سے قبل جو نفل نماز ادا کی جائے وہ تہجد نہیں۔اس کی دلیل صحابی رسول حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ذیل میں امام رافعی کبیر کا تفصیلی بیان درج ہے۔امام رافعی فقہ شافعی کے اکابر ائمہ میں سے ہیں۔

(۴){واعلم ان حمل التهجد فی الأیة علی الوتر مع ما سبق ان التهجد انما یقع علی الصلوٰة بعد النوم–مقدمتان–یلزم منهما اشتراط کون الوتر بعد النوم ومعلوم انه لیس کذلک فلیترک احد الدعوتین فی الأیة}

(العزیز شرح الوجیز للرافعی ج۲ص۱۲۶)

﴿ت﴾ جان لو کہ آیت مقدسہ (ومن الیل فتهجد به نافلة لک)(سورہ اسراء: آیت۷۹) میں تہجد کو وتر پر محمول کرنا، حالاں کہ گذر چکا کہ تہجد اس نماز کو بولا جاتا ہے جو نیند کے بعد ہو۔یہاں دو مقدمہ ہیں۔(مقدمہ اولیٰ: نماز تہجد، نماز وتر کا نام ہے۔مقدمہ دوم: تہجد سونے کے بعد پڑھی جانے والی نماز ہے)ان دونوں مقدموں سے لازم آتا ہے وتر میں نیند کے بعد ہونے کی شرط لگانا، اور معلوم ہے کہ ایسا نہیں ہے(یعنی وتر قبل نوم اور بعد نوم مختلف اوقات میں مروی ہے)پس آیت مذکورہ میں دو دعووں میں سے ایک کو چھوڑ دینا چاہئے۔

توضیح: آیت مذکورہ میں تہجد سے ایک مستقل نماز مراد ہے۔نماز وتر کو تہجد بنا دینا شرعی قرائن کے خلاف ہے۔امام رافعی کی اس تشریح سے ثابت ہوا کہ نماز تہجد اور نماز وتر دو مستقل نمازیں ہیں، بلکہ امام رافعی نے بعض ماقبل کے علما سے نقل کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ رقم فرمایا ہے۔''الوتر غیر التہجد''(العزیز شرح الوجیز ج۲ص۱۲۶)یعنی نماز وتر، تہجد کے علاوہ

ایک نماز ہے۔تفصیلات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

نماز تہجد کا وقت

(۱){عَنْ اَبِی سَعِیدٍ وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:اِذَا اَیْقَظَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّیَا اَوْصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ جَمِیعًا–کُتِبَ فِی الذَّاکِرِینَ وَالذَّاکِرَاتِ}(سنن ابی داؤدص۱۸۵–سنن ابن ماجہ ص۹۴)
(صحیح ابن حبان ص۷۴۵–السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۷۰)

﴿ت﴾حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب کوئی آدمی رات کو اپنی بیوی کو بیدار کرے، پھر دونوں یا وہ دو رکعت نماز پڑھے تو انہیں ذاکرین وذاکرات میں لکھا جائے گا۔

توضیح:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد کا وقت سونے کے بعد ہے۔اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ تہجد کی کم ازکم دو رکعت ہے۔

(۲){عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی ثُمَّ اَیْقَظَ اِمْرَاَتَهٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِی وَجْهِهَا الْمَاءَ–وَرَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ وَصَلَّتْ ثُمَّ اَیْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰی وَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِی وَجْهِهِ الْمَاءَ}(سنن نسائی ج۱ص۱۸۳)
(سنن ابن ماجہ ص۹۴–سنن ابی داؤد ص۱۸۵)

﴿ت﴾حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھے، پھر نماز پڑھے، پھر اپنی بیوی کو جگائے، پس اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے،اور رب تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھے، پھر نماز پڑھے، پھر اپنے شوہر کو جگائے،پس اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے۔

(۳){عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا حِینَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ فَیَقُولُ: مَنْ یَدْعُونِی فَاَسْتَجِیبُ لَهٗ وَمَنْ یَسْاَلُنِی فَاُعْطِیْهُ وَمَنْ یَسْتَغْفِرُنِی فَاَغْفِرُ لَهٗ}

(صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۸-سنن ابن ماجہ ص ۹۷)

(سنن ابی داؤد ص ۱۸۶-سنن ترمذی ج ا ص ۱۰۰)

﴿ت﴾ حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رب تعالیٰ ہر شب آسمان دنیا کی طرف رحمت خاصہ کا نزول فرماتا ہے، جب کہ رات کی آخری تہائی باقی رہتی ہے، پس رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جو مجھ سے دعا کرے گا، میں اسے قبول کروں گا اور جو مجھ سے مانگے گا، میں اسے عطا کروں گا اور جو مجھ سے مغفرت چاہے گا، میں اس کی بخشش کروں گا۔

نماز تہجد کی فرضیت

رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے آخری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد فرمایا:

{وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ} (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۷۹)

﴿ت﴾ اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو، یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔

(کنزالایمان)

(۱) امام محی السنہ بغوی (۴۳۶ھ-۵۱۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{نافلة لک: ای زیادة یُرِیدُ فضیلة زائدة علٰی سائر الفرائض فَرَضَهَا اللّٰه علیک} (تفسیر بغوی ج ۴ ص ۱۷۴)

﴿ت﴾ نافلۃ لک: یعنی نماز تہجد زائد ہے۔ مراد یہ ہے کہ تمام فرائض کے ساتھ ایک اضافی فضیلت ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض فرمایا۔

توضیح: نماز تہجد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے فرض ہے، اور اس کی فرضیت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ایک فضیلت ونعمت ہے، کیوں کہ اگر امتی اسے ادا کرے تو اسے نماز نفل کا ثواب ملے گا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز فرض کا ثواب ملے گا، پس نماز تہجد کی فرضیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ایک فضیلت ہے۔

(۲) قاضی ابن عطیہ اندلسی (۴۸۱ھ-۵۴۲ھ) نے رقم فرمایا:

{نافلةً لک: قال ابن عباس وغیره: معناه زیادة لک فی الفرائض- قالوا: وکان قیام اللیل فرضًا علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم}

(تفسیر المحرر الوجیز ج۵ص۳۳۵)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے علاوہ اہل علم نے فرمایا کہ اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ یہ نماز تہجد فرض نمازوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ایک اضافی فرض ہے۔ علما نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صلاۃ اللیل فرض تھی۔

(۳) امام ابوالبرکات نسفی حنفی (م۷۱۰ھ) نے رقم فرمایا:

{نافلة لک: ای عبادة زائدة لک علی الصلوات الخمس—والمعنی ان التهجد زید لک علی الصلوات المفروضة غنیمة لک اوفریضة علیک خاصة دون غیرک لانه تطوع لهم} (تفسیر النسفی ج۲ص۳۲۴-ممبئی)

﴿ت﴾ نافلۃ لک: یعنی نماز تہجد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نماز پنج گانہ پر ایک اضافی فرض ہے۔ معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نماز پنج گانہ کے ساتھ نماز تہجد کا اضافہ کیا گیا، یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نعمت ہے۔

یا مفہوم یہ ہے کہ یہ تہجد خاص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے فرض ہے، آپ کے علاوہ پر فرض نہیں، کیوں کہ یہ دوسروں کے لیے نفل ہے۔

(۴) امام علاء الدین خازن بغدادی شافعی (۶۷۸ھ-۷۴۱ھ) نے رقم فرمایا:

{نافلة لک: ای زیادة لک یرید فریضة زائدة علیٰ سائر الفرائض

التی فرضها اللّٰہ علیک} (تفسیر خازن ج۴ص۱۷۴)

〈ت〉 نافلۃ لک: یعنی نماز تہجد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اضافی فرض ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک اضافی فرض ہے، ان تمام فرائض کے ساتھ جواللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے۔

(۵) امام مجد الدین شیرازی فیروز آبادی (۷۲۹ھ-۸۱۷ھ) نے رقم فرمایا:

{(نافلة) فضيلة (لک) ويقال: خاصة لک}

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ص۳۰۶ - دار الکتب العلمیہ بیروت)

〈ت〉 نافلۃ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے (نماز تہجد) ایک فضیلت ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ (فضیلت) خاص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

(۶) امام قسطلانی شافعی (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{نافلة لک (اسراء-۷۹) فريضة زائدة لک على الصلوٰة المفروضة -خصصت بها بين امتک} (ارشاد الساری بشرح البخاری ج۳ص۱۸۵)

〈ت〉 نماز تہجد پانچ فرض نمازوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک زائد فرض نماز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی بہ نسبت اس کے ساتھ خاص کے گئے۔

(۷) قاضی ابو سعود حنفی قسطنطینی (۸۹۸ھ-۹۸۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{نافلة لک: فريضة لک زائدة على الصلوات الخمس المفروضة خاصة لک دون الامة} (تفسیر ابی السعود ج۵ص۱۸۹)

〈ت〉 نماز تہجد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نماز پنج گانہ کے ساتھ ایک اضافی فرض ہے۔ یہ خاص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے (فرض) ہے، امت کے لیے نہیں۔

توضیح: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے لیے یہ فرض نہیں۔ مندرجہ بالا تفاسیر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرضیت تہجد کا ذکر ہے۔

نماز تہجد کب فرض ہوئی؟

نماز پنج گانہ کی فرضیت سے قبل صلاۃ اللیل فرض تھی۔شب معراج اقدس کونماز پنج گانہ کی فرضیت کے بعدامت سے صلاۃ اللیل کی فرضیت ختم ہوگئی۔حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیےنماز تہجد کی شکل میں صلاۃ اللیل کی فرضیت باقی رہی۔اس اعتبار سے شب معراج ہی کے موقع پرحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیےنماز تہجد کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز تہجد کے علاوہ بھی صلاۃ اللیل ادافرماتے ،وہ نمازنفل ہوتی۔نماز تہجد وہ نماز ہے،جورات کونیند سے بیدار ہوکرادا کی جائے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کواستراحت سےقبل بھی نمازنفل ادافرماتے۔یہ صلاۃ اللیل ہوتی۔

اسی طرح ہررات کوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز وتر بھی ادافرماتے۔

اس طرح ہرشب کوآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین نمازادافرماتے۔

(۱)صلاۃ اللیل(۲)نماز تہجد(۳)نماز وتر۔

ان تینوں نمازوں پرصلاۃ اللیل کااطلاق ہوتاہے۔

(۱)امام محی السنہ بغوی(۴۳۶ھ-۵۱۰ھ)نےتحریرفرمایا:

{ومن الليل فتهجد به:اى قم بعد نومك-والتهجد لا يكون الا بعد النوم -يقال:تهجد اذا قام بعد ما نام وهجد اذا نام.

والمراد من الأية:قيام الليل

وكانت صلٰوة الليل فريضة على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى الابتداء وعلى الامة لقوله تعالٰى:(يآ ايها المزمل قم الليل الا قليلا)(المزمل: ۱)

ثم نزل التخفيف فصار الوجوب منسوخا فى حق الامة بالصلوات الخمس-وبقى الاستحباب،قال اللّٰه تعالٰى:(فاقرؤوا ما تيسر منه)(المزمل:

۲۰)وبقی الوجوب فی حق النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم}

(تفسیر بغوی ج۵ص۱۱۵-المکلتبۃ الشاملہ)

〈ت〉آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کوتہجد ادا کریں،یعنی رات کوسونے کے بعد (بیدار ہوکر) نماز ادافرمائیں،اورتہجد نیند کے بعد ہی ہوتا ہے۔کہا جاتا ہے:(تہجد)،جب سونے کے بعد جاگے،اور(کہاجاتا ہے)(ہجد)،جب سو جائے۔

اورآیت مقدسہ میں صلاۃ اللیل مراد ہے۔

اورصلاۃ اللیل حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورامت مسلمہ پرابتدائی عہد میں فرض تھی،رب تعالیٰ کےارشادمبارک(یاایہاالمزمل قم اللیل الاقلیلا) کی وجہ سے۔

پھرتخفیف نازل ہوئی،پس نماز پنج گانہ کی وجہ سےامت کےحق میں فرضیت منسوخ ہو گئی،اوراستحباب باقی رہا۔رب تعالیٰ نےارشادفرمایا:(فاقرءوا ما تیسر منہ)

اورحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کےحق میں وجوب باقی رہ گیا۔

نمازتہجد کے لیے بیدار ہونا

{عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ:سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ عَمَلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ:كَانَ يُحِبُّ الدَّائِمَ قَالَ قُلْتُ:اَيَّ حِينٍ كَانَ يُصَلِّي؟ فَقَالَتْ:كَانَ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلّٰى}(صحیح مسلم ج۱ص۲۵۵-سنن نسائی ج۱ص۱۸۴)

(صحیح بخاری ج۱ص۱۵۲-سنن ابی داؤدص۱۸۷)

〈ت〉حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کےعمل کے بارے میں دریافت کیاتوانہوں نےفرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائمی عمل کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم (رات کو) کس وقت نماز پڑھتے تھے؟ پس انہوں نے بیان فرمایا کہ جب مرغ کی بانگ سنتے تو اٹھتے، پھر نماز ادا فرماتے۔

(۲){عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو الْمَازِنِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَجَّدُ بَعْدَ نَوْمِهٖ وَكَانَ يَسْتَنُّ قَبْلَ اَنْ يَتَهَجَّدَ}

(المعجم الکبیر للطبرانی ج۳ص۲۲۵)

(ت)حضرت حجاج بن عمرو مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سونے کے بعد تہجد ادا فرماتے، اور تہجد سے پہلے مسواک فرماتے۔

صلاۃ اللیل اور نماز تہجد میں فرق

صلاۃ اللیل، نماز تہجد اور نماز وتر تین مستقل نمازیں ہیں، اگرچہ سب پر صلاۃ اللیل کا نام بول دیا جاتا ہے۔ نماز تہجد اور صلاۃ اللیل میں فرق یہ ہے کہ نماز تہجد نیند کے بعد ادا کی جاتی ہے۔

(۱){قیام اللیل قد يَسبقُه نوم بعد صلاة العشاء وقد لایسبقه–اما التهجد فلایکون الابعد النوم}(الموسوعۃ الفقہیہ ج۳۴ص۸۶–مطبوعہ: وزارت اوقاف کویت)

(ت)صلوٰۃ اللیل، نماز عشا کے بعد ہے۔ کبھی اس سے قبل نیند ہوتی ہے اور کبھی نہیں ، لیکن نماز تہجد نیند کے بعد ہوتی ہے۔

(۲){التهجد لایکون الا بعد النوم–ولکن يُطْلِقُهُ كثيرٌ من الفقهاء علٰى صلاة اللیل مطلقًا}(الموسوعۃ الفقہیہ ج۲ص۲۳۲–مطبوعہ: وزارت اوقاف کویت)

(ت)تہجد نیند کے بعد ہی ہوتی ہے ، لیکن اکثر فقہا صلاۃ اللیل پر بھی مطلقاً اس کا اطلاق کردیتے ہیں۔

(۳)علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{(ویسن التهجد)اجماعاً وهو التنفل لیلًا بعد نوم}

(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی ج۲ص ۲۶۷)

﴿ت﴾نماز تہجد اجماعاً مسنون ہے اور یہ رات کو نیند کے بعد نفل پڑھنا ہے۔

(۴)علامہ عبداللہ شرقاوی (۱۱۵۰ھ-۱۲۲۷ھ) نے تہجد کے بارے میں رقم فرمایا:

{وھو لغةً رفع النوم بالتكلف-واصطلاحًا صلاة التطوع فی اللیل بعد النوم ولو یسیرًا}(حاشیۃ الشرقاوی علیٰ تحفۃ الطلاب ج۱ص۳۰۳)

﴿ت﴾تہجد لغت کے اعتبار سے نیند کو تکلف کے ساتھ دور کرنا ہے،اور اصطلاح شریعت میں رات کو نیند کے بعد نفل پڑھنا ہے،گر چہ نیند تھوڑی ہو۔

رات کو عبادت نبوی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت شبانہ کی ترتیب مختلف تھی۔ابتدائے عہد میں جو طریقہ کار تھا،وہ حیات مبارکہ کے آخری حصے میں بدل چکا تھا۔تفصیل مرقومہ ذیل ہے۔

نماز عشا کے بعد استراحت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی نماز عشا ادا فرما کر استراحت فرماتے،بیدار ہو کر صلوٰۃ اللیل پڑھتے،پھر استراحت فرماتے،پھر اخیر شب میں بیدار ہو کر نماز تہجد اور نماز وتر ادا فرماتے،اس کے بعد نماز فجر ادا فرماتے۔نماز فجر اور تہجد کے درمیانی وقفہ میں ہلکا آرام فرماتے۔

(۱){عن یعلی بن مملک:انه سأل ام سلمة زوج النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عن قرأة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وصلاته-فقالت:ما لکم وصلاته-کان یصلی ثم ینام قدر ما صلی-ثم یصلی قدر ما نام-ثم ینام قدر ما صلی-حتی یصبح -الحدیث}(سنن ترمذی:باب کیف کان قرأۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(سنن نسائی:باب ذکر صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

﴿ت﴾حضرت یعلیٰ بن مملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام

المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت اور نماز (صلوٰۃ اللیل) سے متعلق دریافت کیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تمہاری نماز کی طرح نہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے، پھر نماز کی ادائیگی کی مقدار سوجاتے، پھر اپنی نیند کی مقدار نماز ادا فرماتے، پھر نماز کی ادائیگی کی مقدار سوجاتے، یہاں تک کہ صبح ہوجاتی۔

(۲){عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف ان رجلًا من اصحاب النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:قلت،وانا فی سفر مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم:واللّٰه لارقبن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم لصلوٰة حتی اری فعله، فلما صلّٰی صلوة العشاء وهی العتمة،اضطجع هويا من الليل ثم استيقظ فنظر فی الافق،فقال:(ربنا ما خلقت هذا باطلا)حتی بلغ(انک لا تخلف الميعاد)ثم اهوی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم الٰی فراشه فاستل منه سواكًا ثم افرغ فی قدح من اداوة عنده ماءً- فاستن ثم قام،فصلی حتی قلت :قد صلی قدر ما نام-ثم اضطجع حتی قلت:قد نام قدر ما صلی ثم استيقظ ففعل كما فعل اول مرة-وقال مثل ماقال-ففعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم ثلاث مرات قبل الفجر} (سنن نسائی:باب بای شئ تفتح صلاۃ اللیل)

﴿ت﴾ حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام میں سے ایک صحابی نے بیان فرمایا کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل کا ضرور مشاہدہ کریں گے،اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریق کار کو دیکھیں گے،اور وہ صحابی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔

پس جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عشا ادا فرمائی (اور یہی نماز عتمہ ہے)،تو (نماز عشا کے بعد) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے ایک بڑے حصے تک

استراحت فرماتے رہے، پھرآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے، اورآسمان کی جانب دیکھ کر (ربنا ما خلقت ہذا باطلا) تلاوت فرمائی، یہاں تک کہ (انک لاتخلف المیعاد) تک پہنچے۔

پھر اپنے بستر کی طرف جھکے، وہاں سے مسواک لیے، پھر اپنے پاس کے برتن سے پیالے میں پانی انڈیلے، اور مسواک فرمائے، پھرآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے، یہاں تک کہ میں نے سوچا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جتنی دیر استراحت فرمائی، اتنی دیر نماز پڑھ لی ہے، پھرآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلو کے بل لیٹ گئے، یہاں تک کہ میں نے سوچا کہ جتنی دیرآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی، اتنی دیر استراحت فرمالی ہے، پھرآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے توآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسا ہی کیے، جیسا پہلی بار کیے تھے، اوراسی طرح تلاوت فرمائی، جس طرح پہلی بار تلاوت فرمائی، پس حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر سے قبل تین بار ایسا کیا۔

توضیح: حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عشا کے بعد آرام فرمایا اور نماز فجر سے قبل تین مرتبہ اٹھ کر صلوٰۃ اللیل ونماز تہجد ادا فرمائی۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ حضوراقدس تاجدارکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو متعدد بار بیدار ہوکر نمازیں ادافرماتے تھے۔

(۳){عن ابی اسحاق قال: اتیت الاسود بن یزید وکان لی اخا صدیقا، فقلت یا ابا عمرو! حدثنی ما حدثتک به ام المؤمنین عن صلاة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال، قالت: کان ینام اول اللیل ویحیی آخره}

(سنن نسائی: باب الاختلاف علی عائشۃ فی احیاء اللیل)

﴿ت﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے ابتدائی حصے میں استراحت فرماتے اورآخری حصے میں عبادت فرماتے۔

نماز عشا کے بعد صلوٰۃ اللیل

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی نماز عشا کے بعد صلوٰۃ اللیل پڑھ کر استراحت

فرماتے۔ بیدار ہونے کے بعد تہجد اور وتر ادا فرماتے اور نماز وتر رات کی آخری نماز ہوتی۔

(۱){عَنْ يُعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ اَنَّهُ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّى الْعَتَمَةَ ثُمَّ يُسَبِّحُ ثُمَّ يُصَلِّى بَعْدَهَا مَاشَاءَ اللّٰهُ مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَرْقُدُ مِثْلَ مَا صَلّٰى ثُمَّ يَسْتَيْقِظُ مِنْ نَوْمِهٖ ذٰلِكَ فَيُصَلِّى مِثْلَ مَا نَامَ وَصَلَاتُهُ تِلْكَ الْاٰخِرَةُ تَكُونُ اِلَى الصُّبْحِ}(سنن نسائی ج۱ص۱۸۵)

﴿ت﴾ حضرت یعلیٰ بن مملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز نفل (صلوٰۃ اللیل) سے متعلق دریافت کیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشا کی نماز ادا فرماتے، پھر تسبیح پڑھتے، پھر اس کے بعد رات کی نماز (صلوٰۃ اللیل) پڑھتے، جب تک رب تعالیٰ کی مشیت ہوتی، پھر واپس گھر تشریف لاتے تو جتنی دیر نماز پڑھے، اتنی دیر آرام فرماتے، پھر اپنی اس نیند سے بیدار ہوتے تو اتنی دیر نماز ادا فرماتے، جتنی دیر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آرام فرمایا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ آخری نماز صبح تک جاری رہتی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کثرت عبادت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر رات صلوٰۃ اللیل، نماز وتر اور نماز تہجد ادا فرماتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کثرت عبادت کے سبب آپ کے پائے مبارک میں ورم آجاتا۔

(۱){عَنِ الْمُغِيرَةِ يَقُولُ: اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُومُ لِيُصَلِّىَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْسَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُولُ: اَ فَلَا اَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا}

(صحیح بخاری ج۱ص۱۵۲-سنن نسائی ج۱ص۱۸۶)

﴿ت﴾ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نماز نفل کے لیے (طویل) قیام فرماتے، یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم یا دونوں پنڈلیوں میں سوجن آجاتی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (تخفیف کی) گزارش کی جاتی، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے: کیا میں رب تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

توضیح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقفہ بہ وقفہ شب بیداری فرماتے۔ نماز عشا کے بعد کچھ نوافل پڑھتے، پھر کچھ دیر استراحت فرماتے، پھر بیدار ہو کر عبادت فرماتے۔ آخری عبادت فجر صادق تک جاری رہتی۔ ساری رات عبادت الٰہی وفکر بندگی میں گذر جاتی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت بے مثال تھی، جیسا کہ مرقومہ ذیل حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح عبادت کی قوت نہیں رکھتا۔

(۲){عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ كَيْفَ كَانَ عَمَلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-هَلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْاَيَّامِ؟قَالَتْ: لَا، كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً- وَاَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطِيعُ}

(سنن ابی داؤد ص۱۹۴-صحیح بخاری ج۲ص۹۵۷)

(صحیح مسلم ج۱ص۲۶۶-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۶ص۳۸۴)

﴿ت﴾ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (عبادت کے لیے) کچھ دن خاص فرماتے تھے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل دائمی تھا، اور تم میں سے کون اتنی عبادت کی قوت رکھتا ہے جتنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قوت رکھتے تھے۔

صلوٰۃ اللیل کی مداومت

(۱){عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي قَيْسٍ يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ: لَا تَدَعْ قِيَامَ اللَّيْلِ فَاِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُهُ-وَكَانَ اِذَا مَرِضَ

اَوْ کَسِلَ،صَلّٰی قَاعِدًا} (سنن ابی داؤد ص ۱۸۵)

〈ت〉ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ قیام اللیل کو نہ چھوڑو، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے نہ چھوڑتے اور جب بیمار ہوتے یا تھکے ہوتے تو بیٹھ کر ادا فرماتے۔

توضیح:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل کی پابندی بھی نماز فرض کی طرح کرتے۔یہی طریقہ اہل اسلام میں رائج ہوا۔آج بھی صالحین وعابدین فرائض وواجبات کی طرح سنن ونوافل کی پابندی کرتے ہیں۔تمام مسلمانوں کو بھی اسی جانب مائل ہونا چاہئے۔

(۲){عَنْ شُرَیْحِ بْنِ هَانِیءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ:سَاَلْتُهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ:مَا صَلّٰی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَیَّ اِلَّا صَلّٰی اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ اَوْسِتَّ رَكْعَاتٍ}(سنن ابی داؤد ص ۱۸۵)

〈ت〉حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عشا پڑھ کر جب بھی میرے گھر تشریف لاتے تو چار یا چھ رکعت نماز نفل ادا فرماتے۔

توضیح:کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے اور کبھی چھ رکعت ادا فرماتے۔اس میں دو رکعت عشا کے بعد کی سنت مؤکدہ شامل ہے۔اسے مستثنیٰ کرکے دو یا چار رکعت نفل ہے۔نماز عشا کے بعد صلوٰۃ اللیل پڑھنے کی وضاحت حدیث ذیل سے بھی ہوتی ہے۔

(۳){عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰی اَنَّ عَائِشَةَ سُئِلَتْ عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَتْ:كَانَ يُصَلِّی صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فِی جَمَاعَةٍ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰی اَهْلِهٖ فَيَرْكَعُ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ يَاوِیْ اِلٰی فِرَاشِهٖ وَيَنَامُ وَطَهُوْرُهٗ مُغَطّٰی عِنْدَ رَاسِهٖ وَسِوَاكُهٗ مَوْضُوعٌ حَتّٰی يَبْعَثَهُ اللّٰهُ سَاعَتَهُ الَّتِی يَبْعَثُهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُومُ اِلٰی مُصَلَّاهُ فَيُصَلِّی ثَمَانِیَ رَكْعَاتٍ–يَقْرَءُ فِيهِنَّ اُمَّ الْكِتَابِ وَسُورَةَ الْقُرْاٰنِ وَمَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَا يَقْعُدُ فِی شَیْءٍ مِنْهَا حَتّٰی يَقْعُدَ

فِـي الثَّـامِنَةِ وَلَا يُسَلِّمُ وَيَقْرَءُ فِي التَّاسِعَةِ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَدْعُوْ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَدْعُوَهٗ وَيَسْـاَلُهٗ وَيَرْغَبُ اِلَيْهِ وَيُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً شَدِيدَةً يَكَادُ يُوقِظُ اَهْلَ الْبَيْتِ مِنْ شِـدَّةِ تَسْـلِيـمِهٖ ثُمَّ يَقْرَءُ وَهُوَقَاعِدٌ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَيَرْكَعُ وَهُوَقَاعِدٌ ثُمَّ يَقْرَءُ الثَّانِيَةَ فَيَـرْكَعُ وَيَسْجُدُ وَهُوَقَاعِدٌ ثُمَّ يَدْعُومَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَدْعُوَثُمَّ يُسَلِّمُ وَيَنْصَرِفُ فَلَمْ تَزَلْ تِلْكَ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَّنَ فَنَقَصَ مِنَ التِّسْعِ ثِنْتَيْنِ فَجَعَلَهَا اِلَى السِّتِّ وَالسَّبْعِ وَرَكْعَتَيْهِ قَاعِدٌ حَتّٰى قُبِضَ عَلٰى ذٰلِكَ}

(سنن ابی داؤدص۱۹۰-صحیح مسلم ج۱ص۲۵۶-سنن نسائی ج۱ص۱۸۲)

〈ت〉 حضرت زرارہ بن اوفٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا توانہوں نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشا کی نماز جماعت کے ساتھ ادا فرماتے ،پھر اپنے اہل خانہ کی طرف واپس تشریف لاتے ،پس چار رکعت نماز پڑھتے ،پھر اپنے بستر پر جاتے اورآرام فرماتے اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا پانی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرہانے ڈھک کر رکھا ہوتا اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسواک رکھا ہوتا ،پھر رب تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کورات کواس وقت بیدار فرماتا کہ جس وقت بیدار فرمایا کرتا ، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک فرماتے ،اورمکمل وضوفرماتے ۔

پھر اپنی نماز کی جگہ کھڑے ہوتے ،پس آٹھ رکعت نماز ادا فرماتے ،ان رکعتوں میں سورہ فاتحہ اورقرآن کی سورت تلاوت فرماتے ،اور جو رب تعالیٰ کی مشیت ہوتی ،اوران آٹھ رکعتوں میں سے کسی رکعت میں نہیں بیٹھتے ، یہاں تک کہ آٹھویں رکعت میں بیٹھتے ،اورسلام نہیں پھیرتے ،اورنویں رکعت میں قرأت فرماتے ،پھر قعدہ فرماتے ،پس دعا فرماتے جو رب تعالیٰ کی مشیت ہوتی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا کریں،اوررب تعالیٰ سے طلب فرماتے اوررب تعالیٰ کی جانب رغبت فرماتے اور بلند آواز سے ایک سلام پھیرتے ،قریب ہوتا کہ آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سلام کی بلند آواز سے اپنے اہل خانہ کو جگادیں۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (دورکعتی نماز نفل میں) بیٹھ کر سورہ فاتحہ پڑھتے، اور بیٹھ کر رکوع فرماتے، پھر دوسری رکعت پڑھتے، پس بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کرتے، پھر دعا فرماتے، جو دعا کرنے کی مشیت الٰہی ہوتی، پھر سلام پھیرتے اور واپس آتے، پس ہمیشہ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز رہی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم اقدس بھاری ہوگیا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نو رکعت سے دو رکعت کم فرمادی، پس اس کو چھ اور سات کردیا، اور دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے، یہاں تک کہ اسی طریقے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوگیا۔

(۴){عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ ثُمَّ قَالَ: نَامَ الْغُلَيِّمُ اَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ اَوْ خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ} (صحیح بخاری ج۱ص۲۲)

(سنن ابی داؤد ص۱۹۲-السنن الکبریٰ ج۴ص۲۳)

﴿ت﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں رات کو ٹھہرا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس رات کو انہیں کے پاس تھے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عشا ادا فرمائی، پھر اپنے کاشانہ اقدس آئے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار رکعت نماز ادا فرمائی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے، پھر بیدار ہوئے اور فرمائے: بچہ سو گیا، یا اسی کے مماثل کوئی کلمہ فرمائے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نماز کے لیے) کھڑے ہوئے،

پس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنی داہنی جانب کرلیا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانچ رکعت نماز ادا فرمائی، پھر دو رکعت نماز پڑھی، پھر سو گئے، یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند کی آواز سنی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز فجر کے لیے تشریف لے گئے۔

صلوٰۃ اللیل کی تلافی دن میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اخیر عمر میں تہجد کے ساتھ نماز وتر ادا فرمانے لگے۔ اخیر عمر میں ایک یا دو رات کو بوجہ مرض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل نہ پڑھ سکے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دن میں بارہ رکعت نماز نفل ادا فرمائی، تاکہ صلوٰۃ اللیل کی تلافی ہو جائے۔

(۱) {عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا يَقُولُ: اِشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً اَوْ لَيْلَتَيْنِ} (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۱)

〈ت〉 حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس سید دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک یا دو رات صلوٰۃ اللیل ادا نہ فرمائی۔

(۲) {عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ الَّيْلِ مِنْ وَجْعٍ اَوْ غَيْرِهٖ، صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ اِثْنَتَىْ عَشَرَةَ رَكْعَةً} (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ - سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۰۰)

〈ت〉 ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب مرض یا کسی اور سبب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نفل نماز فوت ہو جاتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دن میں بارہ رکعت نفل ادا فرماتے۔

(۳) {عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَمِلَ عَمَلًا اَثْبَتَهٗ - وَكَانَ اِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ اَوْ مَرِضَ

صَلّٰی مِنَ النَّهَارِ اِثْنَتَیْ عَشَرَةَ رَکْعَةً}(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶)
(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۲-صحیح ابن حبّان ص ۷۱۳)

〈ت〉ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضوراقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی عمل کرتے تو اسے برقرار رکھتے ،اور جب رات کو سوجاتے یا بیمار ہوجاتے تو دن کو بارہ رکعت ادا فرماتے ۔

توضیح: مرقومہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوافل کی بھی بہت پابندی فرماتے ۔اگر رات کی نفل نمازیں کسی عذر کے سبب چھوٹ جاتیں تو دن میں اس کے بدلے نفل نمازیں ادا فرماتے ۔ہمیں سنت نبوی کو اختیار کرنا چاہئے ۔

صلوٰۃ اللیل،نمازتہجد اور نماز وتر کا تذکرہ

(۱){عَنْ یُعْلَی بْنِ مَمْلَکٍ اَنَّهُ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم فَقَالَتْ :کَانَ یُصَلِّی الْعَتَمَةَ ثُمَّ یُسَبِّحُ ثُمَّ یُصَلِّی بَعْدَهَا مَاشَاءَ اللّٰهُ مِنَ اللَّیْلِ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَرْقُدُ مِثْلَ مَا صَلّٰی ثُمَّ یَسْتَیْقِظُ مِنْ نَوْمِهٖ ذٰلِکَ فَیُصَلِّی مِثْلَ مَا نَامَ وَصَلَاتُهُ تِلْکَ الْاٰخِرَةُ تَکُونُ اِلَی الصُّبْحِ}(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۵)

〈ت〉حضرت یعلیٰ بن مملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز (صلوٰۃ اللیل) سے متعلق دریافت کیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا:

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشا کی نماز ادا فرماتے ،پھر تسبیح پڑھتے ،پھر اس کے بعد رات کو نماز (صلوٰۃ اللیل) پڑھتے ،جب تک رب تعالیٰ کی مشیت ہوتی ،پھر واپس گھر تشریف لاتے تو جتنی دیر نماز پڑھے،اتنی دیر آرام فرماتے ،پھر اپنی اس نیند سے بیدار ہوتے تو اتنی دیر نماز ادا فرماتے ،جتنی دیر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آرام فرمایا،اور آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ آخری نماز صبح تک جاری رہتی۔

(۲)﴿عن یعلی بن مملک:انه سأل ام سلمة زوج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن قرأة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و صلاته-فقالت:ما لکم و صلاته-کان یصلی ثم ینام قدر ما صلی-ثم یصلی قدر ما نام-ثم ینام قدر ما صلی-حتی یصبح -الحدیث﴾(سنن ترمذی:باب کیف کان قرأۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(سنن نسائی:باب ذکر صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

﴿ت﴾حضرت یعلیٰ بن مملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت اور نماز(صلوٰۃ اللیل)سے متعلق دریافت کیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تمہاری نماز کی طرح نہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے،پھر نماز کی ادائیگی کی مقدار سوجاتے،پھر اپنی نیند کی مقدار نماز ادا فرماتے،پھر نماز کی ادائیگی کی مقدار سوجاتے،یہاں تک کہ صبح ہوجاتی۔

نماز وتر سے قبل تہجد یا صلاۃ اللیل

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخیر عمر میں نماز تہجد کے بعد وتر ادا فرماتے،اسی لیے رات کی آخری نماز وتر ہوتی۔احادیث کریمہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(۱)﴿عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى يَكُونَ اٰخِرَ صَلٰوتِهِ الْوِتْرُ﴾(صحیح مسلم ج۱ص۲۵۵)

﴿ت﴾حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمامہ کہ حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے،یہاں تک کہ آپ کی آخری نماز وتر ہوتی۔

توضیح:جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کو اول شب اور درمیانی حصے میں ادا

فرماتے تھے تو صلوٰۃ اللیل کے ساتھ ادا فرماتے تھے، اور جب نماز وتر کو اخیر شب میں ادا فرمانے لگے تو تہجد کے ساتھ ادا فرماتے۔

(۲){عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُلَّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهٰى وِتْرُهُ اِلَى السَّحْرِ}

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۳۶-صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۵-صحیح ابن حبان ص ۷۱۷)

(سنن ترمذی ج ا ص ۱۰۳-سنن ابن ماجہ ص ۸۳-سنن نسائی ج ا ص ۱۹۰)

﴿ت﴾ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصے میں نماز وتر ادا فرمائی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر صبح تک پہنچ گئی۔

(۳){عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: مَتٰى كَانَ يُوتِرُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: كُلَّ ذٰلِكَ قَدْ فَعَلَ-اَوْتَرَ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَوَسْطَهٗ وَاٰخِرَهٗ-وَلٰكِنْ اِنْتَهٰى وِتْرُهٗ حِينَ مَاتَ اِلَى السَّحْرِ}

(سنن ابی داؤد ص ۲۰۳-صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۵-سنن ترمذی ج ا ص ۱۰۳)

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۳۴-سنن نسائی ج ا ص ۱۹۰)

﴿ت﴾ حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز وتر کب ادا فرماتے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ تمام کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کے اول حصے، درمیانی حصے اور آخری حصے میں نماز وتر ادا فرمائی، لیکن وصال مبارک کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر صبح (صبح کاذب) تک پہنچ گئی۔

توضیح: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آخری عمر میں نماز وتر فجر کے قریب ادا فرماتے۔نماز وتر سے قبل نماز تہجد ادا فرماتے۔

نماز تہجد کے لیے فجر سے کچھ پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوتے۔

(۴){عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ:سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ عَمَلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ:كَانَ يُحِبُّ الدَّائِمَ قَالَ قُلْتُ:اَىَّ حِينٍ كَانَ يُصَلِّى؟ فَقَالَتْ: كَانَ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلّٰى}(صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۵-سنن نسائی ج ا ص ۱۸۴)

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۵۲-سنن ابی داؤد ص ۱۸۷)

﴿ت﴾ حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائمی عمل کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (رات کو) کس وقت نماز پڑھتے تھے؟ پس انہوں نے فرمایا کہ جب مرغ کی بانگ سنتے تو اٹھتے، پھر نماز ادا فرماتے۔

توضیح:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی،اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے کچھ حصے میں استراحت فرماتے،پھر بیدار ہو کر نماز تہجد ادا فرماتے۔

(۵){عن سعد بن هشام عن عائشة رضى الله عنها قالت:لا اعلم رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم قرأ القرآن كله فى ليلة-ولاقام ليلة حتى الصباح-ولاصام شهرًا كاملًا قط غير رمضان}

(سنن النسائی:باب الاختلاف علیٰ عائشۃ فی احیاء اللیل)

﴿ت﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی رات کو مکمل قرآن کی تلاوت فرمائی ہو،اور نہ ہی کسی رات کو صبح تک قیام لیل فرمایا،اور نہ ہی رمضان کے علاوہ کسی مکمل ماہ روزہ رکھے۔

توضیح: مکمل رات کو قیام لیل کی کوئی صورت نہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی، اور نماز تہجد کے لیے کچھ دیر نیند لازم ہے۔ ہاں، تہجد کی فرضیت سے قبل یہ ممکن ہے کہ ساری قیام فرمائے ہوں، بلکہ آغاز اسلام کے عہد میں قیام لیل فرض تھا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام راتوں بھر عبادت فرماتے، پھر سورہ مزمل میں تخفیف کی آیت نازل ہوئی۔ اس کا تفصیلی تذکرہ اسی باب (ص ۹۸) میں ہے۔

نماز تہجد کے ساتھ نماز وتر

حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات مبارکہ کے آخری دور میں نماز تہجد کے ساتھ نماز وتر ادا فرماتے۔ مرقومہ ذیل حدیثوں میں اس کا ذکر ہے۔

(۱){عَنْ سَلَمَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بِتُّ عِنْدَ مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى حَاجَتَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَ يَدَيْهِ،نَامَ ثُمَّ قَامَ فَاَتَى الْقِرْبَةَ فَاَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءً بَيْنَ وُضُوئَيْنِ لَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ اَبْلَغَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ فَتَمَطَّيْتُ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَرَى اَنِّي كُنْتُ اَبْقِيْهِ فَتَوَضَّاْتُ فَقَامَ يُصَلِّى فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَاَخَذَ بِاُذُنِى فَاَدَارَنِىْ عَنْ يَمِينِهٖ فَتَتَامَّتْ صَلٰوتُهُ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اِضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاٰذَنَهُ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ وَكَانَ فِى دُعَائِهٖ-اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِى قَلْبِى نُوْرًا وَفِى بَصَرِى نُورًا وَفِى سَمْعِى نُورًا وَعَنْ يَمِينِى نُورًا وَعَنْ يَسَارِى نُورًا وَفَوْقِى نُورًا وَتَحْتِى نُورًا وَاَمَامِى نُورًا وَ خَلْفِى نُورًا وَاجْعَلْ لِى نُورًا}(صحیح بخاری ج۲ص۹۳۵)

(صحیح مسلم ج۱ص۲۶۰-صحیح ابن حبان ص۷۶۰)

〈ت〉حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں ایک رات (اپنی خالہ) ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں گزارا، پس حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے، پھر اپنی ضرورت پوری فرما کر اپنا چہرہ مبارک اور اپنے دونوں دست مبارک دھلے اور سو گئے، پھر بیدار ہوئے تو مشکیزہ کے پاس آئے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بندھن کو کھولا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو وضو (وضوئے خفیف اور وضوئے کامل) کے درمیان کا وضو فرمایا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیادہ نہ فرمایا (یعنی ایک بار سے زیادہ اعضائے وضو کو نہ دھلے) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (پانی کو مواضع وضو تک) پہنچایا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے تو میں اٹھا، پس میں تاخیر کیا، ناپسند کرتے ہوئے کہ آپ سمجھ جائیں کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کر رہا تھا، پھر میں وضو کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

پس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا کان پکڑے اور مجھے اپنی داہنی جانب کر لیا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تیرہ رکعت پوری ہوئی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیٹے تو سو گئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیز سانس لیا اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوتے تو تیز سانس لیتے، پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز کے بارے میں بتایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز فجر پڑھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو نہ فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا میں (یہ لفظ) تھا: اللّٰھم اجعل الخ

توضیح: اس حدیث میں نماز وتر اور تہجد کا تذکرہ ہے۔ جو دعا مذکور ہے، وہ دراصل نماز تہجد کی دعا ہے۔ صحیح بخاری میں اسی صفحہ میں اسی حدیث کے بعد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا ذکر ہے۔ یہ حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شب بیداری سے متعلق ایک مکمل اور جامع حدیث ہے۔

(۲){عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ

اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ حَتّٰى انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْقَرِيْبًا مِنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَرَءَ عَشَرَ اٰيَاتٍ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ وَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِي وَاَخَذَ بِاُذُنِي يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اِضْطَجَعَ حَتّٰى جَائَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ}

(صحیح بخاری ج۱ص۱۳۵،۱۶۰-سنن نسائی ج۱ص۱۸۴-صحیح مسلم ج۱ص۲۶۰)

(سنن ابن ماجہ ص۹۷-سنن ابی داؤد ص۱۹۴-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۸۴)

﴿ت﴾ حضرت کریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں خبر دیا کہ وہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں رات کو ٹھہرے ۔ یہ ان کی خالہ تھیں ۔(حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ) پس میں بستر کی چوڑائی میں لیٹ گیا ،اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بستر کی لمبائی میں لیٹ گئے ،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیٹ گئے ، یہاں تک آدھی رات یا اس کے قریب کا وقت ہوگیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے روئے مبارک سے نیند کو پونچھتے ہوئے بیدار ہوئے ۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ آل عمران کی دس آیتیں پڑھیں ، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کے پاس گئے ، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمدہ طریقے سے وضو فرمایا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے ،تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح (وضو) کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بازو میں

کھڑا ہوگیا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا داہنا دست مبارک میرے سر پر رکھا اور میرے کان کو مسلنے لگے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز وتر پڑھی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیٹ گئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مؤذن آیا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مسجد) تشریف لے گئے، اور نماز فجر ادا فرمائی۔

توضیح: جن روایتوں میں نیند سے بیدار ہوکر رات کو دو دو رکعت نماز اور نماز وتر ادا کرنے کا ذکر ہے تو ان روایتوں میں نماز تہجد اور نماز وتر کا تذکرہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز تہجد کے بعد نماز وتر ادا فرمائی۔

جن روایتوں میں نماز عشا کے بعد نوافل اور نماز وتر پڑھنے کا ذکر ہے، ان میں صلوٰۃ اللیل اور نماز وتر کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلوٰۃ اللیل کے بعد نماز وتر ادا فرمائی، پھر کسی وقت بیدار ہوکر نماز تہجد ادا فرمائی، کیوں کہ نماز تہجد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھی، اس لیے ترک تہجد کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔

صلوٰۃ اللیل کے ساتھ نماز وتر

حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر کی نماز عام طور پر نماز تہجد کے ساتھ ادا فرماتے۔ نماز وتر رات کی آخری نماز ہوتی۔ اس کے بعد دو رکعت نفل لاحق ادا فرماتے، جس کا تفصیلی ذکر ماقبل میں مرقوم ہوا۔

(۱){عن انس قال: ما کنا نشأ ان نری رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی اللیل مصلیا الا رأیناہ–ولا نشأ ان نراہ نائمًا الا رأیناہ}

(سنن النسائی: باب ذکر صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل)

〈ت〉 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا: ہم جب چاہتے کہ حضور اقدس نورمجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھیں تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھتے، اور جب ہم انہیں استراحت فرماتے دیکھنا چاہتے تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آرام فرماتے دیکھتے۔

(۲) محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

''نوم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برقدر اعتدال بود، ونمی کرد نوم فوق قدر محتاج الیہ، ومنع نمی کرد نفس را از قدر محتاج الیہ، واز ایں جا است کہ در احادیث واقع شدہ است کہ نمی خواست کسے کہ بہ بیند وے را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در منام، مگر آں کہ می دید در آں، ونمی خواست کہ بہ بیند در نماز، مگر آں کہ می دید در آں، یعنی در قیام ہم بودے ودر منام ہم بودے، چناں کہ عادت شریف وے بود در نوافل عبادات، ودر شب گاہے بخواب رفتے، وبعد ازاں برخاستے ونماز کردے، باز بخواب رفتے، ہکذا چند بار بخفتے وبرخاستے، ودریں صورت نیز درست می آید: ہر کہ خواستے، در خواب یافتے، وہر کہ خواستے، بیدار یافتے''۔

(مدارج النبوۃ جلد اول ص ۴۸۴-مطبع: مظہر العجائب)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند بقدر اعتدال تھی۔ قدر ضرورت سے زیادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سویا نہ کرتے تھے، اور نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدر ضرورت سے زیادہ اپنے آپ کو نیند سے باز رکھا کرتے۔ اسی وجہ سے ہے جو حدیثوں میں مروی ہے کہ جو چاہتا کہ نیند میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھے تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نیند میں پاتا اور جو چاہتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھے تو وہ آپ کو نماز میں پاتا، یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام بھی فرماتے اور نیند بھی فرماتے، جیسا کہ نوافل عبادات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی، اور کبھی رات میں نیند بھی فرماتے، پھر اٹھ کر نماز پڑھتے،

اس کے بعد پھر سو جاتے ،اسی طرح چند مرتبہ سوتے اور اٹھتے تھے۔اس صورت میں بھی یہ بات درست ہے کہ جو نیند میں دیکھنا چاہتا، وہ بھی دیکھ لیتا اور جو بیدار دیکھنا چاہتا، وہ بھی دیکھ لیتا''۔

(۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رقم فرمایا:''وبالجملہ بصحت رسیدہ است کہ غالب احوال آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آں بود کہ وتر درآخر شب گزاردے قریب صبح، واگر احیاناً در اول شب یا نصف آں گزاردے، وبعد ازاں بہ تہجد برخاستے ،وراعادہ نکردے، ودر حدیث ترمذی آوردہ:(لا وتران فی لیلۃ)''۔(مدارج النبوت جلد اول ص۴۶۲-مطبع:مظہر العجائب)

﴿ت﴾ حاصل کلام یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غالب واکثری حال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کو آخر شب میں طلوع صبح صادق سے پہلے ادا فرماتے ،اور اگر بعض اوقات اول شب یا درمیان شب میں ادا کرتے ،اوراس کے بعد تہجد کے لیے اٹھتے تو وتر کا اعادہ نہ فرماتے۔ترمذی میں حدیث تخریج کی گئی:

(لَا وِتْرَانِ فِیْ لَیْلَۃٍ)(ایک رات میں دونماز وتر نہیں ہیں)

نماز تراویح ایک مستقل نماز

حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر شب صلوٰۃ اللیل،نماز وتر اور نماز تہجد ادا فرماتے ۔ ان میں سے کوئی نماز،نماز تراویح نہیں ۔ان مذکورہ نمازوں سے متعلق روایات واحادیث کو وہابیہ نے تراویح پر محمول کردیا ہے، جب کہ تراویح، ماہ رمضان کی مخصوص نماز کا نام ہے۔جو نمازیں سال بھر پڑھی جاتی ہیں، وہ تراویح کیسے ہوسکتی ہیں۔

ع/ بریں عقل ودانش بباید گریست

(۱)امام ابوالولید الباجی مالکی (۴۰۳ھ-۴۷۴ھ) نے رقم فرمایا:

{قیـام رمضان یجب ان یکون صلاۃً تَخْتَصُّ به ولو کان شائعًا فی جمیع العام لما اختص به ولا انتسب الیه کما لا تُنْتَسَبُ الیه الفرائضُ والنوافلُ التی تُصَلّٰی فی غیره علی حسب ما تُفْعَلُ فیه}(المنتقٰی شرح المؤطا ج۱ص۲۶۳)

﴿ت﴾ قیام رمضان (نماز تراویح) ضروری ہے کہ ایک ایسی نماز ہو جو رمضان کے ساتھ خاص ہو، اور اگر وہ سال بھر پڑھی جاتی ہو تو وہ رمضان کے ساتھ خاص نہیں ہوگی، اور نہ ہی رمضان کی طرف منسوب ہوگی جیسا کہ وہ فرائض ونوافل نمازیں رمضان کی طرف منسوب نہیں ہوتی ہیں جو غیر رمضان میں پڑھی جاتی ہیں، جیسا کہ وہ رمضان میں پڑھی جاتی ہیں۔

توضیح: وہ فرائض ونوافل جو رمضان وغیر رمضان، ہر ماہ میں یعنی سال بھر پڑھی جاتی ہیں ، وہ رمضان کی طرف منسوب نہیں ہوتی ہیں، جیسے نماز پنج گانہ اور نماز تہجد واشراق وچاشت وغیرہ۔ اب جو نماز رمضان کی طرف منسوب ہوگی، وہ خاص رمضان میں پڑھی جائے گی، اور یہ نماز تراویح ہے، جو رمضان میں ادا کی جاتی ہے اور غیر رمضان میں نہیں ادا کی جاتی۔ اسی طرح نماز جمعہ اور نماز عیدین خاص نمازیں ہیں۔ ہر دن یہ نمازیں ادا نہیں کی جاتیں۔

(۲) شیخ الاسلام ابوزکریا انصاری شافعی (۸۲۳ھ-۹۲۶ھ) نے تحریر فرمایا:

{واما خبر ما کان یزید رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی رمضان ولا غیرہ علٰی احدی عشرۃ رکعۃ فمحمول علی الوتر}

(الغرر البہیۃ شرح المنظومۃ البہجۃ الوردیہ ج۲ص۴۰۵)

﴿ت﴾ لیکن حدیث ''ما کان یزید: الحدیث'' تو یہ حدیث وتر پر محمول ہے۔

(۳) **{عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ اَوَّلُ الْمُزَّمِّلِ، کَانُوا یَقُومُونَ نَحْوًا مِنْ قِیَامِهِمْ فِی شَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰی نَزَلَ اٰخِرُهَا وَکَانَ بَیْنَ اَوَّلِهَا وَاٰخِرِهَا سَنَةٌ}**

(سنن ابی داؤد ص۱۸۵- السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۸)

﴿ت﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب سورہ مزمل کی اولین آیات نازل ہوئیں (جن میں قیام اللیل کا حکم ہے) تو صحابہ کرام، ماہ رمضان میں اپنے قیام کی طرح (اس وقت) قیام کرتے تھے، یہاں تک کہ سورہ مزمل کی آخری آیت نازل ہوئی (جس میں قیام لیل کا منسوخ ہونا مذکور ہے) اور اس کی اولین آیات اور آخری آیت کے نزول کے

درمیان ایک سال (کا فاصلہ) تھا۔

توضیح: مذکورہ بالا روایت بتارہی ہے کہ سال بھر جونوافل ادا کی جاتی تھیں،اس سے زائد نوافل رمضان میں ادا کی جاتی تھیں،جیسا کہ قیام اللیل کی فرضیت کے عہد میں قریباً پوری رات صحابہ کرام عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ۔اسی طرح رمضان کی راتوں میں مشغول عبادت رہتے ۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ التراویح ،نوافل دائمہ معتادہ کے علاوہ ہے۔

قیام اللیل کی فرضیت کے عہد میں صحابہ کرام کی عبادت کے تعلق سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان مندرجہ ذیل ہے۔

{عَنْ سَعَدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ قُلْتُ(لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا)حَدِّثِينِي عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ قَالَتْ:اَ لَسْتَ تَقْرَءُ يَآ اَيُّهَاالْمُزَّمِّلُ–قَالَ،قُلْتُ:بَلٰى–قَالَتْ:فَاِنَّ اَوَّلَ هٰذِهِ السُّورَةِ نَزَلَتْ فَقَامَ اَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِنْتَفَخَتْ اَقْدَامُهُمْ وَحُبِسَ خَاتِمَتُهَا فِي السَّمَاءِ اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ شَهْرًا ثُمَّ نَزَلَ اٰخِرُهَا فَصَارَ قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِيضَةٍ–الحديث}

(سنن ابی داؤد ص۱۹۰-صحیح مسلم ج ا ص۲۵۶-سنن نسائی ج ا ص۱۸۲)

﴿ت﴾ حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ آپ مجھے قیام اللیل کے بارے میں بتائیے تو انھوں نے فرمایا کہ کیا تم ((یاایہا المزمل))نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں ،تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اس سورہ کی اولین آیات نازل ہوئیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے قیام لیل فرمایا، یہاں تک کہ ان کے قدموں میں سوجن آ گئی اور اس کی آخری آیت آسمان میں بارہ مہینے روک لی گئی، پھر اس کی آخری آیت نازل ہوئی تو قیام اللیل فرض ہونے کے بعد نفل ہوگیا۔

توضیح: قیام لیل کی فرضیت ثابت کرنے والی سورہ مزمل کی آیات منقوشہ ذیل ہیں:

{یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ::قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا::نِصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا::
اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا}(سورہ مزمل:آیت ۱تا۴)

ترجمہ:اے جھرمٹ مارنے والے!رات میں قیام فرماسوا کچھ رات کے۔آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو،یا اس پر کچھ بڑھاؤ،اورقرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔(کنزالایمان)

مرقومہ بالاآیات میں قیام لیل کی فرضیت کاذکر ہے۔اس کے بعد تخفیف ہوئی۔تخفیف کے بعد نماز پنج گانہ کی فرضیت سے قیام لیل مکمل منسوخ ہوگئی۔تخفیف کاحکم اس فرمان میں ہے۔

{فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ}(سورہ مزمل:آیت ۲۰)(توجتنا قرآن میسر ہو،پڑھو)

نماز پنج گانہ کی فرضیت کے بعد قیام لیل کی فرضیت ختم ہوگئی۔حافظ عسقلانی نے رقم کیا:

{حکی الشافعی عن بعض اھل العلم ان آخرالسورۃ نسخ افتراض قیام اللیل،الا ما تیسر منہ لقولہ:(فاقرء وا ماتیسر منہ)ثم نسخ فرض ذلک بالصلوات الخمس}(فتح الباری ج۴ص۱۲۴)

﴿ت﴾حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)نے بعض اہل علم سے حکایت بیان فرمائی کہ سورہ مزمل کے آخری حصے نے(طویل)قیام لیل کی فرضیت کو منسوخ کر دیا،مگر جتنا قیام ہوسکے،رب تعالیٰ کے فرمان کے سبب(پس جتنا میسر ہو،پڑھو)پھر اس مختصر قیام کی فرضیت نماز پنج گانہ کے سبب منسوخ ہوگئی۔

باب اول میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تہجد،نماز وتر اور صلوٰۃ اللیل کا بیان ہے۔گیارہ رکعت صلوٰۃ اللیل ہے یا نماز تراویح؟اس پر تفصیلی بحث مرقوم ہے۔باب دوم میں اس امر کی وضاحت پیش کی گئی ہے کہ نماز تراویح ماہ رمضان کی ایک خاص نماز ہے۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

باب دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

باب دوم میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نماز تراویح ماہ رمضان کی ایک خاص نماز ہے۔

قرون اولیٰ سے امت مسلمہ نماز تراویح کو ماہ رمضان کی ایک خاص نماز قرار دیتی ہے، اوراسی پرآج تک امت کاعمل ہے۔ ہمیشہ سے مسلمان بیس رکعت تراویح پڑھتے آرہے ہیں۔

اب چودہ صدیوں بعد سلفی جماعت یہ کہنے لگی کہ نماز تراویح وہی صلوٰۃ اللیل ہے۔ صلوٰۃ اللیل گیارہ رکعت ہے، اس لیے رمضان میں تراویح کے نام پر جونماز ادا کی جاتی ہے، وہ بھی گیارہ رکعت ہونی چاہئے ،لیکن اس نظریہ کے سبب نماز تراویح کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔

گیارہ رکعت جونماز ہے، وہ صلوٰۃ اللیل ہے۔ یہ رمضان کی خاص نماز نہیں ہے، پس رمضان کی خاص نماز یعنی نماز تراویح کوصلوٰۃ اللیل مان لینے سے تراویح کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے، حالاں کہ احادیث مقدسہ میں ماہ رمضان کی خاص نماز کوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنت قرار دیا ہے۔ان حقائق سے بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تراویح ماہ رمضان کی خاص نماز ہے۔وہابیہ کاانکار محض ہٹ دھرمی پرمبنی ہے۔تراویح کو ہمیشہ رمضان کی نماز تسلیم کیا گیا۔

تراویح نماز رمضان کا نام ہے

وہابیہ کا خیال ہے کہ تراویح وہی نماز وتر مع صلوٰۃ اللیل ہے، جیسا کہ ان کے جداعلیٰ ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے لکھا۔ابن تیمیہ وہابیہ کے یہاں مجتہد مطلق کی حیثیت رکھتا ہے۔اس کے اقوال سے وہابیہ کے یہاں روگردانی اورانحراف جائز نہیں۔

سارا عالم اسلام متفق علیہ ائمہ مجتہدین کی تقلید کرتا ہے،لیکن وہابیہ کا نصیب دیکھئے کہ وہ ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے متفق علیہ گمرہ گروں کے پیروکار ہوگئے۔ابن قیم جوزیہ نے اپنی

کتاب(اعلام الموقعین) میں لکھ دیا کہ نماز میں ہاتھ سینے کے اوپر(فوق الصدر) باندھنا سنت ہے،بس وہابیہ انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ ابن قیم کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہوگئے اور چودہ صدیوں بعد مسلمانان عالم کوایک نیا طریقہ دیکھنے کو ملا کہ بعض مسجدوں میں لوگ سینے کے اوپر گلے کے پاس (فوق الصدر،قریب الحلق) ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔

اس زمانے کا سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ وہابیہ روز بروز نئی نئی بدعات ایجاد کرتے جارہے ہیں اور بدعتی کا لقب،اہل سنت وجماعت کودیتے ہیں۔ذرا غور کرو! بدعتی کون ہے؟

ابن تیمیہ نے لکھا: **{کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قیامہ باللیل ہو وترہ -یصلی باللیل فی رمضان وغیررمضان احدی عشرۃ رکعۃ او ثلاث عشرۃ رکعۃ لکن کان یصلیہا طوالا}** (مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۳ص۷۳)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز، وہ نماز وتر تھی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ یا تیرہ رکعت پڑھتے،لیکن اسے طویل پڑھا کرتے

توضیح:عہد حاضر کے وہابیہ نے ابن تیمیہ کی اسی نظریہ کواختیار کیا اور بیس رکعت تراویح کا انکار کردیا،حالاں کہ یہ گیارہ رکعتی نماز،نماز تراویح نہیں، بلکہ صلوٰۃ اللیل ہے جورمضان وغیر رمضان یعنی ہر ماہ میں اور ہر شب کوادا کی جاتی ہے۔

(۱)امام ابوالولید الباجی مالکی(۴۰۳ھ-۴۷۴ھ) نے رقم فرمایا:

{قیام رمضان یجب ان یکون صلاۃً تَخْتَصُّ بہ ولو کان شائعًا فی جمیع العام لما اختص بہ ولا انتسب الیہ کما لا تُنْتَسَبُ الیہ الفرائضُ و النوافلُ التی تُصَلّٰی فی غیرہ علی حسب ما تُفْعَلُ فیہ} (المنتقی شرح المؤطا ج۱ص۲۶۳)

﴿ت﴾ قیام رمضان (نماز تراویح)ضروری ہے کہ ایک ایسی نماز ہو جو رمضان کے ساتھ خاص ہو،اور اگر وہ سال بھر پڑھی جاتی ہوتو وہ رمضان کے ساتھ خاص نہیں ہوگی،اور نہ ہی رمضان کی طرف منسوب ہوگی،جیسا کہ وہ فرائض ونوافل نمازیں رمضان کی طرف منسوب

نہیں ہوتی ہیں جو غیر رمضان میں پڑھی جاتی ہیں، جیسا کہ وہ رمضان میں پڑھی جاتی ہیں۔

توضیح: وہ فرائض ونوافل جو رمضان وغیر رمضان، ہر ماہ میں یعنی سال بھر پڑھی جاتی ہیں، وہ رمضان کی طرف منسوب نہیں ہوتی ہیں، جیسے نماز پنج گانہ اور نماز تہجد واشراق وچاشت وغیرہ۔

اب جو نماز رمضان کی طرف منسوب ہوگی، وہ خاص رمضان میں پڑھی جائے گی، اور یہ نماز تراویح ہے، جو رمضان میں ادا کی جاتی ہے اور غیر رمضان میں نہیں ادا کی جاتی۔ اسی طرح نماز جمعہ اور نماز عیدین خاص نمازیں ہیں۔ ہر دن یہ نمازیں ادا نہیں کی جاتیں۔

نماز رمضان کی مستقل ترغیب

نماز تراویح ایک مستقل نماز ہے۔ احادیث نبویہ میں مستقل طور پر اس کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ ان حدیثوں میں رمضان کا خصوصی تذکرہ ہے۔ ان ترغیبی احادیث کی روشنی میں یہ مسئلہ اظہر من الشّمس ہوجاتا ہے کہ نماز رمضان ایک مستقل نماز ہے، بلکہ حضور اقدس تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

نماز رمضان کی ترغیبی حدیثیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱){عَنِ النَّضْرِ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِی سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدِّثْنِی بِشَیْءٍ سَمِعْتَهٗ مِنْ اَبِیکَ،سَمِعَهٗ اَبُوکَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنَ اَبِیکَ وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ فِی شَهْرِ رَمَضَانَ–قَالَ: نَعَمْ حَدَّثَنِی اَبِی قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ فَمَنْ صَامَهٗ وَقَامَهٗ اِيمَانًا وَ اِحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ}

(سنن نسائی ج۱ص۲۳۹-سنن ابن ماجہ ص۹۴-مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۵)

(مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۳ص۳۰۷-مسند امام احمد بن حنبل ج۱ص۱۹۱)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رب تعالیٰ نے تم لوگوں پر رمضان کا روزہ فرض فرمایا اور میں نے تم لوگوں کے لیے نماز رمضان کو سنت قرار دیا، پس جو ایمان کی حالت میں حصول ثواب کی نیت کے ساتھ روزہ رکھے اور نوافل پڑھے تو وہ اپنے گناہوں سے نکل جائے گا جیسا کہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

توضیح: فتاویٰ ابن تیمیہ کے حاشیہ میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(حاشیہ مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۳ص۷۳)

(۲) {عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَفَضَّلَهٗ عَلَى الشُّهُورِ – وَقَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيمَانًا وَاِحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ} (سنن النسائی ج۱ص۲۳۸)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر فرمایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے مہینوں پر فضیلت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو رمضان میں ایمان کی حالت میں حصول ثواب کی نیت کے ساتھ نوافل پڑھے، وہ اپنے گناہوں سے نکل جائے گا جیسا کہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

(۳) {عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيمَانًا وَ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ} (سنن نسائی ج۱ص۲۳۸)

(سنن ابن ماجہ ص۹۴ بلفظ من صام رمضان وقامہ – سنن ابی داؤد ص۱۹۴)

〈ت〉 حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو رمضان میں ایمان اور حصول ثواب کی نیت کے ساتھ نوافل پڑھے، اس کا گزشتہ گناہ بخش دیا جائے گا۔

(۴) {عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرَغِّبُ النَّاسَ فِى قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَاْمُرَهُمْ بِعَزِيمَةِ اَمْرٍ فِيهِ فَيَقُولُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ}(سنن نسائی ج۱ص۲۳۷-سنن ابی داؤد ص۱۹۴عن ابی ہریرہ)

﴿ت﴾ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو قیام رمضان (رمضان میں نفل نماز ادا کرنے) کے بارے میں ترغیب فرماتے ،اس بارے میں لوگوں کو واجبی حکم دیئے بغیر،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشادفرماتے کہ جو رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت کے ساتھ نماز نفل ادا کرے ،اس کا گذشتہ گناہ بخش دیا جائے گا۔

امام نووی نے رقم فرمایا:{والمراد بقیام رمضان صلاۃ التراویح}

(شرح النووی علیٰ مسلم ج۱ص۲۵۹)

﴿ت﴾قیام رمضان سے نماز تراویح مراد ہے۔

ماہ رمضان کی خاص نماز

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ظاہر ہے کہ ماہ رمضان میں کچھ خاص عبادتیں ہیں،جن کی جانب ترغیب دی گئی ہے،اورحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں ارشادفرمایا کہ رمضان کی نفل نماز کو میں نے تم لوگوں کے لیےسنت قرار دیا۔

واضح رہے کہ نماز وتر ،صلوٰۃ اللیل اور نماز تہجد کا تعلق رات سے ہے، نہ کہ ماہ رمضان سے۔رات ہوگئی ،اب نماز عشا کے بعد نماز وتر ہے ،صلوٰۃ اللیل اور نماز تہجد ہے۔وہ رات رمضان کی ہو یا غیر رمضان کی۔ان نمازوں کو کسی مہینے سے کوئی خاص تعلق نہیں، جب کہ نماز تراویح کا تعلق ماہ رمضان سے ہے۔نماز تراویح کو غیر رمضان میں نہیں پڑھا جاتا۔عہد صحابہ سے آج تک کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ نماز تراویح غیر رمضان میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

اب جب ثابت ہوگیا کہ نماز تراویح ایک مستقل نماز ہے تو نماز وتر یا صلوٰۃ اللیل کی تعداد رکعات جو احادیث میں مروی ہے،اس کا تعلق نماز تراویح سے نہیں ہوگا۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین رات نماز تراویح مسجد نبوی میں ادا فرمائی، صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز تراویح ادا کی۔اسی طرح حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں صحابہ کرام نماز تراویح ادا فرمارہے تو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تحسین فرمائی۔صلوٰۃ اللیل کو جماعت سے پڑھنے کا کہیں ذکر نہیں، بلکہ صحابہ بلا جماعت صلوٰۃ اللیل ادا فرماتے۔حضرت ابن عباس نے ایک بار صلوٰۃ اللیل کو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کیا۔یہ جماعت بلا تداعی تھی۔

گیارہ رکعت کی روایت اوراصول فقہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث((مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَة)) کی توضیح میں امام کرمانی نے رقم فرمایا:

{فان قلت: صلاة التراويح عشرون ركعة وعند مالك ست وثلاثون ركعة فما وجهه؟قلت:اما ان المراد بها صلاة الوتر—والسوال والجواب واردان عليها—او هومعارض مما روى انه صلى الله عليه وسلم صلّٰى بالناس عشرين ركعة ليلتين فلما كان فى الليلة الثالثة اجتمع الناس فلم يخرج اليهم وقال:خشيت ان تفرض عليكم فلا تطيقوها—ورواية المثبت متقدمة علٰى رواية النافى} (شرح کرمانی علی البخاری ج۴ص۱۵۶جزء۸)

〈ت〉پس اگر آپ اعتراض کریں کہ تراویح بیس رکعت ہے اور امام مالک کے یہاں چھتیس رکعت ہے، پھر اس کی کیا وجہ ہے؟ (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیسے فرمایا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں صرف گیارہ رکعت پڑھتے تھے) میں جواب دوں گا کہ یا تو اس گیارہ رکعت سے نماز وتر مراد ہے،اور سوال وجواب اسی سے متعلق ہیں،یا یہ معارض ہے اس کے جو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو دو رات بیس رکعت تراویح پڑھائی، پھر جب تیسری رات ہوئی، لوگ جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف نہ لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے، اور تم اس کی طاقت نہ رکھو، اور مثبت کی روایت نافی کی روایت پر مقدم ہوتی ہے۔

مثبت ونافی میں تعارض

ملا احمد جیون جونپوری (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{(المثبت اولٰی من النافی)ھذہ قاعدۃ مستقلۃ-لاتعلق لھا بما سبق-یعنی اذا تعارض المثبت و النافی فالمثبت اولٰی بالعمل من النافی}

(نور الانوار ص۲۰۱)

﴿ت﴾ دلیل مثبت (ثابت کرنے والی دلیل) نافی (نفی کرنے والی) سے افضل ہے۔ یہ ایک مستقل قاعدہ ہے۔ ماقبل کی عبارت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب مثبت ونافی متعارض ہو جائے تو دلیل نافی کی بہ نسبت دلیل مثبت پر عمل کرنا بہتر ہے۔

توضیح: جو حدیث بیس رکعت تراویح کو ثابت کرتی ہے، وہ مثبت ہے، لہٰذا اس پر عمل کرنا ہوگا۔ جو حدیث بیس رکعت تراویح کی نفی کرتی ہے، اس پر عمل نہیں ہوگا، کیوں کہ مثبت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ نافی کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

صدر الشریعہ بخاری نے تحریر فرمایا: **{اما اذا کان احدھما مثبتا و الاخر نافیا-فان کان النفی یعرف بالدلیل کان مثل الاثبات و ان کان لایعرف بہ بل بناء علی العدم الاصلی فالمثبت اولٰی}** (توضیح تلویح ج۲ص۱۰۹)

﴿ت﴾ لیکن جب دو دلیل میں سے ایک (حکم کو) ثابت کرنے والی اور دوسری دلیل نفی کرنے والی ہو تو اگر نفی دلیل سے معلوم ہوتی ہو تو وہ (نفی) اثبات کی طرح ہوگی، اور اگر نفی

دلیل سے نہیں معلوم ہوتی ہو، بلکہ عدم اصلی پر بنا کرتے ہوئے ہو، پس مثبت (حکم کو ثابت کرنے والی دلیل) افضل ہے۔

توضیح: رکعات تراویح کے مسئلہ میں بیس رکعت کی نفی کرنے والی کوئی دلیل نہیں۔آٹھ رکعت کی روایت محض آٹھ رکعت کو ثابت کرتی ہے،لیکن وہ روایت بیس رکعت کی نفی نہیں کرتی ہے۔آٹھ رکعت کی روایت میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت جماعت سے ادا کی ہو،اور باقی رکعتیں تنہا ادا فرمائی ہوں۔

یہاں بیس رکعت کو ثابت کرنے والی حدیثیں موجود ہیں،لیکن صراحت کے ساتھ بیس کی رکعت کی نفی کرنے والی کوئی حدیث نہیں،لہٰذا یہاں دلیل مثبت یعنی بیس رکعت کو ثابت کرنے والی حدیثوں پر عمل ہوگا۔واضح رہے کہ بیس رکعت کی حدیثیں آٹھ رکعت کی نفی نہیں کرتی ہے، بلکہ آٹھ رکعت کو ثابت رکھتے ہوئے مزید اضافی رکعات کو ثابت کرتی ہیں۔

توضیح سوال

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں تراویح کی نفی نہیں ہے۔اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ سائل نے نماز رمضان (تراویح) کا سوال کیا، بلکہ سوال سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر ایام میں صلوٰۃ اللیل اور وتر پڑھا کرتے تھے تو رمضان میں جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تراویح کی نماز بھی پڑھتے تھے تو صلوٰۃ اللیل وصلوٰۃ الوتر بھی ادا فرماتے تھے،یا صلوٰۃ رمضان (تراویح) ہی اس کے قائم مقام ہو جاتی تھی؟

پس ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ صلوٰۃ اللیل اور صلوٰۃ الوتر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مستقل نماز تھی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے ترک نہیں فرماتے تھے،رمضان ہو یا غیر رمضان۔

سائل نے ایسا سوال اس لیے کیا کہ نماز تراویح کی دھوم دھام عہد رسالت میں بھی تھی

،پس سوال کا مقصد یہ تھا کہ رمضان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوافل عامہ ادا فرماتے تھے، یا نوافل رمضان (تراویح) پر اکتفا فرماتے تھے؟ حدیث ذیل میں نماز تراویح کا تذکرہ ہے۔

{عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ اَوَّلُ الْمُزَّمِّلِ کَانُوا یَقُومُونَ نَحْوًا مِنْ قِیَامِهِمْ فِی شَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰی نَزَلَ اٰخِرُهَا—وَکَانَ بَیْنَ اَوَّلِهَا وَاٰخِرِهَا سَنَةٌ}

(سنن ابی داؤد ص ۸۵-السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۶۸)

﴿ت﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب سورہ مزمل کی اولین آیات نازل ہوئیں تو صحابہ کرام (راتوں کو) نماز ادا کرتے تھے، جس طرح وہ ماہ رمضان میں نماز پڑھا کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی آخری آیت نازل ہوئی، اور اس کی اول وآخر آیت کے (نزول کے) درمیان ایک سال کا فاصلہ تھا۔

توضیح: اس حدیث کے الفاظ سے بالکل واضح ہو گیا کہ عام راتوں میں صحابہ کرام جیسی عبادت کرتے تھے، اس سے کہیں زیادہ عبادت رمضان میں کرتے تھے، یعنی جیسی عبادت ابتدائے اسلام میں کرتے تھے، اسی طرح اب ماہ رمضان میں عبادت کرتے ہیں۔

جب آغاز اسلام میں قیام اللیل فرض تھا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ساری رات عبادت الٰہی میں گذارتے، یہاں تک کہ ان کے قدم میں سوجن آجاتی اور مابعد کے زمانے میں ماہ رمضان میں بھی اسی طرح زیادہ سے زیادہ عبادت کیا کرتے، یہاں تک کہ قیام اللیل کی فرضیت کا زمانہ یاد آجاتا۔

جب ماہ رمضان میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عبادت کا یہ حال تھا تو پھر حضور اقدس سید الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی عبادت کا عالم کیا ہوگا۔

رمضان میں عبادت نبوی

(۱) امام قسطلانی شافعی مصری (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{وَلِـمُسْلِمٍ: قَالَتْ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْتَهِدُ فِی رَمَضَانَ مَا

لَا یَجْتَهِدُ فِی غَیْرِہٖ-وَفِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ مَا لَا یَجْتَهِدُ فِی غَیْرِہٖ}

(المواہب اللدنیۃ مع حاشیۃ الزرقانی ج۱۰ص۵۶۸-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾امام مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں (عبادتوں میں) اتنی کوشش فرماتے کہ جتنی غیر رمضان میں نہیں اور رمضان کے آخری دس دنوں میں اتنی محنت فرماتے کہ جتنی اس کے علاوہ میں نہیں۔

(۲)امام بیہقی نے رقم فرمایا: {عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِی رَبَاحٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ تَغَیَّرَ لَوْنُهٗ وَکَثُرَتْ صَلَاتُهٗ وَ ابْتَهَلَ فِی الدُّعَاءِ وَاَشْفَقَ مِنْهُ}(شعب الایمان للبیہقی ج۶ص۱۹۸)

﴿ت﴾حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب رمضان آتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک رنگ بدل جاتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازیں زیادہ ہو جاتیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں خوب گریہ وزاری فرماتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا خوف ہوتا (کہ حقوق خداوندگی کی ادائیگی میں کچھ کمی نہ ہو سکے)

توضیح:خوف الٰہی رب تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے جو مقربین بارگاہ الٰہی کو عطا ہوتا ہے،اور میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تو سید المقربین ہیں۔

(۳){عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِیزَرَهٗ وَاَحْیٰی لَیْلَهٗ وَاَیْقَظَ اَهْلَهٗ}(صحیح بخاری ج۱ص۲۷۱)

(صحیح مسلم ج۱ص۳۷۲-سنن نسائی ج۱ص۱۸۶-سنن ابی داؤد ص۱۹۵)

﴿ت﴾حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب رمضان کا عشرہ اخیرہ آتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبادت کے لیے تیار ہو جاتے،اور اپنی رات کو عبادت میں گذارتے اور اپنے اہل خانہ کو (خدا کی عبادت کے لیے) بیدار فرماتے۔

توضیح:امام نووی نے (احیی لیلہ) کی تشریح میں شرح مسلم میں تحریر فرمایا:

{ای استغرقه بالسهر فی الصلوٰة وغیرها}(شرح نووی ج۱ص۳۷۲)

〈ت〉یعنی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار رہ کر ساری رات کو نماز وغیرہ عبادتوں میں مشغول رکھتے۔

توضیح:امام نووی کی مراد یہ ہے کہ رات کے اکثر حصہ میں عبادتیں فرماتے ،کیوں کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی ،اور تہجد کے لیے سونا لازم ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین انتہائی پابندی کے ساتھ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریق کار کی پیروی کرنے والے تھے۔وہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کاملہ پر عمل کرتے ہوئے شب بیداری کیا کرتے ،جیسا کہ متعدد صحابہ کرام نے ممانعت سے پہلے صوم وصال میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع کی کوشش کی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا،تب صحابہ کرام نے صوم وصال ترک کردیا۔

(۴){عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیدَ یَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ:کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْتَهِدُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَایَجْتَهِدُ فِی غَیْرِہٖ}

(صحیح مسلم ج۱ص۳۷۲)

〈ت〉ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضوراقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کی اتنی کوشش فرماتے کہ اس کے علاوہ میں اتنی کوشش نہ فرماتے۔

توضیح: حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادتیں ،رمضان اورخاص کر رمضان کے آخری عشرہ میں دیگر مہینوں اوردوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی۔غیر رمضان میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت بہت زیادہ ہوتی تھی۔کسی کی عبادت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کے برابر نہیں ہوسکتی۔باب اول اس امر کی تفصیل مرقوم ہے۔

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{ولاشک ان من اعتقد رجحان عمله علیٰ عمل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فهو کافر} (الحدیقۃ الندیہ ج۱ص۲۳۶)

〈ت〉 اس میں کوئی شک نہیں کہ جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل پر اپنے عمل کے راجح ہونے (غالب ہونے) کا اعتقاد رکھے، وہ کافر ہے۔

توضیح: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول مخلوق ہیں اور ابتدائے خلق سے تا قیامت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت جاری ہے۔ عالم ارواح میں آپ کی عبادت کا ثبوت ہے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام عالم برزخ میں بھی عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

شب معراج کی روایت میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے مقبرہ میں نماز ادا فرمانے اور مسجد اقصیٰ میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں تمام انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے نماز ادا کرنے کا ذکر ہے۔ حج کے موقع پر حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حج بیت اللہ کو تشریف لانا وغیرہا عبادات دلائل صحیحہ سے ثابت ہیں۔

عہد رسالت میں بھی نماز تراویح کا خاص اہتمام ہوتا۔ بہت سے لوگ جماعت کے ساتھ تراویح ادا کرتے، بہت سے صحابہ تنہا ادا کرتے۔ یہ سب ترغیب نبوی کا نتیجہ تھا۔

فرقہ وہابیہ کے امام اکبر، ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے لکھا:

{وکان الناس یصلون علیٰ عهده صلی اللّٰہ علیه وسلم فی المسجد فرادی وجماعات} (مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۱ص۱۸۱)

〈ت〉 حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں صحابہ کرام مسجد نبوی کے اندر نماز تراویح جماعتوں کے ساتھ اور تنہا تنہا ادا کرتے۔

توضیح: صلوٰۃ اللیل اور نماز تہجد وغیرہا نفل نمازوں کو صحابہ کرام عموما اپنے گھروں میں ادا فرماتے، لیکن نماز تراویح کے لیے بہت سے لوگ مسجد بھی جاتے تھے۔ چند دنوں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں بھی صحابہ کرام نے نماز تراویح ادا کی تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز تراویح ادا کرنے کی حدیث، جو صحیح بخاری میں منقول ہے، اس کی توضیح کرتے ہوئے امام کرمانی نے رقم فرمایا:

(قال ابن بطال: وفيه ان قيام رمضان سنة بالجماعة–وليس كما زعم بعضهم انه سنة عمر} (شرح کرمانی علی البخاری ج۳ص۱۸۹جز۶)

﴿ت﴾ محدث ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث میں یہ موجود ہے کہ نماز رمضان (تراویح) جماعت کے ساتھ سنت (نبوی) ہے، اور ویسا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ (جماعت تراویح) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔

توضیح: مذکورہ بالا احادیث واقوال کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ تراویح ایک مستقل نماز ہے۔ احادیث نبویہ میں قیام رمضان کے لفظ سے اس کا تذکرہ آیا ہے۔ عہد رسالت میں بھی تراویح جماعت کے ساتھ مسجد نبوی میں ادا کی جاتی تھی۔ ہاں، مستقل جماعت کا التزام عہد فاروقی سے شروع ہوا۔ تراویح کی کیفیت بھی صلوٰۃ اللیل، نماز وتر اور نماز تہجد سے مختلف تھی۔ نماز رمضان (تراویح) رات کے ایک بڑے حصہ کو محیط ہوتی۔

بیس کے عدد کی خصوصیت

حدیث ابن عباس میں نماز تراویح کو ابتدائی عہد اسلام کے قیام اللیل کے مشابہ بتایا گیا۔ تراویح کے لیے بیس رکعات متعین ہوئیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیس کے عدد کو کچھ خصوصیت وفضیلت حاصل ہے۔ چند روایات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) **{عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِينَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ}**

(سنن ترمذی ج۱ص۹۸-سنن ابن ماجہ۹۸)

﴿ت﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس شفیع

محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھے، رب تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

(۲) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری کا آخری اعتکاف بیس دن مکمل فرمایا۔

{عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِی کُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَیَّامٍ–فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الَّذِی قُبِضَ فِیهِ اِعْتَکَفَ عِشْرِینَ}

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۴)

〈ت〉 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرماتے، پھر جب وہ سال آیا جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔

(۳) جس طرح بیس کا عدد ہے، اسی طرح رب تعالیٰ کو وتر کا عدد پسند ہے۔

{عَنْ عَلِیٍّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَفَاَوْتِرُوا یَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ} (سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۰۳–سنن ابی داؤد ص ۲۰۰)

〈ت〉 حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب تعالیٰ وتر (ایک) ہے، اور وتر کو پسند فرماتا ہے، اے مسلمانو! تم وتر نماز پڑھو۔

عہد نبوی میں تراویح کی کیفیت

سلفیان زمانہ اتباع نبوی کا دعویٰ باطل کرتے ہوئے آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، اور مسجدوں سے ایسا بھاگتے ہیں، جیسا کہ سیلاب آنے والا ہو۔ عوام الناس کا وہ طبقہ جو تساہل اور اعمال میں آسانیوں کا طلب گار ہے، وہ بھی آسانی او رسہولت دیکھتے ہوئے

سلفیوں کے ساتھ جا ملتے ہیں۔ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا:

آہ اسلام! تیرے چاہنے والے نہ رہے　　جس کا تو چاند تھا،افسوس وہ ہالے نہ رہے

اہل سنت وجماعت کی مساجد میں ابھی لوگ مشغول عبادت ہی رہتے ہیں کہ سلفی مسجدیں خالی ہو جاتی ہیں،اور سلفی لوگ یاد خدا سے الگ ہو کر دیگر کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں،حالاں کہ عہد رسالت وعہد صحابہ میں بھی رمضان کی راتوں کو عبادت کی رات سمجھا جاتا تھا اور لوگ ہر رات شب بیداری کیا کرتے۔تراویح میں بڑی اور طویل سورتیں پڑھتے، قریب الفجر گھروں کو واپس ہوتے۔سحری کھاتے اور اس کے بعد نماز فجر ادا کرتے۔

تراویح کی روایتوں میں تین لفظ (۱)مئین (۲)بزوغ الفجر اور (۳)فلاح کا استعمال آیا ہے۔ان الفاظ کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

تشریح مئین

ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا:

{قال ابن حجر:ای بالسور التی یزید کل منها علٰی مائة اٰیة}

(مرقاۃ المفاتیح ج۳ص۳۴۳)

〈ت〉علامہ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے کہا کہ مئین سے وہ سورتیں مراد ہیں جو سو سے زائد آیات پر مشتمل ہوں۔

تشریح بزوغ الفجر

امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{قال الباجی:ھی اوائله واول ما یبدو منه}

(تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک ص۱۳۸-دار الندوۃ الجدیدہ بیروت)

〈ت〉امام ابوالولید باجی مالکی (۴۰۳ھ-۴۷۴ھ) نے فرمایا کہ بزوغ فجر، وہ فجر کا

ابتدائی حصہ ہے، اوراول حصہ جوظاہر ہوتا ہے (یعنی جسے صبح کاذب کہا جاتا ہے)

تشریح فلاح

حضرت جبیر بن نفیر تابعی رضی اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ میں نے فلاح کے بارے میں حضرت ابوذر غفاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا:

{قلت: ما الفلاح–قال: السحور} (سنن ابی داؤد ص۱۹۵)

〈ت〉میں نے دریافت کیا کہ فلاح کیا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سحور ہے۔

توضیح: سحور کو اہل ہند سحری کہتے ہیں۔ روزہ دار جو کھانا فجر سے قبل کھائے، وہ سحور ہے۔

احادیث مقدسہ میں تراویح کی کیفیت

(ا){عَنْ نُعَيْمِ بْنِ زِيَادٍ اَبِى طَلْحَةَ قَالَ سَمِعْتُ نُعْمَانَ بْنِ بَشِيرٍ عَلٰى مِنْبَرِ حِمْصَ يَقُولُ: قُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى شَهْرِ رَمَضَانَ لَيْلَةَ ثَلٰثٍ وَعِشْرِينَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ ثُمَّ قُمْنَا مَعَهُ لَيْلَةَ خَمسٍ وَعِشْرِينَ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ قُمْنَا مَعَهُ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْ لَانُدْرِكَ الْفَلَاحَ وَكَانُوا يَسُمُّونَهُ السُّحُورَ} (سنن النسائی ج۱ص۱۸۳–مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۴)

〈ت〉حضرت نعمان بن بشیر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمص کے منبر پر فرمار ہے تھے کہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان میں تیئیسویں رات کو، رات کی پہلی تہائی (ثلث اول) تک نماز رمضان پڑھے، پھر ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں پچیسویں رات کو نصف لیل تک نماز پڑھے، پھر ہم لوگ ستائیسویں رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز رمضان پڑھے، یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ ہم لوگ فلاح (سحری) کو نہ پاسکیں گے اور فلاح کو لوگ سحور (سحری) کہا کرتے تھے۔

(۲){عَنْ جُبَيْرِبْنِ نُفَيْرٍعَنْ اَبِى ذَرٍّ قَالَ: صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا حَتّٰى بَقِىَ سَبْعٌ مِنَ الشَّهْرِفَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا فِى السَّادِسَةِ فَقَامَ بِنَا فِى الخَامِسَةِ حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَوْ نَفَّلْتَنَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِنَا هٰذِهٖ قَالَ: اِنَّهٗ مَنْ قَامَ مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ قِيَامَ لَيْلَةٍ ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ بِنَا وَلَمْ يَقُمْ حَتّٰى بَقِىَ ثَلٰثٌ مِنَ الشَّهْرِ فَقَامَ بِنَا فِى الثَّالِثَةِ–وَجَمَعَ اَهْلَهٗ وَنِسَاءَهٗ حَتّٰى تَخَوَّفْنَا اَنْ يَفُوتَنَا الْفَلاَحَ–قُلْتُ: وَمَا الْفَلاَحُ–قَالَ: السُّحُورُ} (سنن النسائی ج۱ص۱۸۲)

(سنن ابی داؤدص۱۹۵–مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۴)

〈ت〉حضرت ابوذ رغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان میں روزہ رکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نفل (تراویح) نہیں پڑھائی، یہاں تک کہ ماہ رمضان کی سات راتیں باقی رہ گئیں ،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نفل پڑھائی، یہاں تک کہ رات کا تہائی حصہ گزر گیا، پھر چھٹی رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نفل نہیں پڑھائی، پس پانچویں رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نفل پڑھائی، یہاں تک کہ رات کا نصف حصہ گزر گیا، پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں اس رات کے باقی حصے میں نفل پڑھاتے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو امام کے ساتھ نماز پڑھا، یہاں تک امام چلا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ساری رات کی شب بیداری کا ثواب عطا فرماتا ہے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نفل نہیں پڑھائی اور ہمارے ساتھ شب بیداری نہ فرمائی، یہاں تک کہ ماہ رمضان کی تین راتیں باقی رہ گئیں، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسری رات کو ہمیں نفل نماز پڑھائی اور اپنے اہل خانہ اور ازواج مطہرات کو جمع فرمایا،

یہاں تک کہ ہمیں فلاح کے چھوٹ جانے کا خوف ہوا۔ میں (جبیر بن نفیر) نے دریافت کیا کہ فلاح کیا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سحری۔

(۳){عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عِرَاکِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ اَبِیهِ قَالَ: اَدْرَکْتُ النَّاسَ فِی شَهْرِ رَمَضَانَ یَرْبِطُونَ لَهُمُ الْحِبَالَ یَسْتَمْسِکُونَ بِهَا مِنْ طُولِ الْقِیَامِ}

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۲)

〈ت〉 حضرت عبدالرحمٰن بن عراک بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ میں نے ماہ رمضان میں لوگوں کو پایا کہ وہ اپنے لیے (شکم پر) رسیاں باندھتے، رسیوں کے ذریعہ طول قیام کی قوت حاصل کرتے۔

(۴){قَالَ مَالِکٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی بَکْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ اَبِی یَقُولُ: کُنَّا نَنْصَرِفُ فِی رَمَضَانَ مِنَ الْقِیَامِ فَنَسْتَعْجِلُ الْخَدَمَ بِالسُّحُورِ مَخَافَةَ الْفَجْرِ}

(مؤطا امام مالک ص۱۳۸-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۳)

(شرح السنہ للبغوی ج۲ص۵۱۲)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا۔ ہم لوگ رمضان میں نماز تراویح سے واپس آتے تو فجر (طلوع ہونے) کے خوف سے خادموں کو سحری میں جلد بازی کرنے کہتے۔

(۵){عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ: سَمِعْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ یَقُولُ: دَعَانِی عُمَرُ لِاَتَغَدّٰی عِنْدَهُ قَالَ اَبُوبَکْر: یَعْنِی اَلسُّحُورَ فِی رَمَضَانَ فَسَمَّعَهُ هَیْعَةَ النَّاسِ حِینَ خَرَجُوا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ: مَا هِیَ؟ قَالَ: هَیْعَةُ النَّاسِ حَیْثُ خَرَجُوا مِنَ الْمَسْجِدِ-قَالَ: مَا بَقِیَ مِنَ اللَّیْلِ خَیْرٌ مِمَّا ذَهَبَ مِنْهُ} (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۶)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اپنے پاس کھانے کی دعوت دی۔ حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے کہا کہ

مراد رمضان میں (روزہ کی) سحری ہے، پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لوگوں کی آواز سنائی جب کہ لوگ مسجد سے نکلے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا: یہ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا: مسجد سے نکلنے کے وقت لوگوں کی آواز ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رات کا جو حصہ باقی رہ گیا، رات کے اس حصے سے بہتر ہے جو گزر گیا۔

تراویح کی وجہ تسمیہ

نماز تراویح میں طول قیام کی وجہ سے ہر چار رکعت کے بعد ایک وقفہ رکھا گیا ہے، جس کو ترویحہ کہا جاتا ہے۔ اسی کی مناسبت سے نماز رمضان کا نام صلوٰۃ التراویح ہوا۔

تراویح، ترویحہ کی جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر ہوتا ہے، اور تین ترویحہ کے لیے کم از کم بارہ رکعت چاہیے۔ ہر چار رکعت پر ایک ترویحہ ہوگا۔

وہابیہ جو نماز تراویح آٹھ رکعت پڑھتے ہیں اور اس کا نام صلوٰۃ التراویح رکھتے ہیں، وہ غلط ہے۔ نحوی قانون اور عربی قاعدہ کے اعتبار سے اس کا نام صلوٰۃ الترویحتین ہونا چاہیے، کیوں کہ آٹھ رکعت میں صرف دو ترویحہ ہوں گے۔ ایک ترویحہ چار رکعت کے بعد، دوسرا ترویحہ آٹھ رکعت کے بعد۔

صلوٰۃ التراویح کا نام خود بتا رہا ہے کہ نماز تراویح، آٹھ رکعت سے زائد ہے۔ عہد فاروقی سے باضابطہ طور پر ترویحہ کا رواج قائم ہوا جو آج تک اہل اسلام کے یہاں جاری ہے۔

{عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُرَوِّحُنَا فِي رَمَضَانَ يَعْنِي بَيْنَ التَّرْوِيحَتَيْنِ قَدْرَ مَا يَذْهَبُ الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ اِلٰى سَلْعٍ–كَذَا قَالَ،وَلَعَلَّهُ اَرَادَ مَنْ يُصَلِّي بِهِمُ التَّرَاوِيحَ بِاَمْرِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَاللّٰهُ اَعْلَمُ} (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ ص۶۲)

〈ت〉حضرت زید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں ہمیں آرام کا موقع دیتے تھے، یعنی دو ترویحہ کے درمیان اتنا وقت کہ آدمی مسجد نبوی سے سلع پہاڑی تک چلا جائے۔امام بیہقی نے فرمایا کہ راوی نے ایسا ہی کہا اور شاید اس کی مراد یہ ہے کہ جو انہیں تراویح پڑھاتے تھے، وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے راحت کا موقع دیتے تھے: واللہ اعلم بالصواب

نماز تراویح اور نماز تہجد

عہد رسالت یا عہد صحابہ میں جو ماہ رمضان میں شب بیداری ہوتی تھی۔عہد حاضر کے اعتبار سے اس کی نوعیت کچھ مختلف تھی۔عہد رسالت وعصر صحابہ میں نماز عشا کے بعد کچھ دیر سوتے۔اس کے بعد بیدار ہو کر تراویح پڑھتے، تاکہ ترک تہجد لازم نہ آئے، کیوں کہ بغیر سوئے تہجد نہیں ہے۔اب بیدار ہونے کے بعد نماز فجر تک بیدار ہی رہتے۔

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ (۱۵۹ھ-۲۳۵ھ) نے رقم فرمایا:

{حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ: كَانُوا يَنَامُونَ نَوْمَةً قَبْلَ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ} (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۶)

〈ت〉محدث شعبہ بن حجاج بصری (۸۲ھ-۱۶۰ھ) نے حکم سے روایت کیا کہ لوگ رمضان میں نماز تراویح پڑھنے سے پہلے تھوڑا سا سو لیتے تھے۔

بیس رکعت تراویح پر اجماع امت

ان شاء اللہ تعالیٰ باب ششم میں فقہائے اربعہ کے اقوال، تراویح ورکعات تراویح سے متعلق تحریر کیے جائیں گے۔ابھی صرف وہ اقوال تحریر کیے جا رہے ہیں جن سے بیس رکعت تراویح پر اجماع امت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

(۱)امام قسطلانی شافعی (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{والمعروف وھوالذی علیہ الجمھور-انہ عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات وذلک خمس ترویحات-کل ترویحۃ اربع رکعات بتسلیمتین غیر الوتر-وھو ثلاث رکعات}(ارشادالساری بشرح البخاری ج۴ص۶۵۷)

〈ت〉 مشہور ہے اور اسی پر جمہور علما ہیں کہ تراویح بیس رکعت ہے، دس سلام کے ساتھ، اور پانچ ترویحہ ہیں (یعنی ہر چار رکعت پر ایک وقفہ ہے)، ہر ترویحہ دو سلام کے ساتھ چار رکعت ہے (یعنی دو دو رکعت نماز تراویح ہے) وتر کے علاوہ، اور وتر تین رکعت ہے۔

(۲)**{وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاجماع}**

(ارشادالساری بشرح البخاری ج۴ص۶۵۷)

〈ت〉 حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جو ہوا (یعنی بیس رکعت تراویح جماعت کے ساتھ)، اسے لوگوں نے اجماع کی طرح شمار کیا ہے۔

(۳)علامہ بدرالدین عینی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{قال ابن عبد البر:وھوقول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون و الشافعی واکثر الفقھاء وھوالصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابۃ}(عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷)

〈ت〉 محدث ابن عبدالبر مالکی قرطبی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے فرمایا کہ (بیس رکعت تراویح) یہی جمہور علما کا قول ہے اور فقہائے کوفہ اور امام شافعی اور اکثر فقہا نے یہی قول (بیس رکعت تراویح کا قول) کیا ہے، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہی (بیس رکعت) صحیح روایت ہے، صحابہ کرام کے اختلاف کے بغیر۔

توضیح: بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام کا بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۴)امام ترمذی نے رقم فرمایا:

{اختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرای بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینة والعمل علیٰ هذا عندهم بالمدینة–واکثر اهل العلم علٰی ما روی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عشرین رکعة–وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی–وقال الشافعی:وهکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة}(سنن ترمذی ج ا ص ۱۶۶)

〈ت〉نماز رمضان (تراویح) کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے، پس بعض علما نے فرمایا کہ وتر کے ساتھ اکتالیس رکعت پڑھی جائے گی، اور یہی قول اہل مدینہ منورہ کا ہے، اور مدینہ مطہرہ میں ان کے نزدیک اسی پر عمل ہے، اور اکثر علما اس پر ہیں جو حضرت فاروق اعظم وحضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے علاوہ صحابہ کرام سے بیس رکعت مروی ہے، اور یہی سفیان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک اور امام شافعی کا قول ہے، اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اسی طرح اپنے شہر مکہ میں پایا کہ لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔

(۵) وہابیہ کے امام معتمد ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے لکھا:

{فانه قد ثبت ان ابی ابن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعة فی قیام رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیرمن العلماء ان ذلک هو السنة لانه اقامه بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر}(مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۶۸)

〈ت〉یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے، اور تین رکعت وتر پڑھاتے، پس اکثر علما نے فرمایا کہ یہ سنت ہے، کیوں کہ اس بیس رکعت تراویح کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ مہاجرین وانصار کے درمیان قائم کیا اور کوئی منکر اس کا انکار نہیں کیا۔

توضیح: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجماع صحابہ بیس رکعت تراویح

جماعت کے ساتھ عہد فاروقی میں پڑھایا کرتے اور کوئی انکار نہیں کرتا۔گویا کہ بیس رکعت پر سب متفق ہوگئے اور اسی کا نام اجماع ہے۔کسی بھی فرد کو اجماع کی خلاف ورزی کا حق مذہب اسلام میں نہیں ہے۔

(۶)علامہ بدرالدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے رقم فرمایا:

{ان عددها عشرون رکعة–وبه قال الشافعی واحمد ونقله القاضی عن جمهور العلماء} (عمدۃ القاری ج۷ص۱۷۸)

﴿ت﴾تراویح بیس رکعت ہے،اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسی کا قول کیا اور قاضی عیاض نے جمہور علما کی نسبت سے اسے نقل کیا۔

توضیح: جمہور علما کے یہاں بیس رکعت تراویح ہے۔

(۷)محدث بدرالدین عینی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے مزید تحریر فرمایا:

{وعند مالک ستة وثلثون رکعة غیر الوتر–احتج علٰی ذلک بعمل اهل المدینة–واحتج اصحابنا والشافعیة والحنابلة بما رواه البیهقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید الصحابی قال: کانوا یقومون علٰی عهد عمر رضی اللّٰه عنه بعشرین رکعة وعلٰی عهد عثمان وعلی رضی اللّٰه عنهم– وفی المغنی عن علی انه امر رجلًا ان یصلی بهم فی رمضان بعشرین رکعة قال: وهذا کالاجماع} (عمدۃ القاری ج۷ص۱۷۸)

﴿ت﴾حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تراویح چھتیس رکعت ہے،وتر کے علاوہ،اورانہوں نے اہل مدینہ کے عمل سے اس پر استدلال کیا اور ہمارے اصحاب حنفیہ اور شوافع اور حنبلیوں نے اس سے استدلال کیا جو امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے،اور عہد عثمانی اور عہد علوی میں (بیس

رکعت پڑھتے تھے)،اور مغنی (المغنی مع الشرح الکبیرلابن قدامۃ الحنبلی م ۶۲۰ھ ج اص ۷۹۹)میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھائے ،اور صاحب مغنی نے فرمایا کہ یہ اجماع کی طرح ہے۔

(۸)عثمان بن سعید حنفی کماخی (م ۱۱۷۱ھ) نے رقم فرمایا:{**ویکفینا ما رواہ البیھقی فی المعرفۃ باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال:کنا نقوم زمن عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر–فھذا کالاجماع من غیرنکیرمنکر فی ھذا الاجتماع**}(المہیاءفی کشف اسرارالمؤطاءج اص ۴۶۷)

﴿ت﴾ہمارے لیے وہ کافی ہے جسے امام بیہقی نے (معرفۃ الآثاروالسنن)میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سائب بن یزیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم لوگ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح اوروتر پڑھتے تھے ،پس یہ اجماع کی طرح ہے،اس اجماع میں بغیرکسی منکر کے انکار کے۔

توضیح: یہ اجماع بیس رکعت پر ہے۔اہل مدینہ بھی بعدمیں چھتیس رکعت چھوڑکر بیس رکعت پڑھنے لگے ۔امام غزالی نے لکھا کہ امت ایک لمحہ کے لیے بھی کسی مسئلہ پرمتفق ہو جائے تو یہ اجماع ہےاوراس کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی۔(المستصفیٰ ج اص ۱۴۲)

کتب فقہ اربعہ میں بیس رکعت تراویح

(۱)امام محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی شافعی (م ۷۸۰ھ) نےتحریرفرمایا:

{**ومن السنن صلاۃ التراویح فی شھر رمضان عند ابی حنیفۃ والشافعی واحمد وھی عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات–وفعلھا فی الجماعۃ افضل**}

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ ج اص ۵۶-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾مسنون نمازوں میں سے ماہ رمضان میں نماز تراویح ہے امام ابوحنیفہ،امام

شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے یہاں، اور یہ دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے، اور اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے۔

(۲){وحکی عنه ان التراويح ست وثلثون ركعة}

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ ج۱ص۵۶)

〈ت〉امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تراویح چھتیس رکعت ہے۔

توضیح: اہل مدینہ کے عمل کے سبب امام مالک کے یہاں تراویح چھتیس رکعت ہے۔

(۳)علامہ عبدالرحمٰن جزری (۱۲۹۹ھ-۱۳۶۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{قد ثبت ان صلٰوة التراويح عشرون ركعة سوى الوتر}

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج۱ص۳۴۲-دار الفکر بیروت)

〈ت〉ثابت ہو چکا ہے کہ نماز تراویح، وتر کے علاوہ بیس رکعت ہے۔

(۴)وزارت اوقاف کویت سے شائع ہونے والی فقہی انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

{فذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والشافعية والحنابلة وبعض المالكية الٰى ان التراويح عشرون ركعة لما رواه مالك عن يزيد بن رومان والبيهقى عن السائب بن يزيد من قيام الناس فى زمان عمر رضى الله عنه بعشرين ركعة وجمع عمر الناس علٰى هذا العدد من الركعات جمعا مستمرًّا -قال الكاسانى: جمع عمرُ اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى شهر رمضان علٰى ابى بن كعب رضى الله عنه فصلّٰى بهم عشرين ركعةً ولم ينكر عليه احد فيكون اجماعًا منهم علٰى ذلك(بدائع الصنائع ج ا ص ۲۸۸)وقال الدسوقى: كان عليه عمل الصحابة والتابعين(حاشية الدسوقى علـى الشرح الكبير ج ا ص ۳۱۵)وقال ابن عابدين: عليه عمل الناس شرقًا وغربًا(ردالمحتار ج ا ص ۴۷۴)وقال على السنهورى: هو الذى عليه عمل

الناس واستمر الٰی زماننا فی سائر الامصار–وقال الحنابلة:وھذا فی مظنة الشھرة بحضرة الصحابة فکان اجماعًا والنصوص فی ذلک کثیرة}

(الموسوعۃ الفقہیہ ج۲۷ص۱۴۱–وزارت اوقاف کویت)

〈ت〉 پس احناف،شوافع اور حنابلہ کے جمہور فقہا اور بعض مالکی فقہا کا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے،اس کی وجہ سے جو امام مالک نے یزید بن رومان سے اور امام بیہقی نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگوں کے بیس رکعت نماز تراویح پڑھنے کی روایت کی،اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو رکعات کی اس تعداد(۲۰)پر ہمیشہ کے لیے جمع فرما دیا۔

ملک العلما مولیٰ علاء الدین کاسانی حنفی نے فرمایا:حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ماہ رمضان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرما دیا،پس حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے اوران میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا،پس یہ صحابہ کرام کی جانب سے بیس رکعت پر اجماع ہو گیا اور علامہ عرفہ دسوقی مالکی نے فرمایا کہ اسی(بیس رکعت)پر صحابہ کرام اور تابعین کا عمل تھا اور علامہ ابن عابدین شامی حنفی نے فرمایا کہ اسی(بیس رکعت)پر شرق وغرب میں مسلمانوں کا عمل ہے اور علی سنہوری مالکی مصری(م۸۸۹ھ)نے کہا کہ یہی(بیس رکعت)ہے جس پر مسلمانوں کا عمل ہے اور ہمارے زمانے تک تمام شہروں میں جاری ہے اور حنبلی فقہا نے کہا کہ یہ(بیس رکعت)صحابہ کی موجودگی میں شہرت کی منزل میں ہے،پس یہ اجماع ہو گیا اور نصوص(احادیث واقوال)اس بارے میں بہت ہیں۔

(۵)علامہ عبدالرحمٰن جزری(۱۲۹۹ھ-۱۳۶۰ھ)نے رقم فرمایا:

{قد ثبت کونھا سنةً فی جماعة بفعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقد روی الشیخان انه صلی اللّٰه علیه وسلم خرج من جوف اللیل لیالی من

رمضان وهی ثلاث متفرقة—ليلة الثالث والخامس والسابع والعشرين وصلى الناس بصلاته فيها وكان يصلی بهم ثمان ركعات ويكملون باقيها في بيوتهم فكان يسمع لهم ازيز كازيز النحل—ومن هذا تَبَيَّنَ ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم سن لهم التراويح والجماعة فيها ولكنه لم يصل بهم عشرين ركعة كما جرىٰ عليه العمل من عهد الصحابة ومن بعدهم الى الأن ولم يخرج اليهم بعد ذلک خشية ان تفرض عليهم كما صرح به فی بعض الروايات—ويتبين ايضًا ان عددها ليس مقصورًا علىٰ ثمان ركعات التی صلاهابهم بدليل انهم كانوا يكملونها فی بيوتهم—وقد بين فعل عمر رضی اللّٰه عنه ان عددها عشرون}(الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج۱ص۳۴۱)

‹ت› حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے تراویح کا جماعت کے ساتھ سنت ہونا ثابت ہو چکا ہے، پس امام بخاری وامام مسلم نے روایت کیا کہ حضور اقدس سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے درمیانی حصے میں رمضان میں چند رات تشریف لائے، اور وہ تین متفرق راتیں تھیں۔ تئیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں رات، اور صحابہ کرام نے ان راتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں آٹھ رکعت نماز پڑھاتے تھے، اور باقی رکعات (۱۲رکعات) صحابہ اپنے گھروں میں پڑھتے تھے ، پس ان کی آواز، شہد کی مکھیوں کی آواز کی طرح سنی جاتی، اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح اور جماعت تراویح کو ان کے لیے سنت قرار دیا۔

لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بیس رکعت نہیں پڑھایا، جیسا کہ عہد صحابہ اور اس کے مابعد سے (عہد تابعین سے مسلسل) اب تک اس پر عمل جاری ہے (بیس رکعت تراویح پر عمل جارہی ہے)، اور اس (چند رات) کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف نہ لائے، اس خوف سے کہ ان پر تراویح فرض نہ ہو جائے، جیسا کہ بعض روایات میں

اس کی صراحت آئی، اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تراویح کی مقدار ان آٹھ رکعت میں منحصر نہیں ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں پڑھائی، اس دلیل سے کہ وہ لوگ اسے اپنے گھروں میں مکمل کرتے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل نے ظاہر کر دیا کہ تراویح کی مقدار بیس رکعت ہے۔

(۶) علامہ یعقوب بن سید علی (م۹۳۱ھ) نے رقم فرمایا:

{(یتطوع فی لیالی شهر رمضان بعشرین رکعة سوی الوتر) اراد به صلوٰة التراویح} (مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام ص۱۳۱)

〈ت〉 ماہ رمضان کی راتوں میں وتر کے علاوہ بیس رکعت نفل پڑھی جائے گی۔ اس نفل سے مراد نماز تراویح ہے۔

(۷){(فقد کانت الصحابة رضی اللّٰه عنهم یفعلون ذلک) ای ختم القراٰن فی التراویح (وکانوا) ای الصحابة (لاینصرفون) عن التراویح (الا فی بزوغ الفجر) ای طلوعه} (مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام ص۱۳۱)

〈ت〉 پس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تراویح میں ختم قرآن کیا کرتے اور تراویح سے قریب الفجر واپس آتے۔

توضیح: نماز تراویح میں ختم قرآن کا طریقہ صحابہ کرام کے عہد سے جاری ہے۔

باب دوم میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نماز تراویح ماہ رمضان کی ایک خاص نماز ہے۔ صلوٰۃ اللیل، نماز تہجد اور نماز وتر کو نماز تراویح قرار دینا غلط ہے، کیوں کہ یہ تینوں نمازیں رمضان اور غیر رمضان، ہر ماہ و ہر شب کو ادا کی جاتی ہیں، جب کہ نماز تراویح صرف ماہ رمضان میں ادا کی جاتی ہے۔ نماز تراویح کے لیے خاص ترغیب احادیث مقدسہ میں وارد ہے۔

اسی باب میں بیس رکعت تراویح پر اجماع کا بیان ہے۔ اس کے ثبوت اور حوالے پیش کیے گئے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے آج تک امت مسلمہ بیس

رکعت نماز تراویح پر کاربند ہے۔عہد فاروقی میں کسی صحابی نے بیس رکعت کا انکار نہیں فرمایا۔

باب سوم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتوں پر مفصل بحث مرقوم ہے۔اصول حدیث ،اصول فقہ اورفن جرح وتعدیل کی روشنی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کوترجیح دی گئی ہے۔

<u>وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم</u>

☆☆☆☆☆

باب سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

باب سوم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تراویح پر بحث ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیس رکعت تراویح ادا فرماتے ۔حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ آٹھ رکعت تراویح ادا فرمائی تھی۔

باب سوم میں ان دونوں روایتوں سے متعلق اصول حدیث ،اصول فقہ اور فن جرح وتعدیل کی روشنی میں تفصیلی بحث مرقوم ہے۔آغاز تراویح کی بھی تحقیق رقم کی گئی ہے۔

عہد رسالت میں نماز تراویح

(۱){عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه قَالَ اِبْنُ شِهَابٍ: فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِکَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِکَ فِیْ خِلَافَةِ اَبِیْ بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا}

(صحیح بخاری ج اص ۲۶۹-جامع ترمذی ج اص ۶۷-سنن ابی داؤد ص ۱۹۴)

(صحیح مسلم ج اص ۲۵۹-السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ص ۵۳-مؤطا امام محمد ص ۱۴۲)

﴿ت﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب حاصل کرنے کی نیت کے ساتھ نوافل ادا کیا ،اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔محدث ابن شہاب زہری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ (راوی حدیث) نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا اور معاملہ ایسا ہی رہا، پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی زمانہ خلافت میں معاملہ ایسا ہی رہا۔

توضیح: عہد رسالت، عہد صدیقی اور خلافت فاروقی کے ابتدائی عہد میں بہت سے صحابہ کرام انفرادی طور پر اور بہت سے صحابہ کرام جماعت کے ساتھ نماز تراویح ادا کرتے رہے۔

اس کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں سال ہجری ۱۴ھ سے باضابطہ جماعت کے ساتھ نماز تراویح ادا کی جانے لگی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی تین دن جماعت تراویح کا ثبوت ملتا ہے۔ ذیل کی احادیث طیبہ میں اس کا ذکر ہے۔

(۲){عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى فِيْ الْمَسْجِدِ وَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلَاتِهٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلّٰى فَصَلُّوْا مَعَهٗ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَصَلُّوْا بِصَلَاتِهٖ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ،اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ:اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ}

(صحیح البخاری ج۱ص۱۵۲، ۲۶۹-صحیح مسلم ج۱ص۲۵۹-سنن نسائی ج۱ص۱۸۲)

(صحیح ابن حبان ص۳۸۷-صحیح ابن خزیمہ ج۲ص۱۰۵۵)

(سنن ابی داؤد ص۱۹۵مختصراً-مؤطاءامام محمد ص۱۴۲)

〈ت〉 حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خبر دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیانی

رات کوتشریف لے گئے ،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز (تراویح) ادا فرمائی ،اور صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ، پھر صبح کو صحابہ کرام نے (اس کا) تذکرہ کیا تو (اگلی رات کو) ان سے زیادہ لوگ جمع ہوئے ، پس ان حضرات نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادکی ، پھر صبح صحابہ کرام نے (اس بارے میں) گفتگو کی تو تیسری رات کو اہل مسجد زیادہ ہو گئے۔

پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور نماز (تراویح) ادا فرمائی تو صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا فرمائی ، پھر جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد نمازیوں کے لیے تنگ ہوگئی ، (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد تشریف نہ لائے) یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز فجر کے لیے تشریف لے گئے ، پس جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ادا فرما چکے تو صحابہ کرام کی جانب متوجہ ہوئے ، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت پڑھا ، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

امابعد! پس تمہارا مسجد میں ہونا مجھ سے پوشیدہ نہیں تھا ، لیکن مجھے خوف ہوا کہ یہ نماز (تراویح) تم پر فرض کر دی جائے ، پھر تم اس (کی ادائیگی) سے قاصر رہو ، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور معاملہ ایسا ہی رہا۔

(۳){عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِعَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى وَذٰلِکَ فِيْ رَمَضَانَ}

(صحیح البخاری ج ۱ص ۱۵۲، ۲۶۹-السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ص ۵۵)

〈ت〉حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں یہ نماز پڑھی۔

(۴){عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ مِنَ الشَّهْرِفَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا

فِیْ السَّادِسَةِ وَقَامَ بِنَا فِی الْخَامِسَةِ حَتّٰی ذَهَبَ شَطْرُ اللَّیْلِ فَقُلْنَا: یَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ! لَوْ نَفَّلْتَنَا بَقِیَّةَ لَیْلَتِنَا هٰذِهٖ فَقَالَ: اِنَّهٗ مَنْ قَامَ مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ، کُتِبَ لَهٗ قِیَامُ لَیْلَةٍ، ثُمَّ لَمْ یُصَلِّ بِنَا حَتّٰی بَقِیَ ثَلٰثٌ مِنَ الشَّهْرِ وَصَلّٰی بِنَا فِیْ الثَّالِثَةِ وَدَعٰی اَهْلَهٗ وَنِسَائَهٗ فَقَامَ بِنَا حَتّٰی تَخَوَّفْنَا الْفَلَاحَ - قُلْتُ لَهٗ: مَا الْفَلَاحُ؟ قَالَ السَّحُوْر} (حسن صحیح) (ترمذی ج ۱ ص ۱٦٦)

(سنن الدارمی ج ۲ ص ۲٦ - دارالفکر بیروت - السنن الصغریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۷۷)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴ - شرح السنۃ للبغوی ج ۲ ص ۵۱۱)

(صحیح ابن حبان ص ۳۹۷ - سنن ابن ماجہ ص ۹۴ - سنن ابی داؤد ص ۱۹۵)

(صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۱۰۵۵ - سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۲)

﴿ت﴾ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ (ماہ رمضان میں) روزہ رکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نفل (تراویح) نہ پڑھائی، یہاں تک کہ ماہ رمضان کی سات راتیں باقی رہ گئیں، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نفل پڑھائی، یہاں تک کہ رات کا تہائی حصہ گزر گیا، پھر چھٹی رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نفل نہ پڑھائی، پس پانچویں رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نفل پڑھائی، یہاں تک کہ رات کا نصف حصہ گزر گیا، پس ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں اس رات کے باقی حصے میں نفل پڑھاتے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو امام کے ساتھ نماز پڑھا، یہاں تک امام چلا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ساری رات کی شب بیداری کا ثواب عطا فرماتا ہے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نفل نہ پڑھائی اور ہمارے ساتھ شب بیداری نہ فرمائی، یہاں تک کہ ماہ رمضان کی تین راتیں باقی رہ گئیں، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے تیسری رات کو ہمیں نفل نماز پڑھائی اور اپنے اہل خانہ اور ازواج مطہرات کو بلایا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز نفل پڑھائی، یہاں تک کہ ہمیں فلاح کے چھوٹ جانے کا خوف ہوا۔ میں (جبیر بن نفیر) نے دریافت کیا کہ فلاح کیا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سحری۔

(۵){عَنْ نُعَيْمِ بْنِ زِيَادٍ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ: سَمِعْتُ نُعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ عَلٰى مِنْبَرِ حِمْصَ يَقُوْلُ: قُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ لَيْلَةَ ثَلٰثٍ وَعِشْرِيْنَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ ثُمَّ قُمْنَا مَعَهُ لَيْلَةَ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ قُمْنَا مَعَهُ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْ لَانُدْرِكَ الْفَلَاحَ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَهُ السُّحُوْرَ}(سنن النسائی ج اص ۱۸۲)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۴-صحیح ابن خزیمہ ج ۲ص ۱۰۵۴)

﴿ت﴾ حضرت نعمان بن بشیر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمص کے منبر پر فرمارہے تھے کہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں ماہ رمضان میں تئیسویں رات کو، رات کی پہلی تہائی (ثلث اول) تک نفل پڑھے، پھر ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں پچیسویں رات کو نصف لیل تک نماز پڑھے، پھر ہم لوگ ستائیسویں رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز رمضان پڑھے، یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ ہم لوگ فلاح (سحری) کو نہ پاسکیں گے اور فلاح کو لوگ سحور (سحری) کہا کرتے تھے۔

توضیح: مرقومہ بالا احادیث مبارکہ سے صراحتاً ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جماعت کے ساتھ نماز تراویح تین رات یعنی تئیسویں (۲۳) پچیسویں (۲۵) اور ستائیسویں (۲۷) شب رمضان کو ادا کیا۔ اس کے بعد انتیسویں (۲۹) شب کو بھی مسجد نبوی میں کثیر تعداد میں صحابہ کرام کا اجتماع ہوا، لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کاشانہ مبارک سے تشریف نہ

لائے اور نماز فجر کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات کو مجھے تمہاری حالت کی خبر تھی، مگر مجھے خوف ہوا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے اور پھر تم اس کی پابندی نہ کرسکو، اسی اندیشہ کی وجہ سے رات کو میں تمہارے درمیان نہ آیا۔

نماز تراویح کا آغاز

نماز تراویح کا آغاز کب ہوا؟ اس سے متعلق علمائے دین مختلف الخیال ہیں۔ محررہ ذیل عبارتوں سے کچھ حقیقت آشکارا ہوتی ہے۔

(۱) شیخ سلیمان جمل شافعی (۱۲۰۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{قوله ليالى من رمضان–هى ثلاثة متفرقة–الثالثة والعشرون والخامسة والعشرون والسابعة والعشرون–وكان ذلك فى السنة الثانية من الهجرة ...... وعبارة البرماوى قالت عائشة: استمر يصليها فى بيته فرادى الٰى اٰخر الشهر–وهذا كما ترى يشعر بانها لم تشرع الافى اٰخرسنى الهجرة لانه لم يرد انه صلى اللّٰه عليه وسلم صَلَّاهَا مَرَّةً ثَانِيَةً–ولا وقع عنها سوال ثم رأيت فى بعض الهوامش–انها شرعت فى السنة الثانية من الهجرة حين بقى من الشهر تسع ليال لكن صلاها مفرقة ليلة الحادى والعشرين والخامس والعشرين والسابع و العشرين وانتظروه ليلة التاسع والعشرين فلم يخرج لهم وقال خشيت، الخ} (الجمل علی المنہج ج ا ص ۴۸۹)

﴿ت﴾ رمضان کی جن راتوں میں صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز تراویح پڑھی، وہ تین متفرق راتیں ہیں، تیئیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں، اور یہ واقعہ ہجرت کے دوسرے سال میں ہوا......اور فقیہ برماوی کی عبارت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز تراویح کو اپنے گھر میں تنہا

مہینے کے اخیر تک ادا فرماتے رہے، اور یہ قول جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، ظاہر کر رہا ہے کہ تراویح، ہجرت کے آخری سال میں مشروع ہوئی، اس لیے کہ یہ وارد نہیں ہوا کہ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دوبارہ ادا فرمایا، اور نہ اس بارے میں کوئی سوال واقع ہوا، پھر میں نے بعض حواشی میں دیکھا کہ نماز تراویح، ہجرت کے دوسرے سال میں مشروع ہوئی جب کہ مہینے کی نو (۹) راتیں باقی تھیں، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں متفرق طور پر اکیسویں (۲۱) پچیسویں (۲۵) اور ستائیسویں (۲۷) شب کو ادا کیا (یعنی جماعت کے ساتھ) اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انتیسویں (۲۹) رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کیا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لیے باہر تشریف نہ لائے۔

(۲) صحیحین میں جماعت تراویح سے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ شہاب الدین قلیوبی شافعی (م ۱۰۶۹ھ) نے رقم فرمایا:

{هذا يشعر كما ترى ان صلاة التراويح لم تشرع الا فى آخر سنى الهجرة–لانه لم يرد انه صلاها مرة ثانية ولا وقع عنها سوال}

(حاشیۃ القلیوبی علی المحلی ج ۱ ص ۲۱۷)

〈ت〉 جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ حدیث بتا رہی ہے کہ تراویح، ہجرت کے آخری سال میں شروع ہوئی، اس لیے کہ (حدیث میں) وارد نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ پڑھا، اور نہ ہی اس بارے میں کوئی سوال واقع ہوا۔

عہد رسالت میں بیس رکعت تراویح

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنی رکعت نماز تراویح ادا فرمائی؟ اس سے متعلق دو طرح کی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ بعض میں بیس (۲۰) رکعت اور بعض میں آٹھ (۸) رکعت کا تذکرہ موجود ہے۔ بیس رکعت تراویح کی احادیث طیبہ مرقومہ ذیل ہیں۔

(۱){عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ}

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۰-الکامل لابن عدی ج۱ص۲۴۰)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رمضان میں بلا جماعت بیس رکعت نماز تراویح اور نماز وتر ادا فرمایا کرتے۔

(۲){عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ}

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۴-المعجم الکبیر للطبرانی ج۱۱ص۳۱۱)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعت نماز تراویح اور وتر پڑھا کرتے۔

(۳){اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً لَيْلَتَيْنِ فَلَمَّا كَانَ فِي اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اجْتَمَعَ النَّاسُ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ مِنَ الْغَدِ: خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَلَا تُطِيْقُوْهَا}(العزیز شرح الوجیز للرافعی ج۲ص۱۳۳)

(تلخیص الحبیر للعسقلانی ج۲ص۵۰۹)

〈ت〉حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رات صحابہ کرام کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی، پس جب تیسری رات ہوئی، لوگوں کا اجتماع ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف نہ لے گئے، پھر آئندہ کل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے اور تم اس کی قوت نہ رکھو۔

توضیح: اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اپنے گھروں میں نماز تراویح ادا کرنے کا مشورہ دیا۔

{عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ حُجْرَةً،

قَالَ: حَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ مِنْ حَصِيرٍ،فِي رَمَضَانَ فَصَلّٰى فِيهَا لَيَالِيَ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهٖ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ،فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ:قَدْ عَرَفْتُ الَّذِى رَاَيْتُ مِنْ صَنِيعِكُمْ فَصَلُّوا اَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ-فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوبَةَ}(صحیح البخاری ج ا ص ۱۰۱-صحیح مسلم ج ا ص ۲۶۶)

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۵۷-سنن ابی داؤد ص ۲۰۴-سنن النسائی ج ا ص ۱۸۱)

〈ت〉حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان میں ایک حجرہ بنایا۔راوی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ چٹائی کا (حجرہ) تھا،پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند راتیں اس میں نماز ادا فرمائی،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بہت سے حضرات نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔

پس جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں علم ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف نہ لائے،پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:میں جان چکا ہوں،جو تمہارے فعل کو میں نے دیکھا،پس اے لوگو!اپنے گھروں میں نماز پڑھو،اس لیے کہ نماز فرض کے علاوہ انسان کی افضل نماز اس کے گھر کی نماز ہے۔

توضیح:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رمضان میں عبادت کے لیے مسجد نبوی میں چٹائیوں کا ایک عارضی حجرہ بنائے۔جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز تراویح ادا کرنے لگے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حجرہ میں جانے سے احتیاط فرمانے لگے،کیوں کہ نماز تراویح کے فرض ہونے کا خوف تھا۔

اسناد حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(۱){اَنْبَانَا اَبُوْسَعْدِ نِ الْمَالِينِيُّ ثَنَا اَبُو اَحْمَدَ بْنِ عَدِيٍّ الْحَافِظُ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ

بْـنُ مُـحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ اَبِىْ مُزَاحِمٍ ثَنَا اَبُوْ شَيْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ}(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۴۹۶-دارالفکر بیروت)

(۲){حَـدَّثَـنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ اَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۴-الدارالسّلفیہ ممبئ)

(۳){حَـدَّثَـنَـا مُـحَـمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ الرَّازِىُّ ثَنَا عَلِىُّ بْنُ الْجَعْدِ ثَنَا اَبُوْشَيْبَةَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُثْمَانَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ}

(المعجم الکبیر للطبرانی ج۱۱ص۳۱۱-داراحیاءالتراث العربی بیروت)

قاضی ابوشیبہ کوفی اور جرح وتعدیل

قاضی ابوشیبہ عبسی کوفی:ابراہیم بن عثمان (م۱۶۹ھ) کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

قاضی ابوشیبہ سے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال درج ذیل ہیں۔

واضح رہے کہ فن جرح وتعدیل میں بیان کیے جانے والے الفاظ کے خاص معانی ہوتے ہیں۔اہل فن ان معانی سے واقف وآشنا ہوتے ہیں۔ان الفاظ کے لفظی ترجمہ سے ان کے اصطلاحی معانی کاادراک نہیں ہوسکتا۔علمائے کرام ان معانی سے آگاہ ہوتے ہیں۔

(۱)امام بیہقی نے تحریرفرمایا:{تفرد به ابو شيبة ابراهيم بن عثمان العبسى الكوفى وهو ضعيف} (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۴۹۶)

﴿ت﴾اس کی روایت میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی متفرد ہوئے ،اوروہ ضعیف راوی ہیں۔

(۲)امام بخاری نے قاضی ابوشیبہ کے بارے میں تحریرفرمایا:

{ابراهيم بن عثمان ابو شيبة العبسى قاضى واسط عن الحكم-سكتوا

عنه–سمع عنه اسماعیل بن ابان الوراق}

(التاریخ الکبیر ج۱ص۳۱۰-التاریخ الصغیر ج۲ص۷۰-دارالمعرفۃ بیروت)

〈ت〉ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ عبسی کوفی واسط کے قاضی تھے،حکم سے روایت کرتے ہیں۔ائمہ جرح وتعدیل نے ان کے بارے میں سکوت فرمایا۔ان سے اسماعیل بن ابان وراق نے سماعت حدیث کی۔

(۳)حافظ ابن عدی جرجانی (۲۷۷ھ-۳۶۵ھ) نے رقم فرمایا کہ ابوشیبہ کے بارے میں امام الجرح والتعدیل یحییٰ ابن معین (۱۵۸ھ-۲۳۳ھ) نے (لیس بثقۃ)،امام بخاری نے (سکتوا عنہ)،امام احمد بن حنبل نے (منکرالحدیث) کہا۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج۱ص۲۳۹)

(۴)حافظ ابن عدی جرجانی نے رقم فرمایا:{**ولابی شیبة احادیث صالحة غیرما ذکرت عن الحکم وعن غیره وهوضعیف علیٰ ما بینته–وهووان کان نسب الی الضعف فانه خیر من ابراهیم بن ابی حیة الذی تقدم ذکره}**

(الکامل لابن عدی ج۱ص۲۴۱-دارالفکر بیروت)

〈ت〉ابوشیبہ کی بہت سی صالح احادیث ہیں،ان کے علاوہ جو میں نے حکم وغیرہ کی سند سے ذکر کیا،اورابوشیبہ ضعیف راوی ہیں،جیسا کہ میں نے بیان کیا،اور یہ گرچہ ضعف کی طرف منسوب ہیں،لیکن یہ ابراہیم بن حیہ سے بہتر ہیں،جن کا ذکر گزر چکا۔

توضیح:امام بخاری نے ابوشیبہ کے بارے میں فرمایا:(سکتوا عنہ)،حافظ ابن عدی نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین نے ابوشیبہ کے بارے میں (لیس بثقۃ) فرمایا۔امام احمد بن حنبل نے (منکرالحدیث) کہا۔امام بیہقی نے لکھا کہ ابوشیبہ ضعیف راوی ہیں، پھر حافظ ابن عدی نے تحریر فرمایا کہ ابوشیبہ سے صالح احادیث بھی مروی ہیں،اوراگر چہ ابوشیبہ کوضعف کی طرف منسوب کیا گیا،لیکن وہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہیں۔

(۵)حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے ابراہیم بن ابی حیہ سے متعلق تحریر فرمایا:

{ابراھیم بن ابی حیة–قال ابن المدینی: لیس بشیء ونقل عثمان بن سعید الدارمی عن یحیی بن معین انه قال: شیخ کبیر ثقة–قال البخاری: منکر الحدیث–قال النسائی: ضعیف–قال الدارقطنی: متروک}

(لسان المیز ان ج۱ص۵۳–مؤسسۃ الاعلمی بیروت)

﴿خ﴾ابراہیم بن ابی حیہ سے متعلق اصحاب جرح وتعدیل مختلف الرائے ہیں۔

امام الجرح والتعدیل علی بن مدینی (۱۶۱ھ–۲۳۴ھ) نے (لیس بشیٔ) کہا اور عثمان بن سعید دارمی نے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین سے نقل کیا کہ ابراہیم ابن ابی حیہ ثقہ اور شیخ کبیر ہیں، امام بخاری نے منکر الحدیث، امام نسائی نے ضعیف اور امام دارقطنی نے متروک کہا۔

(۶)علامہ عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع حمیری نے حافظ ابن عدی کے قول (فانہ خیر من ابراہیم بن ابی حیۃ) پر کلام کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

{اِبْـرَاهِيْـمُ بْـنُ اَبِـىْ حَيَّةَ مُخْتَلَفٌ فِيْهِ وَهُوَ حَسَنُ الْحَدِيْثِ–نَقَلَ عُثْمَانُ الـدَّارِمِـىُّ عَـنْ يَـحْيىَ بْنِ مَعِيْنٍ اَنَّهُ قَالَ: شَيْخٌ كَبِيْرٌ ثِقَةٌ–فَمَنْ كَانَ خَيْرًا مِنْهُ، لَا اَقَـلَّ اَنْ يَـكُـوْنَ مُـخْتَـلَـفًا فِيْهِ وَحَسَنَ الْحَدِيْثِ مِثْلَهُ–وَفِيْهِ تَصْرِيحٌ بِمَا اَفَادَتْهُ الْاَحَـادِيْثُ الصِّحَاحُ اِجْمَالًا اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّى فِى رَمَضَانَ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَ يُصَلِّى فِىْ غَيْرِهٖ} (القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص۳۹–مطبوعہ دبیٔ)

﴿خ﴾ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ، ابراہیم بن ابوحیہ سے افضل ہیں اور ابراہیم بن ابوحیہ کے بارے میں اصحاب جرح وتعدیل کی رائے مختلف ہے، اور وہ متفق علیہ ضعیف نہیں ہیں، اور ان کی حدیث حسن ہے۔عثمان دارمی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا کہ ابراہیم بن ابی حیہ شیخ کبیر اور ثقہ ہیں تو جو اس سے بہتر ہو، یعنی ابوشیبہ (جیسا کہ حافظ ابن عدی نے فرمایا)، پس ابو شیبہ بھی مختلف فیہ قرار پائے، اور متفق علیہ ضعیف ثابت نہ ہوئے، اور کم از کم ابوشیبہ کی حدیث

بھی ابراہیم ابن ابوحیہ کی حدیث کی طرح حسن ہوگی۔مزید برآں یہ کہ ابوشیبہ کی حدیث میں اس کی تصریح ہے، جو صحیح حدیثوں سے اجمالی طور پر مستفاد ہوتا ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان المبارک میں غیر رمضان سے زیادہ نمازیں پڑھا کرتے۔

(۵) حافظ محدث عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے قاضی ابوشیبہ (م۱۶۹ھ) کے بارے میں رقم فرمایا:

{رَوٰی عَنِ الْحَکَمِ،رَوٰی عَنْهُ شُعْبَةُ وَجَرِيْرٌوَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَعَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ وَاِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبَانَ}

(کتاب الجرح والتعدیل ج۲ص۱۱۵-دارالکتب العلمیہ بیروت)

〈ت〉 ابوشیبہ نے حکم سے روایت کیا اور ابوشیبہ سے شعبہ اور جریر اور یزید بن ہارون اور علی بن جعد اور اسماعیل بن ابان نے روایت کیا۔

(۶) حافظ شمس الدین ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) اور علامہ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے لکھا کہ ابوشیبہ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔

(میزان الاعتدال للذہبی ج۱ص۴۷)

(تقریب التہذیب للعسقلانی ج۱ص۳۱-دارالفکر بیروت)

(۷) ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی وفات سال ۱۶۹ھ میں ہوئی، اور یہ طبقہ سابعہ یعنی اکابر تبع تابعین میں سے ہیں۔(تقریب التہذیب ج۱ص۳۱)

توضیح: مذکورہ بالا تفصیل سے ظاہر ہوگیا کہ قاضی ابوشیبہ تبع تابعین اور صحاح ستہ میں سے جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔ان کی حدیث قابل عمل ہے۔ ان کی روایت کردہ حدیث حسن ہوگی۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیس رکعت تراویح سے متعلق یہی ایک حدیث ہم تک پہنچی۔ممکن ہے کہ حضرات صحابہ کرام کے پاس مزید روایت ہو،جس کی وجہ سے عہد

فاروقی میں بیس رکعت پر اجماع قائم ہوا۔امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، جب انہوں نے اپنے مشہور شاگرد امام ابو یوسف کو جواب دیا تھا۔

بیس رکعت تراویح کو ترجیح

(۱)ادریس کاندھلوی دیوبندی بن اسماعیل کاندھلوی (۱۸۹۹ء-۱۹۷۴ء) نے لکھا:

{اعلم ان الحدیث الذی رواه ابن عباس فی عشرین رکعة-الذی ضَعَّفَه ائمة الحدیث،هو صحیح عند هذا العبد الضعیف،عفا اللّٰه عنه-لما ذکر العلامة السیوطی رحمه اللّٰه تعالی فی التدریب:قال بعضهم:یحکم للحدیث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح}

(التعلیق الصبیح علیٰ مشکاۃ المصابیح ج۲ص۱۰۵-مجلس اشاعت العلوم حیدرآباد)

〈ت〉 جان لوکہ وہ حدیث جسے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیس رکعت تراویح کے بارے میں روایت فرمایا،جس کو ائمہ حدیث نے ضعیف کہا، وہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے، اس لیے کہ امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تدریب الراوی میں فرمایا کہ بعض علما نے فرمایا کہ حدیث کے لیے صحیح ہونے کا حکم دیا جائے گا، جب کہ امت نے اسے قبول کرلیا ہو،اگر چہ اس کے لیے کوئی صحیح سند نہ ہو۔

(۲)امام سیوطی شافعی نے تحریر فرمایا:**{قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یکن له اسناد یعتمد علیٰ مثله}**

(التعقبات علی الموضوعات ص۱۲-المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ)

〈ت〉 بہت سے علما نے تصریح فرمائی کہ حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل اہل علم کا اس کے مطابق قول کرنا ہے،اگر چہ اس کے لیے قابل اعتماد سند نہ ہو۔

(۳)علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{قال فی الفتح:واما ما روی ابن ابی شیبة فی مصنفه والطبرانی وعند

البیهقی من حدیث ابن عباس عنه صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر،فضعیف بابی شیبة ابراهیم بن عثمان جدُّ الامام ابی بکربن ابی شیبة متفق علٰی ضعفه مع مخالفته الصحیح،الخ.

قلت:اما مخالفته للصحیح فقد یجاب عنها بان ما فی الصحیح مبنی علٰی ما هو الغالب من احواله صلی اللّٰہ علیه وسلم وهذا کان لیلتین فقط ثم ترکه صلی اللّٰہ علیه وسلم،فلذا لم تذکره عائشة رضی اللّٰہ عنها—واما تضعیف الحدیث بمن ذکر—فقد یقال انه اعتضد بما مر من نقل الاجماع علٰی سنیتها من غیر تفصیل مع قول الامام رحمة اللّٰہ علیه ان ما فعله عمر رضی اللّٰہ عنه لم یتخرجه من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعًا ولم یامربه الا عن اصل لدیه وعهد من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فتأمل منصفًا}

(منحۃ الخالق حاشیۃ بحرالرائق ج۲ص۱۱۸- مکتبہ زکریا دیوبند)

〈ت〉 امام ابن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے فتح القدیر میں فرمایا،لیکن حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی اور امام بیہقی نے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت نفل پڑھتے تھے تو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ کے دادا ابراہیم بن عثمان: ابوشیبہ عبسی کوفی (م۱۶۹ھ) کی وجہ سے ضعیف ہے۔اس کے حدیث صحیح کی مخالف ہونے کے ساتھ ہی ساتھ،اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔

میں (علامہ شامی) جواب دوں گا۔رہا اس کا حدیث صحیح کے مخالف ہونا تو جواب دیا جا چکا ہے کہ جو حدیث صحیح میں (گیارہ رکعت) ہے مبنی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکثری احوال پر اور یہ (۲۰ رکعت) صرف دو رات تھی،پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ترک فرمادیا،اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کا تذکرہ نہیں فرمایا،اور رہا

حدیث کا ضعیف ہونا، اس کی وجہ سے جس کا ذکر کیا گیا (یعنی ابوشیبہ) پس اس کا جواب دیا جا چکا ہے کہ یہ (۲۰ رکعت کی روایت) قوی ہوگئی اس کی وجہ سے جو گذر چکا یعنی اس (۲۰ رکعت) کے مسنون ہونے پر بلاتفصیل اجماع کا منقول ہونا، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے باوجود کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو (۲۰ رکعت) کیا، وہ اپنی جانب سے ایجاد نہیں فرمایا اور نہ ہی اس بارے میں وہ مبتدع (نیا امر ایجاد کرنے والے) تھے، اور اس (۲۰ رکعت) کا انہوں نے حکم نہیں دیا، مگر اپنے پاس محفوظ کسی اصل کی وجہ سے اور حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے کسی علم کی بنیاد پر، پس انصاف کے ساتھ غور کرو۔

(۴) علامہ عیسیٰ بن عبد اللہ بن مانع حمیری نے لکھا:

{اما قول ابن الهمام ان اثر ابن ابی شیبة ضعیف–فهو ساقط لان ابن عدی اشار الٰی توثیقه ورجحه علٰی من هو حسن الحدیث علٰی قاعدتهم–هذا الٰی جانب–وان الکمال بن الهمام صرح نفسه بان المرسل الضعیف اذا وافقه قول صحابی صار حجة کما هو عند الشافعی رضی اللّٰه عنه–اذن فحدیث ابن ابی شیبة حسن} (القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص ۳۹)

﴿ت﴾ امام ابن ہمام کا قول کہ ابن ابی شیبہ کا اثر (حدیث) ضعیف ہے تو یہ قول ساقط الاعتبار ہے، اس لیے کہ حافظ ابن عدی نے ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کوفی کے ثقہ ہونے کا اشارہ کیا اور اس (ابوشیبہ) کو محدثین کے قاعدہ کے مطابق اس پر ترجیح دی جو حسن الحدیث ہے (یعنی ابراہیم بن ابی حیہ پر ترجیح دی، جیسا کہ گزر چکا) یہ تو ایک جانب ہے باوجودے کہ کمال ابن ہمام نے خود ہی صراحت کے ساتھ فرمایا کہ مرسل ضعیف کے موافق جب کسی صحابی کا قول ہو جائے تو وہ حجت (قابل استدلال) ہے، جیسا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ہے تو اب ابن ابی شیبہ کی حدیث ''حسن'' ہے۔

توضیح: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث مرسل نہیں، بلکہ متصل

ہے۔ جب حدیث مرسل ضعیف کسی صحابی کے قول سے تقویت پاکر قابل احتجاج ہوسکتی ہے تو حدیث متصل منضم بالقرائن کے قابل احتجاج ہونے میں کیا شک ہے۔

(۵) علامہ حمیری نے ایک طویل بحث کے بعد لکھا:

{لقد ثبت عند العلماء کما حللناه فی القسم المتقدم صحۃُ حدیث ابن عباس بروایۃ العشرین} (القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص۴۳)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیس رکعت تراویح کی حدیث کی صحت علما کے یہاں ثابت ہوچکی، جیسا کہ قسم ماقبل میں ہم نے اس کی تفصیل پیش کردی۔

بیس رکعت کے لیے قرائن ترجیح

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب نماز تراویح کی باضابطہ جماعت کے بارے میں گفتگو فرمائی تو انہوں نے صرف جماعت تراویح پر اعتراض کیا۔ رکعات تراویح کی تعداد پر نہ حضرت ابی بن کعب نے اور نہ ہی کسی دوسرے صحابی نے اعتراض کیا۔ کہیں ایسی روایت نہیں ملتی ہے کہ (۲۰) بیس رکعت تراویح کے موجد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ احادیث طیبہ مرقومہ ذیل ہے۔

(۱) **{عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَہٗ اَنْ یُصَلِّیَ بِاللَّیْلِ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ: اِنَّ النَّاسَ یَصُوْمُوْنَ النَّھَارَ وَلَایُحْسِنُوْنَ اَنْ یَقْرَؤُوْا فَلَوْ قَرَأْتَ عَلَیْھِمْ بِاللَّیْلِ -فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! ھٰذَا شَیْءٌ لَمْ یَکُنْ -فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ وَلٰکِنَّہٗ حَسَنٌ -فَصَلّٰی بِھِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً}** (ابن منیع) (کنز العمال ج۸ص۴۰۹)

〈ت〉 حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رمضان کی رات میں نماز تراویح پڑھائیں، پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور وہ صحیح

قرأت نہیں کر پاتے ہیں تو اگر آپ (ابی بن کعب) انہیں رات کو نماز تراویح پڑھا دیں (تو بہت اچھا ہوتا) پس حضرت ابی بن کعب نے عرض کی۔ اے امیر المومنین! یہ ایسی چیز ہے جو پہلے نہ تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے، لیکن یہ ایک اچھی چیز ہے، پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی۔

توضیح: بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کرام کو بیس (۲۰) رکعت نماز تراویح پڑھائی تھی۔ اس موضوع پر امام رافعی کبیر (۵۵۷ھ-۶۲۳ھ) کے حوالہ سے ایک حدیث ماقبل میں گذر چکی۔

(۲) امام اکمل الدین بابرتی محمد بن محمود (۷۱۴ھ-۷۸۶ھ) نے تحریر فرمایا:

{رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خَرَجَ لَیْلَۃً مِنْ لَیَالِیَ رَمَضَانَ وَصَلّٰی عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً فَلَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَۃُ الثَّانِیَۃُ اِجْتَمَعَ النَّاسُ فَخَرَجَ وَصَلّٰی بِھِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً فَلَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَۃُ الثَّالِثَۃُ کَثُرَ النَّاسُ فَلَمْ یَخْرُجْ عَلَیْہِ السَّلَامُ -وَقَالَ عَرَفْتُ اِجْتِمَاعَکُمْ لٰکِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُکْتَبَ عَلَیْکُمْ- فَکَانَ النَّاسُ یُصَلُّوْنَ فُرَادٰی اِلٰی زَمَنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ: اِنِّی اَرٰی اَنْ اَجْمَعَ النَّاسَ عَلٰی اِمَامٍ وَاحِدٍ فَجَمَعَھُمْ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ فَصَلّٰی بِھِمْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً} (شرح العنایہ علی الہدایہ ج۱ ص۴۰۷- مطبع میمنیہ مصر)

﴿ت﴾ مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کی ایک رات کو تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس (۲۰) رکعت تراویح پڑھائی، پس جب دوسری رات ہوئی تو صحابہ کرام جمع ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی، پھر جب تیسری رات ہوئی تو صحابہ کرام کی تعداد زیادہ ہوگئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف نہ لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمہارے جمع ہونے کا علم تھا، لیکن مجھے خوف ہوا کہ تم پر یہ فرض ہو جائے۔

پس لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک تنہا تنہا نماز تراویح پڑھتے رہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں لوگوں کو ایک امام پر جمع کرنا چاہتا ہوں، پس انہوں نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کی امامت) پر جمع فرمادیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پانچ ترویحہ، بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی۔

توضیح: حدیث مرقومہ بالا سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین عہد رسالت سے ہی بیس رکعت نماز تراویح پڑھتے آرہے تھے، ورنہ صحابہ کرام عہد فاروقی میں رکعات بڑھادیئے جانے پر ضرور اعتراض کرتے، نیز یہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی مسئلہ درپیش آتا تو آپ صحابہ کرام سے مشورہ طلب فرمایا کرتے، لیکن رکعات تراویح پر مشاورت کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عہد رسالت سے صحابہ کرام بیس رکعت تراویح پڑھتے آرہے تھے۔

(۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) نے تحریر فرمایا:

(الف){**لکن كان من سيرة عمر رضى الله عنه انه كان يشاور الصحابة ويناظرهم حتى تنكشف الغمة ويأتيه الثلج فصار غالب قضاياه وفتاواه متبعة فى مشارق الارض ومغاربها**}(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ص ۱۳۲)

﴿ت﴾ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریق کار تھا کہ وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے (شرعی مسائل میں) مشورہ طلب فرماتے اور ان سے مناظرہ فرماتے، یہاں تک کہ تاریکی چھٹ جاتی اور روشنی آجاتی، پس ان کے اکثر فیصلے اور فتاویٰ زمین کے مشرق ومغرب میں قابل اتباع قرار پائے۔

(ب){**وكذلك كان الشيخان،ابوبكر وعمر-اذا لم يكن لهما علم فى المسئلة-يسئلون الناس عن حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم**}

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ص ۱۴۱)

〈ت〉اسی طرح حضرات شیخین کریمین حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جب ان کے پاس کسی مسئلے کا علم نہ ہوتا تو لوگوں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث دریافت فرماتے۔

توضیح: حضرت عائشہ وحضرت ابوذر وحضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیث میں تین راتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں تراویح پڑھنے کا ذکر ہے ، جب کہ امام رافعی اور امام بابرتی کی مذکورہ بالا روایت میں دوشب کا تذکرہ ہے۔اسی طرح امام بیہقی نے سنن کبریٰ (ج۴ص۷۵) میں حضرت زید بن ثابت صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوشب کی روایت کی تخریج کی، پھر امام ابوداؤد نے سنن ابی داؤد (ص۲۰۴) میں شب کی تعداد کا ذکر کیے بغیر اسی حدیث کی تخریج کی۔

(۴) بیس رکعت تراویح کی ایک حدیث امام جلال الدین خوارزمی حنفی (م۸۰۰ھ) صاحب کفایہ نے اس طرح نقل فرمائی:

{اَلْاَصْلُ فِیْہِ مَارُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَیْلَۃً فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ فَصَلّٰی بِھِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَاجْتَمَعَ النَّاسُ فِی الثَّانِیَۃِ فَخَرَجَ فَصَلّٰی بِھِمْ فَلَمَّا کَانَتِ الثَّالِثَۃُ کَثُرَالنَّاسُ فَلَمْ یَخْرُجْ وَقَالَ:عَرَفْتُ اِجْتِمَاعَکُمْ لٰکِنْ خَشِیْتُ اَنْ یُفْتَرَضَ عَلَیْکُمْ فَکَانَ النَّاسُ یُصَلُّوْنَھَا فُرَادٰی اِلٰی اَیَّامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ تَقَاعَدُوْا عَنْھَا فَرَاٰی اَنْ یَجْمَعَھُمْ عَلٰی اِمَامٍ وَاحِدٍ فَجَمَعَھُمْ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَکَانَ یُصَلِّی بِھِمْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ}

(الکفایۃ علی الہدایہ ج۱ص۴۰۷-مطبعہ میمنیہ مصر)

〈ت〉تراویح کے بارے میں اصل وہ ہے جو روایت آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رمضان میں ایک رات (مسجد نبوی) تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی،اور صحابہ کرام دوسری رات جمع ہوئے تو آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ،اورانہیں نماز تراویح پڑھائے ، پھر جب تیسری رات ہوئی تو صحابہ کرام زیادہ ہوگئے ، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف نہ لائے اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ مجھے تمہارے جمع ہونے کاعلم تھا،لیکن مجھے خوف ہوا کہ وہ نماز تم پرفرض کردی جائے ، پس لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک اسے تنہا پڑھتے ، پھراس سے سستی کرنے لگے ، پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ایک امام پرجمع کرنا اچھا سمجھا تو آپ نے انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرجمع فرما دیا،اورحضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں پانچ ترویحہ (بیس رکعت) پڑھاتے۔

توضیح:حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح باجماعت ادا کرنے کی سنت جاری فرمائی۔ جماعت تراویح کا ثبوت بھی زمانہ رسالت سے ہے، بلکہ خود حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے اور عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح پر بلا اختلاف،صحابہ کرام کااجماع ہوا۔ مابعد کے خلفائے راشدین نے بھی اسے برقراررکھا۔ان تمام حالات کے پیش نظرحدیث ابن عباس کی صحت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔

احادیث سے استنباطِ مسائل

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جانب سے بیس رکعت کاحکم نہیں دیا، بلکہ حضوراقدس سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے کسی ثبوت کی بنیادپرایسا کیا۔

حدیث ابن عباس کی سندنازل میں ایک ضعیف راوی ابوشیبہ کے آنے سے حدیث کی سندضعیف ہوسکتی ہے،لیکن قرائن خارجیہ کی روشنی میں متن کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

(۱)امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نےتحریرفرمایا:

{فان قیل:اذا قلتم بِاَنَّ ادلة مذهب الامام ابی حنيفة رضی اللّٰه عنه ليس

فیھا شیء ضعیف لسلامة الرواة بینه وبین رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من الصحابة والتابعین من الجرح،فما جوابکم عن قول بعض الحفاظ عن شیء من ادلة الامام ابی حنیفة بانه ضعیف؟

فالجواب:یجب علینا حمل ذلک جزمًا علی الرواة النازلین عن الامام فی السند بعد موته رضی اللّٰه عنه–اذا رَوَوْا ذلک الحدیث من طریق غیر طریق الامام–اذ کل حدیث وجدناه فی مسانید الامام الثلاثة فهوصحیح لانه لولاصح عنده،ما استدل به–ولایقدح فیه وجود کذاب او متهم بکذب مثلًا فی سنده النازل عن الامام وکفانا صحةً لحدیثٍ استدلالُ مجتهدٍ به ثم یجب علینا العمل به} (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج۱ص۷۰)

﴿ت﴾ پس اگراعتراض کیا جائے کہ جب آپ نے کہا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے دلائل میں سے کوئی دلیل ضعیف نہیں ہے،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امام ابوحنیفہ کے درمیان روایت کرنے والے صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے جرح سے محفوظ ہونے کی وجہ سے تو تمہارا کیا جواب ہے امام ابوحنیفہ کے بعض دلائل سے متعلق بعض حفاظ حدیث کے قول کرنے کا کہ وہ ضعیف ہے؟

پس جواب یہ ہے کہ ہمارے اوپر،اسے یقینی طور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے بعد،امام کی سند میں آنے والے راویوں(رواتِ نازلین)پر محمول کرنا ضروری ہے،جب کہ انہوں نے اس حدیث کو امام کی سند کے علاوہ دوسری سند سے روایت کیا،اس لیے کہ وہ تمام حدیثیں جن کو ہم نے امام کی تینوں مسند میں پایا،وہ صحیح ہیں،کیوں کہ وہ اگر امام کے یہاں صحیح نہیں ہوتیں تو آپ ان سے استدلال نہ فرماتے ،اوراس میں اعتراض پیدا نہیں کرے گا امام اعظم کے بعد آنے والی اس حدیث کی سند(سند نازل)میں مثلاً کسی کذاب یا متہم بالکذب کا پایا جانا اور ہمیں کسی حدیث کی صحت کے لیے کسی مجتہد کا اس سے استدلال کرنا کافی ہے،پھر

ہمارے اوپر اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(۲) امام شعرانی نے تحریر فرمایا: {**وھا انا قد ابنت لک عن صحة ادلة مذھب الامام الاعظم ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنه و ان جمیع ما استدل به لمذھبه، اخذه عن خیار التابعین- و انه لا یتصور فی سنده شخص متھم بکذب ابدًا و ان قیل بضعف شیء من ادلة مذھبه فذلک الضعف انما ھو بالنظر للرواة النازلین عن سنده بعد موته- و ذلک لایقدح فیما اخذه به الامام عند کل من استصحب النظر فی الرواة وھو صاعد الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم**}

(میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ا ص ۷۰)

﴿ت﴾ میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے دلائل کی صحت کو تیرے لیے بیان کر دیا، اور وہ تمام حدیثیں جن کے ذریعہ انہوں نے اپنے مذہب کے لیے استدلال فرمایا، ان کو معتبر تابعین سے لیا اور یہ کہ ان کی سند میں کسی متہم بالکذب کے وجود کا کبھی بھی تصور نہیں کیا جا سکتا ہے، اور اگر ان کے مذہب کے دلائل میں سے کسی دلیل (حدیث) کے ضعیف ہونے کا قول کیا جائے تو یہ ضعف ان کی موت کے بعد ان کی سند کے روات نازلین (راوت مابعد امام) کو دیکھتے ہوئے ہے، اور یہ اس میں اعتراض پیدا نہیں کرے گا جس سے امام نے مسئلہ اخذ کیا ہے، ہر اس شخص کے نزدیک جس نے راویوں کے بارے میں غور وفکر کیا، سند کو حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہوئے۔

توضیح: امام سے ماقبل سند میں کوئی قابل اعتراض راوی نہ ہو، اور امام کے مابعد سند میں کوئی ضعیف راوی آجائے تو کوئی اعتراض نہیں، کیوں کہ امام تک اس کی سند صحیح ہے۔

حدیث ضعیف کا حکم

امام شعرانی شافعی کے مذکورہ بالا دونوں اقتباس کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ استنباط و

اجتہاد کے زمانہ تک اگر کوئی حدیث،ضعیف یا نا قابل قبول راوی سے محفوظ ہےتو اس حدیث سے استدلال کرنے والوں پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

حدیث ابن عباس میں بعد کی سند میں ابوشیبہ راوی ہیں۔یہ تبع تابعین میں سے ہیں اوران کی وفات سال ۱۶۹ھ میں ہوئی۔(تقریب التہذیب للعسقلانی ج ا ص ۳۱)

صحابہ کرام کا بیس رکعت تراویح پر اجماع عہد فاروقی میں ہواتو سند نازل میں ابوشیبہ کے آنے سے کچھ بھی اعتراض نہیں ہوسکتا،نیز یہ کہ اہل علم واجتہاد جب کسی حدیث کوقبول کر کے اس پرعمل کرلیں تو وہ حدیث باعتبار متن صحیح قرار پاتی ہے،گر چہ اس کی موجودہ سند ضعیف ہو،کیوں کہ قرین قیاس یہی ہے کہ مجتہد کے پاس وہ حدیث کسی مقبول سند کے ساتھ پہنچی،ورنہ وہ اسے قبول نہ فرماتے،یا مجتہد کے پاس اسے قوت پہنچانے والے قرائن ہوں گے۔

(ا)اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری(۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء)نے رقم فرمایا:

{وقد یکون الحدیث ضعیفًا فی الاسناد وائمة الامة وامناء الملة یعملون به نظرًا الٰی ان لذلک الحدیث قرائن خارجة تعضده–او لانه یطابق القواعد الشرعیة–فعملهم هذا یوجب صحة الحدیث وتقویته–فههنا قد تفرعت الصحة علی العمل،لاالعمل علی الصحة}(الفضل الموہبی ص ۳)

〈ت〉 کبھی حدیث سند کے اعتبار سےضعیف ہوتی ہےاورائمہ اسلام اور پاسداران شریعت اس پرعمل کرتے ہیں،دیکھتے ہوئے کہ اس حدیث کے کچھ خارجی قرائن ہیں جو اسے تقویت دے رہے ہیں،یا اس لیے کہ یہ قواعد شرعیہ کے مطابق ہےتو ان کا یہ عمل حدیث کی صحت اوراس کی تقویت کا سبب بن جاتا ہے،پس یہاں(حدیث کی)صحت،عمل پر متفرع ہوئی،نہ کہ عمل(متفرع ہوا)(حدیث کی)صحت پر۔

توضیح:سلفیان زمانہ نے حدیث ضعیف کو باطل اورموضوع کا قائم مقام قرار دے دیا ہے،اور اگر اسی حدیث ضعیف کی سلفیوں کوضرورت ہوتو اسے صحیح بناڈالتے ہیں۔ہماری

کتاب((البانی کی علمی خیانت))میں تفصیل مرقوم ہے۔

(۲)امام ابن ہمام(۷۹۰ھ-۸۶۱ھ)نے حدیث ضعیف کے بارے میں تحریر فرمایا:

{لیس معنی الضعیف،الباطل فی نفس الامر-بل ما لم یثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحدیث مع تجویز کونه صحیحًا فی نفس الامرفیجوزان تقترن قرینة تحقق ذلک-وان الراوی الضعیف اجاد فی هذا المتن المعین فیحکم به}(فتح القدیرج۱ص۲۶۶-مطبعہ میمنیہ مصر)

〈ت〉ضعیف کا معنی یہ نہیں کہ وہ(حدیث)نفس الامر میں باطل ہے، بلکہ جو محدثین کے یہاں معتبر شرائط کے ساتھ ثابت نہ ہو(وہ حدیث ضعیف کہلاتی ہے)،باوجودے کہ جائز ہے کہ وہ نفس الامر میں صحیح ہو،پس ہوسکتا ہے کہ کوئی قرینہ(اس سے)مقترن ہوجو اسے(قابل استدلال)ثابت کردے،اور یہ(بھی جائز ہے)کہ ضعیف راوی نے اس خاص متن میں عمدہ راہ اختیار کی ہوتو اس(حدیث کی صحت)کا حکم دیا جائے گا۔

(۳)امام جلال الدین سیوطی(۸۴۹ھ-۹۱۱ھ)نے رقم فرمایا:

{ویعمل بالضعیف ایضًا فی الاحکام اذا کان فیه احتیاط}

(تدریب الراوی ج۲ص۴۸۹)

〈ت〉باب احکام میں حدیث ضعیف پر بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اس میں احتیاط ہو۔

(۴)علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ)نے تحریر فرمایا:

{قد صرح السبکی بان شرط العمل بالحدیث الضعیف ان لایشتد ضعفه}(الفتاوی الکبریٰ ج۱ص۱۹۵-دارصادر بیروت)

〈ت〉امام سبکی شافعی نے تصریح فرمائی کہ حدیث ضعیف پر عمل کی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو۔

(۵)وہابیہ کے معتمداور ابن تیمیہ حرانی(۶۶۱ھ-۷۲۸ھ)کے شاگرد،ابن قیم جوزیہ

(۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) نے ایک حدیث ضعیف پر کلام کرتے ہوئے لکھا:

{فهذا الحديث وان لم يثبت فاتصال العمل به فى سائر الامصار والاعصار من غير انكار كافٍ فى العمل به} (الروح ص۲۱)

﴿ت﴾ پس اس حدیث کی صحت گرچہ ثابت نہیں، تاہم تمام شہروں اور ہر زمانے میں بلا انکار متصلاً اس پر عمل ہونا اس (حدیث) پر عمل کرنے کے لیے کافی ہے۔

(۲) امام ترمذی نے ایک حدیث کی تخریج کے بعد اپنا تبصرہ تحریر فرمایا:

{عَنْ حَنَشٍ عن عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من جمع بين الصلٰوتين من غير عذر فقد اتٰى بابًا من ابواب الكبائر–قال ابو عيسٰى: وحنش هذا هو ابو على الرحبى وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عند اهل الحديث–ضعَّفَه احمد وغيره–والعمل علٰى هذا عند اهل العلم ان لايجمع بين الصلٰوتين الا فى السفر او بعرفة–ورخص بعض اهل العلم من التابعين فى الجمع بين الصلٰوتين للمريض وبه يقول احمد واسحاق–وقال بعض اهل العلم: يجمع بين الصلٰوتين فى المطر–وبه يقول الشافعى واحمد واسحاق ولم يَرَ الشافعى للمريض ان يجمع بين الصلٰوتين}

(سنن ترمذی ج۱ص۴۸)

﴿ت﴾ حضرت حنش نے عکرمہ سے، وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو جمع کیا، اس نے بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ کیا۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حنش، ابوعلی رحبی ہیں اور یہ حنش بن قیس ہیں اور یہ محدثین کے یہاں ضعیف ہیں۔

امام احمد بن حنبل وغیرہ نے انہیں ضعیف قرار دیا، اور علما کے یہاں اس حدیث پر عمل ہے کہ دو نمازیں صرف سفر میں یا عرفہ میں جمع کی جائیں گی، اور تابعین میں سے بعض علما نے

مریض کے لیے دونمازوں کوجمع کرنے کی رخصت دی ہے،اورامام احمد بن حنبل اور محدث اسحاق بن راہویہ کا یہی قول ہے،اوربعض اہل علم نے فرمایا کہ بارش میں دونمازیں جمع کی جائیں گی،اورامام شافعی ،امام احمد بن حنبل اور محدث اسحاق بن راہویہ کاقول ہے،اورامام شافعی نے مریض کودونمازیں جمع کرنے کی اجازت نہیں دی۔

توضیح: حدیث کے راوی حنش ضعیف ہیں۔اس کے باوجودتمام اہل علم کاعمل اس حدیث پرہے۔بلاعذرکسی بھی امام نے دونمازوں کوجمع کرنے کی اجازت نہیں دی۔

یہ حدیث قرینہ پائے جانے کےوقت ضعیف حدیث پرعمل کی بہت اہم مثال ہے۔

اس ضعیف حدیث پرمذکورہ بالاعلمائے دین وائمہ مجتہدین عامل ہیں۔

امت کاعمل،حدیث صحیح کےترک کاسبب

بسااوقات حدیث صحیح کوترک کردیاجاتاہےاورعمل صحابہ وتابعین کواختیارکیاجاتاہے۔

امام اہل سنت امام احمدرضاقادری(۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے امام محمد بن حاج عبدری مالکی مکی فاسی(م۷۳۷ھ) کی کتاب(المدخل فی الفقہ)کےحوالے سےرقم فرمایا:

{وکذلک لم یعمل الجماہیر من الائمة الصحابة والتابعین من بعدھم بحدیث الوضوء من لحوم الابل وھوصحیح معروف من حدیث البراء وجابر بن سمرة وغیرھما رضی اللّٰہ عنھم-وکان امام دارالھجرة عالم المدینة سیدنا مالک بن انس رضی اللّٰہ عنه یقول:العمل اثبت من الاحادیث...... وکانت طائفة من الائمة التابعین اذا بلغھم الاحادیث من غیرھم علٰی خلافھم -قالوا:ما نجھل ھذا،ولکن مضی العمل علٰی غیرہ} (الفضل الموہبی ص۶)

〈ت〉جمہورائمہ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضرت براء بن عازب اور حضرت جابربن سمرہ وغیرہما سے مروی صحیح حدیث (الوضوء من لحوم الابل) پرعمل نہیں کیااور

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ عمل، احادیث سے زیادہ صحیح ہے (کیوں کہ خبرواحد میں کسی علت خفیہ کا احتمال موجود ہے) اور ائمہ تابعین کے پاس جب ان کے خلافِ عمل، احادیث پہنچتی تو فرماتے کہ ہم اس سے غافل نہیں ہیں، لیکن اس کے خلاف عمل ہو چکا۔

توضیح: قول ائمہ تابعین کہ جماعت مومنین اس حدیث کے برخلاف عمل پر مستقر ہوچکی ، اوران کا کسی عمل پر مستقر ہونا بلا دلیل نہیں ہوسکتا۔ بلاتمثیل اسی طرح بیس رکعت تراویح پر اجماع امت بلا دلیل وثبوت نہیں ہوسکتا ہے۔ خلفائے راشدین کے عمل اور بیس رکعت پر اجماع صحابہ سے حدیث ابن عباس کی تقویت ہوتی ہے۔ اب چودہ صدیاں گذر جانے کے بعد اس اجماعی مسئلہ سے انحراف وہابیہ کے جہل مرکب میں مبتلا ہونے کی روشن دلیل ہے۔

امت کا عمل حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل

(۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے رقم فرمایا:

{وقد یکون الحدیث ضعیفًا فی الاسناد وائمة الامة وامناء الملة یعملون به نظرًا الٰی ان لذلک الحدیث قرائن خارجة تعضده–او لانه یطابق القواعد الشرعیة فعملهم هذا یوجب صحة الحدیث وتقویته–فههنا قد تفرعت الصحة علی العمل، لاالعمل علی الصحة} (الفضل الموہبی ص۳)

﴿ت﴾ کبھی حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہوتی ہے اور ائمہ اسلام اور پاسداران شریعت اس پر عمل کرتے ہیں، دیکھتے ہوئے کہ اس حدیث کے کچھ خارجی قرائن ہیں جو اسے تقویت دے رہے ہیں، یا اس لیے کہ یہ قواعد شرعیہ کے مطابق ہے تو ان کا یہ عمل حدیث کی صحت اور اس کی تقویت کا سبب بن جاتا ہے، پس یہاں (حدیث کی) صحت، عمل پر متفرع ہوئی، نہ کہ عمل (متفرع ہوا) (حدیث کی) صحت پر۔

توضیح: سلفیان زمانہ نے حدیث ضعیف کو باطل اور موضوع کا قائم مقام قرار دے دیا

ہے،اور اگراسی حدیث ضعیف کی سلفیوں کوضرورت ہوتو اسے صحیح بناڈالتے ہیں۔

اسی کتاب کے باب نہم میں وہابیہ کی علمی خیانتوں کی تفصیل مرقوم ہے۔

(۲) خطیب ابوبکر بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) نے رقم فرمایا:

{عن معاذ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین بعثہ الی الیمن- قال: کیف تصنع ان عرض لک قضاء؟قال: اقضی بما فی کتاب اللّٰہ-قال: فان لم یکن فی کتاب اللّٰہ؟قال: فبسنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم- قال: فان لم یکن فی سنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم؟ قال: اجتھد رائی ولا آلو-قال: فضرب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صدری-ثم قال: الحمد لِلّٰہِ الذی وفق رسول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما یرضٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

(سنن ابی داؤد ص۵۰۵-سنن الترمذی ج ا ص۲۴۷)

وھذا اسناد متصل-ورجالہ معروفون بالثقۃ علٰی ان اھل العلم قد تقبلوہ واحتجوا بہ-فوقفنا بذلک علٰی صحتہ عندھم-کما وقفنا علٰی صحۃ قول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

(لاوصیۃ لوارث)(سنن ابی داؤد-سنن الترمذی-سنن ابن ماجۃ)

وقولہ فی البحر(ھو الطھور مائہ،الحل میتتہ)

(مؤطاء للامام مالک-سنن ابی داؤد-سنن ابن ماجۃ)

(سنن الترمذی -سنن الدارمی-المستدرک للحاکم)

وقولہ(اذا اختلف المتبایعان فی الثمن،والسلعۃ قائمۃ،تحالفا وترادَّا البیعَ)(الطبرانی والدارمی)

وقولہ(الدیۃ علی العاقلۃ)(صحیح البخاری وصحیح لمسلم)

وان كانت هذه الاحاديث لاتثبت من جهة الاسناد–لكن لما تلقته الكافة عن الكافة–غَنَوا بصحتها عندهم عن طلب الاسناد لها–فكذلك حديث معاذ–لما احتجوا به جميعًا،غنوا عن طلب الاسناد له}

(الفقیہ والمتفقہ ج۱ص۴۷۳)

﴿ت﴾ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب انہیں یمن بھیجنے لگے تو دریافت فرمائے: اگر تمہیں فیصلے کی ضرورت پیش آئی تو تم کیا کروگے؟ حضرت معاذ بن جبل نے عرض کیا: میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: پس اگر وہ کتاب اللہ میں نہ ہو؟

حضرت معاذ بن جبل نے عرض کیا:

پس میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

پس اگر وہ اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سنت میں نہ ہو؟ حضرت معاذ بن جبل نے عرض کیا: میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور میں کچھ کمی نہیں کروں گا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے سینے پر دست مبارک رکھا، پھر فرمایا: ساری حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول کے فرستادہ کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی، جو اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند ہے۔ (سنن ابی داؤد ص۵۰۵–سنن الترمذی ج۱ص۲۴۷)

یہ متصل سند ہے (اس حدیث کی سند متصل ہے)، اور اس کے روایت کنندگان ثقاہت میں مشہور ہیں، علاوہ ازیں اہل علم نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس سے استدلال کیا، پس اس (استدلال) کے سبب ہم اس حدیث کے اہل علم کے یہاں صحیح ہونے پر مطلع ہوئے، جیسا کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک (لاوصیۃ لوارث) اور سمندر کے

بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان مبارک (ھوالطھو رماۂ،الحل میتتہ)،اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول مبارک (اذا اختلف المتبایعان فی الثمن والسلعۃ قائمۃ،تحالفا وترادا البیع)اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مقدس (الدیۃ علی العاقلۃ) کی صحت پر واقف ہوئے۔(امت کا ان حدیثوں پرعمل کرنا ہمارے لیے صحت حدیث کی دلیل قرار پائی)

گر چہ یہ حدیثیں (مابعد کی چار حدیثیں) سند کے اعتبار سے ثابت نہیں ہیں،لیکن جب تمام اخلاف نے تمام اسلاف سے اسے قبول کیا،تو ان حضرات کے یہاں اس حدیث کی صحت کے سبب اس کی سند طلب کرنے سے لوگ بے نیاز ہو گئے،پس اسی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔جب تمام اہل علم نے اس سے استدلال کیا تو لوگ اس کی سند طلب کرنے سے بے نیاز ہو گئے۔

توضیح:جب امت مسلمہ کسی حدیث پرعمل پیرا ہوتو یہ عمل اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔مذکورہ بالا عبارت میں متعدد حدیثیں پیش کی گئی ہیں،جن کی سند ثابت نہیں،لیکن امت کا اس پرعمل ہے۔عمل کے سبب اب ان حدیثوں کی سند طلب کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی،اور وہ حدیثیں عمل کے باب میں صحیح حدیثوں کی طرح ہیں۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر چہ ضعیف ہے،لیکن وہ سند کے اعتبار سے حسن کے قریب ہے،اور امت کے عمل کی وجہ سے اس کا متن صحیح قرار پاتا ہے۔

خطیب بغدادی نے مذکورہ بالا اقتباس میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے صحیح ہونے کی دوصورت بیان فرمائی۔

(۱)اس حدیث کی سند متصل ہے،اور اس کے روات ثقہ ہیں،اس لیے یہ حدیث ہے۔

(۲)اس حدیث پر علمائے امت کا عمل ہے،اس لیے یہ حدیث صحیح ہے۔

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ کسی حدیث پر امت کا عمل ہونا بھی اس حدیث کے صحیح ہونے کی علامت ہے۔اس اقتباس میں خطیب بغدادی نے پانچ حدیثیں رقم کی ہیں۔

مابعد کی چار حدیثوں کی سند قوی نہیں ہیں ،لیکن خطیب بغدادی نے فرمایا کہ ان حدیثوں پرامت کاعمل ان حدیثوں کے قابل عمل ہونے کی علامت ہے،لہذااب ان حدیثوں کی سندوں کے بارے میں سوال اورتفتیش کی ضرورت نہیں ہے۔

اسی طرح بیس رکعت تراویح پرامت مسلمہ کااجماع ہے۔چاروں فقہائے متبوعین نے بیس رکعت تراویح کوتسلیم کیا۔حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھتیس رکعت تراویح کا قول کیاہے،اس کی بنیاداہل مدینہ منورہ کاعمل ہے۔بیس رکعت کاقول بھی ان سے مروی ہے۔

بیس رکعت تراویح پرامت مسلمہ کااجماع بیس رکعت کی روایتوں کی صحیح ہونے اورقابل عمل ہونے کی دلیل ہے،گرچہ وہ احادیث سند کے اعتبار سےضعیف ہوں۔

مسائل شرعیہ اورفاروقی فیصلے

ابن مبرد حنبلی: جمال الدین یوسف بن حسن بن عبدالہادی مقدسی (۸۴۰ھ-۹۰۹ھ) نے حافظ ابن رجب بغدادی ثم دمشقی حنبلی (۷۳۶ھ-۷۹۵ھ) کی کتاب (مشکل الاحادیث الواردۃ فی ان طلاق الثلاث واحدۃ) کےحوالے سے نےتحریرفرمایا:

{قال ابن رجب فی آخر کتابہ:اعلم ان ما قضی بہ عمر علٰی قسمین:

احدھما:ما لم یعلم للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیہ قضاء بالکلیۃ.

وھذا علٰی نوعین:

احدھا: ما جمع فیہ عمر الصحابۃ وشاورھم فیہ-فاجمعوا معہ علیہ فھذا لا یشک انہ الحق-کھذہ المسألۃ والعمریتین وکقضائہ فیمن جامع فی احرامہ انہ یمضی فی نسکہ،وعلیہ القضاء والھدی،ومسائل کثیرۃ.

والثانی:ما لم یجمع الصحابۃ فیہ مع عمر،بل مختلفین فیہ فی زمنہ وھذا یسوغ فیہ الاختلاف کمسائل الجد مع الاخوۃ.

القسم الثانی:ما روی عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فیه قضاء بخلاف قضاء عمر–وهو علٰی اربعة انواع.

احدها:ما رجع فیه عمر الی قضاء النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فهذا لا عبرة فیه بقول عمر الاول.

الثانی: ما روی عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فیه حکمان–احدهما موافق لقضاء عمر رضی اللّٰہ عنه–فان الناسخ من النصین ما عمل به عمر

الثالث: ما صح عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انه رخص فی انواع من جنس العبادات فیختار عمر للناس ما هو الافضل والاصلح ویلزمهم به فهذا یمنع من العمل بغیر ما اختاره.

الرابع:ما کان قضاء النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لعلة،فزالت العلة. فزال الحکم بزوالها–او وجد مانع یمنع من ذلک الحکم}

(سیر الحاث الٰی علم الطلاق الثلاث ص۳۵-دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

﴿ت﴾ حافظ ابن رجب بغدادی حنبلی نے اپنی کتاب کے آخری حصے میں فرمایا:

جان لو! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فیصلے کیے۔وہ دو قسم کے ہیں:

نوع اول: جس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بالکل کوئی فیصلہ نہ ہو۔اس کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: جس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا اوران سے مشورہ لیا،پس اس امر پر صحابہ کرام ان کے ساتھ متفق ہو گئے۔

پس کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حق ہے، جیسے یہ مسئلہ (مسئلہ طلاق)،عمریتین کا مسئلہ (علم وراثت کا ایک مسئلہ)اور جیسے جو حالت احرام میں جماع کرلے،تو اس کے بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ کہ وہ اپنا حج مکمل کرے،اوراس پر قضا اور ہدی (قربانی)

ہے،اور بہت سے مسائل (جو عہد فاروقی میں صحابہ کرام کی مشاورت سے حل ہوئے)

دوسری قسم: وہ ہے جس میں صحابہ کرام، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ متفق نہیں ہوئے، بلکہ ان کے زمانے میں ان سے اختلاف رکھتے تو ایسے مسئلے میں اختلاف کی گنجائش ہے، جیسے بہنوں کے ساتھ دادی کی وراثت کے مسائل۔

نوع دوم: جس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کے خلاف فیصلہ مروی ہو۔اس کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کی طرف رجوع کرلیا ہو، پس اس مسئلے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

دوسری قسم: حضور اقدس پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس بارے میں دو حکم مروی ہو۔ان میں سے ایک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کے موافق ہو تو دونوں روایتوں میں سے ناسخ وہ روایت ہے جس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا (اور دوسری روایت منسوخ قرار پائے گی)

تیسری قسم: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت صحیح ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادت کی مختلف قسموں کی رخصت عطا فرمائی ہو، پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے لیے وہ اختیار فرمائیں جو افضل و بہتر ہو، اور اس کو لوگوں پر لازم فرمادیں تو ان کے اختیار کردہ امر کے علاوہ پر عمل کرنا ممنوع ہوگا۔

چوتھی قسم: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ کسی علت کی بنیاد پر ہو، پھر وہ علت زائل ہوگئی تو زوال علت کے سبب حکم زائل ہوگیا، یا کوئی مانع پایا گیا جو اس حکم سے روکتا ہے۔

توضیح: مذکورہ بالا قانون میں نوع دوم کی قسم دوم میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس بارے میں دو حکم مروی ہو۔ان میں سے ایک حضرت عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے فیصلے کے موافق ہوتو دونوں روایتوں میں سے ناسخ وہ روایت ہے جس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا (اور دوسری روایت منسوخ قرار پائے گی)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تراویح کی رکعات کے بارے میں دو روایت ہے۔حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیس رکعت روایت کی ، اور حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت پر عمل کیا۔مذکورہ بالا قانون کے اعتبار سے آٹھ رکعت کی روایت منسوخ ہوگئی، کیوں کہ دوحکم میں سے جس حکم کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترک فرمادیں، وہ منسوخ قرار پاتی ہے،اور جس پر عمل کریں ،وہ ناسخ ہوتی ہے، پس بیس رکعت کی روایت ناسخ اور آٹھ رکعت کی روایت منسوخ قرار پائی۔

وہابیہ چوں کہ منسوخ العقل ہیں،اس لیے روایات منسوخہ پر عمل کرنا ان کا شعار ہے۔

جن روایتوں پر ائمہ مجتہدین کا عمل ہو چکا ،وہابیہ ان روایتوں میں کوئی نہ کوئی عیب نکال کران کو نا قابل عمل ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا قانون کی نوع دوم کی قسم سوم میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادت کی مختلف قسموں کی رخصت عطا فرمائی ہو،اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے لیے وہ اختیار فرمائیں جو افضل وبہتر ہو،اور اس کو لوگوں پر لازم فرمادیں تو ان کے اختیار کردہ امر کے علاوہ پر عمل کرنا ممنوع ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت تراویح کو متعین نہیں فرمایا۔عہد رسالت میں بعض لوگ جماعت کے ساتھ اور بعض لوگ بلا جماعت تراویح ادا فرماتے ۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت متعین فرمادی ہے،اس کو ترک کر کے تنہا نماز تراویح ادا کرنا ممنوع ہوگا۔نوع دوم کی قسم سوم کا یہی مفاد ہے۔

وہابیہ خود کو حنبلی مسلک کا پیروکار بتاتے ہیں۔یہ عبارت حنبلی مسلک کے فقیہ کی ہے۔

آٹھ رکعت تراویح حقائق کی روشنی میں

(۱){نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ كُرَيْبٍ ثَنَا مَالِكٌ يَعْنِي اِبْنَ اِسْمَاعِيْلَ نَا يَعْقُوْبُ -ح- وَثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعِجْلِيُّ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي اِبْنَ مُوسٰى نَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ اِبْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْقُمِّيُّ عَنْ عِيْسَى بْنِ جَارِيَةَ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكْعَاتٍ وَالْوِتْرَ ،فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْقَابِلَةِ اِجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ يَخْرُجَ اِلَيْنَا فَلَمْ نَزَلْ فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى اَصْبَحْنَا فَدَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!رَجَوْنَا اَنْ تَخْرُجَ اِلَيْنَا فَتُصَلِّ بِنَا،فَقَالَ: كَرِهْتُ اَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرُ} (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ص ۵۳۱-مکتبۃ الاسلامی قاہرہ)

〈ت〉 حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعت نماز تراویح اور وتر پڑھائی، پس جب اگلی رات ہوئی تو ہم لوگ مسجد میں جمع ہوئے اور ہم لوگوں نے امید کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائیں گے تو ہم لوگ مسجد ہی میں رہے، یہاں تک کہ ہم نے صبح کر دی، پس ہم لوگ حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم لوگوں نے امید کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائیں گے، پھر ہمیں نماز پڑھائیں گے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ناگوار ہوا کہ وتر تم پر فرض کر دی جائے۔

(۲){اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْاَزْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ الْقُمِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا

عِيْسَى بْنُ جَارِيَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكْعَاتٍ وَاَوْتَرَ فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اِجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ يَخْرُجَ اِلَيْنَا فَلَمْ نَزَلْ فِيْهِ حَتّٰى اَصْبَحْنَا ثُمَّ دَخَلْنَا فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! اِجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ تُصَلِّ بِنَا–فَقَالَ: اِنِّي خَشِيْتُ اَوْ كَرِهْتُ اَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرُ﴾

(صحیح ابن حبان مکمل ص ۷۱۰- حدیث نمبر ۲۴۰۹ - دارالمعرفۃ بیروت)

﴿ت﴾ حضرت عیسیٰ بن جاریہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ماہ رمضان میں آٹھ رکعت نماز تراویح اور وتر پڑھائی، پس جب اگلی رات ہوئی تو ہم لوگ مسجد میں جمع ہوئے اور ہم لوگوں نے امید کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری جانب تشریف لائیں گے تو ہم لوگ مسجد ہی میں رہے، یہاں تک کہ ہم نے صبح کر دی، پس ہم لوگ حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم لوگ مسجد میں جمع ہوئے، اور ہم لوگوں نے امید کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھائیں گے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہوا، یا مجھے ناگوار ہوا کہ وتر تم پر فرض کر دی جائے۔

(۳){اَخْبَرَنَا اَبُوْ يُعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْقُمِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ جَارِيَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكْعَاتٍ–الحديث}

(صحیح ابن حبان ص ۷۱۱- حدیث نمبر ۲۴۱۵ - دارالمعرفۃ بیروت)

﴿ت﴾ حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہ رمضان

میں ہمیں آٹھ رکعت (نماز تراویح) پڑھائی۔ (آخری حدیث تک)

توضیح: تیسری حدیث میں بھی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت تراویح پڑھائی، اور پھر مکمل واقعہ مندرج ہے۔

(۴){اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ الْقُمِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ جَارِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُبْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: جَاءَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ مِنِّى اللَّيْلَةَ شَيْءٌ فِي رَمَضَانَ-قَالَ: وَمَا ذَاكَ يَا اُبَيُّ؟ قَالَ: نِسْوَةٌ فِي دَارِي قُلْنَ: اِنَّا لَا نَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ فَنُصَلِّي بِصَلَاتِكَ قَالَ: فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرْتُ قَالَ: فَكَانَ شِبْهُ الرِّضَا وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا}

(صحیح ابن حبان مکمل ص ۷۴۰- حدیث نمبر ۲۵۵۰)

〈ت〉 حضرت عیسیٰ بن جاریہ نے بیان کیا کہ ہم سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے تو انہوں نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھ سے رات کو رمضان میں ایک چیز ہوگئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ وہ کیا ہے اے ابی؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھر کی عورتوں نے کہا۔ ہم سب قرآن نہیں پڑھتی ہیں تو ہم سب آپ کی نماز پڑھیں گی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے انہیں آٹھ رکعت تراویح پڑھائی، پھر میں نے وتر پڑھائی۔ راوی نے کہا (کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا)، پس یہ رضامندی کے مشابہ ہوگیا۔

(۵){اخبرنا ابویعلی قال حدثنا عبد الاعلی بن حماد النرسی قال حدثنا یعقوب القمی قال حدثنا عیسی بن جاریة قال حدثنا جابر بن عبد اللّٰہ جاء ابی بن کعب-الحدیث}

(صحیح ابن حبان ص ۷۴۰-حدیث نمبر ۲۵۴۹-دارالمعرفۃ بیروت)

توضیح: پانچویں حدیث میں بھی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا واقعہ کا ذکر ہے، جس کا ذکر چوتھی حدیث میں ہے۔

حضرت عیسیٰ بن جاریہ اور جرح وتعدیل

مذکورہ بالا پانچوں سندیں حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ بن جاریہ ضعیف راوی ہیں۔

(۱) حافظ ابن عدی جرجانی (۲۷۷ھ-۳۶۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{عن يحيي قال: عيسى بن جارية يروى عنه يعقوب القمى، لا اعلم روى عنه غيره وحديثه ليس بذاک—وفى موضع آخر: عيسى بن جارية عنده احاديث مناكير يحدث عنه يعقوب القمى وعنبسة قاضى الرَّى، وقال النسائى: عيسى بن جارية يروى عنه يعقوب القمى منكر الحديث ولانعلم احدًا حدث عنه غير يعقوب وعنبسة} (الکامل لابن عدی ج۵ص ۲۴۸-دارالفکر بیروت)

﴿ت﴾ یحییٰ نے کہا: عیسیٰ بن جاریہ سے یعقوب قمی روایت کرتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ بن جاریہ سے یعقوب قمی کے علاوہ کسی نے روایت کی ہو، اوران کی حدیث قوی نہیں ہے، اورانہوں نے دوسری جگہ فرمایا: عیسیٰ بن جاریہ کے پاس منکر احادیث ہیں، ان سے یعقوب قمی اور رے کے قاضی عنبسہ روایت کرتے ہیں۔ امام نسائی نے فرمایا: عیسیٰ بن جاریہ سے یعقوب قمی روایت کرتے ہیں۔ عیسیٰ بن جاریہ منکر الحدیث ہیں اور مجھے معلوم نہیں کہ یعقوب قمی اور عنبسہ کے علاوہ کسی نے ان سے روایت کی ہو۔

(۲) حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے رقم فرمایا:

{عن يحيى بن معين يقول: ليس حديث عيسى بن جارية بذاک، لا

اعلم احدًا روی عنه غیریعقوب القمی}(کتاب الجرح والتعدیل ج۶ص۲۷۳)

〈ت〉محدث یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:حضرت عیسیٰ بن جاریہ کی حدیث قوی نہیں ہے۔مجھے معلوم نہیں کہ یعقوب قمی کے علاوہ کسی نے ان سے روایت کی ہو۔

{سئل ابوزرعة عن عیسی بن جاریة فقال:ینبغی ان یکون مدینیًا، لاباس به}(کتاب الجرح والتعدیل ج۶ص۲۷۳)

〈ت〉امام ابوزرعہ رازی(۲۰۰ھ-۲۶۴ھ) سے حضرت عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ مدنی ہیں۔ان میں کوئی حرج نہیں۔

(۳)حافظ ذہبی نے لکھا:{قال ابن معین:عنده مناکیر-وقال النسائی: منکر الحدیث-وجاء عنه:متروک-وقال ابوزرعة:لاباس به}

(میزان الاعتدال ج۳ص۳۱۱-دارالفکر بیروت)

〈ت〉محدث یحییٰ بن معین نے فرمایا:حضرت عیسیٰ بن جاریہ کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔امام نسائی نے فرمایا:عیسیٰ بن جاریہ منکرالحدیث ہیں،اورامام نسائی سے ایک قول آیا کہ عیسیٰ بن جاریہ متروک ہیں۔امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا:لاباس بہ(کوئی حرج نہیں)

(۴)حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی(۷۷۳ھ-۸۵۲ھ)نے تحریر فرمایا:

{عیسی بن جاریة بالجیم الانصاری المدنی-فیه لین}

(تقریب التہذیب ج۱ص۴۶۲)

〈ت〉عیسیٰ بن جاریہ انصاری مدنی جیم کے ساتھ،ان میں کمزوری ہے۔

(۵)حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی(۷۷۳ھ-۸۵۲ھ)نے رقم فرمایا:

{عیسی بن جاریة الانصاری المدنی ذکره الساجی والعقیلی فی الضعفاء-وقیل عن ابن معین:لیس بذاک-وقال ابوزرعة:لاباس به}

(تہذیب التہذیب ج۸ص۱۸۵-دارالفکر بیروت)

〈ت〉 عیسیٰ بن جاریہ کو امام زکریا ساجی بصری (۲۲۰ھ-۳۰۷ھ) اور محدث ابوجعفر عقیلی (م۳۲۲ھ) نے ضعیف راویوں میں ذکر کیا۔ محدث یحییٰ بن معین سے روایت ہے کہ عیسیٰ بن جاریہ قوی نہیں ہیں اور امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: لابأس بہ (کوئی حرج نہیں)

(۶) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{والحدیث اسنادہ ضعیف-عیسی بن جاریة ضعیف، قال ابن معین: عندہ مناکیر-وقال النسائی: منکر الحدیث-وجاء عنہ: متروک-وقال ابن عدی: احادیثہ غیر محفوظة-وقال ابو زرعة: لاباس بہ}

(حاشیہ تلخیص الحبیر للعسقلانی ج۲ص۵۱۰- مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ)

〈ت〉 (آٹھ رکعت تراویح کی) حدیث، اس کی سند ضعیف ہے۔ عیسیٰ بن جاریہ ضعیف راوی ہیں۔ محدث یحییٰ بن معین نے فرمایا: ان کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔ امام نسائی نے فرمایا: وہ منکر الحدیث ہیں، اور امام نسائی سے متروک کی روایت آئی۔ حافظ ابن عدی نے فرمایا: عیسیٰ بن جاریہ کی حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔ امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: لاباس بہ (کوئی حرج نہیں)

توضیح: اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ عیسیٰ بن جاریہ ضعیف راوی ہیں۔

یحییٰ بن معین نے کہا کہ ان کی بہت سی حدیثیں منکر ہیں۔ امام نسائی نے کہا کہ وہ منکر الحدیث اور متروک الحدیث ہیں۔ حافظ ابن عدی نے کہا کہ ان کی حدیث غیر محفوظ ہے۔

امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: (لاباس بہ) (ان میں کوئی حرج نہیں)

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ عیسیٰ بن جاریہ کی سند ضعیف ہے، اور عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا کہ اس کے پاس منکر احادیث ہیں اور ان کی حدیث قابل اعتماد نہیں۔ امام نسائی نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہیں اور کبھی فرمایا کہ متروک ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے انہیں لین سے متصف قرار دیا۔

حافظ ابن عدی نے کہا کہ ان کی احادیث غیر محفوظ ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ عیسیٰ بن

جاریہ، ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان سے بھی زیادہ ضعیف ہیں۔

جس طرح حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق بیس رکعت تراویح کی روایت میں ابوشیبہ متفرد ہوئے۔اسی طرح آٹھ رکعت کی روایت میں حضرت عیسیٰ بن جاریہ متفرد ہیں۔ اب ترجیح کس کو دی جائے؟ یہ ایک مستقل بحث ہے۔تفصیل آئندہ اوراق میں ہے۔

حکم جرح وتعدیل

جب کسی راوی سے متعلق جرح وتعدیل جمع ہو جائیں تو علما، جرح کو تعدیل پر مقدم قرار دیتے ہیں، کیوں کہ جرح باطنی حال کی خبر دیتا ہے،اور تعدیل ظاہری حال کو بتاتی ہے۔

(۱) خطیب ابوبکر بغدادی شافعی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{اتفق العلماء علیٰ ان من جرحه الواحد والاثنان وعَدَّلَهُ مثلُ عَدَدِ مَنْ جرحه–فان الجرح به اولیٰ–والعلة فی ذلک ان الجارح یخبرعن امر باطن قد علمه ویصدق المعدِّلَ ویقول له:قد علمتُ من حاله الظاهرة ما علمتَها –وتفردتُ بعلم لَمْ تَعْلَمْه من اختبار امره–واخبار المعدِّلِ عن العدالة الظاهرة لاینفی صدق قول الجارح فیما اخبر به فوجب لذلک ان یکون الجرح اولیٰ من التعدیل} (الکفایۃ فی علم الروایہ ص۱۳۲)

﴿ت﴾ علما اس پر متفق ہیں کہ جس راوی پر ایک یا دو نے جرح کیا اور جارحین کی تعداد کی مثل نے تعدیل کی تو جرح (پرعمل) بہتر ہے،اوراس کی علت یہ ہے کہ جارح امر باطن کی خبر دیتا ہے،جس کا علم اسے ہوا،اور معدل کی تصدیق کرتا ہے اوراسے کہتا ہے: میں نے اس شخص کے ظاہری حال کو جانا، جیسے آپ کو اس کا علم ہوا،اور میں ایک علم کے ساتھ متفرد ہوا،جس کا علم آپ کو نہیں،یعنی اس کے معاملے کی جانچ پڑتال،اور معدل کا عدالت ظاہری کی خبر دینا جارح کے قول کے صدق کے منافی نہیں،جس کی وہ خبر دیا ہے،پس اس وجہ سے ضروری ہے کہ جرح

(پرعمل کرنا)،تعدیل(پرعمل کرنے)سے بہتر ہو۔

(۲)امام جلال الدین سیوطی شافعی(۸۴۹ھ-۹۱۱ھ)نے رقم فرمایا:

{(واذا اجتمع فیہ)ای الراوی(جرح) مفسر(وتعدیل فالجرح مقدم) ولو زاد عدد المعدِّل-ھذا ھو الاصح عند الفقھاء والاصولیین-ونقلہ الخطیب عن جمھور العلماء -لان مع الجارح زیادۃ علم لم یطلع علیھا المعدل-ولانہ مصدق للمعدل فیما اخبر بہ عن ظاھر حالہ الا انہ یخبر عن امر باطن خفی عنہ}(تدریب الراوی ج۲ص۵۲۰)

﴿ت﴾جب راوی کے بارے میں جرح مفسر اور تعدیل جمع ہوجائیں تو جرح مقدم ہے،گرچہ اہل تعدیل کی تعداد زیادہ ہو۔یہی فقہا اور علمائے اصول کے یہاں اصح ہے،اور حافظ خطیب بغدادی نے اسے جمہور علما کی جانب سے نقل کیا،اس لیے کہ جارح کے پاس زائد علم ہے،جس پر صاحب تعدیل مطلع نہیں،اور اس لیے کہ جارح،اہل تعدیل کی تصدیق کرتا ہے،اس بارے میں جو معدل نے اس راوی کے ظاہری حال کے بارے میں بتایا،مزید یہ کہ جارح ایک امر باطن کی خبر دیتا ہے جو صاحب تعدیل سے مخفی رہ گیا۔

(۳)حافظ ابن صلاح شافعی(۵۷۷ھ-۶۴۳ھ)نے تحریر فرمایا:

{اذا اجتمع فی شخص جرح وتعدیل-فالجرح مقدم،لان المعدل یخبر عما ظھر من حالہ والجارح یخبر عن باطن خفی علَی المعدل فان کان عدد المعدلین اکثر-فقد قیل:التعدیل اولٰی-والصحیح والذی علیہ الجمھور ان الجرح اولٰی لما ذکرناہ:واللّٰہ اعلم}(مقدمہ ابن صلاح ص۵۲)

﴿ت﴾جب کسی راوی سے متعلق جرح وتعدیل جمع ہوجائیں تو جرح مقدم ہے،اس لیے کہ معدل اس کی خبر دیتا ہے جو اس راوی کا ظاہری حال ہے،اور جارح اس باطنی امر کی خبر دیتا ہے جو صاحب تعدیل پر پوشیدہ رہ گیا،پس اگر اہل تعدیل کی تعداد زیادہ ہو تو ایک قول

ہے کہ تعدیل (پرعمل) بہتر ہے، اور صحیح مذہب اور جس پر جمہور علما ہیں کہ جرح (پرعمل) بہتر ہے، اس کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا: واللہ تعالیٰ اعلم

آٹھ رکعت کی روایت ضعیف

حافظ ابن عدی جرجانی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی تخریج ''الکامل فی ضعفاء الرجال'' (ج ۵ ص ۲۴۸) میں عیسیٰ بن جاریہ کی سند سے کی۔ اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی تخریج بھی عیسیٰ بن جاریہ کی سند سے کی، اور ''الکامل'' میں کسی حدیث کی روایت ضعیف ہونے کی علامت ہے۔

(۱) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی سند یہ ہے:

{حدثنا محمد بن الحسن البصری بحلب قال ثنا عبدالاعلی بن حماد قال حدثنا یعقوب بن عبد اللّٰہ عن عیسی بن جاریة قال حدثنا جابر بن عبد اللّٰہ قال: جاء ابی بن کعب—الحدیث} (الکامل ج ۵ ص ۲۴۸)

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی سند یہ ہے:

{حدثنا ابن ذریح قال ثنا جعفر بن حمید الکوفی قال ثنا یعقوب بن عبد اللّٰہ عن عیسی بن جاریة عن جابر قال: صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان لیلة ثمانی رکعات والوتر—فلما کان فی القابلة اجتمعنا فی المسجد الحدیث—حدثناہ ابن ذریح بهذا الاسناد باحادیث اُخَر وکلها غیر محفوظة} (الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۲۴۹)

〈ت〉 (حافظ ابن عدی نے فرمایا کہ) ابن ذریح نے ہم سے حضرت عیسیٰ بن جاریہ کی سند سے چند دوسری حدیثیں بھی بیان کیں اور یہ تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔

(۳) حافظ ابن عدی نے احمد بن صالح کے حوالے سے حضرت عیسیٰ بن جاریہ کی

سند سے ایک حدیث کی تخریج کے بعد رقم فرمایا:

{وبهذا الاسناد ثمانية احاديث أُخَر -حدثناه (احمد)ابن صالح بها، غير محفوظة} (الکامل ج۵ص۲۴۹)

﴿ت﴾ اس سند سے آٹھ دوسری حدیثیں ہیں۔وہ حدیثیں احمد بن صالح نے ہم سے بیان کیں،وہ غیر محفوظ ہیں۔

(۴) حافظ ابن عدی نے عیسیٰ بن جاریہ کی سند سے آٹھ رکعت تراویح سے متعلق دونوں روایتیں (متعلقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومتعلقہ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی کتاب (الکامل) میں درج کی،اور حافظ ابن عدی (الکامل) میں صرف ضعیف احادیث نقل کرتے ہیں،لہٰذا حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ عنہ کی دونوں حدیثیں ضعیف قرار پائیں۔

(۵) حافظ ابن عدی نے رقم فرمایا: **{......و ذاكرٌ لكل رجل منهم مما رواه ما يُضَعَّفُ من اجله}** (الکامل فی ضعفاء الرجال ج۱ص۲)

﴿ت﴾ (میں اس کتاب میں) ذکر کرنے والا ہوں راویوں میں سے ہر شخص کی بعض مرویات کا،جو اس (راوی) کی وجہ سے ضعیف قرار دی جاتی ہے۔

(۶) امام جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{العقيلى فى الضعفاء (عق)ولابن عدى فى الكامل(عد)وللخطيب (خط)فان كان فى تاريخه،اطلقت والابينته ولابن عساكر(كر)وكل ما

عـزی لهـؤلاء الاربـعة وللـحكيم الترمذی فی نوادرالاصول اوللحاكم فی تـاريـخـه اولابـن الـجـارود فی تاريخه اوللديلمیی فی مسند الفردوس فهو ضعيف فيستغنی بالعزو اليها او الٰی بعضها عن بيان ضعفه}

(مقدمہ جمع الجوامع للسیوطی-کنز العمال ج ۱ص ۱۰)

<خ> حافظ ابوجعفرعقیلی نے (الضعفاء) میں اورحافظ ابن عدی نے (الکامل) میں اور خطیب بغدادی نے (تاریخ بغداد) میں اورحافظ ابن عساکر نے (تاریخ دمشق) میں اورحکیم ترمذی نے (نوادرالاصول) میں اورحاکم نیشاپوری نے اپنی تاریخ میں اورابن جارود نے اپنی تاریخ میں اورحافظ دیلمی میں (مسندالفردوس) میں جوحدیثیں بیان کیں، وہ ضعیف ہیں، پس ان کتابوں کی طرف یاان میں سے بعض کتابوں کی طرف (کسی حدیث کی) نسبت کردینا اس کے ضعیف ہونے کے لیے کافی ہے۔

توضیح: حافظ ابن عدی(۲۷۷ھ-۳۶۵ھ) نے (الکامل) میں اوراسی طرح مذکورہ بالامحدثین نے اپنی مذکورہ کتابوں میں جن احادیث کی تخریج کی، وہ سب ضعیف ہیں، کیوں کہ ان کتابوں میں خاص کرضعیف حدیثوں کوہی جمع کیا گیا ہے۔

آٹھ رکعت تراویح سے متعلق ابن جاریہ کی دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیس رکعت تراویح کی روایت، گرچہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے،لیکن حضرات خلفائے راشدین اورصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بیس رکعت تراویح پراجماع کی وجہ سے تقویت پاکرمتن کے اعتبار سے وہ حدیث صحیح قرار پاتی ہے۔اصول فقہ کی روشنی میں عیسیٰ بن جاریہ کی حدیث پرتبصرہ سے حقیقت حال زیادہ واضح ہوجاتی ہے۔

حدیث عیسیٰ بن جاریہ اصول فقہ کی روشنی میں

سلفیان زمانہ اپنے مسلک باطل کوثابت کرنے کے لیے کبھی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔کبھی حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو دلیل بناتے ہیں،جس میں آٹھ رکعت نماز نفل کا ذکر ہے۔صلوٰۃ اللیل،نماز وتر اور نماز تہجد سے متعلق احادیث پر ایک جامع تبصرہ تحریر ہو چکا ہے۔

اب اصول فقہ اور قواعد شرعیہ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث زیر بحث ہے۔عہد حاضر میں حدیث مذکور قابل استدلال نہیں۔

اصول فقہ کے اعتبار سے ابن جاریہ کی حدیث ظاہراً متصل اور باطناً منقطع ہے۔

(۱)ملااحمد جیون جونپوری (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{(واما الباطن)فنوعان بان یکون الاتصال فیه ظاهرًا ولکن وقع الخلل بوجه اٰخروهوفقد شرائط الراوی اومخالفته لدلیل فوقه(فان کان لنقصان فی الناقل فهوعلٰی ما ذکرنا)من عدم قبول خبرالکافروالفاسق والصبی والغافل (وان کان بالعرض بان خالف الکتاب...... اوالسنة المعروفة ......او الحادثة المعروفة...... اواعرض عنه الائمة من الصدرالاول)یعنی ان الصحابة اذا تکلموا فیما بینهم بالرای ولم یلتفتواالی الحدیث کان ذلک دلیل انقطاعه مثل ما روی ان الصحابة اختلفوا فیما بینهم فی وجوب الزکوة علی الصبی بالرای ولم یلتفتوا الٰی قوله علیه السلام:ابتغوا فی مال الیتامی خیرًا(ای تجارة)کی لا تاکله الصدقة–فعلم انه غیرثابت اومؤول بتاویل ان المراد بالصدقة النفقة علیه کما قال علیه السلام:نفقة المرء علٰی نفسه صدقة(کان مردودًا منقطعًا ایضًا} (نورالانوارص۱۹۰)

﴿ت﴾لیکن انقطاع باطن تو اس کی دوقسمیں ہیں:(پہلی قسم)اس طرح کہ اس میں ظاہری طور پر اتصال ہو،لیکن کسی دوسری وجہ سے خلل واقع ہوگیا ہو۔

اور وہ راوی کی شرطوں کا فقدان ہے،یا اس کا اپنے سے قوی دلیل کا مخالف ہونا ہے،

پس اگر وہ راوی میں کسی کمی کی وجہ سے ہوتو وہی حکم ہے جو ہم نے بیان کیا، یعنی کافر، فاسق، بچے اور غافل کی خبر کو قبول نہ کرنا۔

(دوسری قسم) اور اگر معارضہ کی وجہ سے (انقطاع) ہو، اس طرح کہ وہ کتاب اللہ، یا سنت مشہورہ، یا حادثہ مشہورہ کے خلاف ہو، یا قرن اول سے ائمہ دین اس سے اعراض کرتے ہوں، یعنی حضرات صحابہ کرام جب آپس میں اجتہاد کے ذریعہ کلام فرمائیں اور اس حدیث کی جانب توجہ نہ دیں تو یہ اس حدیث کے منقطع ہونے کی دلیل ہے، جیسے جو مروی ہے کہ بچے پر زکات واجب ہونے کے بارے میں جب اجتہاد کے ذریعہ صحابہ کرام کا باہمی اختلاف ہوا، اور صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک (یتیموں کے مال میں بھلائی تلاش کرو (یعنی تجارت کرو)، تاکہ صدقہ اسے ختم نہ کردے) کی جانب متوجہ نہ ہوئے تو معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے، یا اس تاویل سے مؤول ہے کہ صدقہ سے مراد اس یتیم پر خرچ کرنا (یتیم کا نفقہ) ہے، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا اپنے اوپر خرچ کرنا صدقہ ہے۔

حدیث (ان چاروں صورتوں میں) بھی قابل رد اور منقطع ہوگی۔

توضیح: انقطاع باطن کی دوقسمیں ہیں: (۱) راوی میں کوئی شرط مفقود ہو (۲) یا وہ حدیث، قرآن یا سنت مشہورہ یا کسی مشہور واقعہ، یعنی کسی دلیل قوی کے معارض ہو، یا صحابہ کرام اس حدیث کی جانب توجہ نہ فرمائیں، بلکہ اسے چھوڑ کر رائے اور قیاس سے حکم شرعی کا استنباط کریں تو یہ اس حدیث کے باطناً منقطع ہونے کی دلیل ہے۔

جس طرح محدثین کے یہاں علت خفیہ قادحہ کی وجہ سے حدیث معلل ہوکر نا قابل قبول ہوجاتی ہے۔ اسی طرح فقہا کے یہاں باطناً منقطع حدیث نا قابل استدلال قرار پاتی ہے۔

حضرت عیسیٰ بن جاریہ کی حدیث میں خود راوی حدیث حضرت عیسیٰ بن جاریہ مجروح یا کم از کم مختلف فیہ ضرور ہیں جیسا کہ گذرا۔ جو حال حدیث ابن عباس کا ہے کہ اس میں ابوشیبہ

مجروح راوی ہیں، اسی طرح یہاں عیسیٰ بن جاریہ مجروح ہیں، پس دونوں روایتیں اس اعتبار سے ایک درجے کی ہوگئیں۔

حدیث ابن عباس پر امت مسلمہ کا عمل ہے اور حدیث ابن جاریہ پر عمل نہیں۔مسلمانوں کے درمیان قرن اول سے معمول بہ ہونے کے سبب حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح حاصل ہوگی، جیسا کہ ثابت شدہ قاعدہ ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام کا عمل حدیث ابن جاریہ کے خلاف ہے۔صحابہ کرام کا اجماع بیس رکعت تراویح پر ہے، نہ کہ آٹھ رکعت پر۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس حدیث کی جانب توجہ نہ فرمانا اس حدیث کے منقطع ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر حدیث ابن جاریہ ثابت بھی ہوتو وہ مؤول ہے، جیسا کہ نورالانوار کی عبارت میں بتایا گیا کہ صحابہ کے عدم التفات کے وقت حدیث مؤول ہوگی، یا غیر ثابت ہوگی۔اگر حدیث ابن جاریہ کو ثابت بھی مان لیا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جماعت کے ساتھ آٹھ رکعت تراویح ادا فرماتے اور باقی رکعتیں تنہا ادا فرماتے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا جماعت بیس رکعت تراویح ادا فرماتے۔

(۲) صدرالشریعہ عبیداللہ بن مسعود حنفی (م۷۴۷ھ) نے تحریر فرمایا:

{الانقطاع الباطن علٰی قسمین: الاول ان یکون منقطعًا بسبب کونه معارضًا والثانی ان یکون منقطعًا بنقصان فی الناقل-والاول علٰی اربعة اوجه -اما ان یکون معارضًا للکتاب اوالسنة المشهورة اوبکونه شاذا فی البلوی العام اوباعراض الصحابة عنه فانه معارض لاجماع الصحابة فلما ذکر الوجوه الاربعة-شرع فی القسم الثانی من الانقطاع الباطن وهذان القسمان وان کانا متصلین ظاهرًا لوجود الاسناد لکنهما منقطعان باطنًا وحقیقةً.

اما القسم الاول فلقوله علیه السلام یکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا رُوِیَ عنی حدیث فاعرضوہ علٰی کتاب اللّٰہ تعالٰی فما وافق کتاب اللّٰہ فاقبلوہ وما خالف فردوہ-فدل ھذا الحدیث علٰی ان کل حدیث یخالف کتاب اللّٰہ فانہ لیس بحدیث الرسول علیہ السلام وانما ھومفتریٰ وکذلک کل حدیث یعارض دلیل اقویٰ منہ فانہ منقطع عنہ علیہ السلام،لان الادلة الشرعیة لایناقض بعضھا بعضًا وانما التناقض من الجھل المحض-واما القسم الثانی فلانہ لما کان الاتصال بوجود الشرائط التی ذکرنا ھا فی الراوی فحیث عدم بعضھا لایثبت الاتصال} (التوضیح والتلویح ج۲ص۱۰)

﴿ت﴾انقطاع باطن کی دوقسمیں ہیں۔(۱) پہلی قسم یہ کہ اس کے معارض ہونے کے سبب منقطع ہو۔(۲) دوسری قسم یہ کہ ناقل میں کسی نقصان کے سبب منقطع ہو۔

قسم اول کی چارصورتیں ہیں:

(۱) یا کتاب اللہ (۲) یا حدیث مشہور کے معارض ہو۔

(۳) یاعام بلویٰ کے بارے میں شاذ روایت ہونے کے سبب منقطع ہو۔

(۴) یا صحابہ کرام کی اس سے روگردانی کے سبب منقطع ہو،اس لیے کہ یہ اجماع صحابہ کے معارض ہوگی۔

پس جب چاروں قسموں کو بیان فرمادیا تو انقطاع باطن کی دوسری قسم کوشروع کیا،اور (منقطع کی) یہ دونوں قسمیں،گرچہ سند پائے جانے کی وجہ سے بظاہر متصل ہوں،لیکن یہ دونوں قسمیں باطن اور حقیقت میں منقطع ہیں۔

لیکن قسم اول (کا منقطع ہونا) تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے سبب کہ میرے بعد تمہیں بہت سی حدیثیں بیان کی جائیں گی،پس جب مجھ سے کوئی حدیث بیان کی جائے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو،پس جو کتاب اللہ کے موافق ہو،اسے

قبول کرو،اور مخالف ہو،اسے ردکر دو،پس اس حدیث نے اس پر دلالت کیا کہ ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ کے مخالف ہوتو وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے،اور وہ گڑھی ہوئی ہے،اور اسی طرح ہر وہ حدیث جو اپنے سے قوی دلیل کے معارض ہوتو وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقطع ہے،اس لیے کہ شرعی دلائل میں سے بعض،بعض کے معارض نہیں ہوتے،اور تعارض جہل محض کی وجہ سے ہوتا ہے۔

لیکن قسم دوم (کا منقطع ہونا) تو اس لیے کہ جب اتصال ان شرطوں کے پائے جانے کے سبب تھا جو ہم نے راوی سے متعلق بیان کیا تو جب بعض شرطیں معدوم ہوں تو اتصال ثابت نہیں ہوگا۔

توضیح:اس عبارت کا بھی وہی مفاد ہے جو نورالانوار کی عبارت کا تھا،یعنی جب صحابہ کرام کسی حدیث سے اعراض فرمائیں تو وہ حدیث باطناً منقطع ہوگی اور اجماع صحابہ کے خلاف بھی ہوگی ۔اسی طرح راوی میں کسی طرح کا عیب ہوتو وہ حدیث شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے منقطع ہوگی،گرچہ بظاہر متصل ہو۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حدیث ابن جاریہ سے اعراض فرمایا،لہٰذا یہ باطناً منقطع اور اجماع صحابہ کے خلاف ہوگی۔

(۳)مشہور اصولی عالم امام ابوالحسن آمدی شافعی (۵۵۱ھ-۶۳۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{اختلف فیما لو وجد شیء بمشهد من الخلق الکثیر لتوفرت الدواعی علیٰ نقله-اذا انفرد الواحد براویته عن باقی الخلق کما اذا اخبر بان الخلیفة ببغداد قتل فی وسط الجامع یوم الجمعة بمشهد من الخلق ولم یخبر بذلک احد سواه-فذهب الکل الیٰ ان ذلک یدل علیٰ کذبه خلافًا للشیعة وهو الحق-وذلک لان اللّٰه تعالیٰ قد رکز فی طباع الخلق من توفیر الدواعی علیٰ نقل ما علموه والتحدث بما عرفوه-حتی ان العادة لتحیل کتمان ما لا یُؤبَهُ له مما جری من صغار الامور علی الجمع القلیل-

فکیف علی الجمع الکثیر فیما ھو من عظائم الامور ومھماتھا}

(الاحکام فی اصول الاحکام (اصول آمدی) ج۲ص۶۴ - دارالکتب العلمیہ بیروت)

〈ت〉(سنی اور شیعہ علما کا) اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی چیز خلق کثیر کی حاضری میں پائی جائے، جس کے نقل کرنے کے اسباب کثیر ہوں (کوئی مانع موجود نہ ہو)، جب اس میں تمام حاضرین کو چھوڑ کر صرف ایک آدمی اس کی روایت کرے، جیسا کہ جب کوئی خبر دے کہ بغداد کا خلیفہ، جامع مسجد کے بیچ میں جمعہ کے دن لوگوں کی حاضری میں قتل کیا گیا اور اس کی خبر اس کے علاوہ کوئی نہ دے تو تمام علما کا مذہب ہے کہ یہ اس راوی کے کذب پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے برخلاف شیعہ کے، اور ایسا اس لیے کہ رب تعالیٰ نے مخلوق کی فطرت میں اپنی معلوم خبروں کو نقل کرنے اور اپنی جانکاریوں کے بیان کرنے کے اسباب کی کثرت کو مرکوز کردیا ہے، یہاں تک کہ عادت، ان ناقابل التفات چھوٹے امور کے چھپانے کو محال قرار دیتی ہے جو خلق قلیل کے سامنے ہوئے ہوں، چہ جائے کہ بڑے حوادثات جو مجمع کثیر کے سامنے ہوئے ہوں۔

توضیح: حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جماعت تراویح جمع کثیر کے سامنے ہوئی، جیسا کہ حدیث کے الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ دوسرے دن اور تیسرے دن لوگ بہت زیادہ آئے اور چوتھے دن اتنے لوگ آئے کہ مسجد میں گنجائش نہیں رہی۔ اس کے باوجود آٹھ رکعت تراویح کی روایت حضرت عیسیٰ بن جاریہ کے علاوہ کسی سے منقول نہ ہوسکی اور روایت عیسیٰ بن جاریہ، حدیث فرد مطلق (غریب) ہوگی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث بھی اصول حدیث کی روشنی میں فرد مطلق (غریب) ہے، لیکن بیس رکعت تراویح پر صحابہ کا اجماع منعقد ہوجانا اس کے لیے مؤید اور مقوی ہے، اسی لیے قواعد شرعیہ کی روشنی میں حدیث ابن عباس کو متن کے اعتبار سے صحیح قرار دیا گیا۔ گرچہ محدثین کے اصول کے مطابق سند کے اعتبار سے ضعیف ہوجائے۔

(۴) امام احمد بن علی جصاص رازی حنفی (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ) نے (باب القول فی الصحابی اذا روی خبراً ثم عمل بخلافہ) میں رقم فرمایا کہ جب صحابی کسی حدیث کی روایت کرے، پھر خود انہیں کا عمل اس کے برخلاف ہو تو اس سے حدیث غیر معمول بہ کا منسوخ ہونا سمجھا جائے گا۔

فقیہ جصاص رازی نے تحریر فرمایا:{ونحوه ما روی عبید اللّٰه بن ابی رافع عن علی رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم-رفع الیدین عند الرکوع -ورُوِی عن علی انه لم یرفعهما-وکذلک رُوِی عن ابن عمرعن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم-رفع الیدین عند الرکوع-ثم رَوٰی مجاهد انه صلّٰی خلف ابن عمرفلم یرفع یدیه الاعند الافتتاح-فدل ترکهما الرفع بعد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم علٰی انهما قد عرفا نسخ الاول-لولاه لما ترکاه-اذ غیر جائز ان یظن بهما مخالفة سنةٍ رَوَیَاهَا عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مما لا احتمال فیه للتاویل}(الفصول فی الاصول ج۳ص۲۰۴-وزارت اوقاف کویت)

﴿ت﴾اسی طرح جو روایت کیا عبید اللہ بن ابی رافع نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکوع کے وقت رفع یدین فرماتے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ رفع یدین نہیں فرماتے اور ایسا ہی مروی ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکوع کے وقت رفع یدین فرمایا، پھر مجاہد تابعی نے روایت کیا کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر کی اقتدا میں نماز پڑھی تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صرف تکبیر افتتاح (تکبیر تحریمہ) کے وقت ہاتھ اٹھایا، پس ان دونوں صحابیوں کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد رفع یدین کے ترک کر دینا اس پر دلالت کیا کہ ان دونوں کو حکم اول (رفع یدین) کی منسوخی کا علم ہوا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ دونوں رفع یدین نہ چھوڑتے، اس لیے کہ درست نہیں ہے کہ ان

دونوں کے بارے میں ایسی سنت کی خلاف ورزی کا گمان کیا جائے جسے خودان دونوں نے روایت کیا۔ یہ روایت اس میں سے ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔

توضیح: بلاتشبیہ وتمثیل یہی واقعہ بعینہ یہاں بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن جاریہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آٹھ رکعت تراویح کی روایت کی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد رسالت میں اپنے گھر کی عورتوں کے اصرار پر انھیں آٹھ رکعت تراویح اور وتر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھائی، حالاں کہ خود حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائی، اور کوئی روایت نہیں ملتی کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکعات تراویح کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوئی اعتراض کیا۔

ہاں، تمام لوگوں کی ایک متحدہ جماعت پر ضرور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال اٹھایا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک جماعت کے ساتھ سارے لوگوں کا تراویح پڑھنا مستحسن سمجھتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھائی۔ حضرت عیسیٰ بن جاریہ کی حدیث اگر ثابتُ الاصل بھی ہوتو بھی وہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے منسوخ قرار پاتی ہے۔

آٹھ رکعت تراویح سے متعلق حضرت عیسیٰ بن جاریہ کی دوسری حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے مروی ہے، حضرت جابر بن عبد اللہ کی وفات سال ہجری ۷۰ھ کے بعد ہوئی۔ (تقریب التہذیب ج۱ص۱۵۳)

سال ہجری ۱۴ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت کا حکم دیا اور اسی وقت سے صحابہ کرام جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھتے رہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حکم جماعت کے بعد قریباً چھپن

(۵۶) سال تک باحیات رہے، کبھی کوئی اختلاف نہ کیے۔ تراویح کی تعداد رکعات سے متعلق ان سے کوئی اختلاف مروی نہیں۔ اگر حدیث ابن جاریہ بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت بھی مان لی جائے تو مذکورہ بالا قاعدہ شرعیہ کی روشنی میں منسوخ سمجھی جائے گی۔

مذکورہ بالا قاعدۂ شرعیہ نے وہابیہ کے تاروپود بکھیر ڈالے: فالحمد للہ علیٰ ذلک

حدیث کے عدم قبول کی چار علتیں

(۱) امام جصاص رازی حنفی (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{فمن العلل التی یُرَدُّ بها اخبارُ الاٰحاد عند اصحابنا—ما قاله عیسٰی بن ابان: ذکران خبر الواحد یرد لمعارضة السنة الثابتة ایاه—او ان یتعلق القراٰن بخلافه فیما لایحتمل المعانی او یکون من الامور العامة فیجیء خبر خاص لا تعرفه العامة اویکون شاذًا قد رواه الناس وعملوا بخلافه}

(الفصول فی الاصول ج۳ ص۱۱۳)

〈ت〉 ان علتوں میں سے جن کی وجہ سے اخبار آحاد ہمارے اصحاب حنفیہ کے یہاں رد کی جاتی ہیں، وہ ہیں جسے قاضی عیسیٰ بن ابان حنفی (م۲۲۱ھ) نے بیان فرمایا۔

حضرت عیسیٰ بن ابان نے ذکر کیا کہ خبر واحد رد کر دی جاتی ہے۔

(۱) کسی سنت ثابتہ کے اس خبر واحد کے معارض ہونے کی وجہ سے۔

(۲) یا قرآن اس کے برخلاف حکم سے متعلق ہو، جس میں چند معانی کا احتمال نہ ہو۔ (یعنی حکم صریح و متعین ہو)

(۳) یا (خبر واحد) عام امور سے متعلق ہو تو ایک خاص خبر وارد ہو، جسے عام لوگ بیان نہ کریں۔

(۴) یا خبر واحد شاذ ہو کہ لوگ اسے روایت کریں اور اس کے برخلاف عمل کریں۔

توضیح: حدیث ابن جاریہ جب تابعین تک پہنچی ہے تو وہ ایک سنت ثابتہ کے معارض ہوکر پہنچی کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کا اجماع، بیس رکعت پر ہو چکا تھا، اور حدیث میں سنت خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر عمل کا حکم ہے۔

حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

{فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِی فَسَيَرٰی اِخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّيْنَ فَتَمَسَّكُوا بِهَا وَعُضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ–الحديث}

(مسند احمد بن حنبل ج ۲۸ ص ۳۷۵-سنن ابی داؤد ص ۶۳۵)

(سنن ترمذی ج ۲ ص ۹۶-سنن ابن ماجہ ص ۵: عن عرباض بن ساریہ)

〈ت〉 میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا تو تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، پس اسے اختیار کرو، اور مضبوطی سے تھام لو۔

(۲) رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

{وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا} (سورہ نساء: آیت ۱۱۵)

〈ت〉 اور جو رسول کا خلاف کرے، بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے، اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے، اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (کنزالایمان)

توضیح: بیس رکعت تراویح، امت مسلمہ کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اس سے انکار کرنے والا آیت قرآنیہ کی روشنی میں ناکام ونامراد ہے۔ اسی طرح حدیث ابن جاریہ ایک عام واقعہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے باوجود کسی روایت میں رکعات کی تحدید وتعیین نہیں۔ صرف عیسیٰ بن جاریہ یا حدیث ابن عباس میں رکعتوں کی تعداد مروی ہے۔ ابن عباس کی روایت کے لیے صحابہ کا عمل صدق وحق ہونے پر گواہ ہے، لیکن حدیث ابن جاریہ کو کسی طرح بھی تائید وتقویت

نہیں ملتی۔صحابہ کرام کا اس حدیث کے برخلاف عمل کرنا یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ حدیث مؤول ہے، یا غیر ثابت الاصل ہے، یا منسوخ ہے: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

امام جصاص رازی نے مذکورہ بالا قواعد اربعہ کی تشریحات تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی ہیں۔ان میں سے تین کی تفاصیل مرقومہ ذیل ہیں۔دوسری شکل یعنی مخالفت قرآن کی صورت یہاں موجود نہیں،اس لیے اس کی تفصیل اس مقام پر نقل نہیں کی گئی۔

(۱){ومـما ورد خاصًا مما سبيله ان تعرفه الكافة–ما روى ابوهريرة عن الـنبى صلى اللّٰه عليه وسلم انه قال:لا وضوء لمن لم يذكر اسم اللّٰه عليه–فهذا الـخبـرُ اِنْ حُـمِـلَ عـلٰى ظاهره–اقتضى بطلانَ الطهارة الامع وجود التسمية عـليها–ولو كان ذلك من حكمها–تعرفه الكافةُ كما عرفت سائر فروضها– لعموم الحاجة فى الجميع علٰى وجه واحد}(الفصول فی الاصول ج۳ص۱۱۵)

﴿ت﴾ اس میں سے کہ حدیث بطریق خاص وارد ہوئی ہو،اس سے متعلق،جس کا طریقہ ہے کہ اسے تمام لوگ جانیں،وہ حدیث ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا وضو نہیں جو وضو کے لیے بسم اللہ نہ پڑھے،پس یہ حدیث اگر اپنے ظاہری مفہوم پر محمول کی جائے تو بلا تسمیہ طہارت کے باطل ہونے کی مقتضی ہوگی،اور اگر طہارت کا یہ حکم ہوتا تو اسے تمام لوگ جانتے،جیسے تمام فرائض وضو کو جانتے ہیں،تمام فرائض میں(لوگوں کو)ایک ہی طریقے پر ضرورت کی وجہ سے(کیوں کہ وضو کی ضرورت ہر ایک کو ایک ہی طرح ہے)

توضیح:اسی طرح اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتی تو دیگر صحابہ کرام کو اس کا علم ہوتا اور عہد فاروقی میں بیس رکعت پر اتفاق نہ ہوتا۔

(۲){واما حـكمه فيما تعم البلوىٰ–فانما كان علة لرده من توقيف من الـنبـى صـلـى اللّٰه عليه وسلم الكافة علٰى حكمه فيما كان فيه ايجاب اوحظر

نعلمه–بانهم لایصلون الیٰ علمه الابتوقیفه صلی اللّٰه علیه وسلم واذا اشاعه فی الکافة–ورد نقله بحسب استفاضته فیهم–فاذا لم نجده کذلک علمنا– انه لا یخلومن ان یکون منسوخًا اوغیرصحیح فی الاصل–ولایجوز فیما کان هذا وصفه ان یختص بنقله الافْرادُ دون الجماعة}

(الفصول فی الاصول ج۳ص۱۱۴)

﴿ت﴾ لیکن حدیث کا حکم اس امر کے بارے میں جس کی ضرورت عام ہے تو اس حدیث کے رد کرنے کی علت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تمام لوگوں کو اس کا حکم بتا دینا ہے، پس ان امور میں جس میں ایجاب یا ممانعت ہے، ہم جانتے ہیں کہ اس کے علم تک صحابہ کرام، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتانے سے ہی پہنچے ہیں، اور جب اس کی اشاعت تمام لوگوں میں ہوئی تو اس کی نقل صحابہ کرام کے درمیان اس کے مشہور ہونے کے اعتبار سے ہوگی تو جب ہم نے اس کو اس طرح نہیں پایا تو ہم نے جانا کہ یہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا حقیقت میں صحیح نہیں ہے، اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ جس میں یہ وصف (عموم بلویٰ) ہو، اس کی روایت میں جماعت مسلمین کو چھوڑ کر اِکَّا دُکَّا فرد مخصوص ہو۔

توضیح: آٹھ رکعت تراویح کی روایت صرف عیسیٰ بن جاریہ نے کی ۔اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث حقیقت میں صحیح نہیں ہے یا منسوخ ہے۔اس کے بالمقابل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث گرچہ شہرت واستفاضہ کے ساتھ مروی نہیں، لیکن صحابہ کا بیس رکعت پر عمل کرنا اس روایت کے لیے جانب صحت کو متعین کرنے والا ہے۔

(۳){واما ما روی من الاخبار وعمل الناس بخلافه فنحو ما روی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یقنت فی المغرب وفی سائر الصلوات– وما اتفق اهل العلم علیٰ خلافه فهو حدیث سلمة بن المحبق عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیمن وقع علیٰ جاریةِ اِمْرَاَتِه–انها ان طاوَعَتْه فهی له وعلیه

مثلها–وان کان استکرهها فهی حرة وعلیه مثلها وکذلک حدیث مانع الصدقة واخذ الثمرة من اکمامها–قد اتفق الناس علی العمل بخلافها}

(الفصول فی الاصول ج۳ص ۱۱۷)

﴿ت﴾ لیکن وہ کہ حدیثیں روایت کی گئیں اورلوگوں نے اس کے برخلاف عمل کیا تو جیسے وہ حدیث جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب میں اور تمام نمازوں میں دعائے قنوت پڑھتے تھے،اوراہل علم جس روایت کے خلاف عمل پرمتفق ہیں تو وہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سلمہ بن محبق کی روایت ہے اس کے بارے میں جو اپنی بیوی کی باندی سے قربت کیا تو اگر باندی اس کی بات مان لی ہوتو باندی اس کی ہے،اوراس (شوہر) پراسی کی طرح باندی (واجب) ہے،اوراگر وہ اسے مجبور کیا ہوتو وہ باندی آزاد ہے،اوراس شوہر پراسی کی طرح باندی (واجب) ہے،اوراسی طرح مانع صدقہ اور پھلوں کواس کے گچھے سے لینے کی حدیث کہ لوگ اس کے خلاف،عمل پرمتفق ہیں۔

توضیح:امت مسلمہ حدیث ابن جاریہ کے خلاف عمل پرمتفق ہے۔ائمہ اربعہ جن کے مقلدین سارے جہاں میں ہیں،انہوں نے بھی بیس رکعت تراویح کا قول کیا،لہٰذا اتفاق العمل علی الخلاف کے پائے جانے کی صورت میں حدیث ابن جاریہ پرعمل نہیں ہوسکتا۔

سلفی جماعت چند سالوں پیشتر کی پیداوار ہے،اس لیے سلفی جماعت کے اختلاف سے اجماع امت پر کچھ اثر یا کوئی اعتراض واقع نہیں ہوگا،نیز یہ ایک گمراہ جماعت ہے۔

دوامر میں تعارض کی کیفیت

{قال ابو بکر:لایکون تعارض العلتین الاعلٰی وجه منافاة کل واحدة منهما لحکم الاخریٰ وهو کتعارض الاخبار–ان ذلک لایکون الا ان یکون کل واحد منهما موجبًا لضد حکم الاٰخر–ومتٰی لم یکن الخبران علٰی هذا

الوجه لم یکونا متعارضین–وذلک لان العلتین اذا اوجبتا حکمًا واحدًا فلیس یمتنع ان تکونا جمیعا صحیحتین–فتجری کل واحدة منهما علٰی حسب مقتضاها وموجبها –وان کانت کل واحدة منهماجاریة فی فروع لا تجری الاخرٰی فیها–وکذلک ان کانت احداهما اعم من الاخرٰی فلیس یمتنع ان تکونا صحیحتین جمیعًا–وتکون کل واحد ة منهما موجبة لحکمهما فیما یوجد وهی مثل الخبرین اذا کان احدهما اعم من الأخر–و ما یتعلق بهما حکم واحدفیستعملان جمیعا نحوما روی عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم–انه نهٰی عن بیع الطعام قبل القبض ونهی عن بیع ما لم یقبض– فهذا اعم من الاول فی اعیان الحکم–ولیسا معارضین لایجابهما حکمًا واحدًا–وما روی عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انه قال:اَدُّوْا صدقة الفطر عن کل حر وعبد،صغیرًا اوکبیرًا فهوعام فی الکافر والمسلم وروی فی خبر اٰخر:فرض رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم صدقة الفطرعلٰی کل حروعبد من المسلمین فنستعملهماجمیعًا لانهما لیسا متعارضین} (الفصول فی الاصول ج۴ص۲۰۳)

﴿ت﴾امام ابوبکر جصاص رازی نے فرمایا: دوعلتیں متعارض نہیں ہوتی ہیں،مگران دونوں میں سے ہرایک کے دوسرے کے حکم کے منافی ہونے کی وجہ سے،اور یہ احادیث کے معارض ہونے کی طرح ہے کہ دوحدیثیں صرف ان دونوں میں سے ہرایک کے دوسرے کے متضاد حکم کا سبب ہونے کے وقت متعارض ہوتی ہیں،اور جب دوحدیثیں اس طرح نہ ہوں تو وہ دونوں حدیثیں معارض نہ ہوں گی ،اور ایسا اس لیے کہ دوعلتیں جب کسی ایک حکم کا سبب بنیں تو جائز ہے کہ دونوں صحیح ہوں ،پس ان دونوں میں سے ہرایک اپنے مقتضٰی اور موجب کے مطابق جاری ہوں گی،اوراگرچہ ان دونوں میں سے ہرایک ایسے فروع میں جاری ہوکہ دوسری ان میں جاری نہ ہوسکے،اوراسی طرح اگران میں سے ایک دوسری سے عام ہوتو جائز ہے کہ دونوں صحیح

ہوں،اوران دونوں میں سے ہر ایک اس حکم کا سبب بنے گی جو حکم اس علت میں پایا جاتا ہے، اور یہ دو علتیں دو حدیثوں کی طرح ہیں، جب ان میں سے ایک دوسرے سے عام ہو، اور وہ ایک حکم جوان دونوں سے تعلق رکھتا ہے تو اس میں دونوں حدیثیں مستدل بہ ہوں گی ، جیسے کہ جو حضور اقدس سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبضہ کرنے سے قبل اناج کے فروخت کرنے سے منع فرمایا(صحیح بخاری ج اص ۲۸۶) اور (دوسری حدیث میں) اس کی بیع سے منع فرمایا جس پر قبضہ نہ کیا ہو۔پس یہ(دوسری حدیث) حکم کے بارے میں پہلی حدیث سے عام ہے،اور یہ دونوں حدیثیں معارض نہیں ہیں۔

اور جو حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ صدقہ فطر ہر آزادوغلام کی جانب سے ادا کرو،خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا(بالغ یانابالغ)(صحیح مسلم ج اص ۳۱۷ -عن ابن عمر-سنن ابی داؤدص ۲۲۷) پس یہ حدیث عام ہے مسلم وکافر کے بارے میں اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ہر آزادو غلام پر صدقہ مقرر فرمایا(سنن ابی داؤدص ۲۲۷-سنن ترمذی ج اص ۱۴۵-صحیح مسلم ج اص ۳۱۷-عن ابن عمر) تو ہم ان دونوں حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں،اس لیے کہ یہ دونوں حدیثیں معارض نہیں ہیں۔

توضیح:امام جصاص رازی کے اس تفصیلی بیان سے معلوم ہوگیا کہ دو علتیں یا دو حدیثیں صرف ایک دوسرے کے حکم کے منافی ہونے کے وقت معارض سمجھی جاتی ہیں،اور اگر کسی ایک نکتہ یا کسی ایک حکم پر دونوں جمع ہوسکیں تو اسے معارض نہیں کہا جاسکتا ،پس اس قاعدۂ مذکورہ کی روشنی میں حدیث ابن عباس اور حدیث ابن جاریہ آٹھ رکعت تراویح میں متفق ہیں۔حدیث ابن عباس آٹھ رکعت سے گذرتے ہوئے بیس رکعات ثابت کرتی ہے،اوراس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا جماعت بیس کی تعداد پوری فرماتے تھے،اور حدیث ابن جاریہ میں آٹھ رکعت کے بعد کی رکعات تنہا پڑھنے پر کوئی انکار نہیں،پس ان دونوں حدیثوں میں محل اتفاق

آٹھ رکعت با جماعت تراویح ہوگی، اوراس کے علاوہ بارہ رکعات محل افتراق بلا انکار ہوگی۔

تطبیق کی دوسری شکل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معتاد اور دائمی رکعات تراویح کا تذکرہ فرمایا اور حدیث ابن جاریہ میں محض ان دنوں کی تراویح کا ذکر ہے، جن دنوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز تراویح ادا فرمائی۔

ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تراویح کی کتنی رکعات تھیں، یا ان دو یا تین دنوں میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت کے بعد تراویح کی کچھ رکعتیں تنہا ادا فرمائیں ، یا نہیں۔اس کے بارے میں حدیث ابن جاریہ خاموش ہے، اور منطوق کے ثبوت سے مسکوت عنہ کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، پس حدیث ابن عباس اپنے مفہوم پر ثابت قرار پائی۔

منطوق ومسکوت عنہ سے متعلق اصول فقہ کی تفصیلی ابحاث مندرجہ ذیل کتابوں میں مرقوم ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ ان کتابوں کی عبارتوں سے حقیقت حال واضح ہوجائے گی۔

(۱) المستصفیٰ للغزالی (ج۲ص۱۹۰، ج۱ص۸۲)

(۲) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مع المستصفیٰ

(ج۱ص۳۵۳،ص۲۹۷، ج۲ص۸۷)

(۳) الحسامی (ص۲۴) (۴) نور الانوار (ص۱۵۳)

(۵) التوضیح والتلویح (ج۱ص۱۴۲،۱۴۱)

دفع تعارض کی صورتیں

(۱) امام جصاص رازی حنفی نے ((باب الخبر ین المتضادین)) میں رقم فرمایا:

{والوجه الثالث منها: ان یرد خبران متضادان فی الظاهر فیستعملان جمیعًا فی حالین—او علٰی وجهین—نحوما روی عن النبی صلی اللّٰه علیه

وسلم انه قال:(دباغ الاديم ذكاته)وقال:(ايما اهاب دبغ فقد طهر)وقد روى عنه صلى اللّٰه عليه وسلم انه قال:لا تنتفعوا من الميتة باهاب ولا عصب) ومحمول علٰى حاله قبل الدباغ–وقوله عليه السلام(دباغ الاديم ذكاته) محمول علٰى حاله بعد الدباغ}(الفصول فی الاصول ج۳ص۱۶۴)

﴿ت﴾اوران میں سے تیسری صورت یہ ہے کہ بظاہر دومتعارض حدیثیں وارد ہوں، پس دونوں دوحال میں یادوصورت میں استعمال کی جائیں گی، جیسے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: چمڑے کی دباغت اس کو پاک کرنا ہے،اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس چمڑے کودباغت دے دی گئی،وہ پاک ہوگیا،اورحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ(بھی)مروی ہے کہ مردار کی کھال اوراس کے پٹھے سے فائدہ حاصل نہ کرو،اوریہ حکم محمول ہے دباغت سے قبل چمڑے کی حالت پر،اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافرمان مبارک کہ چمڑے کی دباغت اس کو پاک کرنا ہے،(یہ)محمول ہے دباغت کے بعد چمڑے کی حالت پر۔

توضیح: بظاہر دومتضادحدیثیں اپنے اپنے محل میں استعمال کی جائیں گی،اوراس طرح تعارض خودبخود رفع ہوجائے گا۔حدیث ابن جاریہ اورحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ایک محل اتفاق ہے یعنی آٹھ رکعت جماعت کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمایااوربقیہ بارہ رکعت بلاجماعت ۔یہ مفہوم مرادلینے پرتعارض ختم ہوجاتا ہےاوریہ دونوں حدیثیں آپس میں معارض قرارنہیں پاتیں۔

(۲)امام جصاص رازی(۳۰۵ھ-۳۷۰ھ)نے تحریرفرمایا:

{قد ذكرعيسٰى بن ابان حكم الخبرين المتضادين فجعل احد الاسباب المقوية لاحدهما،وجودعمل الناس دون الأخر–فيكون المعمول ثابت الحكم ناسخًا–والأخرمنسوخًا ان صحت فى الاصل روايته}

(الفصول فی الاصول ج ۳ ص ۱۶۴)

〈ت〉 قاضی عیسیٰ بن ابان بن صدقہ حنفی (م ۲۲۱ھ) نے دو (حقیقی) متضاد حدیثوں کا حکم بیان کیا تو انہوں ان دونوں میں سے ایک پر لوگوں کے عمل کے پائے جانے کو ان دونوں میں سے ایک کو تقویت دینے والے اسباب میں سے بتایا، پس معمول بہ حدیث ثابت الحکم اور ناسخ قرار پائے گی، اور دوسری حدیث (غیر معمول بہ) منسوخ ہوگی۔ اگر اصل کے اعتبار سے اس (حدیث غیر معمول بہ) کی روایت صحیح ثابت ہو۔

توضیح: اگر غیر معمول بہ حدیث ثابت الاصل نہ ہو تو اس کا لحاظ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی وجہ سے تضاد واقع ہوگا۔ اسی طرح اگر حدیث ابن جاریہ ثابت الاصل بھی ہو تو غیر معمول بہ ہونے کی وجہ سے منسوخ قرار پائے گی۔

فقیہ ابو یعقوب خراسانی شاشی حنفی: اسحاق بن ابراہیم (م ۳۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{خبر الواحد اذا خرج مخالفًا للظاهر لايعمل به–ومن صور مخالفة الظاهر عدم اشتهار الخبر فيما يعم به البلوٰی فی الصدر الاول والثانی–لانهم لا يتهمون بالتقصير فی متابعة السنة فاذا لم يشتهر الخبر مع شدة الحاجة وعموم البلوٰی، كان ذلک علامة عدم صحته} (اصول الشاشی ص ۷۷)

〈ت〉 خبر واحد جب ظاہر حال کے مخالف ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا اور ظاہر حال کی مخالفت کی صورتوں میں سے عموم بلویٰ (ضرورت عامہ) سے تعلق رکھنے والی حدیث کا قرن اول اور قرن دوم میں مشہور نہ ہونا ہے، اس لیے کہ قرن اول وثانی کے مومنین (یعنی صحابہ وتابعین) سنت نبوی کی پیروی میں کوتاہی سے متہم نہیں کیے جاتے ہیں، پس جب حدیث شدت حاجت اور عموم بلویٰ کے باوجود مشہور نہ ہو تو یہ اس کے عدم صحت کی دلیل ہوگی۔

توضیح: حدیث ابن جاریہ کا غریب مطلق ہونا ظاہر کر رہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہ حدیث اگر معمول بہ ہوتی تو ضرور مشہور ہوتی، اس لیے کہ تراویح کا تعلق کسی ایک

فرد سے نہیں، بلکہ عام افراد امت اس کے محکوم علیہ ہیں۔حدیث ابن عباس بھی مشہور نہیں، لیکن دراصل امت کے بیس رکعت پر عمل اور اجماع کے سبب روایت کی ضرورت باقی نہ رہی۔

بہت سی ضروریات دین ایسی ہیں کہ جن روایتوں سے ان پر استدلال کیا جاتا ہے، وہ متواتر یا مشہور نہیں، بلکہ خبر غریب ہے، دراصل اجماع کے سبب روایت کی ضرورت نہ رہی۔

تاویلات فقہائے اسلام

حدیث ابن جاریہ کو ثابت الاصل فرض کرتے ہوئے فقہائے دین نے اس کی تاویل کی اور فرمایا کہ ان دو تین راتوں میں حضور اقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آٹھ رکعت جماعت کے ساتھ ادا فرمائے اور تراویح کی باقی بارہ رکعات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلا جماعت ادا فرمائی۔اسی طرح صحابہ کرام نے بھی باقی رکعات اپنے گھروں میں ادا فرمائیں۔

(۱) خطیب محمد شربینی شافعی: شمس الدین قاہری (م ۹۷۷ھ) نے تحریر فرمایا:

{فی المحلی: روی ابنا خزیمة وحبان عن جابر قال: (صلّٰی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی رمضان ثمانی رکعات ثم اوتر) انتہٰی–واما البقیة فیحتمل ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یفعلها فی بیتہ قبل مجیئہ او بعدہ}

(حاشیۃ الشربینی علی الغرر البہیہ ج ۲ ص ۴۰۴)

﴿ت﴾ محلی میں ہے: محدث ابن خزیمہ اور محدث ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان میں ہمیں آٹھ رکعت نماز تراویح پڑھائی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر پڑھائی (محلی کی عبارت مکمل ہوئی)، لیکن تراویح کی باقی ماندہ رکعتیں تو احتمال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان رکعتوں کو اپنے کاشانہ مبارک میں (مسجد نبوی) تشریف لانے سے قبل یا بعد میں ادا کرتے ہوں۔

(۲) شیخ سلیمان جمل شافعی: سلیمان بن عمر بن منصور (م ۱۲۰۴ھ) نے رقم فرمایا:

{اقول: صلی فی المسجد ای ثمان رکعات فی کل لیلة من الثلاث– واما البقیة فیحتمل انه کان یفعلها فی بیته قبل مجیئه او بعده والظاهر الاول}

(الجمل علی المنہج ج ا ص ۴۸۹ - داراحیاء التراث العربی بیروت)

﴿ت﴾ میں کہتا ہوں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں نماز تراویح پڑھائی، یعنی آٹھ رکعت، تینوں راتوں میں سے ہر رات میں، لیکن تراویح کی باقی ماندہ رکعتیں تو احتمال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان رکعتوں کو اپنے کاشانہ مبارک میں (مسجد نبوی) تشریف لانے سے قبل یا بعد میں ادا کرتے ہوں، اور پہلی صورت ظاہر ہے۔

(۳) فقیہ شبراملسی: علی بن علی: نورالدین شافعی (۹۹۷ھ - ۱۰۸۷ھ) نے تحریر فرمایا:

{عبارة المحلی وروی ابنا خزیمة وحبان عن جابر قال: (صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی رمضان ثمانی رکعات ثم اوتر) اقول: واما البقیة فیحتمل انه صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یفعله فی بیته قبل مجیئه اوبعده}

(حاشیۃ الشبراملسی علیٰ نہایۃ المحتاج ج ۲ ص ۱۲۵ - دارالفکر بیروت)

﴿ت﴾ محلی کی عبارت ہے: محدث ابن خزیمہ اور محدث ابن حبان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان میں ہمیں آٹھ رکعت نماز تراویح پڑھائی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر پڑھائی میں (شبراملسی) کہتا ہوں: لیکن تراویح کی باقی ماندہ رکعتیں تو احتمال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان رکعتوں کو اپنے کاشانہ مبارک میں (مسجد نبوی) تشریف لانے سے قبل یا بعد میں ادا کرتے ہوں۔

(۴) شیخ عبداللہ شرقاوی شافعی مصری (۱۱۵۰ھ - ۱۲۲۷ھ) نے رقم فرمایا:

{وصلّی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی المسجد وصلی الناس بصلاته فیها

ای رابطین صلاتھم بصلاتہ فی تلک اللیالی–وکان یصلی بھم ثمان رکعات ویکملون باقیھا فی بیوتھم فکان یسمع لھم ازیز کازیز النحل}

(حاشیۃ الشرقاوی علیٰ تحفۃ الطلاب ج۱ص۳۰۲-دارالفکر بیروت

(حاشیۃ الشروانی علیٰ تحفۃ المحتاج ج۲ص۲۶۲)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں نماز تراویح ادا فرمائی، اور صحابہ کرام نے ان راتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی، یعنی ان راتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز سے اپنی نماز کو منسلک کر کے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کو آٹھ رکعت پڑھاتے تھے، اور صحابہ کرام باقی ماندہ رکعتوں کو اپنے گھروں میں مکمل فرماتے، پس شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز سنی جاتی۔

(۵) شیخ عبدالحمید شروانی فقیہ شافعی (م۱۳۰۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{عبارۃ شیخنا بعد کلام ما نصہ–والمشھور انہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لھم ثلاث لیال وھی لیلۃ ثلاث وعشرین وخمس وعشرین وسبع وعشرین ولم یخرج لھم لیلۃ تسع وعشرین–وانما لم یخرج صلی اللہ علیہ وسلم علی الولاء رفقًا بھم–وکان یصلی بھم ثمان رکعات لکن کان یکملھا عشرین فی بیتہ وکانت الصحابۃ تکملھا کذلک فی بیوتھم بدلیل انہ کان یسمع لھم ازیز کازیز النحل وانما لم یکمل بھم العشرین فی المسجد شفقۃً علیھم} (حاشیۃ الشروانی علیٰ تحفۃ المحتاج ج۲ص۲۶۲)

﴿ت﴾ ہمارے شیخ زیادی کی عبارت ان کے منصوص کلام کے بعد ہے: مشہور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رات صحابہ کرام کے لیے (مسجد نبوی) تشریف لائے، اور وہ تئیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں کی رات ہے، اور صحابہ کرام کے لیے انتیسویں کی رات کو تشریف نہیں لائے، اور صحابہ کرام کے ساتھ نرمی اختیار فرماتے ہوئے پے در پے تشریف

نہ لائے ،اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں آٹھ رکعت تراویح پڑھاتے ،لیکن اپنے کاشانہ مبارک میں بیس رکعت مکمل فرماتے ،اور حضرات صحابہ کرام بھی اسی طرح اسے اپنے گھروں میں (بیس رکعت) مکمل فرماتے ،اس دلیل سے کہ شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز سنی جاتی تھی ،اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام پر شفقت فرماتے ہوئے مسجد نبوی میں ان کے ساتھ بیس رکعت مکمل نہیں فرمائی۔

توضیح: مذکورہ بالا تمام عبارات میں بتایا گیا کہ جن چند راتوں میں حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ نماز تراویح ادا فرمائی تو اگر ان راتوں کو جماعت کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف آٹھ رکعت ادا فرمائی تو باقی رکعات اپنے گھر میں ادا فرمائی، یا تو مسجد نبوی میں تشریف لانے سے قبل بارہ (۱۲) رکعات پڑھ چکے تھے، یا واپسی کے بعد باقی ماندہ رکعات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمایا۔

صحابہ کرام بھی باقی ماندہ رکعات گھروں میں ادا فرماتے، کیوں کہ روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کے گھروں میں نماز تراویح میں قرأت قرآن کی آواز مدینہ منورہ کی گلیوں میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح سنی جاتی تھی۔

واضح رہے کہ جماعت کے ساتھ تراویح تو صرف دو یا تین شب ہوئی۔اس کے علاوہ دنوں میں صحابہ کرام میں سے بہت سے اپنے گھروں میں اور بعض حضرات مسجد نبوی میں نماز تراویح ادا کرتے۔خلاصہ بحث یہ کہ مذکورہ بالا عبارات فقہیہ میں حدیث ابن عباس وحدیث ابن جاریہ کی تطبیق کی کامل شکل موجود ہے ،اور ان فقہا کی تشریحات کی روشنی میں دونوں حدیثوں کے درمیان ایک موہوم تعارض بھی ختم ہو گیا: فالحمد للہ رب العلمین

حدیث ابن جاریہ اور عہد حاضر

عصر حاضر میں حدیث ابن جاریہ پر عمل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ ایک فیصلہ شدہ مسئلے میں

بلاضرورت بحث ومباحثہ کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔

(۱)امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) نے صحیح حدیث کے ترک کے اسباب کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

{اولفساد ناشیء فی ھذہ الاوان-کما فی حدیث التغریب لِعَامٍ}

(الفضل الموہبی ص۵)

〈خ〉 موجودہ زمانے میں اگر کسی حدیث صحیح پر عمل کرنے سے کوئی فساد رونما ہونے کا خطرہ ہوتو اسے متروک العمل قرار دیا جائے گا، جیسا کہ ایک سال کی جلاوطن کرنے کی حدیث۔

توضیح: موجودہ زمانے میں کسی حدیث صحیح پر عمل کرنے سے کوئی فساد رونما ہونے کا خطرہ ہوتو اسے متروک العمل قرار دیا جائے گا، جب کہ وہ حکم سیاسی مصلحتوں پر مبنی ہو، جیسا کہ بدکار کو ایک سال شہر بدر کرنے پر ایک افسوس ناک حادثہ پیش آیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اب میں کسی کو جلاوطن نہیں کروں گا، حالاں کہ یہ حدیث صحیح ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا۔

(۲)**{عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خُذُوا عَنِّی فَقَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیلًا-اَلثَّیِّبُ بِالثَّیِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ ثُمَّ الرَّجْمُ وَالْبِکْرُ بِالْبِکْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفِیُّ سَنَةٍ-ھذاحدیث صحیح}**(سنن ترمذی ج۱ص۲۶۵)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ سے حکم شریعت لو، پس اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے راستہ بنا دیا ہے۔شادی شدہ مرد، شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کرے تو ایک سو کوڑے مارنا، پھر سنگسار کرنا ہے، اور غیر شادی شدہ مرد، غیر شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کرے تو ایک سو کوڑے مارنا اور ایک سال جلاوطن کرنا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳)**{وقد صح عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم النفی}**

(سنن ترمذی ج اص ۲۶۶)

〈خ〉بدکار کو ایک سال جلاوطن کرنے کی حدیث صحیح ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

توضیح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر عامل تھے، جیسا کہ روایت میں ہے۔

(۴){عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَاَنَّ اَبَابَکْرٍ ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَاَنَّ عُمَرَ ضَرَبَ وَغَرَّبَ} (سنن ترمذی ج اص ۲۶۶)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوڑے مارے، اور جلاوطن فرمایا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوڑے مارے، اور جلاوطن فرمایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوڑے مارے، اور جلاوطن فرمایا۔

توضیح: ایک مرتبہ ایک آدمی کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلاوطن فرمایا تو وہ مشرکین روم سے جاملا اور مرتد ہوگیا۔ اس کے بعد آپ نے جلاوطن کرنا ترک فرمادیا۔

علامہ سعدالدین تفتازانی شافعی (۷۲۲ھ-۷۹۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{قد روی ان عمر رضی اللّٰہ عنہ نفی رجلًا فلحق بالروم مرتدًا فَحَلف: واللّٰہ لا انفی ابدًا-اجیب بانہ کان سیاسةً-اذ لو کان حدًا لما حلف-اذ الحد لا یترک بالارتداد} (التلویح حاشیۃ التوضیح ج۲ص۱۴)

〈ت〉مروی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو جلاوطن فرمایا تو وہ مرتد ہوکر روم چلا گیا، پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی: قسم بخدا! میں کبھی بھی جلاوطن نہیں کروں گا۔ جواب دیا گیا کہ جلاوطنی کا حکم بطور سیاست تھا، اس لیے کہ اگر حد کے طور پر ہوتا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم نہ کھاتے، کیوں کہ ارتداد کے

سبب حد ترک نہیں کی جاتی۔

توضیح: جب کسی فساد یا فتنہ کے رونما سے حدیث صحیح پرعمل متروک ہوسکتا ہے تو یہ حدیث ابن جاریہ تو حدیث ضعیف ہے، جیسا کہ ابن عدی جرجانی کی تخریج سے معلوم ہوا تو اسے کیوں نہ ترک کیا جائے ؟ اس حدیث ابن جاریہ پرعمل کرنے سے اجماع خلفائے راشدین سے انحراف، اجماع صحابہ سے انحراف، اجماع تابعین وتبع تابعین واجماع ائمہ مجتہدین، بلکہ کل امت مسلمہ کے اجماع سے برگشتہ ہونا لازم آتا ہے۔اس سے بڑا کون سا فساد ہوسکتا ہے۔

باب سوم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر اصول حدیث، اصول فقہ اور جرح وتعدیل کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔باب چہارم میں عہد رسالت سے عہد تابعین تک جماعت تراویح کی روایتیں منقول ہیں۔

عہد رسالت میں بھی بہت سے صحابہ کرام جماعت کے ساتھ تراویح ادا فرماتے ۔بہت سے صحابہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں نماز تراویح ادا فرماتے، جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔صحیح حدیثوں میں اس کا ذکر آیا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم :: والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم :: وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

باب چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

باب چہارم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مسعود سے عہد تابعین تک جماعت تراویح کی روایتیں منقول ہیں۔عہد فاروقی میں تراویح کی متحدہ جماعت کے قیام کی تفصیل،صحابہ کرام کے جماعت تراویح پر اتفاق اوراسے پسند کرنے کا ذکر ہے۔

عہد رسالت میں جماعت تراویح

حضور اقدس رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوجہ عذر فرضیت،نماز تراویح جماعت کے ساتھ نہ پڑھاتے تھے،لیکن صحابہ کرام مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پسند فرماتے اور اس جماعت تراویح میں اکثر وہ صحابہ شریک ہوتے،جو حافظ قرآن نہ ہوتے۔صحابہ کرام،حافظ قرآن صحابی حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں تراویح ادا کرتے،تا کہ تراویح میں ختم قرآن کا ثواب پاسکیں۔

(۱){عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَـلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اُنَاسٌ فِی رَمَضَانَ یُصَلُّونَ فِی نَاحِیَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ:مَا هٰؤُلَاءِ؟ فَـقِیلَ هٰؤُلَاءِ اُنَاسٌ لَیْسَ مَعَهُمْ قُرْاٰنٌ وَاُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ یُصَلِّی وَهُمْ یُصَلُّونَ بِصَلَاتِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:اَصَابُوا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا}(سنن ابی داؤدص۱۹۵)

(صحیح ابن خزیمہ ج۲ص۱۰۵۶-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۵۹)

(صحیح ابن حبان مکمل ص۷۳۷-دارالمعرفۃ بیروت)

﴿ت﴾حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے،پس کچھ لوگ رمضان میں مسجد نبوی

کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس قرآن نہیں ہے، اور حضرت ابی بن کعب نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں، اور یہ لوگ ان کی نماز کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، پس حضور اقدس تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ان لوگوں نے درست کیا اور جو ان لوگوں نے کیا، اچھا ہے۔

(۲){عَنِ ابْنِ الْھَادِ اَنَّ ثَعْلَبَۃَ بْنَ اَبِیْ مَالِکِ الْقُرَظِیَّ حَدَّثَہٗ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فِی رَمَضَانَ-فَرَاٰی نَاسًا فِی نَاحِیَۃِ الْمَسْجِدِ یُصَلُّونَ-فَقَالَ: مَا یَصْنَعُ ھٰؤُلَاءِ؟قَالَ قَائِلٌ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ!ھٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَیْسَ مَعَھُمْ قُرْاٰنٌ وَاُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ یَقْرَءُ وَھُمْ یُصَلُّونَ بِصَلَاتِہٖ-قَالَ: قَدْ اَحْسَنُوا اَوْ قَدْ اَصَابُوا-وَلَمْ یَکْرَہْ ذٰلِکَ لَھُمْ}(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۵۹)

﴿ت﴾ حضرت ثعلبہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کی ایک رات کو (مسجد نبوی) تشریف لائے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو مسجد کے ایک گوشے میں نماز پڑھتے دیکھا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟ ایک کہنے والے نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ان لوگوں کے پاس قرآن نہیں ہے (انہیں قرآن مجید یاد نہیں ہے)، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت فرمارہے ہیں، اور یہ لوگ ان کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ان لوگوں نے اچھا کیا اور صحیح کیا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لیے جماعت کو ناپسند نہیں فرمایا۔

توضیح: محررہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں بھی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں غیر حفاظ صحابہ کرام نماز تراویح، جماعت کے ساتھ مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں ادا کرتے تھے۔

اسی طرح عہد صدیقی میں بھی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت تراویح کا سلسلہ چلتا رہا،لیکن یہ کوئی باضابطہ مستقل جماعت نہ تھی۔

کچھ لوگ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تراویح پڑھتے ۔بہت سے صحابہ کرام اپنے گھروں میں تراویح پڑھتے ۔کچھ لوگ مسجد نبوی ہی میں تنہا نماز تراویح پڑھتے ۔تمام حاضرین کی ایک متحدہ باضابطہ جماعت نہ ہوتی تھی ۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام حاضرین مسجد کو ایک متحدہ مستقل جماعت کے ساتھ نماز تراویح ادا کرنے کا حکم فرمایا۔اس سے متعلق محدث ابن شہاب زہری کا قول ماسبق اوراق میں گذر چکا ہے۔

نماز تراویح عہد صدیقی میں

حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ عہد صدیقی میں کسی عبادت کی فرضیت کا خوف نہیں تھا،لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے فوراً بعد مرتدین ، مانعین زکات اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے فتنوں نے سر اٹھایا اور تمام ارباب حل وعقد کی توجہ دین اسلام کی حفاظت وصیانت اور امت مسلمہ کو گمرہی سے نجات دلانے کی طرف مبذول ہوگئی۔

مدت خلافت کی قلت کی وجہ سے خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ وہ دیگر امور کی جانب توجہ دے سکیں ،اس لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بھی نماز تراویح کا سلسلہ اسی طرح رہا،جیسا کہ عہد رسالت میں تھا۔

علامہ عیسیٰ بن مانع حمیری نے رقم فرمایا:

(الف)﴿ثم كان الامر فی خلافة اول الخلفاء ابی بكر الصديق رضی اللّٰه عنه علٰی ما كان عليه فی زمن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم وصدرًا من خلافة عمر–قال الباجی:انما امضاه علٰی ذلک ابوبكر وان كان قد علم ان

الشرائع لاتفرض بعد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لاحد الوجهین–اما لانه شَغَلَ باهل الردة وغیرها من مهمات الامورولم یتفرغ للنظرفی جمیع امور المسلمین من قصرالمدة او لانه رای من قیام الناس فی اٰخراللیل افضل عنده من جمعهم علٰی امام واحد فی اول اللیل}(القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص۲۹)

〈ت〉(عہد رسالت کے بعد) پھر خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی عہد خلافت میں تراویح کا معاملہ ویسا ہی رہا، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا۔ امام ابو الولید باجی مالکی (۴۰۳ھ-۴۷۴ھ) نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کو ویسے ہی رہنے دیا، گرچہ انہیں معلوم تھا کہ مشروعات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد فرض نہیں ہوسکتے، دووجوہات میں سے کسی ایک کی بناپر (۱) یا تو اس لیے کہ وہ مرتدین اوران کے علاوہ دیگر اہم امور میں مصروف رہے، اور قلت مدت خلافت کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے تمام امور میں غوروفکر کی فرصت نہیں پائے (۲) یا اس لیے کہ آپ نے اپنے نکتہ نظر کے اعتبار سے اول شب میں ایک امام پر انہیں جمع کرنے سے اخیررات میں لوگوں کی عبادت کو افضل سمجھا۔

توضیح: جوف لیل اور اخیر شب میں عبادت کے فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

〈ب〉 مشہور شافعی فقیہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی (۳۶۴ھ-۴۵۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{وکان ابی بن کعب بعد ذلک–فی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وابی بکر واول خلافة عمر رضی اللّٰه عنهما یجمع الناس فی مسجد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فیصلی بهم العشرالاول والعشر الثانی ویتخلی فی العشر الثالث الی ان قررها عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه وجمع الناس علیها–وکان السبب فیه ما روی ان الناس کانوا یصلون فی المسجد فاذا سمعوا قرأة طیبة تبعوا فقال عمررضی اللّٰه عنه: جعلتم القراٰن

اغانی فجمعهم الٰی اُبی فصارت سنة قائمة ثم عمل بها عثمان وعلی رضی اللّٰه عنهما والائمة فی سائر الاعصار وهی من احسن سنة سنّها امام}

(الحاوی الکبیر ج۲ص۳۶۹)

﴿ت﴾ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے بعد (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے جماعت تراویح کے آغاز کے بعد) عہد نبوی میں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی زمانہ خلافت میں لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کرتے ، پس یہ انہیں عشرۂ اولیٰ اور عشرۂ ثانیہ میں نماز پڑھاتے اور عشرۂ ثالثہ میں اپنے لیے خلوت نشینی اختیار فرماتے ، یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت مقرر فرمائی ، اور لوگوں کو جماعت پر جمع فرمایا۔

اور اس کا سبب وہ ہوا جو روایت میں آیا کہ لوگ مسجد نبوی میں نماز تراویح پڑھتے ، پس جب اچھی قرأت سنتے تو اس کی اقتدا کرتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے قرآن کو گانے بنالیا ہے ، پس انہیں ، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع کیا تو یہ (جماعت) دائمی سنت ہوگئی۔

پھر اسی پر حضرت عثمان غنی وحضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور تمام زمانے کے ائمہ کرام عمل پیرا رہے ، اور یہ ایک بہت اچھی سنت ہے جسے ایک امام نے قائم فرمایا۔

﴿ج﴾ فقیہ شبراملسی : علی بن علی نور الدین شافعی (۹۹۷ھ-۱۰۸۷ھ) نے رقم فرمایا:

{ثم رأیت فی شرح التقریب للعراقی ان جمع عمر ، الخ کان سنة اربعة عشرمن الهجرة .... وکانت وفاة ابی بکر لیلة الثلاثاء لثمان بقین من جمادی الاخری سنة ثلاث عشرة بین المغرب والعشاء وله ثلاث وستون سنة وکانت خلافته سنتین واربعة اشهر ....ویستفاد منه ان عمر اقر الناس علٰی صلاتهم فرادیٰ رمضانَ واحدًا بعد موت ابی بکر وفی

رمضان الثانی جمع الناس فیه علی من ذکرہ }(حاشیۃ الشبر املسی علیٰ نہایۃ المحتاج ج۲ص۱۲۶ -دارالفکر بیروت- ہکذا فی حاشیۃ الجمل علی المنہج ج۱ص۴۹۰)

﴿ت﴾ پھر میں نے محدث زین الدین عراقی (۷۲۵ھ-۸۰۶ھ) کی کتاب شرح التقریب میں دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جماعت تراویح پر جمع کرنا ہجرت کے چودھویں سال میں ہوا، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بائیس (۲۲) جمادی الاخریٰ کو ہجرت کے تیرہویں سال میں منگل کے دن مغرب وعشا کے درمیان ہوئی، اور ان کی عمر (۶۳) ترسٹھ سال تھی، اور ان کی خلافت دوسال چار مہینے ہوئی، اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد لوگوں کو ان کی تنہا تنہا نماز پر ایک رمضان برقرار رکھا، اور دوسرے رمضان میں لوگوں کو اس (کی جماعت) پر جمع فرمادیا جس کا ذکر ہوا۔

خلیفہ دوم کے فضائل ومناقب

(۱){عَنْ اَبِی سَعِیدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَہٗ وَزِیرَانِ مِنْ اَھْلِ السَّمَاءِ وَوَزِیرَانِ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ–فَاَمَّا وَزِیرَایَ مِنْ اَھْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرَئِیلُ وَمِیکَائِیلُ–فَاَمَّا وَزِیرَایَ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَبُو بَکْرٍ وَعُمَرُ} (سنن ترمذی ج۲ص۲۰۹-حدیث حسن)

﴿ت﴾ حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر اہل آسمان اور دو وزیر اہل زمین میں سے ہوتے ہیں، پس ہمارے دو وزیر آسمان میں جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام ہیں اور زمین میں دو وزیر ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

(۲){عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَوَقَلْبِہٖ قَالَ وَقَالَ اِبْنُ عُمَرَ:مَا نَزَلَ بِالنَّاسِ اَمْرٌ قَطُّ

فَقَالُوا فِیهِ وَقَالَ فِیهِ عُمَرُ–اَوْ قَالَ ابْنُ الْخَطَّابِ،فِیهِ شَکَّ خَارِجَۃُ–اِلَّانَزَلَ فِیهِ الْقُرْاٰنُ عَلٰی نَحْوِمَا قَالَ عُمَرُ}(سنن ترمذی ج۲ص۲۰۹-حسن صحیح)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ رب تعالیٰ نے حق کوحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اوران کے دل میں رکھ دیا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب لوگوں کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آتا تو سب لوگ اس بارے کچھ مشورہ دیتے ،اورحضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مشورہ دیتے ، پھرقرآن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوتا۔

(۳){عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَوْکَانَ نَبِیٌّ بَعْدِی لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ}(سنن ترمذی ج۲ص۲۰۹-حسن)

〈ت〉حضور اقدس خاتم الانبیاعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا کہ اگرمیرے بعدکوئی نبی ہوتے تو عمر بن خطاب نبی ہوتے ،(لیکن آخری نبی کے بعدنبوت کا باب بند ہو چکا)۔

(۴){عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:قَدْ کَانَ یَکُونُ فِی الْاُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَاِنْ یَکُ فِی اُمَّتِی اَحَدٌ فَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ}

(صحیح مسلم ج۲ص۲۷۶-سنن ترمذی ج۲ص۲۱۰-حسن صحیح)

〈ت〉حضور اقدس سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ماقبل کی امتوں میں محدث(جن کے قلب پررب تعالیٰ کی جانب سے حق کاالقاہو)ہواکرتے تھے،پس میری امت میں اگرکوئی ہے تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(۵){عَنْ اَبِی ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:لَقَدْ کَانَ فِی مَا کَانَ قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ نَاسٌ مُحَدَّثُونَ فَاِنْ یَکُ فِی اُمَّتِی اَحَدٌ فَاِنَّہٗ عُمَرُ}

(صحیح بخاری ج۱ص۵۲۱)

〈ت〉حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے ماقبل کی امتوں میں محدث لوگ (جن کے قلب پر رب تعالیٰ کی جانب سے حق کا القا ہو) ہوا کرتے تھے، پس میری امت میں اگر کوئی ہے تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(۶){عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ کَانَ فِی مَنْ قَبْلَکُمْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیلَ رِجَالٌ یُکَلِّمُونَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَکُونُوا اَنْبِیَاءَ فَاِنْ یَکُ فِی اُمَّتِی مِنْهُمْ اَحَدٌ فَعُمَرُ}(صحیح بخاری ج۱ص۵۲۱)

〈ت〉حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کچھ لوگ ہوتے جو (الہام کے ذریعہ) بات کرتے تھے تو اگر اس امت میں کوئی ہے تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(۷){عَن سَعَدِ بْنِ اَبِی وَقَّاصٍ......قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :اِیْهٍ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ مَا لَقِیکَ الشَّیْطَانُ سَالِکًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ}(صحیح بخاری ج۱ص۵۲۰-صحیح مسلم ج۲ص۲۷۶)

〈ت〉حضوا قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھہر و اے عمر! قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، شیطان جب بھی تجھے راستے میں چلتے ہوئے ملتا ہے تو تیرے راستے کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔

(۸){عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ: وَافَقْتُ رَبِّیْ فِی ثَلٰثٍ، فِی مَقَامِ اِبْرَاهِیمَ وَفِی الْحِجَابِ وَفِی اُسَارٰی بَدْرٍ}(صحیح مسلم ج۲ص۲۷۶)

〈ت〉حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تین امور میں اپنے رب کی موافقت کی (۱) مقام ابراہیم (کو مقام صلوٰۃ بنانے کے بارے میں) (۲) (عورتوں کے) حجاب کے بارے میں (۳) (جنگ بدر کے قیدیوں (کے قتل) کے بارے میں۔

توضیح: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نزول وحی سے قبل جو رائے دی، وہ

مرضی الٰہی کے موافق ثابت ہوئی، پھر اسی مضمون کی آیت نازل ہوئی۔امام نووی نے شرح مسلم میں چھ موافقات کا تذکرہ کیا۔(شرح نووی علی مسلم ج۲ص۲۷۶)

(۹){عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: مَا زِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ}

(صحیح بخاری ج۱ص۵۴۵)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے، تب سے ہم لوگ عزت (وشوکت) میں ہیں۔

جماعت تراویح عہد فاروقی میں

(۱){عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ نِ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً مِنْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّى الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّى الرَّجُلُ فَيُصَلِّى بِصَلٰوتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ: اِنِّى اَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلُ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ - قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِى تَنَامُونَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِى تَقُومُونَ، يُرِيدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ اَوَّلَهٗ}

(صحیح بخاری ج۱ص۲۶۹-مؤطاء امام محمد۱۴۲-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۵۶)

(السنن الصغریٰ للبیہقی ج۱ص۲۷۶-مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۵)

(مؤطا امام مالک ص۱۳۷-شرح السنۃ للبغوی ج۲ص۵۱۰)

﴿ت﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رمضان کی ایک رات کو میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی کی طرف گیا، پس لوگ مختلف گروپ میں تھے۔ایک آدمی اپنی نماز پڑھ رہا ہے، اور ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے تو

ایک گروہ اسی کی نماز کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے، پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں انہیں ایک امام پر جمع کر دوں تو بہت اچھا ہوگا، پھر آپ نے عزم فرمالیا تو انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمادیا۔ بعد میں پھر میں ایک دوسری رات کو ان کے ساتھ (مسجد نبوی) گیا اور لوگ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یہ اچھی بدعت ہے، اور جس وقت تم لوگ سوتے ہو، وہ زیادہ افضل ہے اس وقت سے جس وقت تم لوگ نماز پڑھتے ہو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد اخیر رات تھی اور لوگ اول شب کو نماز پڑھتے تھے۔

توضیح: اخیر شب کی عبادت اول شب کی عبادت سے افضل ہے، لیکن اخیر شب کی جماعت ایک مشکل امر ہے، اسی لیے اس کا حکم نہ دیا گیا۔

(۲){عَنْ نَوْفَلِ بْنِ اَیَاسٍ الْهُذَلِیِّ قَالَ: کُنَّا نَقُوْمُ فِی عَهْدِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ فِرَقًا فِی الْـمَسْجِدِ فِی رَمَضَانَ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَکَانَ النَّاسُ یَمِیلُونَ اِلٰی اَحْسَنِهِمْ صَوْتًا فَقَالَ عُمَرُ: اَ لَا اَرٰیهُمْ قَدْ اِتَّخَذُوا الْقُرْاٰنَ اَغَانِیَ–اَمَا وَاللّٰهِ لَإِنْ اِسْتَطَعْتُ لَاُغَیِّـرَنَّ هٰذَا فَلَـمْ اَمْکُثْ اِلَّا ثَلٰثَ لَیَالٍ حَتّٰی اَمَرَ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ فَصَلّٰی بِهِمْ–ثُمَّ قَامَ فِی اٰخِرِالصُّفُوفِ فَقَالَ: لَإِنْ کَانَتْ هٰذِهِ الْبِدْعَةُ لَنِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هِیَ}

(طبقات ابن سعد- بخاری فی خلق الافعال-جعفر الفریابی فی السنن)

(کنز العمال للسیوطی ج۸ص۴۰۹)

﴿ت﴾ حضرت نوفل بن ایاس ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں رمضان میں مسجد نبوی میں الگ الگ نماز تراویح ادا کرتے تھے (کچھ لوگ) یہاں اور (کچھ لوگ) یہاں، اور لوگ اچھی آواز والے کی طرف مائل ہوتے، پس حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

کیا میں انہیں نہیں دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے قرآن کو گانے بنالیا ہے۔ قسم بخدا! مجھے

قوت ہوئی تو یقیناً اسے بدل ڈالوں گا، پس میں تین ہی رات ٹھہرا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے لوگوں کو نماز تراویح پڑھائی، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری صف میں کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ اگر یہ بدعت ہے تو اچھی بدعت ہے۔

(۳){عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ اُبَىَّ بْنَ كَعْبٍ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ} (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۶)

〈ت〉حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھائیں۔

(۴){عَنِ ابْنِ اَبِى مُلَيْكَةَ قَالَ: بَلَغَنِي اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ السَائِبِ الْمَخْزُومِيَّ حِينَ جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ، اَنْ يَقُومَ بِاَهْلِ مَكَّةَ}
(طبقات ابن سعد- کنز العمال ج۸ص۴۰۹)

〈ت〉حضرت عبدالرحمٰن بن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب لوگوں کو رمضان میں (جماعت تراویح پر) جمع فرمایا تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اہل مکہ کو نماز تراویح پڑھائیں۔

(۵){عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ: كُنْتُ اُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ فَبَيْنَ اَنَا اُصَلِّى اِذْ سَمِعْتُ تَكْبِيرَ عُمَرَ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ قَدِمَ مُعْتَمِرًا فَدَخَلَ فَصَلّٰى خَلْفِي} (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۷- کنز العمال ج۸ص۴۰۹)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں رمضان میں (مسجد حرام میں) لوگوں کو نماز تراویح پڑھا رہا تھا کہ اسی درمیان میں نے مسجد حرام کے دروازے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکبیر سنی، وہ عمرہ کی نیت سے آئے، پس

(مسجد میں) داخل ہوئے، اور میرے پیچھے انہوں نے نماز تراویح ادا کی۔

(۲) حافظ ابن سعد (۱۶۸ھ-۲۳۰ھ) نے رقم فرمایا:{وَھُوَ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ قِیَامَ شَھْرِ رَمَضَانَ وَجَمَعَ النَّاسَ عَلٰی ذٰلِکَ وَکَتَبَ بِہٖ اِلَی الْبُلْدَانِ وَذٰلِکَ فِی شَھْرِ رَمَضَانَ سَنَۃِ اَرْبَعَ عَشَرَۃَ وَجَعَلَ لِلنَّاسِ بِالْمَدِیْنَۃِ قَارِئَیْنِ} (طبقات ابن سعد ج۳ص ۲۸۱)

﴿ت﴾ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ماہ رمضان کی تراویح باجماعت کا طریقہ جاری کیا اور لوگوں کو اس پر جمع کیا اور اس کے بارے میں (جماعت تراویح سے متعلق) شہروں کی طرف خطوط بھیجے اور یہ (خلافت فاروقی کے دوسرے) سال ۱۴ھ کے ماہ رمضان میں ہوا، اور لوگوں کے لیے مدینہ منورہ میں دو امام مقرر فرمائے۔

مسجد نبوی میں دو امام

دو امام مقرر کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس دنوں تک نماز تراویح پڑھاتے۔ اس کے بعد عشرہ اخیرہ میں خانہ نشین ہو کر عبادتیں کیا کرتے۔

(۱){عَنْ یُونُسَ بْنِ عُبَیْدٍ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ فَکَانَ یُصَلِّی لَھُمْ عِشْرِینَ رَکْعَۃً وَلَایَقْنُتُ بِھِمْ اِلَّا فِی النِّصْفِ الْبَاقِی فَاِذَا کَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلّٰی فِی بَیْتِہٖ فَکَانُوا یَقُولُونَ: اَبِقَ اُبَیٌّ} (سنن ابی داؤد ص۲۰۲-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۶۲۴-لیلۃ بدل رکعۃ)

﴿ت﴾ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمایا تو وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے، اور وہ لوگوں کو صرف نصف دوم میں قنوت پڑھاتے، پس جب آخری عشرہ ہوتا تو وہ تشریف نہیں لاتے اور اپنے گھر میں نماز تراویح پڑھتے، پس لوگ کہتے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھاگ گئے۔

(۲)﴿عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ اُبَيًّا اَمَّ النَّاسَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ فَصَلّٰى بِهِمِ النِّصْفَ مِنْ رَمَضَانَ لَايَقْنُتُ فَلَمَّا مَضَى النِّصْفُ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَلَمَّا دَخَلَ الْعَشْرُ اَبِقَ وَخَلٰى عَنْهُمْ فَصَلّٰى بِهِمُ الْعَشَرَ مُعَاذُ الْقَارِئُ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ﴾(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص ۳۰۵)

﴿ت﴾ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں (نماز تراویح کی) امامت فرمائی، پس انہوں نے لوگوں کو رمضان کے نصف (اول) میں نماز پڑھائی، اور (وتر) میں قنوت نہیں پڑھتے، پھر جب نصف اول گزر گیا تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے، پھر جب آخری عشرہ داخل ہوا تو وہ نہیں آنے لگے اور لوگوں سے جدا ہو گئے، پس حضرت معاذ قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت فاروقی میں لوگوں کو آخری عشرہ میں نماز (تراویح) پڑھائی۔

توضیح: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے امام تراویح مقرر کیے جانے کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومنین کو بیس دنوں تک بیس رکعت تراویح پڑھاتے اور عشرہ اخیرہ میں اپنے گھر میں خلوت نشینی اختیار فرماتے اور لوگ کہا کرتے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھاگ گئے۔

شاید حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی میں ایسا کیا ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیرہ میں کثرت کے ساتھ عبادت فرماتے تھے۔ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ رمضان کے آخری دس دنوں میں حضرت معاذ قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز تراویح پڑھائے، اسی لیے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مستقل طور پر تراویح کے لیے دو امام مقرر فرما دیئے۔ حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو، جیسا کہ مصنف عبد الرزاق میں ہے۔

(۳) علامہ بدر الدین محمود عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے رقم فرمایا:

{رَوٰی عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِی الْمُصَنَّفِ عَنْ دَاؤُدَ بْنِ قَیْسٍ وَغَیْرِہٖ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ اَنَّ عُمَرَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ جَمَعَ النَّاسَ فِی رَمَضَانَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَعَلٰی تَمِیمِ الدَّارِیِّ عَلٰی اِحْدٰی وَعِشْرِینَ رَکْعَۃً یَقُومُونَ بِالْمِئِینَ وَیَنْصَرِفُونَ فِی بُزُوغِ الْفَجْرِ}(عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷)

﴿ت﴾حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو رمضان میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امامت پر اکیس رکعت (۲۰ رکعت تراویح اور ایک رکعت وتر) پر جمع فرمایا تو لوگ سو سے زائد آیات پر مشتمل سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھتے اور قریب الفجر واپس آتے۔

اجتماعی تراویح کا سبب

جماعت تراویح کا باضابطہ آغاز خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک سے ہوا۔اس کے بعض اسباب،احادیث مذکورہ سے معلوم ہوئے اور بعض دیگر اسباب وعوامل آئندہ صفحات میں مرقوم ہیں۔دراصل ایک عمل کے چند مقاصد ہو سکتے ہیں۔ذیل کی روایت میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اس جانب راغب فرمایا۔

(۱) {عَنْ عَلِیٍّ قَالَ:اَنَا حَرَّضْتُ عُمَرَعَلَی الْقِیَامِ فِی شَھْرِرَمَضَانَ وَاَخْبَرْتُہُ اَنَّ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَۃِ حَظِیرَۃٌ یُقَالُ لَھَا حَظِیرَۃُ الْقُدْسِ یَسْکُنُھَا قَوْمٌ یُقَالُ لَھُمُ الرُّوحُ فَاِذَا کَانَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ اِسْتَاْذَنُوا رَبَّھُمْ تَبَارَکَ وَتَعَالَی النُّزُولَ اِلَی الدُّنْیَا فَیَاْذَنُ لَھُمْ فَلَا یَمُرُّونَ بِاَحَدٍ یُصَلِّی اَوْعَلَی الطَّرِیقِ اِلَّا دَعُوا لَہٗ فَاَصَابَہٗ مِنْھُمْ بَرْکَۃٌ-فَقَالَ عُمَرُ:یَا اَبَا الْحَسَنِ فَتُحَرِّضِ النَّاسَ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی تُصِیبَھُمُ الْبَرَکَۃُ-فَاَمَرَالنَّاسَ بِالْقِیَامِ}(البیہقی فی شعب الایمان-کنز العمال ج۸ص۴۱۰)

﴿ت﴾حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماہ رمضان میں جماعت تراویح پرآمادہ کیا،اور میں نے انہیں بتایا کہ ساتویں آسمان کے اوپر ایک احاطہ ہے جسے ((حظیرۃ القدس)) کہا جاتا ہے۔اس میں ملائکہ کی ایک جماعت رہتی ہے۔انہیں ''روح'' کہا جاتا ہے،پس جب شب قدر ہوتی ہے تو وہ ملائکہ اپنے رب تعالیٰ سے دنیا کی طرف نزول کی اجازت طلب کرتے ہیں تو انھیں رب تعالیٰ اجازت عطا فرماتا ہے،پس وہ لوگ جس کسی نماز پڑھتے ہوئے شخص کے پاس سے یا اس راستے سے گذرتے ہیں تو ضرور اس کے لیے دعا کرتے ہیں تو اس (نمازی) کو ان لوگوں کی جانب سے برکت پہنچتی ہے،پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اے ابوالحسن!پس آپ لوگوں کو نماز پرآمادہ کیجئے،تاکہ انھیں برکت پہنچے،پھر انہوں نے لوگوں کو جماعت تراویح کا حکم فرمایا۔

(۲){عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِی عُثْمَانَ قَالَ:دَعَا عُمَرُ الْقُرَّاءَ فِی رَمَضَانَ فَاَمَرَ اَسْرَعَهُمْ قِرَاءَةً اَنْ یَقْرَءَ ثَلَاثِینَ اٰیَةً وَالْوَسْطَ خَمْسًا وَعِشْرِینَ اٰیَةً وَالْبَطِیءَ عِشْرِینَ اٰیَةً}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۲-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۳)

〈ت〉حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں حفاظ قرآن کو بلایا،پس سریع القرأت کو تیس آیت اور متوسط انداز پر قرأت کرنے والے کو پچیس آیت اور آہستہ قرأت کرنے والے کو بیس آیت پڑھنے کا حکم دیا۔

توضیح:رمضان میں تراویح کی امامت کرنے والوں کو حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلاکر یہ نصیحت فرمائی،تاکہ لوگ عبادت سے تنگ دل نہ ہوجائیں۔

(۳)امام بیہقی نیشاپوری(۳۸۴ھ-۴۵۸ھ)نے تحریر فرمایا:

{قد بین النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ انما منعہ ان یصلی بھم فی اللیلۃ الرابعۃ خشیۃ ان یفرض علیھم فلما قبض اللّٰہ عزوجل الیٰ رحمتہ تناھت فرائضہ-فلم یخف عمر من ذلک ماکان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

یخافه ورای ان جمعهم علی قاری واحد امثل فجمعهم ولم یکن فیما صنع خلاف ما مضی من کتاب اوسنة اواجماع فلم یکن بدعة ضلالة بل کان احداث خیر-له اصل فی السنة وهی ما ذکرنا من صلٰوة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی خبر عائشة ثلث لیال وفی خبر ابی ذر وزیادة تحریض علیها وذکرما فیها من الفضل وزیادة الاجر}(السنن الصغریٰ للبیہقی ج۱ص۲۷۶)

﴿ت﴾بیان کیا جا چکا ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چوتھی رات میں نماز تراویح مومنین کے ساتھ ادا کرنے سے،تراویح کے مومنین کےاوپر فرض ہو جانے کا خوف مانع ہوا،پھر جب رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی رحمت خاص میں لے لیا تو رب تعالیٰ کے فرائض متناہی ہو گئے،پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بےخوف تھے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس(فرضیت تراویح) کا خوف تھا،اورانہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کوایک امام پرجمع کرنا زیادہ اچھا ہے۔

پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جمع فرمادیااوران کے اس عمل میں کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ یا اجماع امت کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہوئی،پس یہ امر بدعت ضلالت نہ ہوا،بلکہ ایک خیر کوایجاد کرنا ہوا،جس کی دلیل،سنت نبوی میں موجود ہے،اور یہ وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا حضرت عائشہ وحضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تین رات نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا فرمانا،اور(ایک امام پرمسلمانوں کوجمع کرنے کا مقصد) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا(مسلمانوں کو) جماعت پرآمادہ کرنا ہے،اور جماعت میں جوفضلیت اورکثرت اجر ہے،وہ بیان ہو چکا۔

(۴)علامہ محمد زرقانی مالکی مصری(۱۰۵۵ھ-۱۱۲۲ھ)نےتحریرفرمایا:

{قال الباجی وابن التین وغیرهما:استنبط عمر ذلک من تقریره صلی اللّٰه علیه وسلم مَنْ صَلّٰی معه تلک اللیالی وانما کره لهم ذلک خشیة ان

تفرض علیھم فلما مات النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم امن ذلک-وقال ابن عبد البر: انما سن عمر رضی اللّٰہ عنہ ما رضیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-ولم یمنعہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من المواظبۃ علیہ الاخشیۃ ان یفرض علیٰ امتہ وکان بالمؤمنین رؤفا رحیما-فلما امن ذلک عمر-اقامھا واحیاھا فی سنۃ اربع عشرۃ من الھجرۃ} (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ١٠ ص ٧٧ ۵)

(تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک ص ١٣٧)

﴿ت﴾ امام ابوالولید باجی مالکی اور ابن التین وغیرہما نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت تراویح کا استنباط، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان چند راتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تراویح پڑھنے والے صحابہ کو ثابت رکھنے (منع نہ کرنے) سے کیا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے لیے جماعت تراویح کو صرف ان کے اوپر تراویح فرض ہو جانے کے خوف سے ناپسند فرمایا، پس جب حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو اس (فرضیت تراویح) سے امن ہو گیا۔

اور حافظ ابن عبد البر مالکی قرطبی نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی سنت کو جاری فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس سنت سے راضی تھے، اور حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جماعت تراویح کی پابندی سے صرف اپنی امت پر تراویح کے فرض ہو جانے کا خوف مانع ہوا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں پر شفقت ومہربانی فرمانے والے اور رحم فرمانے والے ہیں۔

پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بے خوف تھے، (کیوں کہ زمانہ نبوت کے بعد کسی امر کی فرضیت کا حکم رب تعالیٰ کی جانب سے نہیں ہو سکتا)، پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت تراویح کو قائم اور اسے ہجرت کے چودھویں سال میں زندہ فرمایا۔

توضیح: عہد رسالت ہی میں دین مکمل ہو چکا: ((اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ))

(۵)امام محمد بن حسن شیبانی(۱۳۲ھ-۱۸۹ھ) نے تحریر فرمایا:

{لاباس بالصلٰوۃ فی شھر رمضان ان یصلی الناس تطوعًا بامام لان المسلمین قد اجمعوا علٰی ذلک وراؤوہ حسنًا-وقد روی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال:ما رأہ المؤمنون حسنًا فھو عند اللّٰہ حسن وما رأہ المسلمون قبیحًا فھو عند اللّٰہ قبیح}(مؤطاامام محمد ص۱۴۳)

﴿ت﴾ کوئی حرج نہیں ہے ماہ رمضان کی نماز تراویح میں کہ لوگ بطور نفل امام کے ساتھ نماز تراویح ادا کریں،اس لیے کہ مسلمانوں کا اس(جماعت تراویح)پراجماع ہو چکا ہے،اور مسلمانوں نے اسے اچھا سمجھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ مومنین جسے اچھا سمجھیں،وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور مومنین جسے برا سمجھیں،وہ اللہ کے نزدیک برا ہے۔

توضیح:جس امر پر اجماع امت ہوجائے،وہ امر حسن ہوگا،کیوں کہ اجماع امت امر قبیح پر نہیں ہوسکتا۔اللہ تعالیٰ نے آخری امت کے اجماع کو خطا سے محفوظ فرمادیا ہے۔

جماعت تراویح پر صحابہ کرام کا اتفاق

(۱)**{ولقد سن عمرھذا وجمع الناس علٰی ابی بن کعب فَصَلَّاھَا جماعةً-والصحابة متوافرون-منھم عثمان وعلی وابن مسعود والعباس وابنه وطلحة والزبیر ومعاذ وابی وغیرھم من المھاجرین والانصار-وما رد علیه واحد منھم-بل ساعدوہ ووافقوہ وامروا بذلک}**

(الاختیار لتعلیل المختار ج اص۱۲۲-دارالحدیث القاہرہ)

﴿ت﴾ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس(جماعت)کا طریقہ اپنایا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمایا،پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے نماز تراویح جماعت کے ساتھ پڑھائی، اور صحابہ کرام کثرت کے ساتھ تھے۔ انہیں میں سے حضرت عثمان غنی، حضرت علی شیر خدا، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت طلحہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور ان حضرات کے علاوہ صحابہ انصار ومہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں، اور ان حضرات میں سے کسی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تردید نہیں فرمائی، بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید وموافقت فرمائی اور جماعت تراویح کا حکم دیا۔

جماعت تراویح سنت نبوی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں صحابہ کرام نے تین رات جماعت کے ساتھ نماز تراویح ادا کی تھی۔ صحیح بخاری وغیرہ کے حوالے سے یہ حدیث ماقبل میں مرقوم ہوئی۔

(۱) حدیث مذکورہ کی شرح میں محدث کرمانی (۷۱۷ھ-۷۸۶ھ) اور محدث عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے تحریر فرمایا: {**قال ابن بطال: و فیه ان قیام رمضان سنة بالجماعة و لیس کما زعم بعضهم انه سنة عمر**}

(کرمانی علی البخاری ج۳ جزء۶ ص۱۸۹-عمدۃ القاری ج۷ ص۱۷۸)

〈ت〉 محدث ابن بطال (م۴۴۹ھ) (ابو الحسن علی بن خلف المالکی المغربی شارح صحیح البخاری) نے فرمایا کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ نماز رمضان جماعت کے ساتھ سنت (نبوی) ہے، اور ایسا نہیں ہے جیسا بعض لوگوں نے گمان کیا کہ یہ جماعت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے (بلکہ یہ سنت نبوی ہے)۔

(۲) امام قسطلانی نے تحریر فرمایا: {**و استدل به علیٰ ان الافضل فی قیام شهر رمضان ان یفعل فی المسجد فی جماعة لکونه صلی اللّٰه علیه وسلم صلی معه ناس فی تلک اللیالی و اقرَّهم علیٰ ذلک و انما ترکه لمعنی قد امن بوفاته**

صلی اللّٰہ علیه وسلم وهو خشية الافتراض-وبهذا قال الشافعي وجمهور اصحابه وابو حنيفة واحمد وبعض المالكية وقد روى ابن ابى شيبة فعله عن على وابن مسعود وابى بن كعب وسويد بن غفلة وغيرهم وامر به عمر بن الخطاب واستمر عليه عمل الصحابة رضى الله عنهم وسائر المسلمين وصار من الشعائر الظاهرة كصلاة العيد} (ارشادالساری ج۴ص۲۵۹)

〈ت〉اس حدیث (جس میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کا ذکر ہے) سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر استدلال کیا کہ ماہ رمضان کی نماز (تراویح) میں افضل یہ ہے کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی جائے ،اس لیے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں نے ان چندراتوں میں نماز تراویح ادا کی ، اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس پر برقرار رکھا اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کسی عذر کی وجہ سے ترک فرمادیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے اس سے امن ہوگیا اوروہ (عذر،نماز تراویح کے) فرض ہوجانے کا خوف تھا۔

اورامام شافعی اوراس کے جمہوراصحاب اورامام ابوحنیفہ اورامام احمد بن حنبل اوربعض مالکی علمانے اسی (جماعت کے ساتھ نماز تراویح ادا کرنے) کا قول کیا،اورحافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ(۱۵۹ھ-۲۳۵ھ) نے حضرت علی مرتضیٰ اورحضرت عبداللہ بن مسعوداورحضرت ابی بن کعب وحضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اوران کے علاوہ سے جماعت تراویح کی روایت کی ،اورحضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا حکم دیا اوراسی پرحضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اورتمام مومنین کا عمل قائم ہوگیا اوریہ (تراویح باجماعت) نمازعید کی طرح (اسلام کے) شعائر ظاہرہ میں سے ہوگئی۔

(۳)علامہ سیدابن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{ذكر فى الاختيار ان ابا يوسف سأل اباحنيفة عنها وما فعله عمر فقال

:التراویح سنة مؤکدة ولم یتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعًا -ولم یامر به الاعن اصل لدیه وعهد من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم}

(ردالمحتار ج۲ص۴۶-البحرالرائق ج۲ص۱۱۷)

〈ت〉حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تراویح کے بارے میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جماعت تراویح قائم کرنے کے بارے میں سوال کیا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے،اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت تراویح کا حکم اپنے دل سے نہیں دیا اور نہ ہی اس بارے میں وہ مبتدع (نیا قول کرنے والے) ہیں اور انہوں نے قیام جماعت کا حکم اپنے پاس محفوظ کسی دلیل کی وجہ سے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے کسی علم کی بنیاد پر دیا۔

(۴)امام عبداللہ بن محمود بن مولود موصلی حنفی(۵۹۹ھ-۶۸۳ھ)نے تحریر فرمایا:

{روی اسد بن عمرو عن ابی یوسف قال:سألت ابا حنیفة عن التراویح وما فعله عمر-فقال:التراویح سنة مؤکدة ولم یتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعًا ولم یامر به الاعن اصل لدیه وعهد من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم}(الاختیار لتعلیل المختار ج۱ص۱۲۲-دارالحدیث-قاہرہ)

〈ت〉حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تراویح اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل (جماعت تراویح) کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: تراویح سنت مؤکدہ ہے،اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جانب سے اس (جماعت) کی تخریج نہیں فرمائی،اور نہ اس بارے میں وہ نیا کام کرنے والے تھے،اور انہوں نے جماعت کا حکم نہیں دیا، مگر اپنے پاس کسی اصل (ثبوت) کی وجہ سے،اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب

سے کسی علم کی بنیاد پر۔

نفل نمازوں میں تراویح کی خصوصیت

نفل نمازوں میں نماز تراویح کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔اس وجہ سے نماز تراویح نماز عیدین کے مشابہ ہوگئی۔

نماز تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہےاور رمضان میں نماز وتر کی جماعت مستحب ہے۔

(بہار شریعت: حصہ سوم، باب: جماعت کے مسائل)

نفل نمازوں میں سورج گہن کی نماز کی جماعت کے ساتھ سنت ہے۔چاند گہن کی نماز کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ ہے(بہار شریعت: حصہ سوم، باب: جماعت کے مسائل) استسقا کی نماز جماعت سے جائز ہے،مگر جماعت اس کے لیے سنت نہیں۔تنہا تنہا پڑھنا اور جماعت سے پڑھنا دونوں طرح کا اختیار ہے(بہار شریعت: حصہ چہارم، باب: نماز استسقا کا بیان)

سورج گہن اور استسقا کی نماز کسی وقت مقررہ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ کسی حادثہ کے ساتھ مخصوص ہے۔نماز تراویح ایک وقت مقرر کے ساتھ خاص ہے،اور مقررہ نفل نمازوں میں صرف نماز تراویح کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جماعت کے ساتھ اسے ادا کرنا سنت ہے۔

(۱)امام قسطلانی نے تحریر فرمایا:{**فقال الشافعی و جمهور اصحابه و ابو حنيفة و بعض المالكية و غيرهم: الافضل صلاتها جماعة كما فعله عمر بن الخطاب و الصحابة واستمر عمل المسلمين عليه لانه من الشعائر الظاهرة فاشبه صلاة العيد**}(المواہب اللدنیہ مع حاشیۃ الزرقانی ج ۱۰ص ۵۷۵)

﴿ت﴾پس امام شافعی اور اس کے جمہور اصحاب اور امام ابوحنیفہ اور بعض مالکی علما اور ان کے علاوہ علما نے فرمایا کہ تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے،جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اسے جماعت کے

ساتھ ادا کیا، اوراسی (جماعت) پر مسلمانوں کا عمل قائم ہوگیا، اس لیے کہ یہ شعائر ظاہرہ میں سے ہے، پس تراویح نماز عید کے مشابہ ہوگئی۔

توضیح: نماز عیدین، گرچہ فرض نماز نہیں، مگر شعائر اسلام ہونے کی وجہ سے جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔اسی طرح نماز تراویح بھی شعائر اسلام میں سے ہے اور جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔

(۲)امام قسطلانی شافعی نے رقم فرمایا:{ان التراویح بمشروعیة الجماعة اشبهت الفرائض–قاله النووی فی فتاویه وصرح به فی الروضة}

(المواہب اللدنیۃ مع حاشیۃ الزرقانی ج ۱۰ص ۵۸۱)

〈ت〉نماز تراویح، جماعت کے مسنون ہونے کی وجہ سے فرض نمازوں کے مشابہ ہو گئی۔امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں یہ قول کیا اور روضۃ الطالبین میں اس کی تصریح فرمائی۔

(۳)امام محی الدین نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے رقم فرمایا:

{والمراد بقیام رمضان صلاة التراویح واتفق العلماء علیٰ استحبابها واختلفوا فی ان الافضل صلاتها منفردًا فی بیته ام فی جماعة فی المسجد– فقال الشافعی وجمهوراصحابه وابوحنیفة واحمد وبعض المالکیة وغیرهم: الافضل صلٰوتها جماعة کما فعله عمربن الخطاب والصحابة رضی اللّٰه عنهم واستمرعمل المسلمین علیه لانه من الشعائرالظاهرة فا شبه صلٰوة العید}

(شرح النووی علیٰ مسلم ج۱ص ۲۵۹)

〈ت〉قیام رمضان سے نماز تراویح مراد ہے اور علما نماز تراویح کے مستحب ہونے پر متفق ہیں اوراس بارے میں علما کا اختلاف ہے کہ تراویح کی نماز اپنے گھر میں تنہا پڑھنا افضل ہے، یا مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، پس امام شافعی اوران کے جمہور اصحاب اورامام ابوحنیفہ اورامام احمد بن حنبل اور بعض مالکی علما اوران کے علاوہ دیگر علما نے فرمایا کہ

تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرام نے جماعت کے ساتھ ادا فرمائی، اور مسلمانوں کا عمل اسی پر قائم ہو گیا، اس لیے کہ یہ شعائر ظاہرہ میں سے ہے، پس نماز تراویح نماز عید کے مشابہ ہو گئی۔

(۴) امام بیہقی (۳۸۴ھ-۴۵۸ھ) نے تحریر فرمایا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت تراویح کو مستحسن خیال فرماتے تھے۔

{قال الشافعی: ان صلاها فی جماعة فحسن}

(معرفۃ الآثار والسنن للبیہقی ج۲ص۳۰۲)

﴿ت﴾ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرے تو یہ مستحسن ہے۔

بیس رکعت تراویح سنت ماضیہ

خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تراویح سے متعلق جتنے بھی آثار صحابہ کرام واقوال علمائے کرام ماقبل میں تحریر کیے گئے ہیں، ان تمام میں صرف جماعت تراویح کا ذکر ہے، یعنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک امام پر تمام مسلمانوں کو جمع فرما دیا۔

کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کو آٹھ رکعت سے بڑھا کر بیس رکعت کر دیا، بلکہ تراویح کی نماز عہد رسالت ہی سے بیس رکعت تھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اجتماعی طور پر جماعت تراویح کی سنت قائم فرمائی، جیسا کہ خود آپ نے بھی اسی جماعت تراویح کے بارے میں فرمایا کہ یہ ایک اچھا طریقہ ہے، اور آپ کے پاس جماعت تراویح کی دلیل تین رات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جماعت کے ساتھ تراویح پڑھانے کا عمل تھا۔

اس اعتبار سے جماعت تراویح بدعت بھی نہیں، بلکہ کس عذر کی وجہ سے ایک موقوف ہو جانے والی سنت کو دوبارہ قائم کرنا ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بوجہ عذر فرضیت اسے موقوف فرمادیا تھا،اسی لیے کنزالعمال (ج ۸ص ۴۰۹) کی روایت میں گذرا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ بدعت ہے تو اچھی بدعت ہے۔

چوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی جماعت تراویح کا ثبوت صحیح موجود ہے تو پھر اس جماعت کے بدعت ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔محض جماعت کی موجودہ شکل بدعت ہوئی ،یعنی تمام نمازیوں کو ایک امام کی اقتدا میں نماز تراویح کی ادائیگی پر پابند کرنا۔

حضور اقدس رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کرام کا جماعت تراویح میں شریک ہونا حکم تقریری سے تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ساتھ اول، دوم،سوم شب کو تراویح ادا کرتے دیکھا،لیکن انہیں منع نہ فرمایا۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان تشریف نہ لائے تو اس کی وجہ ،جماعت تراویح کی ناپسندیدگی نہیں تھی ، بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں جماعت کے ساتھ تراویح کی مواظبت و پابندی کی وجہ سے تراویح کے فرض ہو جانے کا خدشہ تھا،اسی لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھاتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پسند فرماتے۔

اسی طرح حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد صدیقی میں بھی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھاتے رہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔اس طرح جماعت تراویح حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت تقریری قرار پائی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی جماعت تراویح کو حکم قولی سے قائم فرمایا۔اس اعتبار سے جماعت تراویح میں محض حکم تقریری وحکم قولی کا فرق ہوا۔حضرت فاروق

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازارہ تواضع اپنی جانب سے قیام جماعت کے حکم کو''بدعت'' فرمایا ، ورنہ دراصل جماعت تراویح ،حقیقت کے اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت تقریری اور محض صورت کے اعتبار سے بدعت یا ایجاد فاروقی قرار پائی: فالحمد للہ حمداً وافراً

ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول (نعمت البدعۃ ہذہ) (صحیح بخاری ج اص ۲۶۹) کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

{ای الجماعۃ الکبریٰ} (مرقاۃ المفاتیح ج ۳ص ۳۴۳)

〈ت〉یعنی جماعت کبریٰ (ایک اچھا طریقہ ہے)

توضیح: جماعت کبریٰ اچھا طریقہ ہے، کیوں کہ جماعت میں شریک ہونے والے ہر مومن کو جماعت کا بھی ثواب حاصل ہوجاتا ہے،اور نماز تراویح کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔ ساتھ ہی حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد ہادی مہدی کی اطاعت کا ثواب بھی اسے میسر ہوتا ہے۔

حکم فاروقی اور صحابہ کرام

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طاعت وفرماں برداری کے ساتھ اولوالامر کی طاعت کا بھی حکم دیا گیا۔حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اولین درجہ کے اولوالامر ہیں۔ان کا حکم ماننا لازم ہے۔

اولوالامر کی طاعت سے متعلق ارشاد الٰہی منقوشہ ذیل ہے۔

(۱){اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُولَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ}

(سورہ نساء: آیت ۵۹)

〈ت〉 حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

(کنزالایمان)

(۲){عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ اَطَاعَنِی فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِی فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ اَطَاعَ اَمِيرِی فَقَدْ اَطَاعَنِی وَمَنْ عَصٰی اَمِيرِی فَقَدْ عَصَانِی}(صحیح بخاری ج۲ص۱۰۵۷-صحیح مسلم ج۲ص۱۲۴)

〈ت〉حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جس نے میری اطاعت کی،اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی،اور جس نے میری نافرمانی کی،اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی،اور جس نے میرے (مقرر کردہ) حاکم کی اطاعت کی،اس نے یقیناً میری اطاعت کی،اور جس نے میرے حاکم کی نافرمانی کی،اس نے یقیناً میری نافرمانی کی۔

توضیح:اسی طرح مسلمانوں کے امیر کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کے لیے خیر وصلاح اور فلاح و بہبود کا کام کرے۔حدیث میں ہے۔

(۳){عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اَلَا ،كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ-فَالْاِمَامُ الَّذِی عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ-الحديث}(صحیح بخاری ج۲ص۱۰۵۷-سنن ترمذی ج۱ص۲۹۹)

〈ت〉حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم تمام لوگ نگہبان ہو،اور تم تمام لوگوں سے ان کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا،پس وہ امام جو لوگوں پر مقرر ہے، نگہبان ہے،اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

توضیح:حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے خیر وصلاح اور فلاح اخروی کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے لیے جماعت تراویح کا حکم دے کر اپنے امیر المومنین ہونے کا حق ادا کر دیا،بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پسند تھا کہ لوگ تراویح اگر اخیر رات میں پڑھیں تو اور بھی اچھا ہوگا،کیوں کہ اخیر شب میں عبادت کا مرتبہ زیادہ ہے۔

صحیح بخاری کی اسی روایت میں ہے:

{قَالَ عُمَرُ: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّذِی تَنَامُونَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِی تَقُومُونَ یُرِیدُ اٰخِرَاللَّیْلِ وَکَانَ النَّاسُ یَقُومُونَ اَوَّلَہٗ}(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

﴿ت﴾ یہ اچھی بدعت ہے، اور جس وقت تم لوگ سوتے ہو وہ افضل ہے اس وقت سے جس وقت تم لوگ نماز تراویح پڑھتے ہو۔آپ کی مراد اخیر رات ہے اور لوگ اول شب کو نماز تراویح پڑھتے تھے۔

توضیح: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو رات کے آخری حصہ میں عبادت کی ترغیب دی، لیکن اگر اخیر شب میں آپ جماعت تراویح کا حکم نافذ فرماتے تو یہ امت مسلمہ کے لیے ایک مشکل امر ہو جاتا، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں امت کے لیے مشقت محسوس نہ کرتا تو لوگوں کو اخیر رات میں نماز عشا پڑھنے کا حکم دیتا۔ حدیث میں ہے۔

(۱){عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اَعْتَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ حَتّٰی ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّیْلِ وَحَتّٰی نَامَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰی فَقَالَ: اِنَّهٗ لَوَقْتُهَا لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِی}(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۹)

﴿ت﴾ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ ایک رات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاخیر فرمائی، یہاں تک کہ رات کا ایک بڑا حصہ گزر گیا، اور یہاں تک کہ اہل مسجد سو گئے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی اور ارشاد فرمائے: یہی عشا کا وقت ہے، اگر میں اپنی امت پر مشقت محسوس نہ کرتا۔

(۲){عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَر قَالَ: مَکَثْنَا ذَاتَ لَیْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ فَخَرَجَ اِلَیْنَا حِینَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ اَوْ بَعْدَهٗ فَلَا نَدْرِی، اَ شَیْءٌ شَغَلَهٗ فِی اَهْلِهٖ اَوْغَیْرُ ذٰلِکَ فَقَالَ حِینَ خَرَجَ: اِنَّکُمْ لَتَنْتَظِرُونَ صَلٰوةً مَا یَنْتَظِرُهَا اَهْلُ دِینٍ غَیْرُکُم وَلَوْلَا اَنْ یَثْقُلَ عَلٰی اُمَّتِی

لَصَلَّیْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ اَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰی}

(صحیح مسلم ج ا ص ۲۲۹ - سنن ابی داؤد ص ۶۰)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا: ہم لوگ ایک رات نماز عشا کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کرتے ہوئے بیٹھے رہے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، جب رات کا تہائی حصہ گزر چکا، یا اس کے بعد تشریف لائے۔ہمیں معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل خانہ میں کسی امر نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشغول کر دیا، یا اس کے علاوہ کوئی امر تھا، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ ایک نماز کا انتظار کر رہے ہو کہ تمہارے علاوہ کوئی اہل مذہب اس کا انتظار نہیں کر رہا ہے، اور اگر میں اپنی امت پر گراں نہیں سمجھتا تو انہیں اسی وقت نماز پڑھاتا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم فرمایا تو اس نے اقامت کہی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

توضیح: حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہی وقت، نماز عشا کا مستحب وقت ہے۔اگر میں اپنی امت کے لیے دشواری محسوس نہ کرتا تو انہیں اسی وقت نماز عشا ادا کرنے کا حکم دیتا۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں بھی یہی بات مذکور ہے۔

ترک عمل کے بعض اسباب وعوامل

بہت سے امور ایسے تھے کہ جسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے، لیکن کسی عذر کی وجہ سے آپ اسے اختیار نہیں فرماتے تھے۔

(۱){عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اِنْ کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَعْمَلَ بِهِ خَشْيَةَ اَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضُ عَلَيْهِمْ-وَمَا سَبَّحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحٰی قَطُّ وَاِنِّی لَاُسَبِّحُهَا}

(صحیح بخاری ج اص ۱۵۲)

﴿ت﴾ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض عمل کو ترک فرمادیتے ، حالاں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر عمل کرنا پسند فرماتے تھے۔ایسا اس خوف سے کہ لوگ اس پر عمل کریں تو وہ ان پر فرض کردیا جائے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چاشت کبھی بھی (پابندی سے) ادانہیں فرمائی ، اور میں اسے پڑھتی ہوں۔

قیام جماعت کے بعض اسباب

جماعت تراویح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے،لیکن بوجہ عذر فرضیت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ترک فرمادیا،اورحضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منشائے نبوی کو دیکھتے ہوئے اسی سنت کو قائم فرمادیا،اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا مظاہرہ فرمایا۔حدیث میں ہے۔

(۱){عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اَلدِّينُ النَّصِيحَةُ–قُلْنَا لِمَنْ؟قَالَ:لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُولِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ}

(صحیح مسلم ج اص ۵۴)

﴿ت﴾حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا: کس کے لیے خیر خواہی؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ کے لیے اور کتاب اللہ کے لیے اور رسول اللہ کے لیے اور ائمہ مسلمین کے لیے اور تمام مومنین کے لیے۔

توضیح: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی جذبہ خیر خواہی کا لحاظ فرماتے ہوئے مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ صلوٰۃ التراویح ادا کرنے کا حکم فرمایا، تاکہ مومنین

تا قیامت نماز تراویح کے ساتھ جماعت کا بھی ثواب پاتے رہیں۔

(۲)امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (۳۶۴ھ-۴۵۰ھ) نے جماعت تراویح سے متعلق تحریر فرمایا:{وھی من احسن سنةٍ سَنَّھَا اِمَامٌ}(الحاوی الکبیر ج۲ص۳۶۹)

﴿ت﴾ یہ جماعت تراویح بہت اچھی سنت ہے، جسے ایک امام المسلمین نے قائم فرمایا۔

(۳)امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:{ورای عمر ذلک لما فی الاختلاف من افتراق الکلمة-ولان الاجتماع علیٰ واحد انشط لکثیر من المصلین}(تنویر الحوالک علیٰ موطاء امام مالک ص۱۳۷)

﴿ت﴾ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کی رائے قائم کی، اس لیے کہ گروپ بندی میں کلمہ کا جدا جدا ہونا ہے، اور اس لیے کہ اجتماع، اکثر نمازیوں کو زیادہ نشاط وخوشی عطا کرنے والا ہے۔

(۴)امام قسطلانی شافعی (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) نے رقم فرمایا:

{واستدل بہ علیٰ ان الافضل فی قیام شھر رمضان ان یفعل فی المسجد فی جماعة لکونہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلّٰی معہ ناس فی تلک اللیالی واقرھم علیٰ ذلک-وانما ترکہ لمعنی قد امن بوفاتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو خشیة الافتراض} (ارشاد الساری ج۴ص۶۵۹)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جماعت تراویح سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استدلال کیا کہ ماہ رمضان کی تراویح میں افضل یہ ہے کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی جائے، اس لیے کہ ان تین راتوں میں صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس پر ثابت رکھا اور جماعت کو صرف ایک عذر کی وجہ سے ترک فرما دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے اس سے امن ہو گیا اور وہ عذر، تراویح کے فرض ہو جانے کا خدشہ تھا۔

(۵)امام قسطلانی (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) نے شرح بخاری میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیام جماعت کی حدیث کی تشریح میں تحریر فرمایا:

{(لکان امثل)ای افضل من تفرقهم لانه انشط لكثير من المصلين- واستنبط ذلک من تقرير النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من صلّٰی معه فی تلک الليالی-وان کان كرهه لهم فانما کرهه خشية افتراضه عليهم ثم عزم عمر علٰی ذلک فجمعهم سنة اربع عشرة من الهجرة} (ارشادالساری ج۴ص۶۵۶)

〈ت〉تمام تراویح پڑھنے والوں کوایک امام پرجمع کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔یہ جماعت،جدا جدا نماز پڑھنے سے افضل ہے،کیوں کہ اجتماع،اکثر نمازیوں کوخوشی عطا کرنے والا ہوتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت تراویح کومستنبط فرمایا،حضوراقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان صحابہ کرام کو(جماعت پر)ثابت وبرقرار رکھنے سے جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کےساتھ ان راتوں میں نماز تراویح ادا کی،گرچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پرنماز تراویح کےفرض ہوجانے کےخوف سے جماعت کوان کے لیے ناپسند فرمایا،پھرخلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا قصد فرمایا،پس ان تمام کو سال ہجری ۱۴ھ میں(ایک امام پر)جمع فرمادیا۔

عہدعثمانی میں جماعت تراویح

(۱)**{عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ:كَانُوا يَقُومُونَ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي شَهْرِرَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً قَالَ: وَكَانُوا يَقْرَؤُونَ بِالْمِئِينَ وَكَانُوا يَتَوَكَّؤُنَ عَلٰی عِصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ}**(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۱)

〈ت〉حضرت یزید بن خصیفہ سے روایت ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، اور فرمایا کہ لوگ سو سے زائد آیات پر مشتمل سورتوں کو پڑھتے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قیام کی شدت کی بنا پر لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

توضیح: عہد عثمانی میں تراویح اسی طرح رہی، جس طرح کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھی، یعنی جماعت کے ساتھ بیس رکعت پڑھی جاتی۔

عہد مرتضوی میں جماعت تراویح

(۱){عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِیِّ قَالَ: خَرَجَ عَلِیُّ بْنُ اَبِی طَالِبٍ فِی اَوَّلِ لَیْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ وَالْقَنَادِیلُ تَزْهَرُ وَکِتَابُ اللّٰهِ یُتْلٰی - فَقَالَ: نَوَّرَ اللّٰهُ لَکَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ فِی قَبْرِکَ کَمَا نَوَّرْتَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ تَعَالٰی بِالْقُرْاٰنِ}

(ابن شاہین - کنز العمال ج۸ ص۴۱۰)

﴿ت﴾ حضرت ابو اسحٰق ہمدانی نے بیان فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان کی پہلی رات کو مسجد تشریف لائے اور قندیلیں جگمگا رہی تھیں، اور (نماز تراویح میں) قرآن کی تلاوت ہو رہی تھی تو آپ نے فرمایا: اے فاروق اعظم! رب تعالیٰ آپ کی قبر کو منور فرمائے، جیسا آپ نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو قرآن سے منور فرما دیا۔

(۲){عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی لَیْلٰی اَنَّ عَلِیًّا اَمَرَ ابْنَ اَبِی لَیْلٰی اَنْ یُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فِی رَمَضَانَ}(ابن شاہین - کنز العمال ج۸ ص۴۱۰)

﴿ت﴾ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن ابی لیلیٰ کو رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

(۳){عَنِ ابْنِ السَّائِبِ اَنَّ عَلِیًّا قَامَ بِهِمْ فِی شَهْرِ رَمَضَانَ}

(ابن شاہین - کنز العمال ج۸ ص۴۱۰)

〈ت〉 حضرت ابن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھائی۔

(۴) {عَنْ اَبِی بَکْرِ بْنِ عَیَّاشٍ قَالَ سَاَلْتُ عَطَاءً: هَلْ کَانَ عَلِیٌّ یُصَلِّی بِهِمْ فِی رَمَضَانَ؟ قَالَ: کَانَ خِیَارُ اَصْحَابِ عَلِیٍّ زَاذَانُ وَاَبُوالْبَخْتَرِیِّ وَغَیْرُهُمْ یَدْعُونَ اَهْلِیهِمْ وَیَؤُمُّونَ فِی الْمَسْجِدِ فِی رَمْضَانَ}

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴)

〈ت〉 حضرت ابو بکر بن عیاش نے بیان فرمایا کہ میں نے محدث عطا بن ابی رباح سے پوچھا کہ کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں رمضان میں تراویح پڑھاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منتخب اصحاب، زاذان اور ابوالبختری وغیرہ اپنے گھر والوں کو مسجد بلا کر لاتے اور رمضان میں مسجد میں تراویح کی امامت فرماتے۔

(۵) {عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ قَامَ بِهِمْ فِی رَمَضَانَ} (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۵)

〈ت〉 حضرت ابوعبدالرحمٰن نے بیان فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی اور جماعت تراویح

(۱) {عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: کَانَ عَبْدُ اللّٰهِ یَؤُمُّنَا فِی رَمَضَانَ وَیَنْصَرِفُ وَعَلَیْهِ لَیْلٌ} (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۵، ۳۹۴)

〈ت〉 حضرت زید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں ہماری امامت فرماتے اور رات رہے واپس ہوتے۔

(۲) {رَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمِرْوَزِیُّ قَالَ اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی

اَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ يُصَلِّي لَنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَعَلَيْهِ لَيْلٌ قَالَ الْاَعْمَش: كَانَ يُصَلِّي عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ} (عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷)

〈ت〉امام اعمش سلیمان بن مہران اسدی کوفی (م۱۴۸ھ) نے حضرت زید بن وہب سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں رمضان میں تراویح پڑھاتے تو وہ رات رہتے واپس جاتے۔امام اعمش نے فرمایا کہ وہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل صحابی اور جماعت تراویح

{عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّهُ صَلّٰى بِالنَّاسِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ بَعَثَ اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِحُلَّةٍ وَبِخَمْسِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَرَدَّهَا وَقَالَ: اِنَّا لَا نَاخُذُ عَلَى الْقُرْاٰنِ اَجْرًا}

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۴۰۰)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن مغفل صحابی بصری (م۵۷ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماہ رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھائی، پس جب عید کا دن ہوا تو عبداللہ بن زیاد نے ایک پوشاک اور پانچ سو درہم بھیجا تو انہوں نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا کہ ہم قرآن پر اجرت نہیں لیتے ہیں۔

عہد تابعین میں جماعت تراویح

(۱){عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيهِ قَالَ: كَانَ سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ يَؤُمُّنَا فَيَقُومُ بِنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَهُوَ ابْنُ عِشْرِينَ وَمِائَةِ سَنَةٍ} (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۵)

〈ت〉ولید بن علی اپنے والد علی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت سوید بن غفلہ کوفی جعفی مخضرمی (م ۸۰ھ) ہماری امامت کرتے تھے تو وہ رمضان میں ہمیں نماز تراویح پڑھاتے، جب کہ وہ ایک سوبیس سال کے تھے۔

(۲){عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاؤُوْسٍ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مَعَهُمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ يُصَلِّي لِنَفْسِهِ وَيَرْكَعُ وَيَسْجُدُ مَعَهُمْ} (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۷)

〈ت〉حضرت طاؤس بن کیسان تابعی (م ۱۰۶ھ) ماہ رمضان میں لوگوں کے ساتھ تراویح پڑھتے۔ وہ اپنے لیے نماز پڑھتے اور رکوع وسجدہ لوگوں کے ساتھ کرتے۔

(۳){عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ كَانَ يَخْتَارُ الْقِيَامَ مَعَ النَّاسِ فِي شَهْرِ رَمَضَان} (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۷)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن عون بصری (م ۱۵۰ھ) سے روایت ہے کہ حضرت محمد ماہ رمضان میں لوگوں کے ساتھ نماز تراویح پڑھنے کو پسند فرماتے تھے۔

(۴){عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ اَنَّ مَسْرُوقًا قَرَءَ فِي رَكْعَةٍ مِنَ الْقِيَامِ بِالْعَنْكَبُوتِ} (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۲)

〈ت〉حضرت مسروق تابعی (م ۶۳ھ) نے ایک رکعت میں سورہ عنکبوت پڑھا۔

(۵){عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ اَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ: كُنْتُ اَقُوْمُ بِالنَّاسِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَاَقْرَءُ فِي الرَّكْعَةِ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ) وَنَحْوَهَا وَمَا يَبْلُغُنِي اَنَّ اَحَدًا يَسْتَقِلُّ ذٰلِكَ} (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۲)

〈ت〉حضرت نافع بن عمر نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت ابن ابی ملیکہ مدنی تیمی تابعی (م ۱۱۷ھ) کو فرماتے سنا کہ میں ماہ رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھاتا تو میں نماز تراویح میں سورہ فاطر اور اس جیسی سورت پڑھتا اور مجھے خبر نہیں پہنچی کہ کوئی اسے مستقل پڑھتا ہو۔

(۶){عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ فَضْلٍ عَنْ وَقَاءٍ قَالَ: كَانَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ يَقْرَءُ فِي

كُلِّ رَكْعَةٍ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ آيَةً}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۲)

〈ت〉 حضرت سعید بن جبیر تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۴۵ھ-۹۵ھ) ہر رکعت میں پچیس آیت پڑھتے تھے۔

(۷){عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ:مَنْ اَمَّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ فَلْيَاخُذْ بِهِمُ الْيُسْرَ فَاِنْ كَانَ بَطِيْءَ الْقِرَأَةِ فَلْيَخْتِمِ الْقُرْاٰنَ خَتَمَةً وَاِنْ كَانَ قِرَأَتُهُ بَيْنَ ذٰلِكَ فَخَتَمَةٌ وَنِصْفٌ فَاِنْ كَانَ سَرِيعَ الْقِرَأَةِ فَمَرَّ تَيْنِ}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۲)

〈ت〉 حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو رمضان (کی تراویح) میں لوگوں کی امامت کرے تو اسے لوگوں کے ساتھ آسانی اختیار کرنی چاہئے، پس اگر وہ سست قرأت والا ہوتو (مہینہ بھر میں) ایک ختم قرآن کرے، اور اگر اس کی قرأت متوسط انداز کی ہوتو ایک ختم قرآن اور نصف قرآن پڑھے، پس اگر وہ تیز قرأت والا ہوتو دو ختم قرآن کرے۔

(۸){عَنْ اَبِي اَيَاسٍ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةٍ قَالَ:كُنْتُ نَازِلًا عَلٰى عَمْرِو بْنِ النُّعْمَانِ ابْنِ مُقْرِنٍ فَلَمَّا حَضَرَ رَمَضَانُ جَاءَهُ رَجُلٌ بِاَلْفَيْ دِرْهَمٍ مِنْ قِبَلِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ:اِنَّ الْاَمِيرَ يَقْرَءُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ:اِنَّا لَمْ نَدَعْ قَارِيًا شَرِيفًا اِلَّا قَدْ وَصَلَ اِلَيْهِ مِنَّا مَعْرُوفٌ فَاسْتَعِنْ بِهٰذَيْنِ عَلٰى نَفَقَةِ شَهْرِكَ هٰذَا—فَقَالَ عَمْرٌو :اِقْرَءْ عَلَى الْاَمِيرِ السَّلَامَ وَقُلْ:وَاللّٰهِ مَا قَرَأْنَا الْقُرْاٰنَ نُرِيدُ بِهِ الدُّنْيَا وَرَدَّهُ عَلَيْهِ}
(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۴۰۰)

〈ت〉 حضرت ابوایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت عمرو بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں مہمان تھا، پس جب رمضان آیا تو حضرت مصعب بن زبیر (حاکم کوفہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے ایک آدمی دو ہزار درہم لے کر عمرو بن نعمان کے پاس آیا، پس اس نے کہا کہ امیر (مصعب بن زبیر) آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر شریف قاری (تراویح پڑھانے والے حافظ قرآن) کو ہماری جانب سے ضرور بھلائی (تحفے

اورانعامات) پہنچی ہے، پس آپ ان دو ہزار درہم کے ذریعہ اپنے اس مہینے کے خرچ میں مدد لیجئے ، پس عمرو بن نعمان نے فرمایا کہ امیر کو سلام کہو، اور کہو کہ واللہ! ہم نے قرآن دنیا طلبی کے لیے نہ پڑھا اور انہوں نے اس (دو ہزار درہم) کو حاکم کے پاس واپس بھیج دیا۔

(۹){عَنْ جَرِيرٍ عَنْ رَجُلٍ اَنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَامَ بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ الْحَجَّاجُ بِبُرْنُسٍ فَقَبِلَهٗ} (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۴۰۰)

〈ت〉 حضرت سعید بن جبیر تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴۵ھ-۹۵ھ) نے ماہ رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھائی، پس حجاج بن یوسف ثقفی نے ان کے پاس لمبی ٹوپی (بطور تحفہ) بھیجی تو انہوں نے اسے قبول کرلیا۔

باب چہارم میں عہد رسالت سے عہد تابعین تک جماعت تراویح کی تفصیل رقم کی گئی ہے، اور باب پنجم میں نماز تراویح کی رکعات سے متعلق احادیث وآثار منقول ہیں۔اسی باب میں محدث وہابیہ ناصر الدین البانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) کے سوالوں کے جوابات اصول حدیث ،اصول فقہ اور فن جرح وتعدیل کی روشنی میں بھی مرقوم ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

باب پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

باب پنجم میں عہد فاروقی سے عہد تابعین تک بیس رکعت تراویح کوثابت کیا گیا ہے۔ محدث وہابیہ ناصرالدین البانی کے اعتراضات کے جوابات بھی مرقوم ہیں۔بعض جوابات مختصر ہیں اور بعض جواب طویل ہیں۔بیس رکعت تراویح کی حدیثوں پرمفصل کلام ہے۔

عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب سے جماعت تراویح شروع ہوئی،اسی وقت سے بیس رکعت تراویح ادا کی جارہی ہے۔ماقبل میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوچکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بیس رکعت تراویح ادافرماتے تھے۔

باب چہارم میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے کہ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسلمین ہوئے ،اورخلافت کے دوسرے سال رمضان ۱۴ھ میں آپ نے جماعت کے ساتھ تراویح کا حکم فرمایا۔(حاشیۃ الشبر املسی علیٰ نہایۃ المحتاج ج۲ص۱۲۶ -دارالفکر بیروت- ہکذافی حاشیۃ الجمل علی المنہج ج۱ص۴۹۰)

مذکورہ ذیل تمام روایتوں میں بتایا گیا کہ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح ادا کی جاتی تھی۔عہد فاروقی میں بیس رکعت پرحضرات صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا۔کسی صحابی سے اختلاف منقول نہیں ہے۔وہابیہ کا اختلاف دراصل اجماع صحابہ کا انکار ہے۔عہد فاروقی میں جماعت تراویح کے آغاز کے وقت بیس رکعت تراویح کی صراحت ذیل کی احادیث میں موجود ہے۔

جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا امام تھے تو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے ،پھرحضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقرری کے بعد دونوں دس دس

رکعت تراویح پڑھاتے، اور تمیم داری آخری دس رکعت کے بعد ایک رکعت وتر پڑھاتے۔

(الف) قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{واما الاختلاف فی احدی وعشرین وثلاث وعشرین فعلی الاختلاف فی الوتر فجاء ان اُبَیًّا هو الذی کان یوتر بثلاث} (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج۳ص۹۰)

﴿ت﴾ (روایت تراویح میں) اکیس رکعت اور تئیس رکعت میں اختلاف، وتر میں اختلاف کی وجہ سے ہے، پس روایت میں آیا کہ حضرت ابی بن کعب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(ب) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{والاختلاف فیما زاد علی العشرین راجع الی الاختلاف فی الوتر- وکانه تارةً یوتر بواحدة وتارةً بثلاث} (فتح الباری ج۶ص۱۱-دار ابی حیان)

﴿ت﴾ بیس رکعات سے زائد میں جو اختلافی روایات ہیں۔ وہ وتر کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے، اور گویا کہ کبھی ایک رکعت اور کبھی تین رکعت وتر پڑھی جاتی۔

(ج) ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{ورواية ثلاث وعشرين حسب راويها،الثلاثة الوتر-فانه جاء انهم كانوا يوترون بثلاث-وهذا يدل علٰی ان الوتر ثلاث علٰی ما تقرر عليه اٰخر الامر-وانه غير داخل فی صلاة الليل} (مرقاۃ المفاتیح ج۳ص۳۴۳)

﴿ت﴾ تراویح میں تئیس کی روایت، اس کے راوی کے اعتبار سے، تین رکعت وتر ہے (یعنی راوی نے خود کہا کہ تین وتر اور بیس رکعات تراویح ہے)، اس لیے کہ روایت میں آیا کہ صحابہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وتر تین رکعات ہے، جیسا کہ اخیر میں معاملہ اسی پر مستقر ہو گیا، اور نماز وتر، صلاۃ اللیل میں داخل نہیں ہے۔

توضیح: نماز وتر صلاۃ اللیل میں شامل نہیں، بلکہ ایک مستقل نماز ہے۔

بیس رکعت تراویح کی روایات

(۱){عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَہٗ اَنْ یُصَلِّیَ بِاللَّیْلِ فِی رَمَضَانَ فَقَالَ:اِنَّ النَّاسَ یَصُومُونَ النَّھَارَ وَلَا یُحْسِنُونَ اَنْ یَقْرَءُوْا فَلَوْ قَرَأْتَ عَلَیْھِمْ بِاللَّیْلِ-فَقَالَ یَا اَمِیرَالْمُؤْمِنِینَ! ھٰذَا شَیْءٌ لَمْ یَکُنْ فَقَالَ:قَدْ عَلِمْتُ وَلٰکِنَّہٗ حَسَنٌ فَصَلّٰی بِھِمْ عِشْرِینَ رَکْعَةً}(ابن منیع -کنزالعمال ج۸ص۴۰۹)

﴿ت﴾حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں حکم فرمایا کہ رمضان کی رات میں نماز تراویح پڑھائیں، پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور وہ صحیح قرأت نہیں کرپاتے ہیں تو اگر آپ انہیں رات کو نماز تراویح پڑھادیں(تو بہت اچھا ہوگا)،پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یاامیرالمومنین! یہ وہ چیز ہے جو پہلے نہ تھی، پس حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے، لیکن یہ ایک اچھی چیز ہے تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی۔

(۲) {عَنْ یُونُسَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصَرِیِّ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَیٍّ وَقَالَ:صَلِّ بِھِمْ عِشْرِینَ رَکْعَةً}

(الحاوی الکبیر للماوردی ج۲ص۳۷۱)

﴿ت﴾حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع کیا اور فرمایا: آپ،لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائیں۔

(۳){عَنْ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیدٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ رَجُلًا یُصَلِّی بِھِمْ عِشْرِینَ رَکْعَةً}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

﴿ت﴾حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت یحیٰ بن سعید انصاری رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی (ابی بن کعب) کوحکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائے۔

(۴){عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّى لَهُمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً– الحديث}

(سنن ابی داؤد ص۲۰۲)

〈ت〉حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمایا، پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(۵){عَنْ حَسَنٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِبْنِ رَفِيعٍ قَالَ: كَانَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّى بِالنَّاسِ فِى رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُبِثَلَاثٍ}

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

〈ت〉حضرت عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

(۶){عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِى شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً– قَالَ: وَكَانُوا يَقْرَؤُوْنَ بِالْمِئِيْنَ وَكَانُوا يَتَوَكَّؤُوْنَ عَلٰى عِصِيِّهِمْ فِى عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ}(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۱)

〈ت〉حضرت یزید بن خصیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ سو سے زائد آیات پر

مشتمل سورتیں پڑھتے اور عہد عثمانی میں شدت قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر سہارا لیتے۔

(۷){عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرِ}

(معرفة الآثار والسنن ج۲ص ۳۰۵-السنن الصغریٰ للبیہقی ج اص ۲۷۸)

〈ت〉حضرت یزید بن خصیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

(۸){قَالَ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ الْقُرَظِيِّ: كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً يُطِيلُونَ فِيهَا الْقِرَأَةَ وَيُوتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ} (قیام رمضان: امام محمد بن نصر مروزی ج اص ۲۱-المکتبۃ الشاملہ)

〈ت〉(حافظ محمد بن نصر مروزی (۲۰۲ھ-۲۹۴ھ) نے رقم فرمایا) حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ عہد فاروقی میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، اور اس میں لمبی قرأت کرتے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

اکیس رکعت کی روایت

(۹){عَنْ دَاؤُدَ بْنِ قَيْسٍ وَغَيْرِهٖ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَعَلٰى تَمِيمِ الدَّارِيِّ عَلٰى اِحْدٰى وَعِشْرِينَ رَكْعَةً يَقُومُونَ بِالْمِئِيْنَ وَيَنْصَرِفُونَ فِي بُزُوغِ الْفَجْرِ} (مصنف عبدالرزاق ج۴ص ۲۶۰)

(عمدۃ القاری للعینی ج ۱۱ص ۱۲۷)

〈ت〉حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو رمضان میں حضرت ابی بن کعب و حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر، اکیس رکعت پر جمع فرمایا۔ لوگ

سو سے زائد آیات پر مشتمل سورتیں پڑھتے اور قریب الفجر واپس ہوتے۔

توضیح: حضرت تمیم داری ایک رکعت وتر پڑھتے تھے، اسی لیے تعداد رکعات اکیس ہوئی۔

حضرت ابی بن کعب تین رکعت وتر پڑھتے، اسی لیے تعداد رکعات تئیس ہو جاتی۔

تئیس رکعت کی روایت

(۱۰){عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً}

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۶۱ - مؤطا امام مالک ص ۱۳۸)

(شرح السنۃ للبغوی ج ۲ ص ۵۱۰ - دار الکتب العلمیہ بیروت)

〈ت〉 حضرت یزید بن رومان تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ عہد فاروقی میں رمضان میں تئیس رکعت (بیس تراویح، تین وتر) پڑھا کرتے۔

(۱۱){عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي ذُبَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانَ الْقِيَامُ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً}

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

〈ت〉 حضرت حارث بن عبد الرحمٰن بن ابی ذباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عہد فاروقی میں تئیس رکعت (بیس رکعت تراویح، اور تین رکعت وتر) پڑھی جاتی تھی۔

توضیح: مذکورہ بالا احادیث میں صریح لفظوں میں بتایا گیا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سے جماعت تراویح کا حکم فرمایا، اسی وقت سے نماز تراویح جماعت کے ساتھ بیس رکعت ہو رہی ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی نے تراویح کی رکعات پر اعتراض نہیں فرمایا۔ اس سے بیس رکعت تراویح پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع ثابت ہو جاتا ہے۔

فرقہ وہابیہ کے جداعلیٰ ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے لکھا:

{فلما جمعهم عمر علٰى ابى ابن كعب، كان يصلى بهم عشرين ركعة -ثم يوتر بثلاث} (مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۲ص۱۶۴)

﴿ت﴾ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمایا تو وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے، پھر تین رکعت وتر پڑھاتے۔

توضیح: رکعات تراویح کے بارے میں کسی صحابی کا اعتراض منقول نہیں۔ہاں، جماعت تراویح کے بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ یہ چیز پہلے نہیں تھی، یعنی حکماً سارے لوگوں کو جماعت تراویح پر جمع کرنا، نہ عہد رسالت میں تھا، نہ ہی عہد صدیقی میں، بلکہ عہد رسالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں جو تراویح صحابہ کرام نے ادا کی، وہ محض حکم تقریری ہوا۔

اسی طرح عہد رسالت میں اور عہد صدیقی میں اور اسی طرح عہد فاروقی میں حکم جماعت سے قبل جو صحابہ کرام جماعت سے تراویح پڑھتے تھے، یہ حکم تقریری کی بنیاد پر تھا، اور خود حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی عہد رسالت اور عہد صدیقی میں جماعت کے ساتھ تراویح اسی حکم تقریری کی بنیاد پر پڑھاتے رہے۔عہد فاروقی میں بھی لوگ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھتے آرہے تھے۔بخاری میں اس کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

{عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِیِّ اَنَّهٗ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِی رَمَضَانَ اِلَی الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّی الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَ يُصَلِّی الرَّجُلُ فَيُصَلِّی بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ} (صحیح بخاری ج۱ص ۲۶۹)

﴿ت﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد نبوی گیا، پس لوگ مختلف جماعتوں میں تھے۔کوئی تنہا نماز تراویح پڑھ رہا ہے، اور کوئی نماز تراویح پڑھ رہا ہے تو ایک

جماعت اس کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہے۔

توضیح: تمام لوگوں کو ایک ساتھ ایک امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کا حکم دینا ضرور ایک نئی شکل تھی، لیکن اس کا ثبوت عہد رسالت سے ضرور فراہم ہوتا ہے۔

اگر سلفیان ہند وعرب کے پاس کوئی ایسی صحیح حدیث موجود ہو جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں رکعات تراویح پر اعتراض ہوا تو وہ حدیث پیش کی جائے، اور اگر ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تو امت مسلمہ کو گمرہی میں مبتلا کرنے سے دست بردار ہو جائیں۔ جو روایتیں رقم کی گئی ہیں، ان سے ثابت ہوجاتا ہے کہ عہد فاروقی میں بیس رکعات تراویح ادا کی جاتی تھی۔

عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح کے راوی

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح کی روایت کی ہے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تراویح کی روایت کرنے والے تین راوی ہیں۔ ان کی روایتوں کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

(۱) محمد بن یوسف: اکیس رکعات۔ (مصنف عبدالرزاق ج۴ص ۲۶۰)

(۲) یزید بن خصیفہ: بیس رکعات۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص ۶۱)

(۳) یزید بن خصیفہ: بیس رکعات اور وتر۔ (السنن الصغریٰ للبیہقی ج ا ص ۲۷۸)

(۴) حارث بن عبدالرحمٰن: تیئیس رکعات۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۲۷)

<u>عہد فاروقی میں تراویح کے دیگر روایت کنندگان</u>

(۵) ابی بن کعب صحابی (م ۲۱ھ): بیس رکعات۔ (کنز العمال ج ۸ص ۴۰۹)

(۶) امام حسن بصری تابعی: بیس رکعات۔ (الحاوی الکبیر ج ۲ص ۳۷۱)

(۷) امام مالک عن یحییٰ بن سعید انصاری: بیس رکعات۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۳)

(۸) امام حسن بصری (۲۱ھ-۱۱۰ھ): بیس رکعات۔ (سنن ابی داؤد ص۲۰۲)

(۹) عبدالعزیز بن رفیع (م ۱۳۰ھ) بیس رکعات (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

(شیوخ: حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، انس بن مالک، شریح قاضی وغیرہم)

(۱۰) امام مالک عن یزید بن رومان (م ۱۳۰ھ): تئیس رکعات۔

(مؤطا امام مالک ص۱۳۸-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۱)

(شرح السنۃ للبغوی ج۲ص۵۱۰-معرفۃ الآثار والسنن للبیہقی ج۲ص۳۰۵)

(۱۱) محمد بن کعب قرظی کوفی مدنی (م ۱۰۸ھ): بیس رکعات۔

(قیام رمضان للمروزی ج۱ص۲۱-المکتبۃ الشاملہ)

مذکورہ بالا روایات میں سے بعض حدیثوں میں بیس رکعات اور بعض میں اکیس رکعات اور بعض میں تئیس رکعات کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف وتر کی وجہ سے ہے۔ جن راویوں نے بیس رکعات کہا۔ انہوں نے صرف رکعات تراویح کو بیان کیا۔ جن حضرات نے اکیس رکعات کہا۔ انہوں نے بیس رکعات تراویح اور ایک رکعت وتر کا تذکرہ کیا۔ جن لوگوں نے تئیس کہا۔ انہوں نے بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر کا ذکر کیا۔

عہد عثمانی میں بیس رکعت تراویح

(۱) **{عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: اَمَّنَا عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اِحْتَبَسَ-فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ تَفَرَّغَ لِنَفْسِهِ ثُمَّ اَمَّهُمْ اَبُو حَلِيمَةَ مُعَاذُ الْقَارِيُّ فَكَانَ يَقْنُتُ}** (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۴)

﴿ت﴾ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رات ہم لوگوں کی امامت فرمائی، پھر آپ خانہ نشین ہو گئے، پس بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لیے فرصت لے لیے، پھر حضرت ابو حلیمہ معاذ قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی امامت کی تو یہ

(وتر میں)قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(۲){عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً قَالَ: وَكَانُوا يَقْرَؤُونَ بِالْمِئِينَ وَكَانُوا يَتَوَكَّؤُنَ عَلٰى عِصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ}(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۱)

﴿ت﴾حضرت یزید بن خصیفہ سے روایت ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے،اور فرمایا کہ لوگ سو سے زائد آیات پر مشتمل سورتوں کو پڑھتے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قیام کی شدت کی بنا پر لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

توضیح:عہد عثمانی میں تراویح اسی طرح رہی،جس طرح کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھی،یعنی جماعت کے ساتھ بیس رکعت پڑھی جاتی۔

عہد عثمانی میں بیس رکعت تراویح کے راوی

(۱)امام حسن بصری: بیس رکعت تراویح (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۴)

(۲)یزید بن خصیفہ کی مذکورہ بالا روایت میں بیس رکعت تراویح کا اشارہ موجود ہے۔

عہد مرتضوی میں بیس رکعت تراویح

(۱){عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِي الْحَسَنَاءِ اَنَّ عَلِيًّا اَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

﴿ت﴾حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

(۲){عن ابی سعد البقال عن ابی الحسناء ان علی ابن ابی طالب امر رجلًا

ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعة}(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۲)

〈ت〉 حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کوحکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحہ،بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔

(۳){عَنْ اَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:دَعَا الْقُرَّاءَ فِی رَمَضَانَ فَاَمَرَ مِنْھُمْ رَجُلًا یُصَلِّی بِالنَّاسِ عِشْرِینَ رَکْعَةً–قَالَ:وَکَانَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُوتِرُبِھِمْ}(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۲)

〈ت〉 حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفی نے بیان فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں حفاظ قرآن کو بلایا، پھران میں سے ایک آدمی کوحکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے،اور ابوعبدالرحمٰن نے کہا کہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو وتر پڑھایا کرتے۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت تحریر فرمانے کے بعد امام بیہقی نے تحریر فرمایا:

{وروی ذلک من وجه آخر عن علی}(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۲)

〈ت〉 یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری سند سے (بھی) مروی ہے۔

حضرت سوید بن غفلہ اور حضرت شتیر بن شکل کوفی کی روایت لکھنے کے بعد امام بیہقی نے حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفی کی روایت لکھی،اور عبدالرحمٰن سلمی کی روایت لکھنے سے قبل تحریر فرمایا:

{وفی ذلک قوة لما اَخبَرَنَا ابوالحسین بن الفضل القطان..................
ابی عبد الرحمن السلمی}(السنن الکبریٰ ج۴ص۶۱)

〈خ〉 ابوعبدالرحمٰن سلمی کی روایت کو حضرت سوید بن غفلہ مخضرمی اور حضرت شتیر بن شکل کی روایت سے تقویت ملتی ہے(اور یہ حدیث قوت پاکر قابل استدلال ہوجاتی ہے)

عہد مرتضوی میں بیس رکعت تراویح کے راوی

(۱)ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفی (م بعد ۷۰ھ)(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج۴ص۶۲)

(۲) حضرت ابوالحسنا کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج۴ص۶۲ - مصنف ابن ابی شیبہ: ج۲ص۳۹۳)

عہد تابعین میں بیس رکعت تراویح

(۱){عَنْ جَعْفَرِبْنِ عَوْنٍ عَنْ اَبِی الْخَصِیبِ قَالَ: یَؤُمُّنَا سُوَیْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِی رَمَضَانَ فَیُصَلِّی خَمْسَ تَرْوِیحَاتٍ عِشْرِینَ رَکْعَةً} (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۱)

﴿ت﴾ حضرت ابوخصیب نے بیان فرمایا کہ حضرت سوید بن غفلہ مخضرمی تابعی کوفی (م۸۱ھ) رمضان میں ہمیں تراویح پڑھاتے تو وہ پانچ ترویحہ، بیس رکعت پڑھاتے۔

(۲){عَنْ شُتَیْرِبْنِ شَکَلٍ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ - اَنَّہٗ کَانَ یَؤُمُّھُمْ فِی شَھْرِرَمَضَانَ بِعِشْرِینَ رَکْعَةً وَیُوتِرُبِثَلَاثٍ}

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۱)

﴿ت﴾ حضرت شتیر بن شکل عبسی کوفی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں سے تھے، وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے۔

(۳){عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَیْنِ اَنَّہٗ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ ھُرْمُزَ الْاَعْرَجَ یَقُولُ: مَا اَدْرَکْتُ النَّاسَ اِلَّا وَھُمْ یَلْعَنُونَ الْکَفَرَةَ فِی رَمَضَانَ قَالَ: فَکَانَ الْقَارِئُ یَقُومُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ فِی ثَمَانِ رَکْعَاتٍ فَاِذَا قَامَ بِھَا فِی اِثْنَتَیْ عَشَرَةَ رَکْعَةً رَاَی النَّاسُ اَنَّہٗ قَدْ خُفِّفَ} (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۳ - مؤطا امام مالک ص۱۳۸)

﴿ت﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن ہرمزاعرج مدنی (م۱۱۷ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو رمضان میں (قنوت وتر میں) کفار کو لعنت کرتے پایا۔ امام آٹھ رکعت میں سورہ بقرہ پڑھتا، پھر جب بارہ رکعت کے لیے کھڑا ہوتا تو لوگ سمجھتے کہ تخفیف ہوگئی۔

توضیح: امام آخری بارہ رکعت میں چھوٹی سورتیں یا کم آیات پڑھتے۔ یہی تخفیف ہے۔

(۴){عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: کَانَ ابْنُ اَبِی مُلَیْکَةَ یُصَلِّی بِنَا فِی رَمَضَانَ

عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيَقْرَءُ بِحَمْدِ الْمَلٰئِكَةِ فِي رَكْعَةٍ}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

〈ت〉حضرت نافع بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کہ حضرت ابن ابی ملیکہ مدنی تیمی (م۱۱۷ھ) ہمیں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے اور ایک رکعت میں حمد ملائکہ پڑھتے۔

توضیح: سورہ فاطر کا لقب حمد ملائکہ ہے۔

(۵){عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ شُتَيْرِبْنِ شَكَلٍ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّى عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْر}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

〈ت〉(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں سے) حضرت شتیر بن شکل عبسی کوفی رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے۔

(۶){عَنْ اَبِى اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ اَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُبِثَلٰثٍ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

〈ت〉(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں سے) حضرت حارث بن عبداللہ ہمدانی کوفی (موت بعہد خلافت عبداللہ بن زبیر) رمضان کی راتوں میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔

(۷){عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثَةً وَعِشْرِينَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

〈ت〉محدث عطا بن ابی رباح مکی (م۱۱۴ھ) نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو پایا کہ وہ تئیس رکعت، وتر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۸){عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّى بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

〈ت〉حضرت علی بن ربیعہ والبی اسدی کوفی لوگوں کو رمضان میں پانچ ترویحہ (بیس رکعت) اور تین رکعت وتر پڑھاتے۔

(۹){عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَلْفٍ عَنْ رَبِيْعٍ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ خَيرًا عَنْ اَبِى الْبَخْتَرِىِّ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّى خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ فِى رَمَضَانَ وَيُوتِرُ بِثَلاثٍ}

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

〈ت〉(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں سے) حضرت ابوالبختری سعید بن فیروز کوفی (م۸۳ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں پانچ ترویحہ (بیس رکعت تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے۔

عہد تابعین میں بیس رکعت تراویح کے راوی

امام بیہقی نے عہد تابعین میں بیس رکعت تراویح کی تین حدیثوں کی تخریج فرمائی ہے۔

راویوں کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) سوید بن غفلہ (م۸۱ھ) (السنن الکبریٰ ج۲ص۶۱)

(۲) شتیر بن شکل (م۷۱ھ) (ایضاً ج۲ص۶۱)

(۳) عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج مدنی (م۱۱۷ھ)

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۶۳ - مؤطا امام مالک ص۱۳۸)

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے عہد تابعین میں بیس رکعت تراویح کی چھ حدیثیں تحریر کی ہیں۔

راویوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) شتیر بن شکل (م۷۱ھ) (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

(۲) ابن ابی ملیکہ (م۱۱۷ھ) (ایضاً ج۲ص۳۹۳)

(۳) ابوالبختری (م۸۳ھ) (ایضاً ج۲ص۳۹۳)

(۴) حارث ہمدانی (م۶۵ھ) (ایضاً ج۲ص۳۹۳)

(۵) محدث عطا بن ابی رباح (م۱۱۴ھ) (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

(۶)علی بن ربیعہ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

علی بن ربیعہ: ابوالمغیرہ والبی کوفی اسدی (شیوخ: حضرت علی مرتضیٰ، مغیرہ بن شعبہ، اسماء بن حکم فزاری، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

عہد تابعین میں بیس رکعت تراویح کے دیگر راوی

علامہ بدرالدین احمد عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{واما القائلون به من التابعين فشتيربن شكل وابن ابى مليكة والحارث الهمدانى وعطاء بن ابى رباح وابوالبخترى وسعيد بن ابى الحسن البصرى اخوالحسن وعبد الرحمن بن ابى بكر وعمران العبدى وقال ابن عبد البر: وهوقول الجمهور} (عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷)

﴿ت﴾ لیکن تابعین میں بیس رکعت تراویح کے قائلین، پس شتیر بن شکل، ابن ابی ملیکہ، حارث ہمدانی، عطابن ابی رباح، ابوالبختری، امام حسن بصری کے بھائی سعید بن ابی الحسن بصری، عبدالرحمٰن بن ابی بکراور عمران عبدی ہیں، اور محدث ابن عبدالبر مالکی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے فرمایا کہ یہی جمہور کا قول ہے۔

(۱)شتیر بن شکل عبسی کوفی: ابوعیسیٰ (م۷۱ھ)

(شیوخ: حضرت علی مرتضیٰ وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(۲)ابن ابی ملیکہ: عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ تیمی مکی (م۱۱۷ھ)

(قاضی طائف بعہد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۳)حارث ہمدانی: حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی (م۶۵ھ)

(شیوخ: حضرت علی مرتضیٰ وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(۴)محدث عطابن ابی رباح مکی (م۱۱۴ھ)

(۵) ابوالبختری: سعید بن فیروز طائی: فقیہ کوفی (م۸۲ھ)

(شیوخ: عبداللہ بن عباس واقرانہ)

(۶) سعید بن ابوالحسن تابعی بصری (م ۹۹ھ)

(امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی)

(۷) عبدالرحمٰن بن ابی بکر (۸) عمران عبدی۔

البانی کے اعتراضات کا اجمالی جواب

محدث وہابیہ ناصرالدین البانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) کے اکثر ایرادات کے جواب اس کتاب میں موجود ہیں۔ بیس رکعت تراویح کی اکثر روایتوں پر البانی نے کچھ نہ کچھ جرح کر کے اس کو ناقابل عمل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ باب سوم میں مرقوم ہے کہ جب امت کا عمل کسی حدیث پر ہوتو اس کی سند نہیں دیکھی جاتی، بلکہ امت کے عمل کو دیکھا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں البانی نے سند یا متن پر جو جرح کیا ہے، وہ ناقابل التفات ہے۔

عہد نبوی میں بیس رکعت تراویح کے راوی

<u>بیس رکعت کے راوی</u>

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

<u>آٹھ رکعت کے راوی</u>

حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عہد تبع تابعین میں حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تقلید کا رواج شروع ہوا۔ امت مسلمہ فقہائے اربعہ کے اقوال وفرمودات اوران کے مستنبط مسائل واحکام پر عمل کرنے لگی۔ چاروں ائمہ مجتہدین نے بیس رکعت تراویح کا حکم دیا۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں اہل مدینہ منورہ کے لیے چھتیس رکعت تراویح کا حکم ہے۔

کسی اجماعی مسئلہ سے انکار کی اجازت وہابیہ کے یہاں بھی نہیں، پھر وہابیہ نے

تراویح کے اجماعی مسئلہ میں جدید اجتہاد کیسے کرلیا؟ یہ نیا اجتہاد پندرہویں صدی میں ہوا۔

وہابیوں میں ہر کوئی مجتہد ہے: ع/ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت

چودہ سو سال تک امت مسلمہ بیس رکعت تراویح ادا کرتی رہی۔ اب وہابیوں نے ایک نئی بدعت پیدا کی۔ نئی باتیں یہ لوگ خود ایجاد کرتے ہیں اور سنی مسلمانوں کو بدعتی قرار دیتے ہیں، حالاں کہ اصل بدعتی یہی لوگ ہیں: مشہور مقولہ ہے: الٹے چور کوتوال کو ڈانٹے

عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح کے راوی

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح کی روایت کی ہے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تراویح کی روایت کرنے والے تین راوی ہیں۔ ان کی روایتوں کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

(۱) محمد بن یوسف: اکیس رکعات۔ (مصنف عبد الرزاق ج۴ص ۲۶۰)

(۲) یزید بن خصیفہ: بیس رکعات۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص ۶۱)

(۳) یزید بن خصیفہ: بیس رکعات اور وتر۔ (السنن الصغریٰ للبیہقی ج۱ص ۲۷۸)

(۴) حارث بن عبد الرحمٰن: تئیس رکعات۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ص ۱۲۷)

عہد فاروقی میں تراویح کے دیگر روایت کنندگان

(۵) ابی بن کعب صحابی (م ۲۱ھ): بیس رکعات۔ (کنز العمال ج۸ص ۴۰۹)

(۶) امام حسن بصری تابعی: بیس رکعات۔ (الحاوی الکبیر ج۲ص ۳۷۱)

(۷) امام مالک عن یحییٰ بن سعید انصاری: بیس رکعات۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص ۳۹۳)

(۸) امام حسن بصری (۲۱ھ-۱۱۰ھ): بیس رکعات۔ (سنن ابی داؤد ص ۲۰۲)

(۹) عبد العزیز بن رفیع (م ۱۳۰ھ) بیس رکعات (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص ۳۹۳)

(شیوخ: حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، انس بن مالک، شریح قاضی وغیرہم)

(۱۰) امام مالک عن یزید بن رومان (م ۱۳۰ھ): تیئیس رکعات۔

(مؤطا امام مالک ص ۱۳۸ - السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۶۱)

(شرح السنۃ للبغوی ج ۲ ص ۵۱۰ - معرفۃ الآثار والسنن للبیہقی ج ۲ ص ۳۰۵)

(۱۱) محمد بن کعب قرظی کوفی مدنی (م ۱۰۸ھ): بیس رکعات۔

(قیام رمضان للمروزی ج ۱ ص ۲۱ - المملکتبۃ الشاملہ)

مذکورہ بالا روایات میں سے بعض حدیثوں میں بیس رکعات اور بعض میں اکیس رکعات اور بعض میں تیئیس رکعات ہے کا ذکر۔ یہ اختلاف وتر کی وجہ سے ہے۔ جن راویوں نے بیس رکعت کہا۔ انہوں نے صرف رکعات تراویح کو بیان کیا۔ جن لوگوں نے اکیس رکعت کہا۔ انہوں نے بیس رکعات تراویح اور ایک رکعت وتر کا تذکرہ کیا۔ جن لوگوں نے تیئیس کہا۔ انہوں نے بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر کا ذکر کیا۔

عہد عثمانی میں بیس رکعت تراویح کے راوی

(۱) امام حسن بصری: بیس رکعت تراویح (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۶۴)

عہد مرتضوی میں بیس رکعت تراویح کے راوی

(۱) ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفی (م بعد ۷۰ھ) (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۴ ص ۶۲)

(۲) حضرت ابوالحسنا کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۴ ص ۶۲ - مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۳۹۳)

عبداللہ بن مسعود سے بیس رکعت کی روایت

(۱) امام اعمش: بیس رکعت تراویح (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

عہد تابعین میں بیس رکعت تراویح کے راوی

امام بیہقی نے عہد تابعین میں بیس رکعت تراویح کی تین حدیثوں کی تخریج فرمائی ہے۔

راویوں کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سوید بن غفلہ (م ۸۱ھ) (السنن الکبریٰ ج ۲ص ۶۱)

(۲) شتیر بن شکل (م ۷ھ) (ایضاً ج ۲ص ۶۱)

(۳) عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج مدنی (م ۱۱۷ھ)

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ص ۶۳ - مؤطا امام مالک ص ۱۳۸)

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے عہد تابعین میں بیس رکعت تراویح کی چھ حدیثیں تحریر کی ہیں۔

راویوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) شتیر بن شکل (م ۷ھ) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۳)

(۲) ابن ابی ملیکہ (م ۱۱۷ھ) (ایضاً ج ۲ص ۳۹۳)

(۳) ابوالبختری (م ۸۳ھ) (ایضاً ج ۲ص ۳۹۳)

(۴) حارث ہمدانی (م ۶۵ھ) (ایضاً ج ۲ص ۳۹۳)

(۵) محدث عطا بن ابی رباح (م ۱۱۴ھ) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۳)

(۶) علی بن ربیعہ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۳)

علی بن ربیعہ: ابوالمغیرہ والبی کوفی اسدی (شیوخ: حضرت علی مرتضیٰ، مغیرہ بن شعبہ، اسماء بن حکم فزاری، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

عہد تابعین میں تراویح کے دیگر روایت کنندگان

(۱) شتیر بن شکل عبسی کوفی: ابوعیسیٰ (م ۷ھ)

(شیوخ: حضرت علی مرتضیٰ وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(۲) ابن ابی ملیکہ: عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ تیمی مکی (م ۱۱۷ھ)

(قاضی طائف بعہد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۳) حارث ہمدانی: حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی (م ۶۵ھ)

(شیوخ: حضرت علی مرتضیٰ وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(۴) محدث عطا بن ابی رباح مکی (م ۱۱۴ھ)

(۵) ابوالبختری: سعید بن فیروز طائی: فقیہ کوفی (م ۸۲ھ)

(شیوخ: عبداللہ بن عباس واقرانہ)

(۶) سعید بن ابوالحسن تابعی بصری (م ۹۹ھ)

(امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی)

(۷) عبدالرحمٰن بن ابی بکر (۸) عمران عبدی۔

البانی کے ایرادات اوران کے جوابات

محدث وہابیہ ناصرالدین البانی کے اہم اعتراضات کے جوابات آئندہ صفحات میں مرقوم ہیں۔ چوں کہ البانی ماہر محدث نہیں تھا، اس لیے اس سے جابجا غلطیوں کاظہور ہوا ہے۔

اعتراضات وجوابات میں احادیث تراویح کے راویوں کا ذکر ہے۔فن جرح وتعدیل کی کتابوں کے اقتباسات مرقوم ہیں۔واضح رہے کہ فن جرح وتعدیل میں بیان کیے جانے والے الفاظ کے خاص معانی ہوتے ہیں۔اہل فن ان معانی سے واقف وآشنا ہوتے ہیں۔ان الفاظ کے لفظی ترجمہ سے ان کے اصطلاحی معانی کاادراک نہیں ہوسکتا۔

علمائے کرام ان معانی سے آگاہ ہوتے ہیں۔بعض مقامات پران الفاظ کے لفظی تراجم یہاں درج کیے گئے ہیں،لیکن ارباب علم وفضل ان الفاظ وعبارات کے اصطلاحی مفاہیم کوملحوظ خاطر رکھیں۔ ہرعہد میں بیس رکعت تراویح کے راویوں کی اجمالی فہرست مرقومہ ذیل ہے۔

اس باب میں اکتیس اہم ایرادات کے جواب ہیں۔ دیگرابواب میں بھی جوابات ہیں۔

اعتراض اول

محمد بن یوسف کی اکیس رکعت تراویح کی روایت مجروح

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رکعات تراویح کی مختلف روایتیں موجود ہیں۔ایک روایت گیارہ رکعت کی ہے،اور ایک روایت میں تیرہ رکعت ہے۔امام عبدالرزاق صنعانی نے ((مصنف عبدالرزاق)) میں محمد بن یوسف سے اکیس رکعت کی روایت کی ہے۔

البانی نے لکھا کہ امام عبدالرزاق نے محمد بن یوسف سے جو اکیس رکعت کی ہے۔اس میں امام عبدالرزاق متفرد ہیں۔اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ امام عبدالرزاق اور محمد بن یوسف کے درمیان کی سند عیب سے محفوظ ہے تو یہاں امام عبدالرزاق ہی سے عیب پیدا ہوا، کیوں کہ وہ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور ان کے حافظہ میں اختلاط پیدا ہو گیا تھا، اور یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ روایت اختلاط سے قبل کی ہے یا بعد کی ہے، لہٰذا یہ روایت قبول نہیں کی جا سکتی۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۴۷-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

حضرت محمد بن یوسف نے تراویح کی حدیث حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔حضرت سائب بن یزید سے تراویح کی حدیث متعدد راویوں نے روایت کی ہے۔راویوں کی تفصیل اور محمد بن یوسف کی گیارہ رکعت تراویح کی تحقیق درج ذیل ہے۔

عہد فاروقی کی روایتوں میں تطبیق

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح کی روایت کی ہے۔حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تراویح کی روایت کرنے والے تین راوی ہیں۔ان کی روایتوں کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

(۱) محمد بن یوسف: اکیس رکعات۔ (مصنف عبدالرزاق ج۴ ص۲۶۰)

(۲) یزید بن خصیفہ: بیس رکعات۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ ص۶۱)

(۳) یزید بن خصیفہ: بیس رکعات اور وتر۔ (السنن الصغریٰ للبیہقی ج۱ ص۲۷۸)

(۴) حارث بن عبدالرحمٰن: تیئیس رکعات۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ ص۱۲۷)

عہد فاروقی میں تراویح کے دیگر روایت کنندگان

(۵) حضرت ابی بن کعب صحابی: بیس رکعات۔ (کنز العمال ج۸ ص۴۰۹)

(۶) امام حسن بصری: بیس رکعات۔ (الحاوی الکبیر ج۲ ص۳۷۱)

(۷) امام مالک عن یحییٰ بن سعید: بیس رکعات (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۹۳)

(۸) حسن بصری: بیس رکعات۔ (سنن ابی داؤد ص۲۰۲)

(۹) حسن بن عبدالعزیز بن رفیع: بیس رکعات (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۹۳)

(۱۰) امام مالک عن یزید بن رومان: تیئیس رکعات۔

(مؤطا امام مالک ص۱۳۸- السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ ص۶۱)

(شرح السنۃ للبغوی ج۲ ص۵۱۰- معرفۃ الآثار والسنن للبیہقی ج۲ ص۳۰۵)

(۱۱) محمد بن کعب قرظی: بیس رکعات۔ (الفقہ المالکی فی ثوبہ الجدید ج۱ ص۴۸۰)

مذکورہ بالا روایات میں سے بعض حدیثوں میں بیس رکعت اور بعض میں اکیس رکعت اور بعض میں تیئیس رکعت کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف وتر کی وجہ سے ہے۔ جن راویوں نے بیس رکعت کہا۔ انہوں نے صرف رکعات تراویح کو بیان کیا۔ جن لوگوں نے اکیس رکعت کہا۔ انہوں نے بیس رکعت تراویح اور ایک رکعت وتر کا تذکرہ کیا۔ جن لوگوں نے تیئیس رکعت کہا۔ انہوں نے بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کا ذکر کیا۔

(۱) علامہ عینی نے ابن عبدالبر مالکی کی وجہ تطبیق کو نقل فرماتے ہوئے رقم فرمایا:

{قال ابن عبد البر: ھو محمول علٰی ان الواحدة للوتر}

(عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷)

〈**خ**〉علامہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے فرمایا کہ جن روایتوں میں اکیس رکعات کا ذکر ہے، ان میں ایک رکعت وتر ہے۔

(۲)علامہ عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے تئیس رکعات کے بارے میں تحریرفرمایا:

{قال ابن عبد البر: ھذا محمول علٰی ان الثلاث للوتر}

(عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷)

〈**خ**〉علامہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے فرمایا کہ تئیس رکعات میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر ہے۔

(۳) علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس کے بعد تحریرفرمایا:**{وقال شیخنا: وما حمله علیه فی الحدیثین، صحیح-بدلیل ما روی محمد بن نصرمن روایة یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید-انھم کانوا یقومون فی رمضان بعشرین رکعة فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه}**(عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷)

〈**ت**〉ہمارے شیخ (محدث زین الدین عراقی) نے فرمایا کہ حضرت ابن عبدالبر مالکی نے دونوں حدیثوں کو جس مفہوم پرمحمول کیا ہے، وہ صحیح ہے۔اس دلیل سے جوروایت کیا محمد بن نصرمروزی نے ”یزید بن خصیفۃ عن سائب بن یزید“ کی سند سے کہ ہم لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔

(۴) حضرت عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں گزرا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے۔اسی طرح امام بیہقی کی ((سنن کبریٰ)) کی روایت میں یزید بن خصیفہ سے صرف بیس رکعت منقول ہے،اور((سنن صغریٰ)) میں بیس رکعت تراویح اور وتر مروی ہے۔

محمد بن کعب قرظی کی روایت میں بھی تصریح ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔اس طرح مفصل روایات، مجمل روایتوں کی خود ہی شرح کررہی ہے،اوراعتراضات کے دروازے خود بخود بند ہو گئے۔

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{والاختلاف فیما زاد علی العشرین راجع الی الاختلاف فی الوتر–وکانه تارةً یوتر بواحدة وتارةً بثلاث} (فتح الباری ج۶ص۱۱-دار ابی حیان)

〈ت〉 بیس رکعات سے زائد میں جو اختلافی روایات ہیں۔وہ وتر کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے،اور گویا کہ کبھی ایک رکعت اور کبھی تین رکعت وتر پڑھی جاتی۔

(۶) ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{وروایة ثلاث وعشرین حسب راویها،الثلاثة الوتر–فانه جاء انهم کانوا یوترون بثلاث–وهذا یدل علیٰ ان الوتر ثلاث علیٰ ما تقرر علیه اٰخر الامر–وانه غیر داخل فی صلاة اللیل} (مرقاۃ المفاتیح ج۳ص۳۴۳)

〈ت〉 تراویح میں تیئیس کی روایت،اس کے راوی کے اعتبار سے، تین رکعت وتر ہے (یعنی راوی نے خود کہا کہ تین وتر اور بیس رکعات تراویح ہے)،اس لیے کہ روایت میں آیا کہ صحابہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وتر تین رکعت ہے،جیسا کہ اخیر میں معاملہ اسی پر مستقر ہو گیا،اور نماز وتر،صلاۃ اللیل میں داخل نہیں ہے۔

توضیح: نماز وتر صلاۃ اللیل میں شامل نہیں، بلکہ ایک مستقل نماز ہے۔

(۷) قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{واما الاختلاف فی احدی وعشرین وثلاث وعشرین فعلی الاختلاف فی الوترفجاء ان اُبَیًّا هوالذی کان یوتر بثلاث} (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج۳ص۹۰)

〈ت〉 (روایت تراویح میں) اکیس رکعت اور تیئیس رکعت میں اختلاف، وتر میں

اختلاف کی وجہ سے ہے، پس روایت میں آیا کہ حضرت ابی بن کعب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

محمد بن یوسف اور گیارہ رکعت تراویح کی روایت

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عہد فاروقی میں گیارہ رکعت تراویح کی روایت کی ہے۔ یہ روایت سلفیان زمانہ کے لیے ایک بڑی دلیل ہے، حالاں کہ علمائے اسلام نے اس روایت کی کما حقہ تشریح وتاویل کر دی ہے، لیکن وہابیہ کچھ سننے کو تیار نہیں۔ ہمارے علم کے مطابق حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تراویح کی روایت کرنے والے تین راوی ہیں۔

(۱) یزید بن خصیفہ:

انہوں نے بیس رکعت تراویح کی روایت کی ہے۔ بعض روایت میں تراویح کے ساتھ نماز وتر کا بھی ذکر ہے۔

(الف) بیس رکعت تراویح کی روایت۔(السنن الکبریٰ للبیہقی - ج۴ص۶۱)

(ب) بیس رکعت تراویح اور وتر کی روایت۔(السنن الصغریٰ للبیہقی - ج۱ص۲۷۸)

(۲) حارث بن عبد الرحمٰن:

انہوں نے تئیس رکعت کی روایت کی ہے۔ تراویح کی بیس رکعات اور تین رکعات وتر کی ہیں۔(عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷ - بحوالہ ابن عبد البر مالکی)

(۳) محمد بن یوسف:

حضرت محمد بن یوسف سے تراویح کی روایت پانچ راویوں نے کی ہے۔

(۱،۲) عبد العزیز بن محمد دراوردی اور قیس بن داؤد:

اکیس رکعات (بیس رکعت تراویح، ایک رکعت وتر)

(۳،۴) امام مالک ویحییٰ بن سعید قطان: گیارہ رکعت۔

(۵) محمد بن اسحاق: تیرہ رکعات۔

ان شاءاللہ تعالیٰ محمد بن یوسف کی روایتوں پر تفصیلی بحث آئے گی۔محدثین وفقہانے حضرت یزید بن خصیفہ کی روایت کو صحیح قرار دیا اور اس پر عمل کیا ہے۔

تصحیح روایت یزید بن خصیفہ

امام بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید کی حدث تخریج کی ۔بیس رکعت تراویح کے لیے فقہائے اسلام کے یہاں یہ حدیث متدل بہ ہے۔

علمائے محققین نے اس روایت کو اصول حدیث کی روشنی میں صحیح قرار دیا ہے۔

صحیح ثابت کرنے والے بعض اکابرین اسلام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) امام کمال الدین ابن ہمام حنفی (فتح القدیر ج اص ۴۰۸)

(۲) امام ابوزکریا محی الدین نووی شافعی (المجموع شرح المہذب ج ۴ص ۳۲)

(۳) امام بدرالدین حنفی عینی شارح بخاری (عمدۃ القاری ج ۷ص ۱۷۸)

(۴) امام جلال الدین سیوطی شافعی (الحاوی للفتاویٰ ج اص ۳۴۸)

(۵) امام زرقانی مالکی (المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی ج ۱۰ص ۵۷۸)

(۶) امام شہاب الدین احمد قسطلانی شافعی (ارشاد الساری ج ۴ص ۶۵۷)

(۷) فقیہ جلال الدین محلی شافعی (محلی علی المنہاج ج اص ۲۱۷)

(۸) شیخ الاسلام زکریا انصاری شافعی (المنہج مع حاشیۃ الجمل ج اص ۴۸۹)

(۹) حافظ ولی بن زین الدین عراقی شافعی (۷۶۲ھ-۸۲۶ھ)

(شرح التقریب بحوالہ ارشادی الساری ج ۴ص ۶۵۷)

(۱۰) عثمان بن سعید الحنفی الکماخی الاستانبولی (م ۱۱۷۱ھ)

(المہیاء فی کشف اسرار الموطاء ج ۱ ص ۴۶۸ - دار الحدیث قاہرہ)

محمد بن یوسف کی پانچ روایتیں

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ عنہ سے پانچ راویوں نے تراویح کی روایت کی ہے۔

(۱،۲) عبدالعزیز بن محمد دراوردی اور قیس بن داؤد:

اکیس رکعات (بیس رکعت تراویح، ایک رکعت وتر)

(۳،۴) امام مالک و یحییٰ بن سعید قطان: گیارہ رکعت۔

(۵) محمد بن اسحاق: تیرہ رکعات۔

پانچوں روایتیں ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں۔ جس سے واضح ہو جائے گا کہ حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تراویح کی روایت میں وہم واقع ہوا۔

اکیس رکعت کی روایت

(۱){رَوٰی عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِی الْمُصَنَّفِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَیْسٍ وَغَیْرِہٖ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِی رَمَضَانَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَعَلٰی تَمِیمِ الدَّارِیِّ عَلٰی اِحْدٰی وَعِشْرِینَ رَکْعَةً یَقُومُونَ بِالْمِئِینَ وَیَنْصَرِفُونَ فِی بُزُوغِ الْفَجْرِ}(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

﴿ت﴾ داؤد بن قیس اور ان کے علاوہ بعض راویوں نے حضرت محمد بن یوسف سے اور وہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما (کی امامت) پر، اکیس رکعت پر جمع فرمایا۔ لوگ نماز میں سو سے زائد آیات پر مشتمل سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھتے اور فجر کے قریب واپس ہوتے۔

(۲)امام قسطلانی نے رقم فرمایا:{وفی المؤطاء:عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ اَنَّهَا اِحْدٰی عَشَرَۃَ-وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِیزِ:اِحْدٰی وَعِشْرُونَ}

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی ج۱۰ص۵۷۹)

علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں تحریر فرمایا:{(وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِیزِ)بْنُ مُحَمَّدِ الدَّرَاوَرْدِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ(اِحْدٰی وَعِشْرُونَ)وَصَحَّحَهُ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ}(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج۱۰ص۵۷۹)

﴿خ﴾مؤطا امام مالک میں ہے:حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ تراویح گیارہ رکعت ہے،اورمحدث عبدالعزیز دراوردی نے کہا کہ اکیس رکعت ہے۔شرح زرقانی میں ہے کہ عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے محمد بن یوسف سے اورانہوں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ تراویح اکیس رکعت ہے،اورعلامہ ابن عبدالبر مالکی نے اس روایت کوصحیح قرار دیا۔

گیارہ رکعت کی روایت

(۳){عَنْ مَالِکٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ ابْنِ اُخْتِ السَّائِبِ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ اَنَّهُ قَالَ:اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ وَتَمِیمًا الدَّارِیَّ اَنْ یَقُومَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَةً-وَکَانَ الْقَارِئُ یَقْرَءُ بِالْمِئِیْنَ حَتّٰی کُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَی الْعِصِیِّ مِنْ طُولِ الْقِیَامِ وَمَا کُنَّا نَنْصَرِفُ اِلَّا فِی بُزُوغِ الْفَجْرِ}

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۰)

(مؤطاامام مالک ص۱۳۷-معرفۃ الآثاروالسنن ج۲ص۳۰۵)

﴿ت﴾حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت محمد بن یوسف سے اورانہوں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب

اورحضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوحکم دیا کہ یہ دونوں حضرات،لوگوں کو گیارہ رکعت نماز تراویح پڑھائیں،اورامام سو سے زائد آیات پر مشتمل سورتوں کو پڑھتا،یہاں تک کہ ہم لوگ طول قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لیتے،اورہم لوگ قریب الفجر ہی واپس ہوتے۔

امام قسطلانی نے رقم فرمایا: {وفی المؤطاء:عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ اَنَّهَا اِحْدٰی عَشَرَۃَ–وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِیزِ:اِحْدٰی وَعِشْرُونَ}

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی ج۱۰ص۵۷۹)

علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں تحریرفرمایا:{(وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِیزِ)بْنُ مُحَمَّدِ الدَّرَاوَرْدِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ(اِحْدٰی وَعِشْرُونَ)وَصَحَّحَهٗ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ}(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج۱۰ص۵۷۹)

﴿خ﴾مؤطاامام مالک میں ہے:حضرت محمد بن یوسف نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ تراویح گیارہ رکعت ہے،اورعبدالعزیز دراوردی نے کہا کہ اکیس رکعت ہے۔شرح زرقانی میں ہے کہ عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے حضرت محمد بن یوسف سے اورانہوں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ تراویح اکیس رکعت ہے،اورعلامہ ابن عبدالبر مالکی نے اس روایت کوصحیح قرار دیا۔

توضیح:مؤطامیں امام مالک نے محمد بن یوسف سے گیارہ رکعت تراویح کی روایت کی،او رمحدث عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے محمد بن یوسف سے اکیس رکعت کی روایت کی،اورعلامہ ابن عبدالبر مالکی نے عبدالعزیز بن محمد دراوردی کی روایت کوصحیح قرار دیا۔

(۴){عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیدِ الْقَطَّانِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ اَنَّ السَّائِبَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَیٍّ وَتَمِیمٍ فَکَانَا یُصَلِّیَانِ اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً،یَقْرَانِ بِالْمِئِینَ،یَعْنِی فِی رَمَضَانَ}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۲)

﴿ت﴾محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے انہیں بتایا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی وحضرت تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر جمع فرمایا تو وہ دونوں گیارہ رکعت پڑھاتے اور سو سے زائد آیات پر مشتمل سورتیں پڑھتے ، یعنی رمضان میں ۔

توضیح: اس روایت میں بتایا گیا کہ دونوں گیارہ رکعت پڑھتے ، یعنی ایک گیارہ اور ایک دس رکعت پڑھاتے ۔ تغلیباً گیارہ کہہ دیا گیا، ایک رکعت وتر کی ہوتی ۔

تیرہ رکعت کی روایت

(۵){رَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمِرْوَزِیُّ مِنْ طَرِیقِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ یُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یَزِیدَ بْنِ اُخْتِ نِمْرٍ عَنْ جَدِّہِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ قَالَ کُنَّا نُصَلِّی فِی زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ رَمَضَانَ ثَلاثَ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ مَا کُنَّا نَخْرُجُ اِلَّا فِی وِجَاہِ الصُّبْحِ–کَانَ الْقَارِیُٔ یَقْرَءُ فِی کُلِّ رَکْعَۃٍ بِخَمْسِینَ اٰیَۃً وَسِتِّینَ اٰیَۃً}

(عمدۃ القاری ج۱۱ص ۱۲۷–فتح الباری ج۶ ص۱۱)

〈ت〉امام المغازی محمد بن اسحاق (م۱۵۱ھ) نے بیان فرمایا کہ مجھ سے حضرت محمد بن یوسف نے بیان فرمایا۔ وہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں رمضان میں تیرہ رکعت تراویح پڑھتے ، لیکن قسم بخدا ہم لوگ صبح کے قریب ہی (مسجد سے) نکلتے ۔ امام ہر رکعت میں پچاس ، ساٹھ آیات پڑھتا۔

محمد بن یوسف کی روایت میں وہم

محدثین نے حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں وہم کا قول کیا ہے۔ اس طرح یہ حدیث درجہ صحت سے زوال پذیر ہو کر ضعیف اور معلل ہو جاتی ہے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو راوی یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبد الرحمٰن بن ابی ذباب کی روایتوں سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت ملتا ہے۔

اسی طرح حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیسرے راوی محمد بن یوسف سے مروی دو روایتیں بھی بیس رکعت تراویح کو ثابت کرتی ہیں۔محمد بن یوسف سے داؤد بن قیس اور عبد العزیز بن محمد دراوردی کی روایت میں بیس رکعت تراویح کا ذکر ہے۔

حضرت محمد بن یوسف کے دو راوی حضرت امام مالک بن انس اور محدث یحییٰ بن سعید قطان کی راویت میں گیارہ رکعت ہے،اور امام المغازی محمد بن اسحٰق کی روایت میں تیرہ رکعت کا ذکر ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی روایت میں وہم ہوا۔

اس مقام میں ترجیح ان روایتوں کو ملے گی جن میں بیس رکعت تراویح کا ثبوت ہے، کیوں کہ سائب بن یزید کے تینوں راوی اس پر متفق ہیں۔یزید بن خصیفہ،حارث بن عبد الرحمٰن اور محمد بن یوسف بھی۔محمد بن یوسف کی تین روایتیں بیس رکعت کے بظاہر خلاف ہے۔

(۱۱) گیارہ اور (۱۳) تیرہ کی روایت صرف محمد بن یوسف سے ہے۔اسی طرح محمد بن یوسف کے راویوں میں (۲۱) اکیس رکعت کی روایت کو ترجیح ہوگی، کیوں کہ دو راوی اکیس رکعت روایت کرنے والے ہیں اور یہ روایت اجماع امت کے موافق ہے۔

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راویوں میں ایک راوی تیرہ رکعت،اور دو راوی گیارہ رکعت کی روایت کرتے ہیں،اور یہ تینوں روایتیں اجماع امت کے خلاف ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{فی المؤطاء:عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انها احدی عشرة-ورواہ سعید بن منصور من وجه آخر وزاد فیه:وکانوا یقرؤن بالمأتین ویقومون علی العصی من طول القیام-ورواہ محمد بن نصر المروزی من

طریق محمد بن اسحٰق عن محمد بن یوسف فقال ثلث عشرۃ–ورواہ عبد الرزاق من وجہ اٰخرعن محمد بن یوسف فقال:احدی وعشرین–وروی مالک من طریق یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید عشرین رکعۃ–وھذا محمول علٰی غیرالوتر} (فتح الباری ج۶ص۱۱)

〈ت〉 مؤطا امام مالک میں محمد بن یوسف عن السائب بن یزید سے روایت ہے کہ تراویح گیارہ رکعت ہے،اوراس کوسعید بن منصور نے دوسری سند سے (مسند سعید بن منصور میں)روایت کیا،اوراس میں اضافہ کیا:(لوگ سو سے زائدآیتیں پڑھتے اورطول قیام کی وجہ سے لاٹھی پر کھڑے ہوتے)،اورمحمد بن نصر مروزی نے محمد بن اسحٰق کی سند سے محمد بن یوسف سے تیرہ رکعت کی روایت کی،اورامام عبدالرزاق بن ہمام نے حضرت محمد بن یوسف سے اکیس رکعت کی روایت کی،اورامام مالک نے یزید بن خصیفہ سے بیس رکعت کی روایت کی۔بیس رکعت وتر کے علاوہ پرمحمول ہے(یعنی بیس رکعت میں نماز وتر شامل نہیں ہے)

توضیح:حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جوگیارہ رکعت مروی ہے،اس کی یہ توضیح کی گئی ہے کہ حضرت ابی بن کعب وحضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ہرایک صحابی کونصف نصف تراویح پڑھانے کاحکم ملا،جیسا کہ ماقبل میں روایت نقل کی گئی ہے۔اس طرح ایک صحابی دس رکعت اور دوسرے صحابی بھی دس رکعت تراویح اور ایک وتر،کل گیارہ رکعت پڑھاتے۔محمد بن یوسف کی روایت میں بھی کچھ اسی طرح کامفہوم متبادر ہوتا ہے۔

{عَنْ یَحْیَ بْنِ سَعِیدِ الْقَطَّانِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ اَنَّ السَّائِبَ اَخْبَرَہٗ اَنَّ عُمَرَجَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَیٍّ وَتَمِیمٍ فَکَانَا یُصَلِّیَانِ اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً یَقْرَاٰنِ بِالْمِئِینَ–یَعْنِی فِی رَمَضَانَ} (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۲)

〈ت〉 حضرت محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بتایا کہ حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کوحضرت ابی بن کعب

وحضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر جمع فرمایا تو وہ دونوں گیارہ رکعت پڑھاتے اور سو سے زائد آیات پر مشتمل سورتیں پڑھتے (یعنی رمضان میں)

توضیح: اس روایت میں صریح لفظوں میں بتایا گیا کہ دونوں گیارہ رکعت پڑھاتے، یعنی ایک گیارہ اور ایک دس رکعت پڑھاتے۔ تغلیباً گیارہ کہہ دیا گیا۔ حضرت تمیم داری ایک رکعت وتر پڑھتے تھے، اور حضرت ابی بن کعب تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ اسی لیے تراویح کی بعض روایت میں اکیس اور بعض میں تیئیس کا ذکر آیا۔ بعض میں وتر کو مستثنیٰ کر کے صرف بیس رکعت تراویح کا ذکر آیا۔ اسی باب میں عہد فاروقی میں تراویح کی رکعات کے بیان میں تفصیل ہے۔

محمد بن یوسف کے وہم کے دیگر ثبوت

حضرت امام مالک عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید کی روایت میں ہے کہ لوگ عہد فاروقی میں لاٹھی کے سہارے تراویح میں کھڑے رہتے، کیوں کہ امام لمبی سورتیں پڑھا کرتے، حالاں کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یزید بن خصیفہ کی روایت میں ہے کہ عہد عثمانی میں شدت قیام کی وجہ سے عصا کے سہارے کھڑے رہتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۱)

محمد بن یوسف کے باقی چار راوی عبدالعزیز دراوردی، داؤد بن قیس، محمد بن اسحٰق اور یحییٰ بن سعید قطان نے عہد فاروقی میں لاٹھی پر سہارا لینے بات بیان نہ کی۔ اس سے محمد بن یوسف کا وہم ثابت ہوتا ہے۔ لاٹھی پر سہارا لینے کی بات عہد عثمانی سے متعلق ہے، عہد فاروقی سے نہیں۔

اسی طرح حضرت محمد بن یوسف سے محدث یحییٰ بن سعید قطان (۱۲۰ھ-۱۹۸ھ) کی گیارہ رکعت کی روایت میں قریب فجر تک نماز تراویح کے طویل ہونے کا بالکل ذکر ہی نہیں ہے، جب کہ دیگر روایات میں نماز تراویح کے طویل ہونے کا ذکر موجود ہے۔ اس سے بھی محمد بن یوسف کے وہم کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ محمد بن یوسف کی روایتوں کے اجزا میں یکسانیت نہیں۔

محمد بن یوسف کی گیارہ رکعت کی روایت میں محدثین نے وہم کا قول کیا ہے۔ وہم کی

وجہ سے حدیث معلل اور ضعیف یعنی نا قابل استدلال قرار پاتی ہے۔
ان شاء اللہ تعالیٰ اصول حدیث کی روشنی میں اس حدیث پر کچھ کلام ہوگا، نیز راویوں کے تعلق سے بھی کچھ تفصیل آئے گی۔حدیث معلل کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

حدیث معلل کی تعریف

حافظ عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری: ابن صلاح (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{اعلم ان معرفة علل الحديث من اجل علوم الحديث وادقها واشرفها وانما يضطلع بذلک اهل الحفظ والخُبرة والفهم الثاقب–وهی عبارة عن اسباب خفية غامضة قادحة فيه–فالحديث المعلل هو الحديث الذی اطلع فيه علٰی علة تقدح فی صحته مع ان الظاهر،السلامة منها ويتطرق ذلک الی الاسناد الذی رجاله ثقاتٌ الجامعِ شروطَ الصحة من حيث الظاهر ويستعان علٰی ادراکها بتفرد الراوی وبمخالفة غيره له مع قرائن تُنضم الٰی ذلک– تنبه العارف بهذا الشان علٰی ارسال فی الموصول اووقف فی المرفوع او دخول حديث فی حديث اووهم واهم وغيرذلک–بحيث يغلب علٰی ظنه ذلک فيحكم به اويتردد فيتوقف وکل ذلک مانع من الحكم بصحة ما وجد ذلک فيه} (مقدمہ ابن صلاح ص۴۲-دارالفکر بیروت)

〈ت〉 جان لو کہ حدیث کی علتوں کا علم حدیث کے افضل، باریک ترین اور اشرف علوم میں سے ہے، اور اہل حفظ واہل نصیب اور روشن ذہن والا محدث اس پر مطلع ہوتا ہے اور علل حدیث مخفی، پوشیدہ اور اس کی صحت میں رکاوٹ ڈالنے والے اسباب کا نام ہے، پس حدیث معلل وہ حدیث ہے جس میں کسی علت پر اطلاع ہوئی ہو جو اس کی صحت میں مانع ہو، باوجودے کہ بظاہر اس سے سلامت ہو، اور یہ (علت) اس اسناد میں پائی جاتی ہے جس کے روات ثقہ ہوں، جو سند، صحت کی شرائط کو بظاہر جامع ہو۔

اوراس علت کے ادراک پر مدد لی جاتی ہے راوی کے متفرد ہونے سے اوراس (راوی) کے غیر کے اس (روای) کی مخالفت کرنے سے، ان قرائن کے ساتھ جواس کے ساتھ منضم کیے جاتے ہیں کہ وہ قرائن اس منزل کی معرفت رکھنے والے محدث کو آگاہ کرتے ہیں، حدیث متصل میں ارسال پر، یا مرفوع میں وقف پر، یا ایک حدیث کے دوسری حدیث میں داخل ہوجانے پر، یا کسی وہمی کے وہم پر اوراس کے علاوہ (علل) پر، اس طرح کہ اس (محدث) کو اس (علت) کا غالب گمان ہوجاتا ہے تو وہ (محدث) اس کا (حدیث کے معلل ہونے کا) حکم دیتا ہے، یا اسے (محدث کو) تردد رہتا ہے تو وہ اس میں توقف کرتا ہے، اور یہ تمام صورتیں اس حدیث کی صحت سے مانع ہیں، جس میں یہ (علل) پائے جائیں۔

حضرت امام مالک اور گیارہ رکعت تراویح

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گیارہ رکعت تراویح روایت کرنے والے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بھی گیارہ رکعت تراویح پرنہیں ہے۔ان سے بیس رکعت تراویح کی روایت مؤطاامام مالک اور دیگر کتب حدیث میں مروی ہے۔

(ا) امام مالک نے مؤطاامام مالک میں یزید بن رومان سے عہد فاروقی میں تئیس رکعت (بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر) کی روایت کی ہے۔(مؤطاامام مالک ص ۱۳۸)

(۲) اسی طرح امام مالک نے مؤطا امام مالک میں ''داؤد بن حصین عن عبدالرحمٰن بن ہرمزالاعرج'' کی سند سے بیس رکعت تراویح کی روایت کی۔

(مؤطاامام مالک ص ۱۳۸-السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۶۳)

(۳) امام مالک نے یحییٰ بن سعید انصاری سے بیس رکعت تراویح کی روایت کی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل مدینہ کے عمل کی وجہ سے چھتیس رکعت تراویح کے قائل ہیں۔گرچہ انہوں نے گیارہ رکعت تراویح کی روایت کی، لیکن وہ اس پر عامل نہیں ہیں۔

امام مالک کی گیارہ رکعت کی روایت اوراقوال شارحین

علامہ ابن عبدالبر مالکی (٣٦٨ھ-٤٦٣ھ) کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ گیارہ رکعت کی روایت میں امام مالک سے وہم ہوگیا، حالاں کہ یہ وہم امام مالک کے شیخ محمد بن یوسف ہوا۔

محمد بن یوسف سے، گیارہ، تیرہ اوراکیس رکعت تراویح کی روایتیں وارد ہوئی ہیں۔

(۱) قاضی عیاض مالکی (٤٧٦ھ-٥٤٤ھ) نے تحریر فرمایا:

{قد روی انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی فی رمضان ثلاث وعشرین بالوتر-وروی مالک فی مؤطائه من حدیث السائب بن یزید ان عمر جمع الناس علٰی احدی عشرة رکعة-وفی روایة غیر مالک احدی وعشرین رکعة-وقد روی وکیع عن مالک عن یحیی بن سعید جمع عمر علٰی عشرین(مصنف ابن ابی شیبة ج ٢ ص ٣٩٣)وذکره مالک ایضًا من روایة یزید بن رومان ثلاث وعشرین-قال ابو عمرو:وهذا یدل ان احدی عشرة وهم} (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج۳ص۸۹)

﴿ت﴾ مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں تئیس رکعت وتر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مؤطا میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث روایت کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو گیارہ رکعت پر جمع فرمایا، اور امام مالک کے علاوہ راوی کی روایت میں اکیس رکعت ہے، اور محدث وکیع نے امام مالک سے وہ یحییٰ بن سعید انصاری (م١٤٣ھ) سے روایت فرمایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت پر جمع فرمایا، اور امام مالک نے بھی (عہد فاروقی میں) یزید بن رومان کی روایت سے تئیس رکعت کا ذکر کیا۔ ابو عمرو (ابن عبدالبر مالکی (٣٦٨ھ-٤٦٣ھ) نے فرمایا کہ: یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ گیارہ رکعت وہم ہے۔

(۲) حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تراویح کی گیارہ رکعت کی روایت کے بارے میں ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے فرمایا:

{ای فی اول الامر-لما قال ابن عبد البر: هذه الرواية وهم-والذی صح انهم کانوا یقومون علیٰ عهد عمر بعشرین رکعة}

(مرقاۃ المفاتیح ج۳ص۳۴۲)

〈ت〉یعنی (اگر گیارہ رکعت کی روایت ثابت ہوتو) یہ ابتدائے امر میں تھا، اس لیے کہ علامہ ابن عبدالبر مالکی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے فرمایا کہ یہ روایت وہم ہے، اور جو صحیح روایت ہے، وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

توضیح: ماقبل میں ثابت ہو چکا کہ عہد فاروقی کے ابتدائی زمانہ میں بھی بیس رکعت تراویح تھی، پس گیارہ کی روایت وہم پر مبنی ہے۔ یہ وہم حضرت محمد بن یوسف کی جانب سے ہے۔

(۳) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{ومال ابن عبد البر الیٰ روایة ثلاث وعشرین بالوتر-وان روایة مالک فی احدی عشرة وهم وقال: ان غیر مالک یخالفه ویقول احدی وعشرین-قال: ولااعلم احدًا قال فی هذا الحدیث احدی عشرة رکعة غیر مالک} (الحاوی للفتاویٰ للسیوطی ج اص ۳۵۰-دارالکتب العلمیہ بیروت)

〈ت〉علامہ ابن عبدالبر قرطبی مالکی وتر کے ساتھ تئیس رکعت کی روایت کی طرف مائل ہوئے، اور یہ کہ امام مالک کی گیارہ رکعت کی روایت وہم ہے، اور انہوں نے فرمایا کہ امام مالک کے علاوہ راوی، امام مالک کی مخالفت کرتے ہیں اور اکیس رکعت بتاتے ہیں، اور فرمایا کہ میں امام مالک کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا جو اس حدیث میں گیارہ رکعت کا قول کیا ہو۔

ملاعلی قاری (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے اسی گیارہ رکعت کی توضیح میں تحریر فرمایا:

{(باحدی عشرة رکعة) ای فی اول الامر لما قال ابن عبد البر: هذه

الروایة وھم-والذی صح انھم کانوا یقومون علٰی عھد عمر بعشرین رکعة -واعترض بان سند تلک صحیح ایضًا-ویجاب بانه لعلھم فی بعض اللیالی قصدوا التشبیه به صلی اللّٰه علیه وسلم} (مرقاۃ المفاتیح ج۳ص۳۴۳)

﴿ت﴾ گیارہ رکعت تراویح یعنی ابتدائے امر میں، اس لیے کہ علامہ ابن عبد البر مالکی نے فرمایا کہ یہ روایت (گیارہ رکعت تراویح کی روایت) وہم ہے، اور جو صحیح روایت ہے، وہ یہ کہ لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے ،اور یہ اعتراض کیا گیا کہ گیارہ رکعت کی روایت (یعنی حضرت ابی بن کعب وحضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی گیارہ رکعت پڑھانے کی روایت) بھی (باعتبار سند) صحیح ہے، اوراس کا جواب دیا جاتا ہے کہ شاید عہد فاروقی میں صحابہ کرام نے بعض راتوں میں حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جماعت تراویح کی پیروی کا قصد کیا ہو۔

توضیح: حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آٹھ رکعت تراویح اور نماز وتر پڑھائی تھی۔

گرچہ عہد فاروقی میں صحابہ کرام کا معاملہ بیس رکعت تراویح باجماعت پر مستقر ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود کبھی کبھی جماعت کے ساتھ صرف گیارہ رکعت تراویح مع الوتر ادا کی گئی، تاکہ حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی، آٹھ رکعت جماعت تراویح کے بارے میں ہو جائے، اور پھر ہمیشہ فاروقی حکم کے مطابق تراویح کی ساری رکعت یعنی بیس رکعات جماعت کے ساتھ ادا کرتے ،اور یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت تقریری تھی۔

ملا علی قاری کی تشریح سے بھی صرف اتنا سمجھ میں آتا ہے کہ گیارہ رکعت کی روایت محض جماعت سے متعلق ہے۔ رکعات تراویح سے اس کا تعلق نہیں، یعنی کبھی تراویح، جماعت کے ساتھ صرف گیارہ رکعت (آٹھ تراویح، تین وتر) پڑھی گئی، اور باقی رکعات پہلے یا بعد میں لوگوں نے تنہا پڑھ لی ہو، جیسا کہ عہد نبوی میں ان چند راتوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کی اقتدا میں صرف آٹھ رکعت تراویح باجماعت پڑھتے ،اس کے بعد باقی ماندہ رکعات تنہا پڑھ لیتے ،لیکن عہد فاروقی میں معاملہ جس پر مستقر ہوا،وہ یہ ہے کہ تراویح کی تمام رکعات یعنی بیس رکعات جماعت کے ساتھ ادا کی جانے لگی ۔ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) کی تشریح ایسی نادرالمثال ہے کہ اس تشریح کی روشنی میں مخالفین کے سارے اعتراضات ختم ہو گئے ۔

امام بیہقی نے رقم فرمایا:{**ویمکن الجمع بین الروایتین فانهم کانوا یقومون باحدی عشرة ثم کانوا یقومون بعشرین ویوترون بثلاث:واللّٰه اعلم**}

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۱ص۶۱)

〈**ت**〉دونوں روایتوں (گیارہ اور تئیس کی روایت) میں تطبیق ممکن ہے،اس لیے کہ (ابتدائے امر میں) گیارہ رکعت تراویح پڑھتے تھے، پھر بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھنے لگے:واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی نے تحریر فرمایا:{**وقال ابن عبد البر:روی غیر مالک فی هذا الحدیث احد وعشرون وهوالصحیح،ولا اعلم احدًا قال فیه احدی عشرة الامالكًا ویحتمل ان یکون ذلک اولًا ثم خفف عنهم طول القیام ونقلهم الٰی احدی وعشرین،الا ان الاغلب عندی ان قوله احدی عشرة وهم.انتهی–ولاوَهْمَ مع ان الجمع بالاحتمال الذی ذکره قریب–وبه جمع البیهقی ایضًا**}(شرح الزرقانی علی مؤطاءامام مالک ج۱ص۳۴۱)

〈**ت**〉علامہ ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا:حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ نے اس حدیث میں اکیس رکعت کہا اور یہی صحیح ہے،اور میں امام مالک کے علاوہ کسی کونہیں جانتا،جنہوں نے اس بارے میں گیارہ رکعت کا قول کیا ہو۔ممکن ہے کہ ابتدائی مرحلہ میں ایسا ہو(یعنی گیارہ رکعت جماعت سے پڑھی جاتی ہو)، پھران سے طول قیام کی تخفیف کردی گئی، اورتراویح کواکیس رکعت کی طرف منتقل کردیا،مگرمیرا ظن غالب ہے کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کا گیارہ رکعت کا قول وہم ہے۔(علامہ ابن عبدالبر مالکی کا قول ختم ہوا)

(امام زرقانی نے فرمایا) جب علامہ ابن عبدالبر مالکی کے مذکورہ احتمال کے سبب تطبیق دینا قریب ہے، اوراسی کے ذریعہ امام بیہقی نے بھی تطبیق دی تو (یہاں) کوئی وہم نہیں ہے۔

توضیح: گیارہ رکعت کی روایت عہد فاروقی کے بارے میں اگر ثابت بھی ہوتو مطلب یہ ہے کہ یہ ابتدائے امر میں تھا، یعنی ابتدائے امر میں جماعت کے ساتھ گیارہ ہی رکعت پڑھتے ،اور بقیہ رکعات تنہا ادا کر لیتے ،لیکن اس وقت جماعت تراویح میں طویل قیام کرتے، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح کی چندروزہ جماعتوں میں طویل قیام فرمایا تھا۔ کچھ مدت بعد عہد فاروقی میں طول قیام تخفیف کردی گئی ،اورتراویح کی مکمل بیس رکعات کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے لگے، جوتا حال باقی ہے۔

علامہ عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے تحریر فرمایا:{وقال شیخنا:لعل هذا كان من فعل عمر اولًا ثم نقلهم الى ثلاث وعشرين} (عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷)

﴿ت﴾ہمارے شیخ (زین الدین عراقی) نے فرمایا: شاید گیارہ رکعت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائی عمل تھا، پھرلوگوں کوتیئیس رکعت کی جانب منتقل فرمادیئے۔

توضیح: عہد فاروقی کی ابتدائی مدت میں گیارہ رکعت تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے۔باقی بارہ رکعت بلا جماعت تنہا پڑھ لیتے، پھرتیئیس رکعت (تراویح اورنماز وتر) جماعت کے ساتھ ادا کرنے لگے۔ ہمارے نزدیک وہی تشریح راجح ہے کہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری میں سے ایک امام دس اورایک گیارہ رکعت تراویح پڑھاتے اورتغلیباً گیارہ کہہ دیا گیا۔ماقبل میں یہ تشریح تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے۔

گیارہ رکعت کی روایت ضعیف

یہ یادرکھنا چاہئے کہ علامہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے امام مالک کی گیارہ رکعت کی روایت کو وہم پرمحمول کیا ہے،اور وہم پائے جانے کی صورت میں حدیث

باعتبار سند گرچہ صحیح ہو، وہ معلل ہو کر ضعیف اور نا قابل عمل قرار پاتی ہے، جیسا کہ حاکم ابو عبداللہ نیشا پوری (۳۲۱ھ-۴۰۵ھ)، حافظ ابن صلاح شافعی (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) وغیرہم نے اس کی صراحت فرمائی۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص۳۶۰-مقدمہ ابن صلاح ص۴۲-نخبۃ الفکر ص۶۰)

حافظ ابن صلاح (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے تحریر فرمایا:{**روی عن علی بن المدینی قال: الباب اذا لم تجمع طرقه، لم یتبین خطأه**}(مقدمہ ابن صلاح ص۴۳)

〈ت〉 محدث علی بن مدینی بصری (۱۶۱ھ-۲۳۴ھ) نے فرمایا کہ جب کسی حدیث کی تمام سندوں کو جمع کی جاتی ہے، تب خطا ظاہر ہوتی ہے۔

توضیح: اسی طرح یہاں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی سندوں کو جمع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہ اور تیرہ رکعت کی روایت میں خطا ہے۔ سلفیوں کا اس روایت سے استدلال کرنا غلط ہے۔

گیارہ رکعت کی روایت اصول حدیث کی روشنی میں

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راویوں میں اختلاف ہونے کی وجہ سے روایات، بظاہر متعارض ہو چکی ہیں۔ اس کی تاویل وتشریح اور دفع تعارض ایک اہم امر ہے۔

دو معارض حدیثوں کے مابین دفع تعارض اور اس کے حل کی چند صورتیں، مشہور اصولی عالم خطیب بغدادی حافظ ابوبکر احمد بن علی (م۴۶۳ھ) کی کتاب ((الکفایۃ فی علم الروایہ)) سے نقل کی جاتی ہیں۔ جن سے ان متعارض روایات میں عمل کی ایک شکل پیدا ہو سکے گی اور سلفیان زمانہ کے لیے بھی توبہ نصوحہ ورجوع الی الحق کی راہ ہموار ہو جائے گی۔

باب القول فی ترجیح الاخبار

(۱){**واما ما لایوجب العلم من الاخبار فیصح دخول التقویة والترجیح**

فیها اذا لم یمکن الجمع بینها فی الاستعمال لتعارضها فی الظاهر وانما یصح دخول الترجیح فیها لانها تقتضی غلبة الظن دون العلم والقطع-ومعلوم ان الظن یقوی بعضه علٰی بعض عند کثرة الاحوال والامور المقویة لغلبته فصح بذلک تقویة احد الخبرین علی الأخربوجه من الوجوه-فتارةً بکثرة الرواة -وتارةً بِعَدَالَتِهم وشدة ضبطهم-وتارة بما یعضد احد الخبرین-من الترجیحات التی نذکرها بعد ان شاء اللّٰہ} (الکفایۃ فی علم الروایہ ص۴۷۴)

〈ت〉 لیکن وہ حدیث جوعلم یقینی کا افادہ نہ کرے (یعنی خبر واحد جوعلم یقینی کا افادہ نہیں کرتی ہے، بلکہ ظن کا فائدہ دیتی ہے،اورخبر متواتر جوعلم یقینی کا افادہ کرتی ہے۔وہ اس قانون سے مستثنٰی ہے)،اس میں تقویت وترجیح کا داخل ہونا صحیح ہے۔جب بظاہر ان کے متعارض ہونے کی وجہ سے عمل کے باب میں ان کے درمیان تطبیق ممکن نہ ہو،اوران میں ترجیح کا داخل ہونا صحیح ہے،اس لیے کہ وہ (ترجیح) غلبۂ ظن کو چاہتی ہے، نہ کہ علم یقینی اور قطع کو،اور معلوم ہے کہ بعض ظن بعض سے قوی ہوتا ہے،ان احوال اورامور کی کثرت کے وقت جو غلبۂ ظن کو تقویت دینے والے ہوں،پس اس قاعدے کی روشنی میں دوحدیثوں میں سے ایک کو دوسرے پر قوت دینا وجوہ متعینہ میں سے کسی وجہ کے ذریعہ صحیح ہوگا،پس کبھی (ترجیح ہوگی) کثرت روات کے ذریعہ اور کبھی راویوں کی عدالت اوران کی شدت ضبط کے ذریعہ اور کبھی اس کے ذریعہ جو دوحدیثوں میں سے کسی ایک کو قوت دیتی ہے،ان مرجحات میں سے جنہیں ہم بعد میں ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

توضیح: تمام راوی بیس رکعت تراویح بتارہے ہیں۔صرف حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں گیارہ رکعت کا ذکر ہے،لہٰذا کثرت روات کی وجہ سے بیس رکعت کی روایت ترجیح پائے گی۔

(۲){وکل خبرواحد دل العقل اونص الکتاب اوالثابت من الاخبار

او الاجماع او الادلة الثابتة المعلومة علٰی صحته-وجد خبر اٰخر یعارضه- فانه یجب اطراح ذلک المعارض-والعمل بالثابت الصحیح اللازم لان العمل بالمعلوم واجب علٰی کل حال}(الکفایۃ فی علم الروایہ ص۴۷۴)

﴿ت﴾ ہرخبر واحد کہ عقل یا نص قرآن یا ثابت شدہ حدیث یا اجماع امت یا ثابت شدہ یقینی دلائل، جس کی صحت پردلالت کرے (اور) اس کے معارض ایک دوسری حدیث پائی جائے تو اس معارض کو چھوڑ دینا ضروری ہے، اور لازم آنے والی ثابت شدہ صحیح حدیث پرعمل ضروری ہے، اس لیے کہ معلوم (معلوم الصحت) پر ہر حال میں عمل واجب ہے۔

توضیح: دلائل خارجیہ وقرائن واقعہ کی روشنی میں جب ایک حدیث کی صحت کا علم (ظن غالب قریب بہ علم یقینی) ہو جائے تو اس پرعمل کرنا ضروری ہے، کیوں کہ دلائل وقرائن کی تائید وموافقت کی وجہ سے وہ حدیث لازم الصحۃ ہو جارہی ہے، اور اپنے معارض مرجوح کے مقابلے میں لازم العمل بھی، جیسا کہ تراویح کی تمام روایتوں کو دیکھتے ہوئے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عہد فاروقی میں بیس رکعات تراویح ادا کی جاتی تھی تو بیس رکعت والی احادیث پرعمل ضروری ہو گیا اور اس کے معارض ومقابل حدیث کو چھوڑنا واجب ہو گیا۔

(۳)**{فمما یوجب تقویة احد الخبرین المتعارضین وترجیحه علی الاٰخر، سلامته فی متنه من الاضطراب وحصول ذلک فی الاخر-لان الظن بصحة ما سلم متنه من الاضطراب یقوی-ویضعف فی النفس سلامة ما اختلف لفظ متنه-وان کان اختلافًا یؤدی الٰی اختلاف معنی الخبر فهو اٰکد واظهر فی اضطرابه}**(الکفایۃ فی علم الروایہ ص۴۷۵)

﴿ت﴾ پس ان اسباب میں سے جو دو متعارض حدیثوں میں سے ایک کی تقویت اور دوسری حدیث پر اس کی ترجیح کا سبب ہوتے ہیں، اس حدیث کا اپنے متن میں اضطراب سے محفوظ ہونا ہے اور دوسری حدیث میں اضطراب کا پایا جانا ہے، اس لیے کہ ظن اس حدیث کی

صحت کوتقویت دیتا ہے جس کا متن اضطراب سے محفوظ ہو،اور جس حدیث کے متن کا لفظ مختلف ہو۔ظن،نفس انسانی میں اس کے محفوظ وسالم ہونے کوضعیف قرار دیتا ہے۔

توضیح:محمد بن یوسف کی روایت کا یہی حال ہے کہ اس کے متن میں اضطرابی کیفیت ہے۔بعض روایت میں گیارہ رکعت ،بعض میں تیرہ اور بعض میں اکیس رکعت کا ذکر ہے، جب کہ یزید بن خصیفہ اورحارث بن عبدالرحمٰن کی روایت اس اضطراب سے پاک ہے،اس لیے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راویوں میں سے حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مرجوح قرار پائے گی، اور حضرت یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت راجح اور قابل عمل قرار دی جائے گی۔

(۴){ویرجح بان یکون احدهما قد اختلف النقلة علٰی راویه–فمنهم من یروی عنه الحدیث فی اثبات حکم عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم–ومنهم من یرویه عنه فی نفی ذلک الحکم–والاٰخر لم یختلف نقلته فی انه روی احدهما} (الکفایۃ فی علم الروایہ ص۴۷۵)

﴿ت﴾ حدیث کوترجیح ہوگی بایں طور کہ ان دوحدیثوں میں سے ایک کے ناقلین نے حدیث کے راوی (شیخ) سے اختلاف کیا ہو،پس ناقلین میں سے بعض اس راوی (شیخ) سے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے کسی حکم کے اثبات کی حدیث روایت کرتے ہوں،اور بعض ناقلین اسی راوی (شیخ) سے اس حکم کی نفی کی حدیث روایت کرتے ہوں،اور دوسری حدیث کے ناقلین نے اختلاف نہ کیا ہو،اس بارے میں جوان دونوں میں سے ایک کی روایت میں ہے۔

توضیح:محمد بن یوسف کے ناقلین کا آپس میں اختلاف ہے۔بعض گیارہ،بعض تیرہ اور بعض اکیس رکعت تراویح کی روایت کرتے ہیں،لیکن حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راویوں میں ایک محل اتفاق ہے کہ ہرایک کی روایت بیس رکعت تراویح ثابت کرتی ہے،

حتی کہ خود محمد بن یوسف سے بھی اکیس رکعت مروی ہے، لہٰذا حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیس رکعت تراویح سے متعلق قابل تسلیم ہوگی۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ بھی عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح سے متعلق احادیث مبارکہ ماقبل میں نقل کی جا چکی ہیں، اوران شاءاللہ تعالیٰ بیس رکعت تراویح سے متعلق احادیث وروایات کا سلسلہ آئندہ اوراق میں بھی جاری رہے گا۔

(۵){ویرجح بان یطابق احد المتعارضین عمل الامة لموجبه لجواز ان تکون عملت بذلک لاجله ولم تعمل بموجب الأخر لعلة فیه}

(الکفایۃ فی علم الروایہ ص ۴۷۶)

﴿ت﴾ اور حدیث کو ترجیح ہوگی بایں طور کہ دو متعارض حدیثوں میں سے ایک کے حکم کے مطابق امت کا عمل ہو، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ امت نے اسی حدیث کی وجہ سے اس پر عمل کیا ہو، اور دوسری حدیث کے حکم کے مطابق، اس کے اندر کسی عیب کے سبب عمل نہ کیا ہو۔

توضیح: صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہا ومحدثین نے بیس کی روایت پر عمل کیا۔ علمائے مابعد، یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید کی حدیث کو اپنا مستدل بہ بناتے رہے، اور بیس رکعت کی دیگر روایتوں کو جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے۔

محمد بن یوسف کی روایت مؤطا امام مالک جیسی اہم مجموعہ حدیث میں ہونے کے باوجود کسی قابل تقلید فقیہ نے اس جانب توجہ نہیں کی، اس سے معلوم ہوا کہ گیارہ رکعت کی روایت میں کچھ نہ کچھ عیب ضرور ہے، نیز فقہائے مالکیہ نے بھی اس روایت کو وہم پر محمول کیا۔

(۶){ویرجح بکثرة الرواة لاحد الخبرین لان الغلط عنهم والسهو ابعد—وهو الی الاقل اقرب} (الکفایۃ فی علم الروایہ ص ۴۷۶)

﴿ت﴾ اور حدیث کو ترجیح ہوگی دو حدیثوں میں سے ایک کے راوی کے کثیر ہونے کی وجہ سے، اس لیے کہ جمع کثیر سے غلطی اور سہو بعید تر ہے اور سہو وغلط اقل کے قریب تر ہے۔

توضیح: بیس رکعت تراویح کی روایت کرنے والوں کی ایک لمبی تعداد ہے۔عہد فاروقی اوراس کے مابعد عہد کے بارے میں بھی،لیکن گیارہ کی روایت محمد بن یوسف کے علاوہ کہیں بھی نہیں ملتی۔اگر وہابیہ کے پاس عہد فاروقی سے متعلق محمد بن یوسف کے علاوہ کسی دوسرے روای کی روایت گیارہ رکعت کے بارے میں ہےتو وہ اسے پیش کریں۔

(۷){ویرجح بان یوافق مسند المحدث مرسل غیره من الثقات فیجب ترجیح ما اجتمع فیه الاتصال والارسال علیٰ ما انفرد عن ذلک}

(الکفایۃ فی علم الروایہ ص۴۷۶)

﴿ت﴾اورحدیث کوترجیح ہوگی بایں طور کہ محدث کی مسند ومتصل روایت اس کے علاوہ ثقہ راوی کی مرسل روایت کے موافق ہوجائے،بس ضروری ہے اس حدیث کوترجیح دینا جس میں اتصال وارسال جمع ہو،اس حدیث پر جواس سے الگ ہو۔

توضیح: یزید بن خصیفہ کی گیارہ رکعت کی روایت مسند ومتصل ہے،اور یزید بن رومان کی مرسل روایت (مؤطاامام مالک ص۱۳۸)اور یحییٰ بن سعیدانصاری (م۱۴۳ھ) کی مرسل روایت (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)اس کی تائید کررہی ہے،جب کہ محمد بن یوسف کی روایت کی تائید کرنے والی نہ ہی کوئی مرسل حدیث ہے،نہ ہی کوئی متصل حدیث،پس اس قانون کی روشنی میں یزید بن خصیفہ کی روایت قابل قبول ہوگی،کیوں کہ حارث بن عبدالرحمٰن عن السائب بن یزید (عمدۃ القاری ص۱۲۷ج۱۱) کی متصل روایت اسی طرح ''داؤود بن قیس عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید'' کی متصل روایت اورعبدالعزیزالدراوردی عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید کی روایت بھی اس کی تائید میں ہے۔

جب کہ محمد بن یوسف کی گیارہ رکعت کی روایت میں تفرد واقع ہوگیا اور وہ حدث غریب ہوگئی،اورعہد فاروقی سے متعلق بیس رکعت تراویح کی حدیث معنوی طور پر مشہور ہے ،گرچہ لفظی طور پرمشہور کی قسم میں شامل نہ ہوسکے۔اس کے بےشمار راویوں کی روایت ماقبل

میں مرقوم ہوئیں، مثلاً حضرت ابی بن کعب، سائب بن یزید، حسن بصری، یحییٰ بن سعید انصاری، یزید بن رومان، محمد بن کعب قرظی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ روایتوں کی کثرت کے سبب بیس رکعت کی روایت معنوی طور پر مشہور قرار پائی۔

(۸){ویرجح بان یکون راوی الخبر من ہو صاحب القصۃ والأخر لیس کذلک}(الکفایۃ فی علم الروایہ ص ۴۷۶)

〈ت〉اور حدیث کو بایں طور ترجیح ہوگی کہ ایک حدیث کا راوی خود صاحب قصہ ہو، اور دوسرا راوی ایسا نہ ہو۔

توضیح: ماقبل میں کنز العمال (ج ۸ص ۴۰۹) کے حوالے سے گزر چکا کہ خود حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم جماعت کے بعد جو نماز تراویح پڑھائی، وہ بیس رکعت ہے، اور بخاری کی روایت کے مطابق ابتدائی مرحلہ میں صرف حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا گیا۔ بہت سی دیگر روایات بھی اسی کی تائید میں ہیں۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقرری بعد میں ہوئی۔ اگر ایک ساتھ دونوں مقرر کیے جاتے تو روز اول سے ہی اس کا تذکرہ ملتا۔

دو امام کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس رمضان کے بعد خلوت نشیں ہو جاتے اور مسجد نہ آتے۔ شروع میں جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر حاضر ہوئے تو حضرت معاذ قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح پڑھائی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۰۵)

جب صاحب واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیس رکعات سے متعلق موجود ہے تو پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت محمد بن یوسف کی روایت گیارہ رکعت سے متعلق کیوں کر قبول کی جا سکتی ہے؟

(۹)احضرت مام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

{الاجماع اکبر من الخبر المفرد}(الکفایۃ فی علم الروایہ ص۴۷۷)

﴿ت﴾اجماع،خبر فرد(حدیث غریب)سے بڑھ کر ہے۔

توضیح:خبر فرد کا حقیقی مفہوم یعنی خبر غریب لیا جائے تو محمد بن یوسف کی حدیث خبر غریب ہے،کیوں کہ گیارہ رکعت اور تیرہ رکعت کی روایت میں محمد بن یوسف منفرد ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر فرمایا:{والرابع الغریب:وھوما ینفرد بروایتہ شخص واحد فی ای موضع وقع التفرد بہ من السند}(نخبۃ الفکر ص۱۵)

﴿ت﴾حدیث کی چوتھی قسم غریب ہے اور یہ وہ حدیث ہے جس کی روایت میں کوئی شخص منفرد ہو جائے۔سند کی کسی منزل میں بھی اس سے تفرد واقع ہو۔

توضیح:راوی کے تفرد کے سبب حدیث غریب ہو جاتی ہے،اسی کو حدیث فرد بھی کہا جاتا ہے۔حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو گیارہ اور تیرہ رکعت کی روایت محمد بن یوسف نے کی۔دوسرا کوئی راوی ایسی روایت نہیں کیا،بلکہ سب کی روایت اس کے برخلاف ہے۔حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے گیارہ اور تیرہ رکعت کی روایت کو تفرد لاحق ہوا،اور ساتھ ہی ساتھ یہ حدیث اجماع امت کے بھی خلاف ہے،کیوں کہ امت مسلمہ کا اجماع بیس رکعت تراویح پر عہد فاروقی میں ہو چکا تھا۔

{قال السبکی:وما خالف المذاہب الاربعۃ کالمخالف للاجماع}

(فتح المعین ص۲۵۷-ترورنگاڈی:کیرلا)

﴿ت﴾امام سبکی شافعی نے فرمایا:جو مذاہب اربعہ کے خلاف ہو،وہ اجماع کے خلاف کی طرح ہے۔(محمد بن یوسف کی گیارہ و تیرہ کی روایت مسالک اربعہ کے اجماع کے خلاف ہے)

وہابیہ تیرہ رکعت کی روایت کیوں نہیں قبول کرتے؟

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام مالک اور محدث یحییٰ بن سعید قطان

نے گیارہ رکعت تراویح کی روایت کی تو وہابیہ نے اسے اختیار کرلیا۔حضرت محمد بن یوسف سے امام المغازی محمد بن اسحاق نے تیرہ رکعت کی روایت کی تو وہابیہ اسے کیوں نہیں اختیار کرتے ؟ تیرہ رکعت میں دس یا بارہ رکعت تراویح ہوجاتی اور تین رکعت یا ایک رکعت وتر ہوجاتی ۔وہابیہ نے اس روایت کو کیوں نہیں اختیار کیا؟اس کا جواب وہابیہ کو دینا ہے۔

امام محمد بن اسحاق کی روایت کو ہم اہل سنت و جماعت نے اختیار نہیں کیا ،کیوں کہ رکعات تراویح کی روایت میں محمد بن یوسف سے وہم واقع ہوا۔کبھی وہ گیارہ ،کبھی تیرہ اور کبھی اکیس رکعت تراویح بتاتے ہیں ۔دوسری وجہ یہ ہے کہ گیارہ اور تیرہ رکعت تراویح کی روایت اجماع صحابہ وتابعین کے خلاف ہے۔کسی نے گیارہ یا تیرہ رکعت تراویح کا قول نہیں کیا۔

ذیل میں محمد بن یوسف کے راویوں کے تعلق سے قدرے تفصیل درج کی جاتی ہے۔

محمد بن یوسف اوران کے روات

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے پانچوں روات قابل اعتماد ہیں ، لیکن تراویح کی روایت میں حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہم کا صدور ہوا،اس لیے ان کی جو روایت اجماع امت کے خلاف ہے ،اس کی صحیح تاویل ممکن ہوتو تاویل کی جائے گی ،ورنہ اجماع امت کے خلاف روایتوں کو رد کیا جائے گا۔

(۱)حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی(۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے رقم فرمایا:

{محمد بن یوسف بن عبد اللّٰہ بن یزید بن اخت نمر–وامہ بنت السائب بن یزید–روی عن جدہ،اَبِی اُمِّہ السائب بن یزید وعبد اللّٰہ بن عمر وسعید بن المسیب–روی عنہ مالک وداؤد بن قیس واسامۃ بن زید و محمد بن اسحق–عن یحیی بن معین:ہوثقۃ–وقال ابوحاتم الرازی:ہو ثقۃ}

(کتاب الجرح والتعدیل ج۸ص۱۱۹)

〈ت〉حضرت محمد بن یوسف اپنے نانا حضرت سائب بن یزید صحابی اور حضرت عبد اللہ بن عمر صحابی اور حضرت سعید بن مسیّب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں ،اوران سے امام مالک ،داؤد بن قیس ،اسامہ بن زید اور محمد بن اسحٰق نے روایت کی۔ محدث یحییٰ بن معین اور محدث ابوحاتم رازی نے فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{محمد بن یوسف بن عبد اللّٰہ الکندی المدنی الاعرج ثقة ثبت من الخامسة مات فی حدود اربعین – خ ،م،ت،س}(تقریب التہذیب ج۲ص۱۴۹)

〈ت〉محمد بن یوسف مدنی ثقہ اور ثبت ہیں ۔طبقہ خامسہ یعنی اصاغرین تابعین میں سے ہیں ۔سال ہجری ایک سو چالیس کے قریب وفات ہوئی ۔بخاری ،مسلم ،ترمذی اور نسائی نے ان سے روایت کی۔

(۳) حافظ ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے لکھا:{محمد بن یوسف بن عبد اللّٰہ الکندی الاعرج عن السائب بن یزید وابن المسیب وعنہ مالک والقطان–صدوق مُقِلٌّ– خ،م، ت،س} (الکاشف ج ۱ص۱۰۷)

〈خ〉محمد بن یوسف صدوق (ثقہ سے کم درجہ) اور مقل (قلیل الروایہ) ہیں۔

{مقل:قلیل الروایة بالنسبة لاقرانہ}(توضیح الافکار ج۲ص۱۲۸)

〈ت〉مقل وہ ہے جو اپنے معاصرین کی بہ نسبت قلیل الروایت ہو۔

محمد بن یوسف کے روایوں میں سے امام مالک اور یحییٰ بن سعید قطان ائمہ محدثین میں سے ہیں ۔اسی طرح محمد بن اسحٰق امام المغازی تسلیم کیے جاتے ہیں ۔عبد العزیز دراوردی عظیم محدثین اور حفاظ حدیث میں شمار کیے جاتے ہیں ۔داؤد بن قیس صنعانی بھی محدثین میں سے ہیں ۔حضرت امام مالک ویحییٰ بن سعید قطان گیارہ رکعت روایت کرنے والے ہیں ۔یہ دونوں مشہور ومعتبر محدث اور امام الجرح والتعدیل ہیں۔

(۱)عبدالعزیز دراوردی (م ۱۸۷ھ)

عبدالعزیز بن محمد دراوردی معتبر ومشہور محدث ہیں۔

بعض محدثین نے انہیں امیر المومنین فی الحدیث کہا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:{**عبد العزیز بن محمد بن عبید الدراوردی ابو محمد الجهنی مولاهم المدنی صدوق من الثامنة- مات سنة ست اوسبع وثمانین- ع**}(تقریب التہذیب ج۱ص۶۰۷)

〈**ت**〉عبدالعزیز بن محمد بن عبید دراوردی ابومحمد جہنی مدنی ہیں،صدوق ہیں۔طبقہ ثامنہ یعنی متوسط تبع تابعین میں سے ہیں۔سال ہجری ۱۸۶یا۱۸۷میں ان کی وفات ہوئی۔صحاح ستہ میں سے ہر ایک کتاب میں ان کی روایت موجود ہے۔

حافظ ابن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے رقم فرمایا:{**روی عنه محمد بن اسحٰق بن یسار وداؤد الجعفری ومحمد بن ادریس الشافعی ویحیی بن صالح الوحاظی ونعیم بن حماد**}(کتاب الجرح والتعدیل ج۵ص۳۹۵)

〈**ت**〉محدث عبدالعزیز دراوردی سے امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار،داؤد جعفری ،امام شافعی،یحییٰ بن صالح وحاظی اور نعیم بن حماد نے روایت کیا۔

{**مالک بن انس یوثق الدراوردی**}(کتاب الجرح والتعدیل ج۵ص۳۹۵)

〈**ت**〉حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ محدث عبدالعزیز دراوردی کو ثقہ بتاتے تھے۔

{**سئل احمد بن حنبل عن عبد العزیز الدراوردی فقال: کان معروفًا بالطلب واذا حدث من کتابه فهو صحیح-واذا حدث من کتب الناس وَهَمَ -کان یقرأ من کتبهم فیخطئ وربما قلب**}(کتاب الجرح والتعدیل ج۵ص۳۹۶)

〈**ت**〉امام احمد بن حنبل سے محدث عبدالعزیز دراوردی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:وہ طلب حدیث میں مشہور تھے،اور جب اپنی کتاب سے حدیث بیان

کرتے تو وہ صحیح ہوتی اور جب لوگوں کی کتابوں سے بیان کرتے تو انہیں وہم ہوتا۔وہ دوسروں کی کتابوں سے پڑھتے تو خطا کر جاتے اور کبھی تبدیلی ہو جاتی۔

{عن یحیی بن معین انہ قال:الدراوردی اثبت من فلیح و ابن ابی الزناد و ابی اویس}(کتاب الجرح والتعدیل ج۵ص۳۹۶)

〈ت〉 محدث یحیٰی بن معین(۱۵۸ھ-۲۳۳ھ) نے فرمایا کہ محدث عبدالعزیز دراوردی (م۱۸۷ھ)، فلیح، ابن ابی الزناد اور ابو اویس سے زیادہ ثبت ہیں۔

{عن یحیی بن معین:عبد العزیز الدراوردی صالح لیس بہ باس}
(کتاب الجرح والتعدیل ج۵ص۳۹۶)

〈ت〉 امام الجرح والتعدیل یحیٰی بن معین (۱۵۸ھ-۲۳۳ھ) سے روایت ہے کہ محدث عبدالعزیز دراوردی صالح ہیں، ان میں کوئی حرج نہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبی نے لکھا: **{روی عنہ سفیان و شعبۃ مع تقدمھما و اسحٰق بن راھویہ و علی بن خشرم و احمد بن عبدۃ الضبی و یعقوب الاورقی و ابو حذافۃ السھمی و خلق کثیر-قال یحیی بن معین:ھو عندی اثبت من فلیح-وقال ابو زرعۃ:ھو سیء الحفظ-وقال معن بن عیسٰی: یصلح الدراوردی ان یکون امیر المومنین}**(تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۲۶۹)

〈خ〉 سفیان ثوری، شعبہ بن حجاج، اسحٰق بن راہویہ، علی بن خشرم، احمد بن عبدہ ضبی، یعقوب اورقی، ابو حذافہ سہمی اور خلق کثیر نے محدث عبدالعزیز دراوردی سے روایت کی۔

محدث یحیٰی بن معین فرمایا: عبدالعزیز دراوردی میرے نزدیک فلیح سے زیادہ ثبت ہیں۔امام ابو زرعہ رازی نے کہا کہ عبدالعزیز دراوردی سیء الحفظ (بدحافظہ) ہیں اور معن بن عیسٰی نے فرمایا: محدث عبدالعزیز دراوردی امیر المومنین فی الحدیث ہونے کے لائق ہیں۔

توضیح: امام شافعی اور بہت سے اکابر محدثین نے دراوردی سے حدیث روایت کی ہے۔

امام مالک نے ان کو ثقہ بتایا۔ محدث یحییٰ بن معین نے بھی انہیں صالح الحدیث کہا اور فرمایا کہ: ''لا باس بہ'' (ان میں کوئی عیب نہیں) اور محدث معن بن عیسیٰ نے کہا کہ عبدالعزیز دراوردی امیر المومنین فی الحدیث ہونے کے لائق ہیں۔ دراوردی صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں۔

(۲) داؤد بن قیس صنعانی

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{داؤد بن قیس الصنعانی–مقبول من السابعة}

(تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۸۲)

〈ت〉 داؤد بن قیس مقبول راوی ہیں اور ساتویں طبقہ یعنی اکابر تبع تابعین میں سے ہیں۔

امام بخاری نے رقم فرمایا: **{داؤد بن قیس الصنعانی سمع عبد اللّٰہ بن وهب –روی عنه عبد الرزاق}** (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۳ ص ۲۴۰)

〈ت〉 داؤد بن قیس صنعانی نے عبداللہ بن وہب سے سماعت حدیث کی، اور داؤد بن قیس سے محدث عبدالرزاق بن ہمام (۱۲۶ھ-۲۱۱ھ) نے روایت کی۔

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے رقم فرمایا: **{داؤد بن قیس الصنعانی روی عن وهب بن منبه وعبد اللّٰہ بن وهب بن منبه–روی عنه هشام بن یوسف وعبد الرزاق}** (کتاب الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۴۲۲)

〈ت〉 داؤد بن قیس نے وہب بن منبہ اور عبداللہ بن وہب بن منبہ سے روایت کیا اور داؤد بن قیس سے ہشام بن یوسف اور عبدالرزاق نے روایت کیا۔

(۳) محمد بن اسحٰق بن یسار (م ۱۵۱ھ)

حافظ ذہبی نے صاحب مغازی محمد بن اسحٰق کے بارے میں لکھا:

{کان احد اوعیة العلم حبرًا فی معرفة المغازی والسیر ولیس بذلک

المتقن فانحط حدیثه عن رتبة الصحة وهو صدوق فی نفسه مرضی–عن یحیی بن معین:هو ثقة ولیس بحجة–قال احمد بن حنبل:حسن الحدیث–قال النسائی:لیس بالقوی–وقال الدارقطنی:لایحتج به–وقال ابن المدینی :حدیثه عندی صحیح}(تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۷۳)

حافظ شمس الدین ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے لکھا:

{وثقه غیر واحد ووهّاه آخرون کالدار قطنی}

(میزان الاعتدال ج۳ص۴۶۹)

﴿ت﴾ بہت سے ائمہ نے محمد بن اسحاق کو ثقہ بتایا اور بہت سے دوسرے ائمہ نے ان کو غیر معتبر بتایا، جیسے محدث دار قطنی۔

حضور مفتی اعظم ہند علامہ مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں (۱۳۱۰ھ-۱۴۰۲ھ) نے رسالہ ((وقایۃ اہل السنہ)) میں امام المغازی محمد بن اسحاق کی ثقاہت پر عمدہ دلائل رقم فرمائے ہیں۔

حضرت محمد بن یوسف سے امام المغازی محمد ابن اسحٰق نے جو تیرہ رکعت تراویح کی روایت کی، اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ محمد بن یوسف سے اس روایت میں اور گیارہ رکعت کی روایت میں وہم واقع ہوا، نیز یہ روایت اجماع صحابہ و اجماع امت کے خلاف ہے۔

(۴) یحییٰ بن سعید قطان (۵) امام مالک بن انس

امام مالک (۹۳ھ-۱۷۹ھ) اور یحییٰ بن سعید قطان (۱۲۰ھ-۱۹۸ھ) نے حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گیارہ رکعت روایت کی، اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک دس رکعت اور دوسرے گیارہ رکعت پڑھاتے تھے۔ یہاں تغلیباً گیارہ، گیارہ رکعت کہا گیا۔ گیارہ میں ایک رکعت وتر کی ہوتی تھی۔ یہ اہل عرب کا مشہور طریقہ ہے، جیسے عمرین، قمرین وغیرہما۔

اعتراض دوم

امام عبدالرزاق صنعانی کے سبب اکیس رکعت کی روایت نا قابل قبول

امام عبدالرزاق بن ہمام (۱۲۶ھ-۲۱۱ھ) نے اپنی کتاب ((مصنف عبدالرزاق)) میں حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکیس رکعت تراویح (بیس رکعت تراویح، ایک وتر) کی روایت کی ہے۔ البانی کو یہ روایت ہضم نہ ہو سکی۔ البانی نے محدث عبدالرزاق کو ہی غیر معتبر بتادیا۔ اس نے لکھا کہ امام عبدالرزاق مشہور ثقہ ہیں، مگر وہ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اور ان کی قوت حافظہ میں کچھ تغیر واختلاط پیدا ہو گیا، اور یہ معلوم نہیں کہ یہ روایت اختلاط سے قبل کی ہے یا اختلاط کے بعد کی، لہٰذا یہ روایت قبول نہیں کی جاسکتی ہے۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۴۸، ۴۹- المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

پہلا جواب یہ ہے کہ اکیس رکعت تراویح کی روایت امام عبدالرزاق کی صرف روایت نہیں، بلکہ ان کی کتاب میں بھی یہ روایت مرقوم ہے۔ عوام الناس کو مغالطہ میں مبتلا کرنا کون سا کار خیر ہے کہ البانی نے اسے امام عبدالرزاق کی صرف روایت بتایا۔ یہ امام عبدالرزاق کی روایت بھی ہے اور ان کی کتاب میں بھی یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔ مصنف عبدالرزاق (ج ۴ ص ۲۶۰- باب قیام رمضان) میں یہ حدیث موجود ہے۔

امام بخاری نے امام عبدالرزاق صنعانی (۱۲۶ھ-۲۱۱ھ) سے متعلق رقم فرمایا:

{ما حدث عن کتابه فهو اصح} (التاریخ الکبیر ج ۶ ص ۱۳۰)

﴿ت﴾ امام عبدالرزاق نے اپنی کتاب ((مصنف عبدالرزاق)) سے جو روایت کی، وہ صحیح ترین روایت ہے۔

توضیح: امام بخاری امام عبدالرزاق صنعانی کی کتاب ((مصنف عبدالرزاق)) کی روایتوں کو اصح بتارہے ہیں اور البانی اس میں اعتراض کی راہ ڈھونڈھتا پھر رہا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{ثقة حافظ مصنف شهير عمى في آخر عمره فتغير - ع}

(تقریب التہذیب ج ۱ ص ۵۹۹)

〈ت〉 امام عبدالرزاق ثقہ، حافظ، مصنف اور مشہور ہیں۔ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تو ان کا حافظہ بدل گیا۔ اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت کیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{قال احمد: اتيناه قبل المأتين وهو صحيح البصر ومن سمع منه بعد ما ذهب بصره فهو ضعيف السماع} (طبقات الحفاظ ص ۱۵۹)

〈ت〉 امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم دوسری صدی مکمل ہونے سے پہلے امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی (۱۲۶ھ-۲۱۱ھ) کے پاس گئے اور وہ صحیح البصر (درست آنکھ اور روشن آنکھ والے) تھے، اور جنہوں نے ان کی بصارت کے جانے کے بعد ان سے سماعت حدیث کی، وہ ضعیف السماع ہے۔

توضیح: مرقومہ بالا دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ بصارت ختم ہو جانے کے بعد ان کی قوت حافظہ میں کچھ تغیر پیدا ہو گیا اور اس سے قبل امام عبدالرزاق پر کوئی اعتراض نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے بصارت کے ختم ہونے کے بعد کتاب لکھی ہے، یا آنکھوں میں روشنی رہتے ہوئے۔ اگر بصارت جانے کے بعد انہوں نے کتاب لکھی ہے تو ان کی روایت زیادہ قابل اعتماد نہیں ہوگی، لیکن امام بخاری نے لکھا کہ ان کی کتاب کی روایت صحیح ترین روایت ہے۔ اس سے لامحالہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بصارت زائل ہونے سے قبل ہی اپنی ((مصنف)) کو تحریر فرمایا تھا، پس البانی نے نابینائی کے بعد تغیر حفظ کا

بہانہ بنا کر جو اعتراض کرنا چاہا تھا، وہ ساقط ہو گیا، کیوں کہ زوال بصارت سے قبل کتاب لکھی گئی ہے، اور اس کتاب میں تراویح کی حدیث مرقوم ہے، اور کتاب کی روایت اصح روایت ہے، جیسا کہ امام بخاری کی صراحت نقل کی گئی۔

شیخ اسماعیل انصاری (دارالافتا: ریاض سعودیہ عربیہ) نے البانی کا جواب دیا۔

علامہ حمیری نے اسے نقل کرتے ہوئے لکھا:

{قال الشيخ اسماعيل: والحقيقة ان ادعائه هذا باطل، لان رواية احدى وعشرين رواية محفوظة فی كتابه ای انها كانت مكتوبة من علمه، لا من المحفوظ–اذًا هی اولٰی بالتقديم من رواية احدى عشرة–لانها اقوٰی وموافقة لما صح فی ذلک} (القول الصحیح ص۶۰)

〈ت〉 شیخ اسماعیل نے کہا: حقیقت یہ ہے کہ البانی کا یہ دعویٰ کرنا باطل ہے (یعنی یہ دعویٰ کہ بیس رکعت تراویح کی روایت محدث عبدالرزاق کی صرف روایت ہے، اور تحریر میں نہیں ہے) اس لیے کہ اکیس رکعت کی روایت ان (امام عبدالرزاق) کی کتاب ((مصنف عبدالرزاق)) میں محفوظ ہے، یعنی ان کا لکھا ہوا علم ہے (اور محدث عبدالرزاق کی تحریر معتبر ہے، جیسا کہ امام بخاری نے فرمایا)، نہ کہ محض ان کے ذہن میں یاد کیے ہوئے ذخیرے سے ہے تو اب اکیس کی روایت، گیارہ رکعت کی روایت کی بہ نسبت مقدم ہونے (ترجیح پانے) کے زیادہ لائق ہے، اس لیے کہ یہ (اکیس رکعت کی روایت) زیادہ قوی ہے (صحابہ کے اس پر عمل کرنے کی وجہ سے) اور اس (تراویح) کے بارے میں وارد ہونے والی صحیح روایت کے موافق ہے۔

توضیح: حضرت یزید بن خصیفہ سے امام بیہقی نے بیس رکعت تراویح کی روایت کی، اور اس روایت کو ائمہ اعلام نے اصول حدیث کی روشنی میں صحیح قرار دیا، جیسا کہ ماقبل میں گزرا، اور امام عبدالرزاق کی روایت اس صحیح روایت کے موافق ہے، اس وجہ سے اس روایت کو ترجیح ہوگی۔ گیارہ اور تیرہ کی روایت اجماع صحابہ اور صحیح روایت کے خلاف ہے۔

اعتراض سوم

حضرت یزید بن خصیفہ تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منکر الحدیث

البانی نے لکھا کہ امام احمد بن حنبل نے یزید بن خصیفہ تابعی کو منکر الحدیث کہا۔

(صلوٰۃ التراویح ص۵۰-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

حضرت یزید بن خصیفہ مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور اور ثقہ تابعی ہیں۔البانی قلت علم کے سبب خود فریبی کا شکار ہوا، یا جان بوجھ کر مسلمانوں کو فریب دینے کا ارادہ کیا۔وہابیہ ایسے عامل بالحدیث ہیں کہ جو حدیث ان کی مرضی کے موافق نہ ہو، اسے ضعیف اور نا قابل عمل ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔یہ لوگ منکر الحدیث ہوئے ،نہ کہ عامل بالحدیث ۔عہد حاضر میں تصحیح وتضعیف انتہائی مشکل امر ہے،لیکن وہابیہ عوام کو فریب دیتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{قال الاثرم عن احمد وابو حاتم والنسائی:ثقة-وقال الآجری عن ابی داؤد قال احمد:منکر الحدیث-قال ابن ابی مریم عن ابن معین:ثقة حجة-وقال ابن سعد:کان عابدا ناسکا کثیر الحدیث ثبتا-وذکرہ ابن حبان فی"الثقات"-قلت:زعم ابن عبد البر انہ ابن اخی السائب بن یزید وکان ثقة ماموناً} (تہذیب التہذیب ج۹ص۳۵۵)

〈ت〉 حضرت ابوبکر اثرم (م۲۶۱ھ) نے بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل ،ابوحاتم رازی اور امام نسائی سے روایت ہے کہ یزید بن خصیفہ ثقہ ہیں،اور عبید آجری نے امام ابو داؤد سے روایت کیا کہ امام احمد بن حنبل نے انہیں منکر الحدیث کہا۔ابن ابی مریم نے یحییٰ بن معین سے

روایت کرتے ہوئے کہا کہ یزید بن خصیفہ ثقہ اور حجت ہیں اورحافظ ابن سعد (۱۶۸ھ-۲۳۰ھ) نے کہا کہ وہ عابدوزاہد، کثیرالحدیث اور ثابت الحدیث تھے، اورمحدث ابن حبان نے (کتاب الثقات) میں ان کا ذکر کیا۔حافظ ابن حجرعسقلانی نے کہا کہ محدث ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا کہ یزید بن خصیفہ سائب بن یزید کے بھتیجے ہیں، اور وہ ثقہ اور مامون تھے۔

حافظ عسقلانی نے رقم فرمایا:{**وثّقَه ابو حاتم والنسائی وابن معین واحمد**}

(لسان المیزان ج۷ص۴۴۱)

〈**ت**〉محدث ابوحاتم رازی، امام نسائی، محدث یحییٰ بن معین اورامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت یزید بن خصیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوثقہ بتایا۔

حافظ ابن حجرعسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{**یزید بن عبد اللّٰہ بن خصیفة بمعجمة ثم مهملة ابن عبد اللّٰہ بن یزید الکندی المدنی وقد ینسب لجده ثقة من الخامسة– ع**}

(تقریب التہذیب ج۲ص۳۲۷)

〈**ت**〉یزید بن عبداللہ بن خصیفہ کندی مدنی اورکبھی اپنے دادا کی طرف منسوب ہوتے ہیں (یزید بن خصیفہ کہلاتے ہیں)، ثقہ ہیں۔طبقۂ خامسہ (صغار تابعین) میں سے ہیں۔ اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت کی۔

حافظ شمس الدین ذہبی نے لکھا:{**وثقه احمد من روایة الاثرم عنه وابوحاتم وابن معین والنسائی–وروی ابو داؤد ان احمد قال:منکر الحدیث**}

(میزان الاعتدال ج۴ص۴۳۰)

〈**ت**〉امام احمد بن حنبل (بروایت حافظ ابوبکر اثرم (م۲۶۰ھ)، ابوحاتم رازی، یحییٰ بن معین اورامام نسائی نے یزید بن خصیفہ کوثقہ بتایا اورامام ابوداؤد سجستانی نے روایت کیا کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: یزید بن خصیفہ منکرالحدیث ہیں۔

توضیح: امام احمد بن حنبل نے یزید بن خصیفہ کو ثقہ بھی کہا اور منکر الحدیث بھی۔

اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی مصری نے رقم فرمایا:

{روی ابو عبید الآجری عن ابی داؤد عن احمد انہ قال: منکر الحدیث - قلت: ھذہ اللفظۃ یطلقھا احمد علٰی من یغرب علٰی اقرانہ بالحدیث - عرف ذلک بالاستقراء من حالہ - وقد احتج بابن خصیفۃ مالک والائمۃ کلھم}

(ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری ج۲ ص۲۰۷ - مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ)

〈ت〉 ابوعبید آجری نے امام ابوداؤد سے روایت کیا کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ یزید بن خصیفہ منکر الحدیث ہیں۔ میں (عسقلانی) جواب دیتا ہوں کہ امام احمد بن حنبل یہ لفظ (منکر الحدیث) اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو اپنے معاصرین کے اعتبار سے غریب حدیث بیان کرتا ہے۔ یہ بات امام احمد بن حنبل کے حال کے تتبع کے بعد معلوم ہوتی ہے اور یزید بن خصیفہ کی حدیث سے امام مالک اور تمام ائمہ نے استدلال کیا ہے۔

حافظ ابن شاہین بغدادی (۲۹۷ھ-۳۸۵ھ) نے رقم فرمایا:

{یزید بن خصیفۃ ثقۃ} (تاریخ اسماء الثقات ص۱۹۷-ممبئی)

〈ت〉 یزید بن خصیفہ ثقہ ہیں۔

توضیح: فن جرح وتعدیل کے باب میں ائمہ نقاد واصحاب جرح وتعدیل کی ساری اصطلاحات یکساں نہیں۔ ایک ہی لفظ کا مفہوم ایک امام کے یہاں کچھ ہے۔ دوسرے کے یہاں کچھ دوسرا مفہوم۔ اس حقیقت سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ اصول حدیث کی کتابوں میں الفاظ جرح وتعدیل کی بحث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ہم نے یہاں ان کے لفظی تراجم رقم کر دیئے ہیں، لیکن وہ معانی مراد نہیں ہیں، بلکہ فن جرح وتعدیل کے اصطلاحی معانی مراد ہیں۔ لغوی معانی مراد نہیں۔ ارباب علم وفضل ان حقائق سے آشنا ہیں۔

حدیث غریب صحیح بھی ہوتی ہے

بہت سی ایسی حدیثیں ہیں کہ اس کی روایت میں راوی متفرد ہوگیا، اور وہ حدیث غریب کہلائی۔ حدیث غریب صحیح بھی ہوسکتی ہے اور حسن بھی، ضعیف بھی اور موضوع بھی، جیسا کہ مشہور اور عزیز حدیث کبھی صحیح، کبھی حسن اور کبھی ضعیف ہوتی ہے۔

حدیث کا محض غریب ہونا قابل جرح نہیں اور امام احمد بن حنبل کا حضرت یزید بن خصیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غریب الحدیث کہنا جرح کے قبیل سے نہیں ہے۔

حافظ ذہبی نے محدث علی بن مدینی بصری (۱۶۱ھ-۲۳۴ھ) سے متعلق لکھا:

{ذکره العقیلی فی کتاب الضعفاء فبئس ما صنع}

(میزان الاعتدال ج۳ص ۱۳۸)

﴿ت﴾ حافظ ابوجعفر عقیلی (م۳۲۲ھ) نے محدث علی بن مدینی کا ذکر (کتاب الضعفاء) میں کیا تو انہوں نے برا کیا۔

حافظ ابوجعفر عقیلی کے جواب میں حافظ ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے لکھا:

{فهذا مما لایرتاب فیه محدث-وانا اشتهی ان تُعَرِّفَنی من هو الثقة الثبت الذی ما غلط ولا انفرد بما لایتابع علیه بل الثقة الحافظ اذا انفرد باحادیث کان ارفع له واکمل لرتبته وادل علیٰ اعتناء ہ بعلم الاثروضبطه دون اقرانه لاشیاءٍ ما عرفوها-اللّٰهم الاان یتبین غلطه ووهمه فی الشیء فیعرف ذلک-فانظر اول شیء الیٰ اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الکبار والصغار ما فیهم احد الاوقد انفرد بسنة فیقال له:هذا الحدیث لایتابع علیه وکذلک التابعون کل واحد عنده ما لیس عند الاٰخرمن العلم-وما الغرض هذا-فان هذا مقررعلیٰ ما ینبغی فی علم الحدیث وان تفرد الثقة

المتقن يُعَدُّ صحيحًا غريبًا وان تفرد الصدوق ومن دونه يعد منكرًا}

(میزان الاعتدال ج۳ص۱۴۰)

﴿ت﴾ پس یہ (حدیث غریب کی روایت) وہ چیز ہے جس کے بارے میں کسی محدث کو متہم قرار نہیں دیا جا سکتا، اور میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ کہ وہ کون ثقہ ثابت الاحادیث راوی ہے جس سے کوئی غلطی نہ ہوئی ہو، اور نہ وہ منفرد ہوئے ایسی حدیث میں جس کا کوئی متابع نہیں، بلکہ ثقہ حافظ، احادیث میں جب منفرد ہو تو یہ اس کے درجہ کو بڑھانے والا اور اس کے رتبہ کو مکمل کرنے والا ہے اور علم حدیث کے بارے میں اس کی کثرت توجہ کو بتانے والا ہے اور ان کے معاصرین کی بہ نسبت اس کے ان چیزوں کے منضبط کرنے پر دلالت کرنے والا ہے جو اس کے معاصرین جان نہ سکے، مگر یہ کہ کسی شئ میں اس کی غلطی اور اس کا وہم ظاہر ہو تو اسے بتایا جائے گا۔

پس اصاغر و اکابر صحابہ کرام کی جانب پہلی شئ کو دیکھو۔ ان میں سے ہر کوئی کسی نہ کسی سنت کے ساتھ منفرد ہوئے، پس اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کے لیے کوئی متابع نہیں اور اسی طرح تابعین ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس وہ علم ہے جو دوسرے کے پاس نہیں ہے اور اس کا کیا مقصد ہے؟ (یعنی عقیلی نے کتاب الضعفاء میں ابن مدینی کا تذکرہ کس مقصد کے تحت کیا؟) پس بے شک یہ چیز علم حدیث (اصول حدیث) میں کما حقہ ثابت شدہ ہے (یعنی یہ کہ بعض روایت میں راوی منفرد ہوتا ہے) تو اگر صاحب اتقان ثقہ راوی منفرد ہو تو (اس حدیث کو) صحیح غریب شمار کیا جاتا ہے، اور اگر صدوق اور اس سے کچھ کم درجے والا راوی منفرد ہو تو (اس حدیث کو) منکر شمار کیا جاتا ہے۔

توضیح: حافظ ذہبی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ثقہ حافظ کا غریب حدیث بیان کرنا، اس کے درجے کو بلند کرنے والا ہے۔ اس اعتبار سے یزید بن خصیفہ ایک اعلیٰ درجہ کے محدث ہوئے اور اس پر کسی طرح کا کلام نہیں اور یہ کثیر الحدیث مدنی تابعی ہیں۔

حافظ ابن سعد (۱۶۸ھ-۲۳۰ھ) نے یزید بن خصیفہ کے بارے میں تحریر فرمایا:

{کان عابدًا ناسکًا کثیر الحدیث ثبتًا}

(طبقات ابن سعد ج۱ص۳۴۲-مکتبۃ العلوم والحکم-مدینہ منورہ)

﴿ت﴾ یزید بن خصیفہ عابد وزاہد، کثیر الحدیث اور ثبت تھے۔

توضیح: مذکورہ بحثوں سے بالکل واضح ہوگیا کہ یزید بن خصیفہ ایک ثقہ اور کثیر الحدیث راوی ہیں۔ وہ منکر الحدیث نہیں ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو انہیں منکر الحدیث فرمایا تو اس لفظ کا ایک خاص مفہوم مراد ہے۔ اس وجہ سے حضرت یزید بن خصیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتوں پر کوئی اثر نہیں آئے گا۔

اعتراض چہارم

میزان الاعتدال میں یزید بن خصیفہ کا ذکر

(۲) البانی نے کہا کہ حافظ شمس الدین ذہبی نے ((میزان الاعتدال)) میں یزید بن خصیفہ کا ذکر کیا اور یہ یزید بن خصیفہ کے ضعیف راوی ہونے کی دلیل ہے۔

(صلوٰۃ التراویح ص۵۰-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

امام ذہبی نے ''میزان الاعتدال'' کے مقدمہ اور خاتمہ میں اقرار کیا ہے کہ اس کتاب میں ثقہ راویوں کا بھی بیان ہے، گرچہ یہ کتاب مجروح راویوں کے تذکرہ کے لیے لکھی گئی ہے۔

(۱) حافظ ذہبی نے لکھا: **{وفیہ من تکلم فیہ مع ثقتہ وجلالتہ بادنٰی لین واقل تجریح-فلولا ان ابن عدی اوغیرہ من مؤلفی کتب الجرح ذکروا ذلک الشخص، ما ذکرتہ لثقتہ}** (میزان الاعتدال ج۱ص۲)

〈ت〉 اس کتاب میں بعض وہ ہیں جن کی ثقاہت اور جلالت علمی کے باوجود ادنیٰ درجے کی کمزوری اور بہت قلیل جرح کی وجہ سے اس کے بارے میں کلام کیا گیا ہے، پس اگر ابن عدی یا ان کے علاوہ جرح وتعدیل کی کتابوں کے مصنفین اس شخص کا ذکر نہیں کرتے تو میں اس کے ثقہ ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کرتا۔

توضیح: ماقبل کے مصنفین نے بعض راویوں کا تذکرہ مجروحین میں کیا، اسی لیے ذہبی نے اس کا تذکرہ ''میزان الاعتدال'' میں کر دیا، تا کہ ذہبی پر اعتراض نہ ہو کہ ائمہ سابقین کی اس نے مخالفت کی، حالاں کہ ان بعض راویوں پر جرح بہت کمزور ہے، اور وہ ثقہ راوی ہیں۔

(۲) حافظ ذہبی نے لکھا: **{ولم أر من الرای ان احذف اسم احد ممن له ذکر بتلیین مّا فی کتب الائمة المذکورین خوفًا من ان یُتَعَقَّب عَلَیَّ–لا، انی ذکرتُه لضعف فیه عندی}** (میزان الاعتدال ج۱ص۲)

〈ت〉 میری رائے نہ ہوئی کہ میں ان میں سے کسی کا نام حذف کر دوں کہ ائمہ مذکورین کی کتابوں میں جس کا ذکر کچھ بھی نرمی کے ساتھ ہے (لین اور نرمی اسباب جرح میں سے ہے)، میں اپنے اوپر تعاقب کیے جانے کا خوف کرتے ہوئے۔ ایسا نہیں ہے کہ میں نے اپنی نگاہ میں اس راوی کے اندر کسی ضعف کی وجہ سے اس کا ذکر کیا۔

توضیح: ذہبی نے میزان الاعتدال میں قلیل الجرح راویوں کا تذکرہ اس لیے کر دیا کہ ماقبل کے ائمہ نے ان راویوں کو مجروحین کی فہرست میں شامل کیا تھا۔ ذکر نہ کرنے پر ائمہ جرح وتعدیل کی مخالفت کا سوال ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں قلیل الجرح رواۃ کا ذکر نہیں کرنا چاہتے تھے، مگر مصلحت کے پیش نظر ان کا ذکر لایا گیا۔

(۳) کتاب کے درمیانی حصہ میں حافظ ذہبی نے لکھا:

{ولکن فائدة ذِکْرِنا کثیرًا من الثقات الذین فیهم ادنیٰ بدعة اَوْ لَهُمْ اوهام یسیرة فی سعة علمهم ان یُعْرَفَ ان غیرهم اَرْجَحُ منهم واَوْثَقُ اذا

عارضهم اوخالفهم-فَزِنِ الاشیاءَ بالعدل والورع} (میزان الاعتدال ج۳ص۱۴۱)

﴿ت﴾ لیکن ہمارے بہت سے ثقہ لوگوں کے ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ جس میں ادنیٰ سی بدعت یاان کے وسیع علم میں تھوڑے سے اوہام ہیں،تو(ذکر کا فائدہ) یہ کہ جان لیا جائے کہ ان کا غیران لوگوں سے زیادہ راجح اور زیادہ قابل اعتماد ہے جب وہ غیر،ان کے مقابل اورمخالف ہو،پس اشیا کوانصاف اورتقویٰ کے ساتھ وزن کرو(یعنی احادیث کی ترجیح کے وقت راجح ومرجوح راوی کالحاظ رکھا جائے)

(۴)حافظ ذہبی نے کتاب کے خاتمہ میں لکھا:**{فاصله وموضوعه فی الضعفاء وفیه خلق کما قدمنا فی الخطبة من الثقات-ذکرتهم للذب عنهم ولان الکلام فیهم غیر مؤثر ضَعْفا}**(میزان الاعتدال ج۴ص۶۱۶)

﴿ت﴾اس کتاب (میزان الاعتدال) کی اصل اوراس کا موضوع ،ضعیف راویوں سے متعلق ہےاورجیسا کہ ہم نے مقدمہ میں بیان کیا کہ اس میں ثقہ راویوں کاایک طبقہ ہے۔ میں نے ان کا تذکرہ ان کی جانب سے دفاع کرنے کے لیے کیا اوراس لیے کہ ان کے بارے میں جرح کمزور ہونے کی وجہ سے غیرمؤثر ہے۔

توضیح:مذکورہ بالا اقتباسات سےمعلوم ہوا کہ((میزان الاعتدال))میں کسی کاذکرآنا اس کےضعیف ہونے کی دلیل یقینی نہیں،پس میزان الاعتدال میں حضرت یزید بن حصیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاذکرآنااس کےضعیف ہونے کی یقینی دلیل نہیں۔

اعتراض پنجم

یزیدبن خصیفہ کی روایت مضطرب

البانی نےلکھا کہ یزیدبن خصیفہ تابعی کی بعض روایت میں بیس رکعت کا ذکر ہےاور بعض روایت میں اکیس رکعت کا ذکر ہے،لہٰذا یہ حدیث مضطرب ہوگئی۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۵۰-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

اعتراض اول کے جواب میں اس کی تفصیلی بحث مرقوم ہے۔وہاں ثابت کردیا گیا ہے کہ حضرت یزید بن خصیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتوں میں اضطراب نہیں ہے۔

حضرت محمد بن یوسف کی روایت میں کبھی گیارہ،کبھی تیرہ،کبھی اکیس رکعت کا بیان ہوا، لہٰذا محمد بن یوسف کی روایت بدرجہ اولیٰ مضطرب ہوگی۔وہابیہ اس کا جواب دیں۔محمد بن یوسف کی تیرہ اور اکیس رکعت کی روایت میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں،لہٰذا اضطراب حقیقی ہے۔

اعتراض ششم

محمد بن یوسف اور یزید بن خصیفہ کا تقابلی جائزہ

البانی نے لکھا کہ محمد بن یوسف،یزید بن خصیفہ سے زیادہ قابل اعتماد ہیں،کیوں کہ حافظ ابن حجر نے اسے (ثقۃ ثبت) کہا،اور یزید بن خصیفہ کو صرف (ثقۃ) کہا۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۵۰-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

یزید بن خصیفہ کو یحییٰ بن معین نے (ثقۃ حجۃ) اور ابن سعد نے (کثیر الحدیث ثبت) اور حافظ ابن عبد البر نے (ثقۃ مامون) کہا ہے۔(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۵۵)

محمد بن یوسف کو حافظ ذہبی نے (صدوق ومقل) (قلیل الروایہ) کہا ہے۔

(الکاشف ج ا ص ۱۰۷)

صدوق کا رتبہ ثقہ سے کم درجہ ہے،اور یزید بن خصیفہ ثقہ ہیں۔اسی طرح یزید بن خصیفہ کثیر الحدیث ہیں،جب کہ محمد بن یوسف قلیل الحدیث ہیں۔اسی طرح (حجۃ) اعلیٰ درجہ

کے محدث کو کہا جاتا ہے۔ یزید بن خصیفہ کو بھی حافظ ابن سعد نے (ثبت) کہا، پس (حجۃ وکثیر الحدیث) یزید بن خصیفہ کی اضافی صفات ہیں۔محمد بن یوسف ان صفات سے عاری ہیں۔ اس صورت میں یزید بن خصیفہ راجح قرار پائیں گے۔

اعتراض ہفتم

یزید بن خصیفہ کی روایت شاذ

البانی نے لکھا کہ حضرت یزید بن خصیفہ کی روایت شاذ ہوگی، کیوں کہ حضرت محمد بن یوسف قوی راوی ہیں۔(صلوٰۃ التراویح ص ۵۰-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

حضرت محمد بن یوسف کی روایت شاذ ہوگی، کیوں کہ یزید بن خصیفہ کو(ثقۃ ، حجۃ، کثیر الحدیث ،ثبت، ثقۃ ، مامون) کہا گیا۔(تہذیب التہذیب ج ۹ص ۳۵۵)

محمد بن یوسف کو حافظ ذہبی نے صدوق اور مقل (قلیل الحدیث) کہا۔(الکاشف ج ا ص ۱۰۷)اور صدوق کی ایسی روایت جس میں وہ متفرد ہو، وہ منکر ہوتی ہے۔(میزان الاعتدال ج ۳ص ۱۴۰)، پس محمد بن یوسف کی روایت منکر ہوگی۔

حدیث منکر کی تعریف

حافظ شمس الدین ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے لکھا:

(وان تفرد الثقة المتقن،یعد صحیحا غریبا-وان تفرد الصدوق ومن دونه،یعد منکرا) (میزان الاعتدال ج ۳ص ۱۴۰-دارالمعرفۃ بیروت)

﴿ت﴾اگر ثقہ متقن راوی (روایت میں) متفرد ہو،تو (روایت کو) صحیح غریب شمار کیا جاتا ہے،اور اگر صدوق اوراس سے کم درجہ راوی متفرد ہوتو (روایت کو) منکر شمار کیا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے رقم فرمایا:

{عبارة شیخ الاسلام فی النخبة:فان خولف الراوی بارجح یقال له المحفوظ-ومقابله یقال له الشاذ-وان وقعت المخالفة مع الضعف فالراجح یقال له المعروف-ومقابله یقال له المنکر}

(تدریب الراوی ج۱ص۲۴۱-مکتبہ شاملہ)

〈ت〉 شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت نخبۃ الفکر میں ہے:پس اگر راوی کی مخالفت اس سے قوی وراجح راوی سے ہوجائے ،تواس (راجح کی روایت) کومحفوظ کہا جائے گا ،اوراس کے مقابل کوشاذ کہا جائے گا ،اور اگر مخالفت ضعف کے ساتھ ہوتو راجح کو معروف اوراس کے مقابل کومنکر کہا جائے گا۔

اعتراض ہشتم

محمد بن یوسف سائب بن یزید کے بھانجے

البانی نے لکھا کہ محمد بن یوسف سائب بن یزید کے بھانجے (بہن کے بیٹے) ہیں، اس لیے وہ قرابت کی وجہ سے سائب بن یزید کی حدیث کوزیادہ جاننے والے ہیں اوران کی روایت، یزید بن خصیفہ کی روایت سے زیادہ قابل اعتبار ہوگی۔

(صلوٰۃ التراویح للالبانی ص۵۱-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

اگرمحمد بن یوسف سائب بن یزید کے بھانجے (بہن کے بیٹے) ہیں تو حافظ ابن عبد البر مالکی نے فرمایا کہ یزید بن خصیفہ،سائب بن یزید کے بھتیجے (بھائی کے بیٹے) ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج۹ص۳۵۵)

حافظ رازی نے محمد بن یوسف کو سائب بن یزید کا نواسہ (بیٹی کا بیٹا) بتایا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج۸ص۱۱۹) اور بھانجہ ونواسہ کی بہ نسبت بھتیجے کو زیادہ قربت ہوتی ہے۔

امام ابوالولید باجی مالکی (۴۰۳ھ-۴۷۴ھ) نے رقم فرمایا:

{یزید بن عبد اللّٰہ بن خصیفة الکندی المدنی: قال ابو بکر: وسمعت مصعبًا یقول: ھو ابن اخی السائب بن یزید–اخرج البخاری فی بدء الخلق والمزارعة والحدود وسجود القرآن عن جعفر بن عبد الرحمن ومالک وسلیمان بن بلال واسماعیل بن جعفر عنه عن السائب بن یزید}

(التعدیل والتجریح لمن خرج لہ البخاری فی الجامع الصحیح ج۳ص۱۲۳۱-دار اللواء: ریاض)

اعتراض نہم

حضرت حارث بن عبدالرحمٰن، ابن ابی ذباب ضعیف راوی

البانی نے لکھا کہ حارث بن عبدالرحمٰن: ابن ابی ذباب نے حضرت سائب بن یزید سے عہد فاروقی میں تئیس رکعت کی روایت کی۔اس روایت کی سند ضعیف ہے، کیوں کہ ابن ابی ذباب ضعیف راوی ہیں۔ (صلوٰۃ التراویح ص۵۲-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

حارث بن عبدالرحمٰن (م۱۴۶ھ) قابل استدلال راوی ہیں۔

(۱) حافظ ذہبی نے لکھا: **{عن المقبری: ثقة–وقال ابو حاتم: لیس بالقوی، روی عنه الدراوردی مناکیر–وقال ابن حزم: ضعیف–وقال ابوزرعة: لیس به باس}** (میزان الاعتدال ج۱ص۴۳۷)

〈ت〉 ابوسعید مقبری: سعید بن کیسان (م۱۲۵ھ) سے مروی ہے کہ حارث بن عبد

الرحمٰن ثقہ ہیں۔محدث ابوحاتم رازی نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہیں۔محدث عبدالعزیز دراوردی نے ان سے منکر حدیثیں روایت کی۔ابن حزم نے کہا کہ وہ ضعیف ہیں۔امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا:ان میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے رقم فرمایا:{**عن یحیی بن معین انه قال:الحارث بن عبد الرحمن ابن ابی ذباب مشهور**}

{**عن ابی حاتم الرازی:یروی عنه احادیث منکرة–لیس بذلک بالقوی،یکتب حدیثه**}

{**سئل ابوزرعة عن الحارث بن عبد الرحمٰن بن ابی ذباب فقال:لا باس به**}(کتاب الجرح والتعدیل ج۳ص۸۰)

﴿ت﴾ محدث یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ حارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب مشہور راوی ہیں۔

محدث ابوحاتم رازی نے سے روایت ہے کہ حارث بن عبدالرحمٰن سے منکر حدیثیں مروی ہیں۔وہ قوی راوی نہیں ہیں۔ان کی حدیث لکھی جائے گی۔

امام ابوزرعہ رازی(۲۰۰ھ-۲۶۴ھ) سے حارث بن عبدالرحمٰن کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:ان میں کوئی حرج نہیں۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر فرمایا:{**المدنی،صدوق یهم من الخامسة مات سنة ست واربعین–عخ،م،مد،ت،س،ق**}(تقریب التہذیب ج۱ص۱۷۵)

﴿ت﴾ حارث بن عبدالرحمٰن مدنی ہیں۔صدوق وصاحب وہم ہیں۔طبقہ خامسہ (صغار تابعین) میں سے ہیں۔سال ہجری ۱۴۶ھ میں وفات پائے۔امام بخاری نے (خلق الافعال) میں،امام مسلم نے (صحیح مسلم) میں،ابوداؤد نے (مراسیل) میں،ترمذی ونسائی وابن ماجہ نے (سنن ابن ماجہ) میں ان سے روایت کی۔

توضیح: حارث بن عبدالرحمٰن مختلف فیہ راوی ہیں۔صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے ہر ایک نے ان سے روایت کی ہے۔سعید مقبری نے ان کو کہا: ''ثقہ''۔محدث یحییٰ بن معین نے کہا: '' مشہور''۔اور حافظ ابوحاتم رازی نے کہا کہ ان کی حدیث لکھی جائے گی۔

ان کی حدیث متابع یا شاہد پائے جانے کے وقت ضرور قابل استدلال ہوگی،اور یزید بن خصیفہ کی حدیث متابع یا شاہد ہونے کے لیے کافی ہے۔دوسری صورت یہ ہے کہ یزید بن خصیفہ کی حدیث سے استدلال کیا جائے اور حارث کی حدیث بطور متابع پیش کی جائے۔

محمد بن یوسف اور حارث بن عبدالرحمٰن دونوں کو صدوق اور ثقہ کہا گیا ہے۔محمد بن یوسف کی گیارہ اور تیرہ رکعت کی روایت کو کسی طرح تقویت نہیں ملتی ہے،اور وہ امت کے عمل کے بھی خلاف ہے جب کہ حارث بن عبدالرحمٰن کی بیس رکعت تراویح کی روایت کو یزید بن خصیفہ کی روایت سے قوت ملتی ہے اور یہ امت کے عمل کے موافق ہے۔

اعتراض دہم

یزید بن رومان تابعی اور یحییٰ بن سعید انصاری کی روایت مرسل

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت یزید بن رومان تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ((مؤطا امام مالک))(ص ۱۳۸) میں تئیس رکعت (بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر)اور یحییٰ بن سعید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصنف ابن ابی شیبہ(ج ۲ ص ۳۹۳) میں بیس رکعت تراویح کی روایت کی،لیکن یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں، کیوں کہ یزید بن رومان تابعی اور یحییٰ بن سعید انصاری نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔البانی نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے ان دونوں مرسل روایتوں کو نا قابل استدلال قرار دیا۔(صلوٰۃ التراویح ص ۵۲ تا ۵۵-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

علامہ حمیری نے لکھا:{**زعم الالبانی ان فی روایتی مالکٍ عن یزید بن رومان ویحیی بن سعید الانصاری المذکورتین انه لایجوزان یقال ان اِحْدَاهُمَا تقوی الاخری-لان الشرط فی ذلک ان یکون شیوخ کل من اللذین ارسلها غیرشیوخ الاٰخر-وهذا لم یثبت هنا لان کلًّا من الراویین یزید وابن سعید مدنی-فالذی یغلب علی الظن فی هذه الحالة انهما اشترکا فی الروایة عن بعض الشیوخ-وعلیه فمن الجائز ان یکون شیخهما الذی تلقیا عنه هذه الروایة انما هوشیخ واحد وهذا قد یکون مجهولًا اوضعیفاً لایحتج به ومن الجائز انهما تلقیا من الشیخین متغایرین ولکنهما ضعیفان لایعتبربهما الٰی اٰخروسوسة الالبانی**}(القول الصحیح ص۵۹)

﴿ت﴾ البانی نے گمان کیا کہ یزید بن رومان تابعی اور یحییٰ بن سعید انصاری کی سند سے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ دونوں روایتوں سے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے کوقوت دیتی ہے،اس لیے کہ تقویت کے لیے شرط ہے کہ جن لوگوں نے اس روایت کومرسلاً بیان کیا،ان میں سے ہرایک کے شیوخ دوسرے کے شیوخ کے علاوہ ہوں،اور یہ بات یہاں ثابت نہ ہوسکی،کیوں کہ یزید بن رومان اور یحییٰ بن سعید انصاری دونوں راوی مدنی ہیں،پس اس حالت میں غالب گمان یہی ہے کہ وہ دونوں حضرات بعض شیوخ سے روایت میں مشترک ہوں،اوراسی بنیاد پر جائز ہے کہ ان دونوں کے شیخ ایک ہی ہوں،جن سے ان دونوں نے اس روایت کولیا ہو،اور یہ شیخ کبھی مجہول یا ضعیف ہوتے ہیں کہ ان سے استدلال نہیں کیا جاتا،اور جائز ہے کہ ان دونوں نے دوجداگانہ شیخ سے(اس روایت) کولیا ہو، لیکن وہ دونوں ضعیف ہوں،وہ دونوں غیرمعتبر ہوں-البانی کے آخری وسوسہ تک۔

توضیح: البانی نے اپنے ذہن فاسد ودماغ کاسد سے ایسی تنقید کی ہے، جو اسی کا حصہ ہے۔ پہلے حضرت یزید بن رومان اور حضرت یحیٰ بن سعید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ثقاہت پر دلائل لکھے جاتے ہیں۔ان شاءاللہ تعالیٰ اس کے بعد البانی کا جواب لکھا جائے گا۔

یزید بن رومان مدنی تابعی (م ۱۳۰ھ)

(۱) حافظ ابن شاہین بغدادی (۲۹۷ھ-۳۸۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{یزید بن رومان ثقة—قاله یحیٰی} (تاریخ اسماء الثقات ص۱۹۹-ممبئ)

〈ت〉 یحیٰ نے کہا کہ یزید بن رومان ثقہ ہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{یـزیـد بن روما ن المدنی مولٰی اٰل الزبیر ثقة من الخامسة—مات سنة ثلاثین وروایته عن ابی هریرة مرسلة— ع} (تقریب التہذیب ج۲ص۳۲۳)

〈ت〉 مولیٰ آل زبیر یزید بن رومان مدنی ثقہ ہیں۔طبقہ خامسہ (تابعین کے طبقہ صغریٰ) میں سے ہیں۔سال ہجری ایک سوتیس ۱۳۰ھ میں وفات ہوئی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی روایت مرسل ہے۔اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت کیا۔

(۳) حافظ عبد الرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے رقم فرمایا کہ یزید بن رومان، سالم بن عبد اللہ، عروہ بن زبیر، عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔محدث یحیٰ بن معین نے انہیں ثقہ بتایا۔(کتاب الجرح والتعدیل ج۹ص۲۶۰)

یحیٰ بن سعید انصاری مدنی تابعی (م ۱۴۳ھ)

یحیٰ بن سعید انصاری کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر فرمایا:

{یـحیـی بـن سـعیـد بن قیس الانصاری المدنی ابو سعید القاضی ثقة ثبت من الخامسة مات سنة اربع واربعین اوبعدها— ع}

(تقریب التہذیب ج۲ص۳۰۳)

〈ت〉 یحییٰ بن سعید بن قیس انصاری مدنی ابوسعید قاضی، ثقہ، ثبت ہیں ۔طبقہ خامسہ (صغار تابعین) میں سے ہیں ۔سال ہجری ایک سو چوالیس(۱۴۴ھ) یا اس کے بعد موت ہوئی ۔اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت کیا ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے کہا کہ یحییٰ بن سعید انصاری نے انس بن مالک ،سائب بن یزید،سعید بن مسیّب،سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد،عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کی ۔(کتاب الجرح والتعدیل ج۹ص۱۴۷)

امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: {یحیی بن سعید الانصاری من الثقات}

(کتاب الجرح والتعدیل ج۹ص۱۴۹)

〈ت〉 یحییٰ بن سعید انصاری ثقہ راویوں میں سے ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: (ثقۃ)۔(کتاب الجرح والتعدیل ج۹ص۱۴۹)

یحییٰ بن سعید قطان نے کہا: (ثقہ)۔(کتاب الجرح والتعدیل ج۹ص۱۴۹)

{قال ابن سعد: ثقة كثير الحديث حجة ثبت وعده السفيانان من الحفاظ–وقال احمد: يحيى بن سعيد اثبت الناس} (طبقات الحفاظ ص۶۴)

〈ت〉 حافظ ابن سعد نے فرمایا کہ یحییٰ بن سعید انصاری ثقہ، کثیر الحدیث، حجت اور ثبت ہیں اور محدث سفیان ثوری و محدث سفیان بن عیینہ نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا، اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ یحییٰ بن سعید انصاری محدثین میں سب سے زیادہ ثبت ہیں۔

امام سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے رقم فرمایا: {روی عن انس وعدی بن ثابت وعلی بن الحسین وخلق} (طبقات الحفاظ ص۶۴)

〈ت〉 محدث یحییٰ بن سعید انصاری نے حضرت انس بن مالک صحابی، عدی بن ثابت ،اور علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر حضرات سے روایت کیا۔

امام بخاری نے تحریرفرمایا:{سمع انس بن مالک وسعید بن مسیب والقاسم وسالمًا} (التاریخ الکبیر ج۸ص۲۷۶)

〈ت〉یحییٰ بن سعید انصاری نے حضرت انس بن مالک،سعید بن مسیّب،قاسم بن محمد اورسالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا۔

امام بخاری نے رقم فرمایا:{عن عبد الرزاق عن ابن عیینة قال:کانوا محدثوا الحجاز،ابن شهاب وابن جریج ویحیی بن سعید یجیئون بالحدیث علٰی وجهه وهوالمدنی کنیته ابوسعید–قال لنا سلیمان بن حرب نا حماد بن یزید قال:قدم علینا ایوب مرةً فقلنا من خلّفتَ بالمدینة؟فقال:ماخلّفت بها احدًا اَفْقَهَ من یحیی بن سعید الانصاری}(التاریخ الکبیر ج۸ص۲۷۶)

〈ت〉امام عبد الرزاق نے محدث سفیان بن عیینہ کوفی مکی(۱۰۷ھ-۱۹۸ھ) سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:حجاز کے محدثین ابن شہاب زہری،محدث ابن جریج اور یحییٰ بن سعید انصاری تھے ۔یہ محدثین حدیث کو اصل صورت میں پیش کرتے ۔یحییٰ بن سعید انصاری مدنی ہیں اوران کی کنیت ابوسعید ہے۔ہم سے سلیمان بن حرب نے فرمایا،وہ حماد بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بارمحدث ایوب سختیانی بصری(۶۶ھ-۱۳۱ھ) تشریف لائے توہم نے ان سے عرض کیا کہ آپ مدینہ منورہ میں کس کوچھوڑ آئے ؟انہوں نے فرمایا کہ میں نے مدینہ منورہ میں یحییٰ بن سعید انصاری سے زیادہ فقیہ کسی کونہیں چھوڑا۔

توضیح:اس زمانے میں یحییٰ بن سعید انصاری مدینہ منورہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔

حدیث مرسل کے احکام

البانی نے حدیث مرسل سے متعلق جواصول بیان کیا،وہ متفق علیہ اصول نہیں ،بلکہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)اوران کے متبعین کا مسلک ہے۔

(۱) حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رقم فرمایا:

{فمن شاهَدَ اصحابَ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من التابعین فَحَدَّثَ حدیثًا منقطعًا عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اُعْتُبِرَعلیه بامور–منها ان یُنْظَرَ الٰی ما اَرْسَلَ من الحدیث–فان شَرِکَه فیه الحفاظُ المامونون فاسندوه الٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بمثل معنی ما روی–کانت هذه دلالةً علٰی صحة مَنْ قَبِلَ عنه وحِفْظِه} (الرسالہ ص۳۰۱)

﴿ت﴾ پس تابعین میں سے کہ جنہوں نے نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو دیکھا تو انہوں نے حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی منقطع (بلا ذکر صحابی) حدیث روایت کی ،اس کے لیے چند طریقے سے اعتبار (متابع یا شاہد پیش کرنا) کیا جائے گا۔اس میں سے (ایک) یہ ہے کہ مرسل حدیث کو دیکھا جائے ،پس اگر جرح سے محفوظ حفاظ حدیث اس روایت میں اس تابعی کے شریک ہوں ،پھران حفاظ نے اس حدیث کو حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سند کے ساتھ روایت کیا ہو،اسی کے مثل معنی میں کہ جس معنی میں اس تابعی نے روایت کیا تو یہ طریقہ اس تابعی کے شیخ کے صحیح الروایہ اور صحیح الحفظ ہونے پر دلالت کرے گا،جس شیخ سے اس تابعی نے روایت کیا ہے۔

(۲) **{ویُعْتَبَرُعلیه بان یُنْظَرَ–هل یوافقه مُرْسِلٌ غیرُه ممن قُبِلَ العلمُ عنه من غیر رجاله الذین قُبِلَ عنهم؟فان وجد ذلک کانت دلالةً یقوی له مُرْسَلُه –وهی اضعف من الاولٰی}** (الرسالہ ص۳۰۲)

﴿ت﴾ تابعی کی ایسی حدیث کے لیے اعتبار کا (دوسرا) طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ کیا اس تابعی کے موافق ،کوئی اس کے علاوہ مقبول الروایہ (غیر مجروح) ارسال کرنے والا ہے جو اس (تابعی) کے شیوخ کے علاوہ مقبول الروایہ شیوخ سے ارسال کیا ہو؟ پس اگر یہ (شرط) پائی جائے تو یہ دلالت کرنے والی ہوگی کہ جس سے اس تابعی کی مرسل روایت قوی ہو

جائے گی اور یہ روایت (کسی مرسل بالکسر کی روایت سے قوت پانے والی روایت) پہلی روایت (حفاظ کی مسند روایت سے تقویت پانے والی روایت) سے کم درجہ ہوگی۔

(۳) امام شمس الدین سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{(لکن اذا صح) یعنی ثبت (لنا) اهل الحدیث خصوصًا الشافعیة تبعًا لنص امامهم (مخرجه) ای المرسل (بِمُسْنَد) یجیء من وجه اٰخر، صحیح او حسن او ضعیف یعتضد به (اوبمرسل) اٰخر (یخرجه) ای یرسله (من لیس یروی عن رجال) ای شیوخ راوی المرسل (الاول) حتی یغلب علی الظن عدم اتحادهما (نَقْبَلُه) بالجزم جوابًا لاذا الشرطیة} (فتح المغیث ج۱ص۱۶۲)

﴿ت﴾ ہم محدثین کے لیے اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نص کی وجہ سے خاص کر شوافع کے لیے، جب کسی مرسل کا ایسے مسند طریقے سے آنا ثابت ہو جائے کہ وہ مسند کسی دوسری سند سے مروی ہو، خواہ وہ صحیح ہو، یا حسن ہو، یا ضعیف ہو، اس مسند کے ذریعہ اس مرسل روایت کو قوت مل جائے گی، یا اس مرسل کا کسی دوسرے مرسل طریقے پر مروی ہونا ثابت ہو جائے کہ اس دوسری مرسل روایت کا راوی اس روایت کو پہلے ارسال کرنے والے راوی کے شیوخ کے علاوہ (دیگر شیوخ) سے روایت کرے، یہاں تک کہ ان دونوں راویوں کے (سند کے کسی مقام پر) متحد نہ ہونے کا غالب ظن ہو جائے تو ہم اس مرسل کو قبول کر لیں گے۔ لفظ ''نقبلہ'' (اذا) شرطیہ کا جواب ہونے کی وجہ سے جزم کے ساتھ ہے۔

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{فان عرف من عادة التابعی انه لا یرسل الا عن ثقة فذهب جمهور المحدثین الی التوقف لبقاء الاحتمال وهو احد قولی احمد-وثانیهما وهو قول المالکیین والکوفیین یقبل مطلقًا-وقال الشافعی: یقبل ان اعتضد بمجیئه من وجه اٰخر یباین الطریق الاولی مُسنَدًا کان اومُرسَلًا لیترجح

احتمال کون المحذوف ثقةً فی نفس الامر}(نخبۃ الفکر ص۵۱)

〈ت〉پس اگر تابعی کی عادت مشہور ہے کہ وہ صرف ثقہ راوی سے ارسال کرتے ہیں تو جمہور محدثین نے احتمال (تابعی راوی کی توثیق وتعدیل میں خطا کے احتمال) کی وجہ سے توقف کا مذہب اختیار کیا اور امام احمد بن حنبل کے دوقول میں سے ایک یہی (توقف) ہے، اور امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول اور یہی مالکیہ اور احناف کا قول ہے کہ (ایسے تابعی کی روایت کو) مطلقاً قبول کیا جائے گا، اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس روایت کو قبول کیا جائے گا بشرطے کہ وہ روایت سند اول کے علاوہ دوسری سند سے آنے کی وجہ سے قوت پا جائے۔ خواہ وہ دوسری روایت، متصل ومسند ہو یا مرسل ہو، تاکہ نفس الامر میں راوی محذوف کے ثقہ ہونے کا احتمال ترجیح پا جائے۔

(۵) حافظ ابن صلاح (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{(نص الشافعی رضی اللّٰہ عنہ فی مراسیل التابعین)انہ یُقْبَل منہا المرسل الذی جاء نحوہ مسنَدا وکذلک لو وافقہ مرسِل اٰخر اَرْسَلَہ مَنْ اَخَذَ العلم عن غیر رجال التابعی الاول} (مقدمہ ابن صلاح ص۱۶)

〈ت〉تابعین کی مرسل روایات کے بارے میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نص ہے کہ ان مراسیل میں سے اس مرسل کو قبول کیا جائے گا کہ جس کی مثل مسند روایت آ چکی ہو، اور اسی طرح کوئی دوسرا مرسل راوی اس کی موافقت کرے کہ اس ارسال کرنے والے راوی نے تابعی اول کے شیوخ کے علاوہ سے علم لیا ہو (یعنی یہ حدیث کسی دوسری سند سے مروی ہو)

توضیح: حضرت امام شافعی ودیگر علمائے مذکورین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تحریروں سے واضح ہو گیا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تائید کے لیے اولاً اسی کی مثل مسند حدیث کو دیکھا جائے گا۔ اگر مسند نہ ہو تو پھر کوئی دوسری مرسل روایت کو دیکھا جائے گا، اور یزید بن رومان یا یحییٰ بن سعید انصاری کی روایت کو تقویت دینے کے لیے عہد فاروقی میں بیس

رکعت تراویح کے ذکر پر مشتمل، یزید بن خصیفہ کی مسند روایت موجود ہے، پھر کسی مرسل کی تلاش کیوں؟ یہ ایک نا قابل معافی علمی خیانت ہے۔

ثقہ تابعی جب ثقہ شیخ سے ارسال کرتا ہوتو اس کی مرسل حدیث، امام ابوحنیفہ وامام مالک اور ایک قول میں امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول کی جائے گی، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول گذرا۔

سب سے اہم جواب یہ ہے کہ علمائے امت قرناً بعد قرنٍ جس حدیث قبول کرتے آئے ہوں، وہ سند کے اعتبار سے ثابت نہ ہوتو بھی قبول کی جائے گی (الروح ص۲۱-الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی ج اص۳۷۴)، لہٰذا یزید بن رومان کی روایت قابل عمل ہوگی۔

اعتراض یازدہم

بیس رکعت تراویح کی روایت صیغہ مجہول سے

البانی نے لکھا کہ حضرت امام شافعی وامام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیس رکعت کی روایت کو صیغہ تمریض (صیغہ مجہول) (رُوِیَ) سے بیان کیا اور صیغہ تمریض بقول امام نووی روایت کے ضعیف ہونے کی علامت ہے، پس بیس رکعت کی روایت ضعیف ہے۔

(صلوٰۃ التراویح ص۵۵-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

صیغہ تمریض اور اصطلاح محدثین وفقہا

یہ متاخرین کی اصطلاح ہے اور قاعدہ کلیہ نہیں، بلکہ قاعدہ اکثریہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قول ضعیف کو صیغہ تمریض سے بیان کیا جائے۔ ایسا نہیں کہ جسے بھی صیغہ مجہول سے تعبیر کیا جائے، وہ ضعیف ہے۔ محدثین کے یہاں یہ قاعدہ نہیں۔

(۱،۲) حافظ ابن صلاح شافعی وحافظ جلال الدین سیوطی شافعی نے تحریر فرمایا کہ صیغہ مجہول کا استعمال صحیح، حسن، ضعیف سب کے لیے ہوتا ہے۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۱۳)

(تدریب الراوی ج ۱ص ۱۳۳ تا ۱۳۸ - مکتبہ مصطفیٰ نزار الباز، مکہ)

(۳) امام نووی نے رقم فرمایا: {وذلک ان صیغة الجزم تقتضی صحته عن المضاف الیه فلا ینبغی ان یطلق الا فیما صح-والا فیکون الانسان فی معنی الکاذب علیه-وهذا الادب اَخَلَّ به المصنف وجماهیر الفقهاء من اصحابنا وغیرهم،بل جماهیر اصحاب العلوم مطلقًا ما عدا حذاق المحدثین وذلک تساهل قبیح فانهم یقولون کثیرًا فی الصحیح:رُوِیَ عنه-وفی الضعیف، قال ورَوٰی فلان} (المجموع شرح المہذب ج ۱ص ۶۳)

﴿ت﴾ صیغہ معروف اپنے منسوب الیہ (فاعل) کی جانب اپنی (نسبت کی) صحت کو چاہتا ہے، پس یہی مناسب ہے کہ صیغہ معروف کا اطلاق اسی صورت میں ہو، جب نسبت صحیح ہو، ورنہ انسان (متکلم) اس (منسوب اللہ) پر جھوٹ باندھنے والے کی منزل میں ہوگا، اور مصنف (صاحب مہذب) اور ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے جمہور فقہا، اوران حضرات کے علاوہ اہل علم، بلکہ ماہر محدثین کے علاوہ مطلقاً جمہور اہل علم نے اس ضابطے میں خلل پیدا کردیا، اور یہ قبیح تساہل ہے، اس لیے کہ اکثر صحیح کے بارے میں (صیغہ مجہول کا استعمال کرتے ہوئے) کہتے ہیں: ((رُوِیَ عنہ)) اور ضعیف کے بارے میں کہتے ہیں: ((قال ورَوٰی فلان))

(۴) امام مزنی نے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا: {ورأیتهم بالمدینة یقومون بتسع وثلاثین واحب الی عشرون لانه رُوِیَ عن عمر وکذلک یقومون بمکة ویوترون بثلاث} (مختصر المزنی ص ۳۴)

﴿ت﴾ میں نے مدینہ منورہ میں لوگوں کو انتالیس (۳۹) رکعت تراویح ادا کرتے دیکھا، اور میرے نزدیک بیس رکعت تراویح پسندیدہ ہے، کیوں کہ وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،اوراسی طرح مکہ معظّمہ میں (بیس رکعت تراویح)ادا کرتے ہیں اور تین رکعت وتر پڑھتے ہیں۔

توضیح:امام مزنی کی عبارت میں بیس رکعت تراویح کے لیے صیغہ مجہول (رُوِیَ) کا استعمال ہوا ہے،اور یہاں قرینہ ہے کہ عبارت مذکورہ میں بیس رکعت کی ترجیح ہے،نہ کہ تضعیف ۔ جوامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پسندیدہ مذہب ہو،اسے وہ ضعیف کیسے قرار دے سکتے ہیں۔

(۵)امام ترمذی نے تحریر فرمایا:

{واکثر اهل العلم علٰی ما رُوِیَ عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عشرین رکعةً}(سنن ترمذی ج۱ص۶۶)

〈ت〉اکثر اہل علم اس پر ہیں جوحضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما اوران دونوں کے علاوہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے بیس رکعت تراویح مروی ہے۔

توضیح:جواکثر اہل علم کا مذہب ہو،وہ قوی ہوگا نہ کہ ضعیف،لیکن امام ترمذی نے اسے صیغہ مجہول (رُوِیَ) کے ساتھ روایت کیا۔

(۶)امام ترمذی نے حدیث تشہد کے بارے میں رقم فرمایا:

{حدیث ابن مسعود قد رُوِیَ عنه من غیر وجه–وهو اصح حدیث عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی التشهد}(سنن ترمذی ج۱ص۶۵)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث متعدد سندوں کے ذریعہ ان سے مروی ہے،اور یہ تشہد کے باب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے صحیح حدیث ہے۔

توضیح:روایت مذکورہ بالا میں اصح روایت کے لیے(رُوِیَ) صیغہ تمریض کا استعمال ہوا ہے۔عقل مندرا اشارہ کافی است۔

گرچہ امام شافعی اور امام ترمذی ماہر محدثین میں سے ہیں، لیکن صیغہ تمریض سے قول ضعیف کی جانب اشارہ کرنا یہ متأخرین کی اصطلاح ہے۔ امام شافعی وامام ترمذی متقدمین میں سے ہیں، لہٰذا اس اصطلاح کا اطلاق متقدمین کی عبارتوں پر نہیں ہوگا۔ صحیح بخاری میں بھی بہت سے مقامات پر روایتوں کی تعبیر صیغہ مجہول سے ہے، جب کہ بخاری میں صرف صحیح روایتیں ہیں ،جس کا ذکر امام بخاری نے فرمایا کہ ہم نے اس میں صرف صحیح روایتیں درج کی ہیں۔

اعتراض دوازدہم

حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجہول راوی

حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس رکعت تراویح کی روایت کی ہے۔ البانی نے حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجہول العین بتانے کی کوشش کی۔ (صلوٰۃ التراویح ص ٦٦ - المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

جب کسی شیخ کے دو معتبر راوی ہوں تو اسے مجہول العین قرار نہیں دیا جاسکتا، اور حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین روایتیں، تین راویوں (شریک نخعی، ابوسعد بقال وعمرو بن قیس) کی سند سے مشہور مجموعات حدیث میں مندرج ہیں۔ تینوں روایتیں محررہ ذیل ہیں۔

حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات

(ا) {حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال نا شریک عن ابی الحسناء عن الحکم عن حنش قال: رأیت علیًا رضی اللّٰه عنه یضحی بکبشین فقلت له: ما هذا؟ فقال: ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اوصانی ان اضحی عنه فانا اضحی عنه} (جامع الترمذی ج ا ص ٢٧٥ - سنن ابی داؤد ص ٣٨٥ - مشکوٰۃ المصابیح ص ١٢٨)

〈ت〉حضرت شریک بن عبداللہ حضرت ابوالحسنا سے، وہ حکم بن عتیبہ سے، وہ حنش سے راوی ہیں کہ حنش نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دومینڈھے قربان کرتے دیکھا تو میں نے ان سے عرض کیا: یہ کیا ہے؟ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے قربانی کروں، پس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے قربانی کرتا ہوں۔

(۲){عن ابی عبد اللّٰہ ابن فَنْجُوَيْهِ الدِّيْنَوری ثنا احمد بن محمد بن اسحٰق بن عیسی السُّنِّی انبأ احمد بن عبد اللّٰہ بن البزاز ثنا سعدان بن یزید ثنا الحَكَمُ بن مروان السُّلَمِیُّ انبأ الحسن بن صالح عن ابی سعد البقال عن ابی الحسناء ان علی ابن ابی طالب امر رجلًا ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعة}(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۲)

〈ت〉حضرت ابوسعد بقال کی حضرت ابوالحسنا سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحہ، بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔

(۳){حدثنا وکیع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلًا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعة}

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

〈ت〉حضرت عمرو بن قیس کی حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔

مجہول العین اور مجہول الحال

اگر کسی شیخ کے دو مشہور راوی ہوں تو اسے مجہول العین قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مندرجہ ذیل عبارتوں میں ائمہ اصول حدیث نے اسی مفہوم کی وضاحت کی ہے۔

امام نووی نے رقم فرمایا:{ثم مَنْ رَوٰی عنہ عدلان،عَیَّنَاہ ارْتَفعتْ جھالۃُ عینہ-قال الخطیبُ:المجھول عند اھل الحدیث مَنْ لَمْ یَعْرِفْہ العلماءُ ولا یُعْرَفُ حدیثہ الامن جھۃ واحد-واقل ما یرفع الجھالۃ روایۃ اثنین مشھورین}

(تقریب النووی مع تدریب الراوی ج۲ص۵۳۱)

﴿ت﴾جس سے دو عادل راوی نے روایت کی ہو،ان دونوں نے اسے متعین کر دیا ہو (کنایہ،اشارہ سے بیان نہ کیا ہو، بلکہ صریح لفظوں میں راوی کا بیان کیا) تو جہالت عینی اس سے ختم ہو جائے گی۔خطیب بغدادی نے فرمایا:محدثین کے یہاں مجہول وہ ہے، جسے علما نہ جانتے ہوں، اور اس کی حدیث صرف ایک ہی راوی سے مروی ہو،اور کم سے کم وہ امر جو جہالت شخصی کو ختم کرتی ہے،وہ دو مشہور راویوں کا (اس سے) روایت کرنا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{(قال الخطیب)فی الکفایۃ وغیرھا(المجھول عند اھل الحدیث من لم تَعرِفْہ العلماءُ)ولم یشتھر بطلب العلم فی نفسہ(ولایُعْرَفُ حدیثُہ الامن جھۃ)راوٍ(واحد واقل ما یَرْفَعُ الجَھَالَۃَ)عنہ(روایۃُ اثنین مشھورین)فاکثرَعنہ وان لم یثبت لہ بذلک حکمُ العدالۃ}(تدریب الراوی ج۲ص۵۳۴)

﴿ت﴾خطیب ابوبکر بغدادی نے ((الکفایۃ فی علم الروایہ))وغیرہ میں فرمایا:

(محدثین کے یہاں مجہول وہ ہے جسے علما نہ جانتے ہوں)اور وہ اپنے اعتبار سے علم کی طلب میں مشہور نہ ہو(اور اس کی حدیث صرف ایک راوی سے معروف ہو)،اور کم سے کم وہ امر جو اس سے جہالت کو دور کرتی ہے،وہ دو یا دو سے زائد راوی کا اس سے روایت کرنا ہے،گرچہ اس کے ذریعہ اس کی عدالت ثابت نہیں ہوتی۔

توضیح:کم از کم دو راوی اس سے روایت کریں تو جہالت دور ہو جاتی ہے،اور وہ شخص مجہول العین قرار نہیں پاتا،لیکن دو راوی کی روایت سے عدالت ثابت نہیں ہوتی۔جب کوئی اس

کی تعدیل یا جرح کرے تو اس کا عادل یا مجروح ہونا ثابت ہوگا، ورنہ وہ مستور قرار پائے گا۔

امام شمس الدین سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) نے رقم فرمایا:

{وعبارة الخطيب:اقل ما ترتفع به الجهالة اى العينية عن الراوى ان يروى عنه اثنان فصاعدًا من المشهورين بالعلم،بل ظاهر كلام ابن كثير الاتفاق عليه} (فتح المغیث ج۱ص۳۵۰)

﴿ت﴾ خطیب بغدادی کی عبارت ہے: کم سے کم جس کے ذریعہ راوی سے جہالت شخصی دور ہوتی ہے، وہ دو یا دو سے زائد علم وفضل میں مشہور راویوں کا اس شخص سے روایت کرنا ہے، بلکہ ابن کثیر کے کلام کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اس قاعدہ پر اتفاق ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{(وانفرد راو واحد بالرواية عنه فهو مجهول العين) كالمبهم الا ان يوثقه غير من انفرد عنه على الاصح–وكذا من انفرد عنه اذا كان مُتَاَهِّلًا لذلك(اوان روى عنه اثنان فصاعدًا وَلم يوثق فهومجهول الحال)وهو المستور وقد قَبِلَ روايتَه جماعةٌ بغير قيد ورَدَّهَا الجمهور–والتحقيق ان رواية المستور ونحوه مما فيه الاحتمال–لايطلق القول بردها ولابقبولها،بل هى موقوفة الٰى استبانة حاله كما جزم به امام الحرمين ونحوه قول ابن الصلاح فيمن جُرِحَ غَيْرَ مُفَسَّر} (نخبۃ الفکر ص۷۱)

﴿ت﴾ جس شخص سے روایت میں ایک راوی متفرد ہوئے (ایک ہی راوی نے روایت کی) تو وہ مجہول العین ہے جیسے مبہم، مگر اس کی توثیق کردے، اس کے علاوہ شخص جو اس شخص سے متفرد ہوئے، اصح قول پر (توثیق کی صورت میں یہ مجہول العین نہیں، گرچہ اس سے ایک آدمی نے روایت کی ہو)، اسی طرح وہ توثیق کردے جو اس سے روایت میں متفرد ہوئے، جب کہ راوی متفرد توثیق کے اہل ہوں، اور اگر اس سے دو یا دو سے زائد نے روایت کی، اور اس کی توثیق نہیں

کی گئی تو وہ مجہول الحال ہے، اور یہی مستور ہے۔ (محدثین کی) ایک جماعت نے مستور الحال کی روایت کو بغیر کسی قید کے قبول کیا ہے، اور جمہور محدثین نے اس کی روایت کو رد کیا ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ مستور اور اس کے مماثلین کی روایت اس میں سے ہے جس میں احتمال ہے۔ اس کے قبول وعدم قبول کا مطلق قول نہیں کیا جا سکتا، بلکہ وہ اس کے حال کے ظاہر ہونے تک موقوف ہوگی، جیسا کہ امام الحرمین عبد الملک بن ابو محمد جوینی (۴۱۹ھ-۴۷۸ھ) نے ایسا ہی قول کیا اور اسی طرح کا قول حافظ ابن صلاح کا ہے، اس کے بارے میں جن پر غیر مفسر جرح کیا گیا ہو۔

خطیب ابوبکر بغدادی نے تحریر فرمایا: {**واقل ما ترتفع به الجهالةُ ان يروى عن الرجل اثنان فصاعدًا من المشهورين بالعلم كذلك**}

(الکفایۃ فی علم الروایہ ص ۱۱۱ - دار الکتاب العربی بیروت)

﴿ت﴾ کم سے کم وہ امر جس کے ذریعہ جہالت دور ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ علم وفضل میں مشہور دو یا دو سے زائد راوی اس شخص سے روایت کریں۔

توضیح: روایت کرنے والے راوی مشہور ہوں۔ اگر یہ لوگ بھی مجہول الحال ہوں تو جہالت شخصی دور نہیں ہوگی۔

حافظ ابن صلاح شہر زوری (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے رقم فرمایا:

{**ومن روى عنه عَدْلان وعَيَّنَاه فقد ارتفعت عنه هذه الجهالة**}

(مقدمہ ابن صلاح ص ۵۳)

﴿ت﴾ جس سے دو عادل راوی روایت کرلیں، اور ان دونوں نے اسے متعین کر دیا ہو تو اس سے یہ جہالت (شخصی جہالت) دور ہوگئی۔

توضیح: مذکورہ بالا اقتباسات کا مفہوم یہ ہے کہ جس سے دو مشہور راوی روایت کرلیں، اس کی ذات وشخصیت مجہول نہیں رہتی، لیکن صفت کے اعتبار سے وہ مجہول ہوگا، اور اسے مجہول الحال کہا جاتا ہے۔

حافظ ابن صلاح (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے رقم فرمایا:{ثم بلغني عن ابی عمرو بن عبد البر الاندلسی وجادة قال: کل من لم یَرْوِ عنه الا رجل واحد فهو عند هم مجهول-الا ان یکون رجلًا مشهورًا فی غیر حمل العلم کاشتهار مالک بن دینار بالزهد وعمرو بن معدیکرب بالنجدة}(مقدمہ ابن صلاح ص۱۶۰)

〈ت〉امام ابن عبد البر مالکی اندلسی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے فرمایا: جس سے صرف ایک راوی روایت کرے، وہ محدثین کے یہاں مجہول ہے،لیکن اگر وہ آدمی حصول علم کے علاوہ دوسری صفت میں مشہور ہو(تو اسے مجہول نہیں قرار دیا جائے گا)، جیسے مالک بن دینار کی شہرت زہد وتقویٰ میں ہے،اور عمرو بن معدی کرب کی شہرت بہادری میں ہے۔

حضرت ابوالحسنا کے چار راوی

حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار راوی ہیں۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر فرمایا کہ جس کے ایک سے زائد راوی ہوں، وہ مستور ہے۔قربانی سے متعلق،حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لکھنے کے بعد حافظ ہیثمی نے تحریر فرمایا:

{وفیه ابو الحسناء ولا یعرف-روی عنه غیر شریک}

(مجمع الزوائد ج۴ص۲۳)

〈خ〉شریک نخعی کے علاوہ، دوسرے راوی نے بھی ابوالحسنا سے روایت کی ہے۔

توضیح: حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تینوں راویوں کا تذکرہ فن جرح وتعدیل کی کتابوں کے حوالے سے مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) شریک بن عبداللہ نخعی کوفی (م۱۷۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{شریک بن عبد اللّٰه النخعی الکوفی-القاضی بواسط ثم الکوفة

ابوعبد اللّٰہ صدوق یخطئی کثیرًا–تغیر حفظہ منذ ولی القضاء بالکوفة–وکان عادلًا فاضلًا عابدًا شدیدًا علٰی اھل البدع من الثامنة–مات سنة سبع اوثمان وسبعین–خت،م،۴} (تقریب التہذیب ج۱ص۴۱۷)

〈ت〉شریک نخعی واسط، پھر کوفہ کے قاضی تھے۔صدوق وکثیر الخطا تھے۔کوفہ کے عہدہ قضا ملنے کے بعدان کے حافظہ میں تغیر پیدا ہوگیا۔عابد وزاہداور عالم وفاضل،اوراہل بدعت پرمتشدد تھے۔طبقہ ثامنہ میں (تبع تابعین کے متوسط طبقہ) سے تھے۔سال ہجری ۱۷۷ھ یا ۱۷۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔امام بخاری نے صحیح بخاری میں تعلیقًا اورامام مسلم واصحاب سنن اربعہ نے ان سے احادیث کی تخریج کی۔

حافظ ذہبی نے لکھا:{شریک بن عبد اللّٰہ النخعی(عو،وم)ابوعبد اللّٰہ الکوفی القاضی الحافظ الصادق احد الائمة} (میزان الاعتدال ج۲ص۲۷۰)

〈ت〉شریک بن عبداللہ نخعی ابوعبداللہ حافظ الحدیث،صادق اورائمہ میں سے ہیں۔امام مسلم اوراصحاب سنن اربعہ (ابوداؤد،ترمذی،نسائی وابن ماجہ) نے ان سے تخریج احادیث کی۔

حافظ ذہبی نے لکھا:{عن یحیی بن معین:شریک ثقة الاانہ یغلط ولایتقن}

(میزان الاعتدال ج۲ص۲۷۰)

〈ت〉محدث یحیٰی بن معین (۱۵۸ھ-۲۳۳ھ) سے روایت ہے کہ شریک بن عبداللہ نخعی ثقہ ہیں،مگران سے غلطی ہوتی ہے،اوروہ متقن نہیں ہیں۔

حافظ ذہبی نے لکھا:{شریک بن عبد اللّٰہ القاضی ابوعبد اللّٰہ النخعی الکوفی احد الائمة الاعلام ....قال ابن المبارک:ھواعلم بحدیث اھل بلدہ من سفیان وقال النسائی:لیس بہ باس وقال عیسٰی بن یونس:ما رأیت احدًا قط اورع فی علمہ من شریک–وقال ابواسحق الجوزجانی:کان شریک سیء الحفظ–قلت:کان شریک حسن الحدیث امامًا فقیھًا

ومحدثًا مکثرًا لیس هوفی الاتقان کحماد بن زید وقد استشهد به البخاری وخرج له مسلم متابعةً ووثَّقَه یحیی بن معین} (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۳۲)

〈ت〉 قاضی شریک بن عبداللہ: ابوعبداللہ نخعی کوفی مشہور ائمہ میں سے ایک ہیں۔ محدث ابن مبارک نے فرمایا: شریک نخعی اپنے شہر (کوفہ) والوں کی حدیث کو سفیان ثوری سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ امام نسائی نے فرمایا: لیس بہ بأس (ان میں کوئی حرج نہیں)۔ محدث عیسیٰ بن یونس نے فرمایا: میں نے شریک سے زیادہ کسی کو کبھی بھی اپنے علم میں احتیاط کرنے والا نہیں دیکھا۔ محدث ابواسحاق جوزجانی شامی: ابراہیم بن یعقوب بن اسحاق سعدی (م ۲۵۹ھ) نے فرمایا: شریک نخعی سیء الحفظ (بد حافظہ) ہیں۔ میں (حافظ ذہبی) جواب دوں گا کہ شریک نخعی حسن الحدیث، امام، فقیہ اور کثیر الحدیث محدث ہیں، وہ اتقان میں حماد بن زید کی طرح نہیں ہیں اور امام بخاری نے (صحیح بخاری میں) بطور استشہاد ان کی روایت نقل کی، اور امام مسلم بطور متابع ان کی روایت تحریر کی، اور محدث یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا۔

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے تحریر فرمایا:

{عن سعید بن سلیمان قال: سمعت ابن المبارک عند حدیج بن معاویة یقول: شریک اعلم بحدیث الکوفیین من سفیان الثوری}

(کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۳۶۶)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن مبارک (۱۱۸ھ-۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

شریک نخعی اہل کوفہ کی حدیث کو سفیان ثوری سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

{عن علی بن حکیم الاودی قال سمعت وکیعًا یقول: لم یکن احدٌ اَرْوٰی عن الکوفیین من شریک} (کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۳۶۶)

〈ت〉 محدث وکیع بن جراح بن ملیح عراقی (۱۲۹ھ-۱۹۷ھ) فرماتے ہیں۔ اہل کوفہ کی حدیث کو شریک سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں۔

توضیح: مذکورہ بالاعبارتوں سے ثابت ہوا کہ شریک نخعی، امام وفقیہ اوراہل کوفہ کی احادیث کوسب سے زیادہ روایت کرنے والے اور حافظ حدیث تھے۔ یحیٰی بن معین نے انہیں ثقہ کہا۔

(۲) عمرو بن قیس کوفی (م بعد ۱۴۰ھ)

امام بخاری نے رقم فرمایا: {عمرو بن قیس الملائی الکوفی عن المنهال بن عمرو وحماد وعاصم وعکرمة—وقال اسحٰق عن عبد الرزاق: کان سفیان اذا ذُکِرَ عمرو بن قیس، قال: حسبک شیخًا—قال ابن عیینة: کنیته ابو عبد اللّٰه—روی عنه ابو خالد الاحمر} (التاریخ الکبیر ج۶ ص۳۶۳)

〈ت〉 عمرو بن قیس ملائی کوفی منہال بن عمرو، حماد، عاصم اور عکرمہ سے روایت کرتے ہیں۔ محدث اسحاق بن راہویہ (۱۶۱ھ-۲۳۸ھ) نے محدث عبدالرزاق بن ہمام صنعانی (۱۲۶ھ-۲۱۱ھ) سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: سفیان ثوری کے پاس جب عمرو بن قیس کا ذکر کیا جاتا تو فرماتے کہ وہ تجھے ایک شیخ کے طور پر کافی ہیں۔ محدث سفیان بن عیینہ (۱۰۷ھ-۱۹۸ھ) نے فرمایا: عمرو بن قیس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ان سے ابوخالد احمر نے روایت کیا۔

حافظ ذہبی نے لکھا: {عمرو بن قیس الملائی الکوفی صاحب عکرمة واقرانه، صدوق—م، عو} (میزان الاعتدال ج۳ ص۲۸۴)

〈ت〉 عمرو بن قیس ملائی کوفی عکرمہ کے شاگرد اور ان کے ہم عصر ہیں۔ وہ صدوق ہیں۔ امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے ان سے روایت کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے رقم فرمایا: {عمرو بن قیس الملائی بضم المیم وتخفیف اللام والمَد ابو عبد اللّٰه الکوفی ثقة متقن عابد من السادسة—مات سنة بضع واربعین—بخ، م، ۴} (تقریب التہذیب ج۱ ص۷۴۴)

〈ت〉 عمرو بن قیس ملائی، میم کے ضمہ اور لام کی تخفیف اور مد کے ساتھ، ابوعبداللہ کوفی ثقہ، متقن اور عابد وزاہدین ہیں۔ طبقہ ششم (اکابر تبع تابعین) سے ہیں۔ سال ہجری ۱۴۰ھ

کے بعد وفات ہوئی۔امام بخاری نے (الادب المفرد) میں اور امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے ان سے روایت کی ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے تحریر فرمایا:{عن عبد الرزاق ان الثوری کان اذا ذکر عمرو بن قیس،اثنیٰ علیه}(کتاب الجرح والتعدیل ج۶ص۲۵۴)

〈ت〉امام عبدالرزاق صنعانی سے روایت ہے کہ سفیان ثوری (۹۷ھ-۱۶۱ھ) کے پاس جب حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا جاتا تو وہ ان کی تعریف کرتے۔

حافظ ابن ابی حاتم رازی نے تحریر فرمایا کہ عمرو بن قیس کو امام احمد بن حنبل نے (ثقہ)، یحییٰ بن معین نے (ثقہ) اور امام ابوزرعہ رازی نے (ثقہ مامون) کہا۔

(کتاب الجرح والتعدیل ج۶ص۲۵۵)

{عن عبد الرحمن بن الحکم بن بشیر حدثنا ابی قال:رأیت سفیان یجیء الٰی عمرو بن قیس یجلس بین یدیه ینظر الیه-لا یکاد یصرف بصره عنه-اظنه یحتسب فی ذلک}(کتاب الجرح والتعدیل ج۶ص۲۵۴)

〈ت〉حکم بن بشیر نے بیان کیا: میں نے محدث سفیان ثوری کو دیکھا کہ وہ عمرو بن قیس کے پاس آتے،ان کے سامنے بیٹھتے،انہیں دیکھتے رہتے،وہ اپنی نظر کو ان سے نہیں پھیرتے۔میرا خیال ہے کہ وہ اس دیدار کو کار ثواب شمار کرتے۔

حافظ ابونعیم اصبہانی (۳۳۶ھ-۴۳۰ھ) نے رقم فرمایا: {عن سفیان الثوری قال :خمسة من اهل الکوفة یزدادون فی کل یوم خیرًا-فذکر ابن ابجر وابا حیان التیمی وعمرو بن قیس وابن سوقة وابا سنان}(حلیۃ الاولیاء ج۴ص۱۳۱)

〈ت〉محدث سفیان ثوری نے فرمایا:اہل کوفہ میں سے پانچ حضرات ہر دن خیر وبھلائی میں بڑھتے جارہے ہیں،پس انہوں نے ابن ابجر،ابوحیان تیمی،عمرو بن قیس،ابن سوقہ اور ابوسنان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ذکر فرمایا۔

حافظ ابونعیم اصبہانی (۳۳۶ھ-۴۳۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{عن المحاربی قال لی سفیان:عمروبن قیس هوالذی ادَّبَنی وعلَّمَنی قرأةَ القراٰن وعلَّمَنی الفرائضَ-فكنتُ اطلبه فی سوقه فان لم اجده فی سوقه وجدته فی بیته-اما یصلی و اما یقرأ فی المصحف كانه یبادر امورًا تفوته-فان لم اجده فی بیته وجدته فی بعض مساجد الكوفة فی زاویة من بعض زوایا المسجد كانه سارقٌ قاعدًا یبكی-فان لم اجده،وجدته فی المقبرة قاعدًا ینوح علٰی نفسه-فلما مات عمروبن قیس-اغلق اهل الكوفة ابوابهم وخرجوا بجنازته فلما اخرجوه الی الجبان وبرزوا بسریره-وكان اوصٰی ان یصلی علیه ابوحیان التیمی-تقدم ابوحیان فكبرعلیه اربعًا-وسمعوا صائحًا یصیح-قد جاء المحسن عمروبن قیس-واذا البریة مملوئة من طیر ابیض-لم یُرَعلٰی خلقتها وحسنها-فجعل الناس یعجبون من حسنها وكثرتها-فقال ابوحیان:من ای شیء تعجبون-هذه ملائكة جائت فشهدت عمرًوا} (حلیۃ الاولیاء ج۴ص۱۳۱-دارالحدیث قاہرہ)

﴿ت﴾ حضرت محاربی نے بیان کیا کہ مجھ سے محدث سفیان ثوری نے بیان فرمایا:

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جنہوں نے مجھے ادب سکھایا اور مجھے قرآن مجید کی قرأت کی تعلیم دی اور مجھے علم وراثت سکھایا،پس میں ان کو ان کے بازار میں تلاش کرتا تو اگر میں ان کو ان کے بازار میں نہیں پاتا تو ان کو ان کے گھر میں پاتا،یا تو نماز پڑھتے ہوئے یا قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے،گویا کہ وہ ایسے امور کی جانب مبادرت فرمارہے ہیں جو ان سے فوت ہورہے ہوں،پس اگر میں ان کو ان کے گھر میں نہیں پاتا تو ان کو کوفہ کی کسی مسجد کے کسی گوشہ میں پاتا،گویا کہ وہ چور ہیں،بیٹھ کر رورہے ہیں،پس اگر میں ان کو (مسجد میں) نہیں پاتا تو ان کو قبرستان میں اپنے اوپر نوحہ کرتے پاتا۔

پس جب حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوگئی تو اہل کوفہ نے اپنے (گھروں کے) دروازے بند کردیئے اوران کے جنازہ کے ساتھ نکلے، پھر جب ان کو قبرستان کی طرف لے گئے اوران کے تخت (جنازہ کے تخت) کو کھولے، اورانہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ ابوحیان تیمی پڑھائیں تو ابوحیان آگے بڑھے، اورانہوں نے ان پر چار تکبیر (نماز جنازہ) پڑھائی، اسی درمیان لوگوں نے ایک آواز دینے والے کو آواز دیتے سنا: (نیک بندہ عمرو بن قیس آچکے ہیں)، اوراسی وقت فضا سفید پرندوں سے بھر گئی۔ ویسی شکل وصورت اور ویسا حسن دیکھا نہیں گیا تھا، پس لوگ ان کے حسن اوران کی کثرت سے تعجب کرنے لگے، پس ابوحیان تیمی نے فرمایا کہ تم لوگ کس چیز سے تعجب کررہے ہو؟ یہ فرشتے ہیں کہ آکر عمرو بن قیس کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔

توضیح: عمرو بن قیس کوفی مشہور محدث حضرت سفیان ثوری کے استاذ، ثقہ، صاحب اتقان اورکوفہ کے عظیم صوفیا میں سے تھے۔ ان کی وفات پر اہل کوفہ اپنے گھروں کے دروازے بند کرکے ان کی نماز جنازہ کے لیے گئے، یعنی وہ ایک مشہور ومقبول بزرگ تھے۔

(۳) ابوسعد البقال تابعی کوفی (م بعد ۱۴۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا: {**سعید بن المرزبان العبسی مولاهم–ابو سعد البقال الکوفی الاعور ضعیف مدلس–مات بعد الاربعین من الخامسة–بخ، ت، ق**} (تقریب التہذیب ج۱ ص۳۶۳)

〈**ت**〉 ابوسعد بقال کوفی اعور ضعیف ومدلس ہیں۔ سال ہجری ۱۴۰ھ کے بعد وفات ہوئی۔ طبقہ خامسہ (صغار تابعین) میں سے ہیں۔ ان سے امام بخاری نے (الادب المفرد) میں اورامام ترمذی وامام ابن ماجہ نے سنن میں روایت کی ہیں۔

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے رقم فرمایا: {**حدثنا ابو عبد الرحمن قال: سئل ابوزرعة عن ابی سعد البقال فقال: لین الحدیث مدلس–قلت: هو**

صدوق؟قال: نعم کان لایکذب} (کتاب الجرح والتعدیل ج۴ص ۶۳)

〈ت〉امام ابوزرعہ رازی(۲۰۰ھ-۲۶۴ھ) سے ابوسعد بقال کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: لین الحدیث اور مدلس ہیں۔حافظ عبد الرحمٰن بن ابوحاتم رازی نے سوال کیا کہ وہ صدوق ہیں؟ امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: ہاں، وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

حافظ ابن عدی(۲۷۷ھ-۳۶۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{وابوسعد البقال الکوفی حدث عنه شعبة والثوری وابن عیینة وَهُمْ وَغَيْرُهُمْ من ثقات الناس-وله غیرما ذکرت من الحدیث شیء صالح-وهو فی جملة ضعفاء الکوفة الذی یجمع حدیثهم ولایترک-وکان قاسم المطرز قد جمع حدیثه یملیه علینا} (الکامل فی ضعفاء الرجال ج۳ص ۳۸۶)

〈ت〉ابوسعد بقال کوفی سے شعبہ بن حجاج ،سفیان ثوری اور ان کے علاوہ ثقہ لوگوں نے روایت کی ،اورابوسعد بقال کی مذکورہ حدیث کے علاوہ صالح حدیث ہے،اوروہ کوفہ کے ان ضعیف راویوں میں ہیں کہ جن کی حدیث جمع کی جائے گی اور ترک نہیں کی جائے گی۔ قاسم مطرز نے ابوسعد بقال کی حدیث جمع کی تھی ، وہ ہمیں ان کی حدیث املا کراتے تھے۔

توضیح:ابوسعد بقال کوفی گرچہ ضعیف راوی ہیں،لیکن ابوزرعہ رازی نے انہیں صدوق کہا اورسفیان ثوری ،سفیان بن عیینہ،شعبہ بن حجاج اوران کے علاوہ دیگر ثقہ راویوں نے ان سے حدیث لیا ہے،اورابوسعد بقال کی قابل قبول حدیثیں بھی ہیں۔حافظ ابن عدی نے کہا کہ یہ کوفہ کے ان ضعیف راویوں میں سے ہیں،جن کی حدیث لکھی جائے گی اور ترک نہیں کی جائے گی۔

حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تینوں راویوں میں سے شریک نخعی ائمہ محدثین میں سے ہیں،اورعمرو بن قیس ائمہ زہاد میں سے ہیں اورابوسعد بقال بھی متروک الحدیث نہیں ہیں، لہٰذا حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجہول العین راوی نہیں ہوئے ۔صرف وہ مستور الحال ہیں۔ذیل میں حضرت ابوالحسنا کے ایک چوتھے راوی کا تذکرہ ہے۔

(۴)حسن بن صالح ہمدانی کوفی (۱۰۰ھ-۱۶۹ھ)

محدث دارقطنی (۳۰۶ھ-۳۸۵ھ) نے رقم فرمایا:

{عن عباس الدوری قال سمعت یحیی بن معین یقول:ابو الحسناء روی عنه شریک والحسن بن صالح وکان کوفیا}(المؤتلف والمختلف ج۳ص۸۸)

امام ابوبشر محمد بن احمد بن حماد دولابی (۲۲۴ھ-۳۱۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{ابو الحسناء روی عنه شریک والحسن بن صالح کوفی}

(الکنٰی والاسماء للدولابی ج۳ص۱۷۲)

محدث ابونصر ابن ماکولا:علی بن ہبۃ اللہ بن علی (۴۲۱ھ-۴۷۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{ابو الحسناء الکوفی روی عن الحکم-روی عنه شریک والحسن بن صالح}(اکمال الکمال ج۲ص۴۷۵)

﴿خ﴾مذکورہ بالا تینوں اقتباسات میں بتایا گیا کہ حضرت ابوالحسنا کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شریک بن عبداللہ نخعی کوفی اور حسن بن صالح کوفی نے روایت کیا۔

توضیح:حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوراوی کا تذکرہ مذکورہ بالا معتمد کتابوں میں ہے۔تین راویوں کا تذکرہ ماقبل میں گذرا-شریک نخعی کا ذکر ماقبل میں بھی تھا۔اس طرح حسن بن صالح کو شمار کرنے کے بعد حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چارراوی ہوگئے (۱) شریک نخعی کوفی (۲)عمرو بن قیس کوفی (۳)ابوسعد بقال کوفی (۴)حسن بن صالح کوفی۔

جس کے چارراوی ہوں،وہ مجہول العین نہیں ہوسکتے۔یہ البانی کی فریب کاری ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حسن بن صالح ہمدانی (م۱۹۹ھ) کے بارے میں رقم فرمایا:

{ثقة فقیه عابد-رمی بالتشییع من السابعة-بخ،م،۴}

(تقریب التہذیب ج۱ص۲۰۵)

﴿ت﴾حسن بن صالح ثقہ،فقیہ اور عابد وزاہد ہیں۔ان پر تشیع کا الزام ہے،یہ طبقہ ہفتم

(کبار تبع تابعین) میں سے ہیں۔امام بخاری نے (الادب المفرد) میں ان سے روایت کی، اور صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں ان کی روایت موجود ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی(۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے رقم فرمایا:

{عن علی بن الحسن قال سمعت احمد ابن حنبل یقول:الحسن بن صالح بن صالح صحیح الروایة یتفقه صائر لنفسه فی الحدیث والورع}

{عن عبد الرحمٰن انا عبد اللّٰه بن احمد بن حنبل فیما کتب اِلَیَّ قال سمعت ابی یقول:الحسن بن صالح اثبت فی الحدیث من شریک}

{عن یحیی بن معین:الحسن بن صالح بن حیی الهمدانی ثقة}

{عن ابی حاتم الرازی:الحسن بن صالح ثقة متقن حافظ}

{سئل ابوزرعة عن الحسن بن صالح قال:اجتمع فیه اتقان وفقه وعبادة وزهد}(کتاب الجرح والتعدیل ج۳ص۱۸)

﴿خ﴾امام احمد بن حنبل نے فرمایا:حسن بن صالح صحیح الروایت ہیں اور حدیث میں شریک نخعی سے زیادہ مضبوط ہیں۔یحییٰ بن معین نے فرمایا:حسن بن صالح ثقہ ہیں۔

ابوحاتم رازی نے فرمایا:حسن بن صالح ثقہ،متقن اور حافظ الحدیث ہیں۔

امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا:حسن بن صالح اتقان،فقہ،عبادت وزہد کا مجموعہ ہیں۔

اصول فقہ اور مجہول راوی

اصول حدیث کے اعتبار سے حضرت ابوالحسنا مجہول العین نہیں، بلکہ مستور الحال قرار پائے۔مجہول العین اور مستور الحال کے احکام،اصول حدیث واصول فقہ میں الگ الگ ہیں۔

چوں کہ تراویح کی حدیث سے فقہی مسئلہ کا تعلق ہے،اس لیے پہلے اصول فقہ کے اعتبار سے کچھ احکام لکھے جاتے ہیں۔اس کے بعد اصول حدیث کے اعتبار سے تفصیل مرقوم ہوگی۔

صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود بخاری (م۷۴۷ھ) نے تحریر فرمایا:

{الراوی اما معروف بالروایة واما مجھول–ای لم یعرف الابحدیث او حدیثین} (التوضیح والتلویح ج۲ص۴)

〈ت〉 راوی یاتو روایت میں مشہور ہوگا، یا مجہول ہوگا، یعنی وہ صرف ایک یا دوحدیث کےذریعہ معروف ہو۔

توضیح: جس راوی کی صرف ایک یا دو حدیث ہو، وہ مجہول راوی ہوگا۔حضرت ابو الحسنارضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین حدیثیں ماقبل میں تحریر ہوئیں۔اس اعتبار سے انہیں مجہولین کی فہرست میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ برسبیل تنزل اگر تراویح سے متعلق ان کی دونوں روایتوں کو ایک ہی مان لیا جائے تو راوی مجہول اگر خیر القرون سے تعلق رکھتا ہوتو چند شرائط کے ساتھ اس کی حدیث قبول کی جائے گی۔

(۱) حضرت صدرالشریعہ عبیداللہ بن مسعود بخاری نے تحریر فرمایا:

{واما المجھول فان روی عنه السلف وشھدوا له بصحة الحدیث– صار مثل المعروف بالروایة وان سکتوا عن الطعن بعد النقل فکذا–لان السکوت عند الحاجة الی البیان بیان–وان قبل البعض ورد البعض مع نقل الثقات عنه–یقبل ان وافق قیاسًا کحدیث معقل بن سنان فی بَرُوَعِ،مات عنھا ھلال بن مرة وما سمّٰی لھا مھرًا وما دخل بھا فقضٰی علیه الصلاة والسلام لھا بمھر مثل نسائھا فقبله ابن مسعود ورده علی رضی اللّٰه عنھما}

(التوضیح والتلویح ج۲ص۶)

〈ت〉 لیکن راوی مجہول، پس اگر اس سے اسلاف کرام نے روایت کی ہو، اور اس کی حدیث کے صحیح ہونے کی گواہی دی ہوتو وہ راوی معروف بالروایہ کی طرح ہوگیا، اور اگر اسلاف کرام نے (اس کی روایت کو) نقل کرنے کے بعد طعن سے سکوت کیا ہوتو بھی اس کی روایت قبول کی جائے گی، کیوں کہ بیان کی ضرورت کے وقت سکوت اختیار کرنا بیان کی منزل میں ہے

،اور ثقہ شیوخ کی اس سے نقل کے باوجود اگر بعض نے قبول کیا اور بعض نے (اس کی روایت کو) رد کردیا تو اگر وہ حدیث قیاس کے موافق ہے تو قبول کی جائے گی۔

جیسے حضرت معقل بن سنان کی حدیث اس دولہن کے بارے میں جسے چھوڑ کر ہلال بن مرہ وفات پائے ،اور نہ اس دولہن کے لیے مہر مقرر فرمایا اور نہ اس سے قربت کی ،پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے لیے اسی کی مثل عورتوں کے مہر (مہر مثل) کا فیصلہ فرمایا، پس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس روایت کو قبول کیا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس روایت سے انکار فرمایا۔

(۲)**{وان رده الکل فهو مستنکر،لایعمل به کحدیث فاطمة بنت قیس انه علیه السلام لم یجعل لها نفقة ولاسکنیٰ وقد طلقها زوجها ثلاثا-فرده عمرُ وغیرُہ من الصحابة}** (التوضیح والتلویح ج۲ص۶)

﴿ت﴾ اگر اس روایت کو تمام فقہا نے رد کردیا ہو تو وہ حدیث مستنکر ہے۔اس پر عمل نہیں کیا جائے گا ،جیسے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے نفقہ اور سکونت کا حکم نہیں فرمایا،حالاں کہ ان کے شوہر نے انہیں تین طلاق دے دی تھی ،پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ نے اس روایت کو قبول نہیں فرمایا۔

توضیح:اگر بعض فقہا نے اس کی روایت کو قبول کی ہو،اور بعض نے رد کردی ہو تو اگر وہ روایت موافق قیاس ہو تو اسے قبول کریں گے۔

ہاں،اگر تمام فقہا نے اس کی روایت کو رد کردیا تو پھر اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

راوی مجہول کی روایت اگر قیاس کے موافق ہو تو خیر القرون یعنی عہد صحابہ،عہد تابعین اور عہد تبع تابعین میں قبول کی جائے گی۔قرن ثالث کے بعد نہیں۔تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۳)**{وان لم یظهر حدیثه فی السلف-کان یجوز العمل به فی زمن ابی**

حنیفة رحمة اللّٰہ علیه اذا وافق القیاس لان الصدق فی ذلک الزمان غالب- قال علیه السلام: خیر القرون قرنی الذین انا فیهم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشؤ الکذب-فالقرن الاول الصحابة والثانی التابعون والثالث تبع التابعین-اما بعد القرن الثالث فلا-لغلبة الکذب فلهذا صح عنده القضاء بظاهر العدالة وعندهما، لا-فهذا لاختلاف العهد} (التوضیح والتلویح ج۲ص۶)

﴿ت﴾ اگر راوی مجہول کی حدیث اسلاف کرام میں ظاہر نہ ہوتو اگر وہ قیاس کے موافق ہوتو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اس پر عمل کرنا درست ہے، کیوں کہ صدق اس زمانے میں غالب تھا۔حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، جس میں میں ہوں، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے، پھر کذب پھیل جائے گا، پس قرن اول عہد صحابہ ہے اور قرن دوم عہد تابعین اور قرن سوم عہد تبع تابعین ہے، لیکن قرن ثالث کے بعد تو غلبہ کذب کی وجہ سے راوی مجہول کی حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا، پس اسی وجہ سے ظاہر عدالت پر فیصلہ کرنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں درست ہے، اور صاحبین (امام ابو یوسف وامام محمد بن حسن) کے یہاں درست نہیں، پس یہ اختلاف، اختلاف زمانہ کی وجہ سے ہے۔

توضیح: مجہول راوی سے متعلق باب فقہ کے احکام جو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی توضیح وتنقیح کے حوالے سے لکھے گئے۔ اصول فقہ کی مشہور کتاب'' نور الانوار (ص۱۸۰) حسامی (ص۷۵-۷۶) میں بھی ان احکام کی تفصیل موجود ہے۔

امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے رقم فرمایا:

{واما التابعون فیکاد یعدَم فیهم الکاذب عمدًا}

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۹ص۱۲۲)

﴿ت﴾ لیکن تابعین تو ان میں قصداً جھوٹ بولنے والا قریباً معدوم ہے۔

توضیح: قصداً جھوٹ بولنے والا تابعین کے زمانے میں قریباً معدوم ہے۔حضرت ابو الحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین میں سے ہیں۔انہوں نے تراویح سے متعلق دونوں حدیثیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہیں،اوران کی ساری روایتوں پرفقہا کاعمل ہے۔

بعد وصال مبارک،حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے قربانی کرنے کی روایت پرکلام کرتے ہوئے امام ترمذی نےتحریرفرمایا:

{هذا حديث غريب،لانعرفه الامن حديث شريک–قد رخص بعض اهل العلم ان يضحى عن الميت–ولم يربعضهم ان يضحى عنه–وقال عبد اللّٰه بن المبارک:احب الى ان يتصدق عنه ولايضحى–وان ضحى فلا ياكل منه شيئًا ويتصدق بها كلها} (سنن ترمذی ج۱ص۲۷۵)

﴿ت﴾ یہ حدیث غریب ہے۔ہم اس کوصرف شریک بن عبداللہ نخعی کوفی کی روایت سے جانتے ہیں۔بعض علمانے رخصت دی ہے کہ میت کی جانب سے قربانی کی جائے،اور بعض علمانے میت کی جانب سے قربانی کی اجازت نہ دی،اورمحدث عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ میت کی جانب سے صدقہ کرنا مجھے زیادہ پسند ہے،اور(میت کی جانب سے)قربانی نہ کی جائے،اوراگرقربانی کیاتواس سے کچھ نہ کھائے،اوروہ تمام صدقہ کردے۔

توضیح: بہت سے فقہا نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے میت کی جانب سےقربانی کرنے کوجائزقراردیا۔فقہ حنفی میں بھی میت کی جانب سےقربانی کرناجائزہے۔

اسی طرح حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس رکعت تراویح کی روایت کی ہے،اور یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ ساری امت مسلمہ عہد صحابہ سے ہی بیس رکعت تراویح پر بلا اختلاف عمل پیرا ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دونوں روایتوں پرامت کاعمل ہے۔

علامہ سعدالدین تفتازانی شافعی(۷۲۲ھ-۷۹۲ھ)نے حاشیہ توضیح میں تحریرفرمایا:

{اما المجهول فاما ان یظهر حدیثه فی القرن الثانی اَوْ لَا–فان لم یظهر یجوز العمل به فی القرن الثالث لابعده–وان ظهر فاما ان یشهد السلف له بصحة الحدیث فیقبل او برده فلا یقبل او یسکتوا عنه فیقبل–اویقبل البعض ویرد البعض مع نقل الثقات عنه–فان وافق قیاسًا والَّا فلا}

(تلویح حاشیۂ التوضیح ج۲ص۴-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾ لیکن مجہول راوی پس یا تو اس کی حدیث قرن دوم میں ظاہر ہوگی یا نہیں؟ پس اگر ظاہر نہ ہوتو قرن ثالث میں اس پر عمل کرنا جائز ہوگا، اس کے بعد نہیں، اور اگر حدیث قرن دوم میں ظاہر ہوتو یا تو اسلاف کرام صحت حدیث کی گواہی دیں تو اسے قبول کیا جائے گا، یا اسلاف اسے رد کریں تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا، یا حدیث سے سکوت فرمائیں تو اسے قبول کیا جائے گا، یا بعض علما قبول کرتے ہیں اور بعض رد کرتے ہیں، راوی مجہول سے ثقہ ناقلین کی نقل کے ساتھ، پس اگر قیاس کے موافق ہوتو قبول کی جائے گی، ورنہ نہیں۔

توضیح: حضرت ابوالحسنا کی حدیث پر عمل ہوگا، کیوں کہ اس کا ظہور قرن دوم میں ہوا۔

اسی بحث میں (توضیح تلویح) کے حوالے سے گزرا کہ قرن اول سے صحابہ کرام کی جماعت مراد ہے، اور قرن دوم سے تابعین کی جماعت اور قرن سوم سے تبع تابعین کی جماعت مراد ہے۔قرن سے کوئی وقت یا زمانہ مراد نہیں، بلکہ یہ تین جماعتیں مراد ہیں۔

حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا ظہور عہد تابعین میں ہوا، کیوں کہ ان سے تراویح کی روایت کرنے والے ابوسعد بقال (م بعد ۱۴۰ھ) صغار تابعین میں سے ہیں، اور دوسرے راوی عمرو بن قیس (م بعد ۱۴۰ھ) اکابر تبع تابعین میں سے ہیں۔

اصول فقہ کے اعتبار سے یہ روایت قابل قبول ہوگی۔ گرچہ یہ روایت منقطع ہو۔اسی طرح اصول حدیث کے اعتبار سے ضعیف شدید کے علاوہ ضعیف احادیث کسی متابع یا شاہد سے قوت پا کر حسن لغیرہ ہوجاتی ہے، اور قابل استدلال ہوجاتی ہے۔حضرت ابوالحسنا کی روایت کو قوت دینے والی متعدد روایتیں ہیں، جن سے قوت پا کر یہ حدیث حسن لغیرہ اور قابل عمل ہوجاتی ہے۔

اصول حدیث اور مجہول راوی

فقہائے اسلام کا قانون گزرا کہ مستور الحال راوی کی حدیث قرون ثلاثہ میں قبول کی جاسکتی ہے۔اصول فقہ کے بعد اصول حدیث کی روشنی میں حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث تراویح پرکلام کیا جاتا ہے۔

(۱)حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر فرمایا:{اَوْاِنْ رَوٰی عَنْہُ اثنان فصاعدًا ولم یوثق فھو مجھول الحال-وھو المستور}(نخبۃ الفکرص ۱۷)

﴿ت﴾اگراس سے دو،یادو سے زائد راوی روایت کریں،اوراس راوی کی توثیق وارد نہ ہوتو وہ مجہول الحال ہے،اوروہی مستور ہے۔

(۲)امام شمس الدین سخاوی نے راوی مستور کی توضیح کرتے ہوئے رقم فرمایا:

{اومستورًا لم ینقل فیہ جرح ولا تعدیل}(فتح المغیث ج ۱ص ۸۰)

﴿ت﴾مستور راوی وہ ہے جس کے بارے میں جرح وتعدیل منقول نہ ہو۔

(۳)امام شمس الدین سخاوی نے حدیث حسن لغیرہ کی تشریح میں تحریر فرمایا:

{(وقال)ای ابن الصلاح(بان)ای ظھر(لی بامعان)ای باطالتی واکثاری (النظر)والبحث جامعًا بین اطراف کلامھم ملاحظًا مواقع استعمالھم(ان لہ) ای الحسن(قسمین)احدھما یعنی وھوالمسمّٰی بالحسن لغیرہ ان یکون فی الاسناد مستورلم یتحقق اھلیتہ غیر مغفل ولا کثیرالخطاء فی روایتہ ولامتھم بتعمد الکذب فیھا ولاینسب الٰی مفسق اٰخر واعتضد بمتابع اوشاھد}

(فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ج ۱ص ۸۳-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾حافظ ابن صلاح نے فرمایا کہ طویل غور وخوض اور بہت زیادہ فکر ونظر اور محدثین کے اجزائے کلام اوران کے مواقع استعمال کی تفتیش کے بعد مجھے ظاہر ہوا کہ حدیث حسن کی دوقسم ہے۔ان میں سے ایک وہ ہے جس کا نام حسن لغیرہ ہے،اور یہ وہ ہے کہ جس کی سند میں کوئی

مستور ہو کہ جس کی عدالت متحقق نہ ہوئی ہو،لیکن وہ غفلت والا اور اپنی روایت میں زیادہ خطا کرنے والا نہ ہو،اور نہ ہی حدیث میں قصداً جھوٹ بولنے سے متہم ہو،اور نہ ہی کسی دوسرے فسق کی جانب منسوب ہو،اور اس کی حدیث کسی متابع یا شاہد سے قوت پا گئی ہو۔

(۴)امام ابن حجر عسقلانی نے حدیث حسن لغیرہ کی تفصیل میں تحریر فرمایا:

{(ومتی توبع السیء الحفظ بمعتبر)كَاَنْ يكون فوقه اومثله،لا دونه (وكذا المختلط)الذی لا يتميز-والمستوروالاسناد المرسل وكذا المدلس اذا لم يعرف المحذوف منه(صار حديثهم حسنًا لا لذاته بل)وصفه بذلك (باعتبار المجموع) من المتابِع والمتابَع،لان كل واحد منهم باحتمال كون روايته صوابا اوغير صواب علٰى حد سواء-فاذا جائت من المعتبرين رواية موافقة لاحدهم-رجح احد الجانبين من الاحتمالين المذكورين ودل ذلك علٰى ان الحديث محفوظ فارتقٰى من درجة التوقف الٰى درجة القبول:واللّٰه اعلم-ومع ارتقائه الٰى درجة القبول فهومنحط عن رتبة الحسن لذاته}

(نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۷۵)

﴿ت﴾جب سیئ الحفظ (بدحافظہ) کی کسی معتبر (راوی) کے ذریعہ متابعت ہو جائے، بایں طور کہ وہ (دوسرا راوی) اس سے بہتر ہو، یا اس کے مثل ہو، نہ کہ اس سے کمتر ہو،اور اسی طرح مختلط جو تمیز نہ کر پاتا ہو،اور مستور اور سند مرسل اور اسی طرح سند مدلس جب کہ اس کے محذوف راوی کی معرفت نہ ہو سکے تو ان لوگوں (سیء الحفظ ،مختلط ،مرسل، مدلس) کی حدیث حسن ہو جائے گی ،لیکن حسن لذاتہ نہیں، بلکہ اس کو حسن سے متصف کرنا متابع بالکسر اور متابع بالفتح کے مجموعی اعتبار سے ہے،اس لیے کہ مذکورہ راویوں (سیء الحفظ ،مختلط ،مرسل، مدلس) میں سے ہر ایک کی روایت ،درست ہونے اور درست نہ ہونے کے احتمال میں برابر ہے (یعنی ممکن ہے کہ وہ روایت صحیح ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ غلط ہو)، پس جب قابل اعتبار راویوں

کی جانب سے ان مذکورہ راویوں میں سے کسی کے موافق روایت آجائے تو مذکورہ دو احتمالوں (صحت وعدم صحت) میں سے ایک جانب (یعنی جانب صحت) ترجیح پاجائے گی، اور موافق روایت کا آنا اس بات پر دلالت کرے گا کہ یہ حدیث محفوظ ہے (یعنی موضوع نہیں ہے)، پس درجہ توقف سے درجہ قبول کی طرف ترقی کر جائے گی: واللہ تعالیٰ اعلم، اور درجہ قبول کی جانب ترقی کرنے کے باوجود وہ حسن لذاتہ کے رتبہ سے کم درجہ ہوگی۔

(۵) حافظ ابن صلاح نے حدیث حسن لغیرہ کے بارے میں تحریر فرمایا:

{احدهما الحديث الذى لايخلو رجال اسناده من مستور لم يتحقق اهليته، غير انه ليس مغفلًا كثير الخطاء فيما يرويه ولاهو متهم بالكذب فى الحديث اى لم يظهر منه تعمد الكذب فى الحديث ولاسبب اٰخر–ويكون متن الحديث مع ذلك قد عرف بان روى مثله اونحوه من وجه اٰخر او اكثر حتى اعتضد بمتابعة من تابع راويه علىٰ مثله اوبما له من شاهد–وهو ورود حديث اٰخر بنحوه فيخرج بذلك عن ان يكون شاذًا ومنكرًا وكلام الترمذى علىٰ هذا القسم يتنزل} (مقدمہ ابن صلاح ص۱۶-دارالفکر بیروت)

〈ت〉 حسن کی دوقسموں میں سے ایک وہ حدیث ہے کہ اس کی سند کے روات کسی ایسے مستور سے خالی نہ ہو کہ جس کی عدالت متحقق وثابت نہ ہوئی ہو، مگر یہ کہ وہ غفلت والا اور اپنی روایت میں بہت زیادہ خطا والا نہ ہو، اور نہ ہی وہ حدیث میں کذب بیانی سے تہمت زدہ ہو، یعنی اس سے حدیث میں قصداً دروغ گوئی ظاہر نہ ہوئی ہو، اور نہ ہی (رد حدیث کا) کوئی دوسرا سبب ہو، اور متن حدیث ان شرائط کے ساتھ ہی ساتھ معروف ہو، بایں طور کہ اس کی مثل (باعتبار لفظ کے) یا اس کی طرح (باعتبار معنی کے) روایت ہوئی ہو۔ کسی ایک دوسری سند یا ایک سے زیادہ دوسری سندوں سے، یہاں تک کہ اس روایت کو قوت مل گئی ہو اس کی متابعت سے جو اس حدیث کے راوی کی (باعتبار لفظ کے) اسی کی مثل روایت پر متابعت کرے، یا اس

حدیث کوقوت مل گئی ہو اس کے کسی شاہد (معنوی طور پر متحد ومتفق روایت) کے ذریعہ، اور (شاہد)اس حدیث کے (معنوی طور پر)مماثل ایک دوسری حدیث کا آنا ہے، پس اس طریقے سے وہ حدیث شاذ یا منکر ہونے (کے احتمال) سے خارج ہو جائے گی ،اور امام ترمذی کا کلام (جامع ترمذی، کتاب العلل ج۲ص ۲۳۸ میں)اسی مفہوم پر صادق آتا ہے۔

(۶) محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{والضعیف ان تعددطرقه وانجبر ضعفه،یسمّٰی حسنًا لغیره}

(مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح ص۵)

〈ت〉 حدیث ضعیف کی اگر چند سندیں ہوں،اوراس کا ضعف دور ہو جائے تو اس کا نام حسن لغیرہ رکھا جائے گا۔

(۷) مختلط کا حکم بیان کرتے ہوئے محقق موصوف نے تحریر فرمایا:**{وان وجد لهذا القسم متابعات وشواهد-ترقی من مرتبة الرد الی القبول والرجحان-وهذا حکم احادیث المستور والمدلس والمرسل}**(مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح ص۶)

〈ت〉 اگر اس قسم (مختلط کی روایت) کے لیے متابعات وشواہد پائی جائیں تو مقام رد سے درجہ قبول وترجیح کی جانب ترقی کر جائے گی ،اور مستور، مدلس اور مرسل کی روایتوں کا یہی حکم ہے۔

توضیح: حدیث حسن لغیرہ سے متعلق اسی قسم کی تفصیل امام محدث جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) کی (الفیۃ الحدیث) (دارالمعرفۃ بیروت ص۱۵)اور علامہ عبدالحیٔ لکھنوی (۱۲۶۴ھ-۱۳۰۴ھ) کی (ظفرالامانی) (مطبوعہ: دبئ ص۱۸۲) میں مذکور ہے۔

مختلط ومستور ،اسی طرح حدیث مرسل ومدلس کے لیے متابع یا شاہد حدیث پائی جائے تو وہ ضعیف سے ترقی کر کے حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔حضرت ابوالحسنا بھی مستورالحال راوی قرار پائے۔ان کی روایت بھی متابع یا شاہد پائے جانے کے وقت ترقی کر کے حسن لغیرہ

اور قابل استدلال ہوجاتی ہے۔شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی تھی۔اس مضمون کی روایت ابوعبدالرحمٰن سلمی کی ماقبل میں مرقوم ہوئی۔

بالفرض اگران تمام احادیث کوضعیف بھی مان لیا جائے تو بھی ایک دوسری کی تقویت وتائید سے وہ حدیثیں حسن لغیرہ ہوکر قابل استدلال قرار پائیں گی،پس ثابت ہوگیا کہ حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن لغیرہ ہے،ضعیف نہیں ہے۔

عہد مرتضوی میں بیس رکعت تراویح کے روات درج ذیل ہیں۔

(۱)ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفی (م بعد ۷۰ھ)(السنن الکبریٰ للبیہقی :ج۴ص۶۲)

(۲)حضرت ابوالحسنا کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(السنن الکبری للبیہقی :ج۴ص۶۲ -مصنف ابن ابی شیبہ:ج۲ص۳۹۳)

ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت تحریر فرمانے کے بعد امام بیہقی نے تحریر فرمایا:

{ورُوِیَ ذلک من وجه اٰخرعن علی}(السنن الکبریٰ ج۴ص۶۲)

﴿ت﴾یہ حدیث حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری سند سے مروی ہے۔

سوید بن غفلہ مخضرمی تابعی کوفی (م۸۰ھ)اورشتیر بن شکل عبسی کوفی کی روایت لکھنے کے بعد امام بیہقی نے ابوعبدالرحمٰن سلمی کی روایت لکھی،اورحضرت عبدالرحمٰن سلمی کوفی کی روایت لکھنے سےقبل تحریرفرمایا:

{وفی ذلک قوة لما اَخبَرَنَا ابو الحسین بن الفضل القطان.................... ابی عبد الرحمن السلمی}(السنن الکبریٰ ج۴ص۶۱)

﴿خ﴾ابوعبدالرحمٰن سلمی کی روایت کوحضرت سوید بن غفلہ اورحضرت شتیر بن شکل کی روایت سےتقویت ملتی ہے(اور یہ حدیث قوت پاکرقابل استدلال ہوجاتی ہے)

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ)نے رقم فرمایا:

{احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه–

والحقوہ تارۃ بالصحیح وبالحسن اخریٰ} (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج۱ص۶۸)

〈ت〉 جمہور محدثین نے حدیث ضعیف سے استدلال کیا ہے، جب کہ اس کی کثیر سندیں ہوں، اوراسے کبھی صحیح لغیرہ اور کبھی حسن لغیرہ میں شامل کیا۔

توضیح: بیس رکعت تراویح سے متعلق ماقبل میں رقم کردہ بےشمار احادیث اصول حدیث کی روشنی میں ایک دوسری کے لیے شاہد یا متابع ہیں۔

اگر بالفرض بیس رکعت تراویح کی احادیث ضعیف بھی ہوں تو ایک دوسری سے تقویت پاکر حسن لغیرہ ہوجاتی ہیں اور حسن لغیرہ سے مسائل کا استنباط کرنا صحیح ہے۔

ساراعالم اسلام خیرالقرون یعنی عہد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہی بیس رکعت نماز تراویح ادا کرتا آرہا ہے۔ چودہ صدیاں گذرچکی ہیں۔ قیامت روز بروز قریب ہوتی جارہی ہے۔ یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہابیہ مذہب اسلام کو ایک نئی شکل دینا چاہتے ہیں۔

اعتراض سیزدہم

حضرت ابوالحسنا کی روایت کے معضل ہونے کا وہم

البانی نے لکھا کہ حضرت ابوالحسنا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس رکعت کی روایت کی۔ مجھے خوف ہے کہ یہ روایت **معضل** (دو یا دو سے زائد راوی درمیان سے سلسلہ وار ساقط) ہو، کیوں کہ قربانی کی روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان دوراوی ہیں۔ (صلوٰۃ التراویح ص۶۶-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

یہ البانی کا وہم ہے۔ ایک ہی عہد میں رہنے والے لوگ کبھی بلاواسطہ اور کبھی کئی واسطوں سے روایت کرتے ہیں، مثلاً بعض تابعی بعض سے روایت کریں تو چھ یا سات واسطوں کا ثبوت موجود ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے ''نخبۃ الفکر'' (ص۵۱) میں تفصیل رقم فرمائی ہے، پھر صرف

دوراوی اگر درمیان میں آ گئے تو اس سے انقطاع یا اعضال کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔

تراویح کی روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوالحسنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان کوئی راوی نہیں ہے، اسی سے البانی کو وہم پیدا ہوا، لیکن مذہب کی بنیاد کسی کے وہم پر نہیں ہوتی، بلکہ ثابت شدہ حقائق پر ہوتی ہے۔ چوں کہ البانی کو بیس رکعت تراویح کی روایتوں کو ضعیف قرار دینا ہے، اس لیے جب کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے تو اپنے وہم کا ذکر کرتا ہے۔

نیز معضل و منقطع روایت شاہد اور متابع پائے جانے پر قابل استدلال ہو جاتی ہے۔ عہد مرتضوی میں بیس رکعت تراویح کی روایت ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفی کی بھی روایت ہے۔ حضرت ابوالحسنا کی روایت اس سے قوت پا کر حسن لغیرہ کا رتبہ پالے گی، اور قابل استدلال ہوگی۔

اعتراض چہاردہم

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی کی بیس رکعت کی روایت نا قابل اعتماد

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں قرآن کے قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔ البانی نے کہا کہ اس حدیث کی سند میں حماد بن شعیب اور عطا بن سائب ہیں اور یہ دونوں متکلم فیہ ہیں، اس لیے حدیث قابل اعتراض ہوگئی۔ حماد بن شعیب انتہائی ضعیف راوی ہیں اور عطا بن سائب کو اختلاط لاحق ہو گیا تھا۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۶۶، ۶۷ - المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

حدیث مذکور کے راوی حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفی ودیگر مذکورہ دوراویوں کو فن رجال کی روشنی میں دیکھیں، اور البانی کی علمی خیانت پر ماتم کریں۔

(۱)ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفی (م بعد ۷۰ھ)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{عبد اللّٰہ بن حبیب بن ربیعة بفتح الموحدة وتشدید الیاء ابو عبد الرحمن السلمی الکوفی المقری المشهور بکنیته ولابیه صحبة،ثقة من الثانیة مات بعد السبعین- ع} (تقریب التہذیب ج۲ص۴۸۶)

〈ت〉عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ با کے فتحہ اور یا کی تشدید کے ساتھ،ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفی مقری،اپنی کنیت سے مشہور ہیں اوران کے والدکوصحبت نبوی حاصل ہے،یہ ثقہ ہیں اوراکابرتابعین میں سے ہیں،سال ہجری ۷۰ھ کے بعد وفات پائے۔اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت کیا ہے۔

(۲)حماد بن شعیب کوفی تمیمی (م بعد ۱۷۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حماد بن شعیب کوفی کے بارے میں رقم فرمایا:**{قال ابن عدی: یکنی ابا سعید ویکتب حدیثه مع ضعفه}**(لسان المیزان ج۲ص۳۴۸)

〈ت〉حافظ ابن عدی نے فرمایا: حماد بن شعیب کوفی کی کنیت ابوسعید ہے۔ان کے ضعیف ہونے کے باوجودان کی حدیث لکھی جائے گی۔

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے تحریر فرمایا:

{سئل احمد عن حماد بن شعیب فقال: لا ادری کیف هو؟عن یحیی بن معین یقول: حماد بن شعیب ابو شعیب الحمانی ضعیف-عن ابی حاتم الرازی: لیس بالقوی-سئل ابوزرعة عن حماد بن شعیب فقال: کوفی ضعیف الحدیث} (کتاب الجرح والتعدیل ج۳ص۱۴۲)

〈ت〉امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت حماد بن شعیب کے بارے میں

دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیسے ہیں؟ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حماد بن شعیب ابوشعیب حمانی ضعیف ہیں۔ حافظ ابوحاتم رازی سے روایت ہے کہ حماد بن شعیب قوی نہیں ہیں۔ امام ابوزرعہ رازی سے حماد بن شعیب کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: کوفی اور ضعیف الحدیث ہیں۔

حافظ ابن عدی نے حماد بن شعیب کے بارے میں تحریر فرمایا:

{وهو ممن يكتب حديثه مع ضعفه} (الکامل لابن عدی ج۲ص۲۴۴)

〈ت〉 حماد بن شعیب کوفی ان میں سے ہیں کہ ضعیف ہونے کے باوجود ان کی حدیث لکھی جائے گی۔

حافظ ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے حماد بن شعیب کوفی کے بارے میں لکھا:

{واحسبه بقى الى حدود السبعين ومأة} (میزان الاعتدال ج۱ص۵۹۶)

〈ت〉 میرا خیال ہے کہ حماد بن شعیب سال ہجری ۱۷۰ھ کے قریب تک باحیات رہے۔

(۳) عطاء بن سائب ثقفی کوفی تابعی (م ۱۳۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{عطاء بن السائب، ابو محمد ويقال: ابو السائب، الثقفى الكوفى صدوق اختلط من الخامسة-مات سنة ست وثلاثين-خ،۴}

(تقریب التہذیب ج۱ص۶۷۵)

〈ت〉 عطا بن سائب ابومحمد، اوران کو ابو سائب بھی کہا جاتا ہے، ثقفی کوفی صدوق ہیں، ان کو اختلاط لاحق ہوا۔ طبقہ خامسہ (صغار تابعین) میں سے ہیں۔ سال ہجری ۱۳۶ھ میں وفات پائے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں اور اصحاب سنن اربعہ نے ان سے روایت کی۔

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے تحریر فرمایا:

{عن حماد بن زيد يقول: اتينا ايوب فقال: اذهبوا فقد قدم عطاء بن

السائب من الكوفة وهو ثقة} (کتاب الجرح والتعدیل ج۶ص۳۳۳)

〈ت〉 حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ محدث ایوب سختیانی (۶۶ھ-۱۳۱ھ) کے پاس آئے، پس انہوں نے فرمایا: جاؤ، عطابن سائب کوفہ سے آئے ہیں اور وہ ثقہ ہیں۔

{عن ابن المدینی قال سمعت یحیی بن سعید القطان یقول:ما سمعت احدًا من الناس یقول فی عطاء بن السائب شیئًا قط فی حدیثه القدیم–وما حدث سفیان وشعبة عن عطاء بن السائب صحیح الا حدیثین–کان شعبة یقول:سمعتهما باٰخرة عن زاذان} (کتاب الجرح والتعدیل ج۶ص۳۳۳)

〈ت〉 محدث یحییٰ بن سعید قطان بصری (۱۲۰ھ-۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطابن سائب کی قدیم حدیث میں کسی کو کچھ کہتے نہیں سنا، اور جو سفیان ثوری اور شعبہ بن حجاج نے عطابن سائب سے روایت کی، وہ صحیح ہے، دو حدیثوں کے علاوہ۔ شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے ان دونوں حدیثوں کو اخیر میں زاذان سے سماعت کیا۔

{عن احمد بن حنبل:عطاء بن السائب ثقة ثقة رجل صالح}

(کتاب الجرح والتعدیل ج۶ص۳۳۴)

〈ت〉 حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عطا بن سائب ثقہ ہیں، ثقہ ہیں، نیک آدمی ہیں۔

{وحدیث البصریین الذین یحدثون عنه،فیه تخالیط کثیرة–لانه قدم علیهم فی اٰخر عمره} (کتاب الجرح والتعدیل ج۶ص۳۳۴)

〈ت〉 بصرہ والوں کی حدیث جو عطابن سائب سے روایت کرتے ہیں، اس میں بہت اختلاط ہے، اس لیے کہ عطابن سائب اپنی آخری عمر میں اہل بصرہ کے پاس تشریف لائے۔

حافظ ابن عدی نے رقم فرمایا: **{عطاء بن السائب اختلط فی اٰخر عمره–فمن سمع منه قدیمًا مثل الثوری وشعبة فحدیثه مستقیم–ومن سمع منه بعد**

الاختلاط فاحادیثه فیها بعض النکرة} (الکامل لابن عدی ج۵ص۳۶۵)

〈ت〉 حضرت عطا بن سائب کو اخیر عمر میں اختلاط لاحق ہوا، پس جن حضرات نے ان سے پہلے سماعت کی، جیسے سفیان ثوری اور شعبہ بن حجاج تو ان کی حدیث درست ہے، اور جن حضرات نے ان سے اختلاط کے بعد سماعت کی تو ان کی احادیث میں کچھ قابل انکار امر ہے۔

{قال یحیی بن معین: وحدیث شعبة وسفیان وحماد بن سلمة عن عطاء بن السائب مستقیم—وحدیث جریرواشباهه بعد تغیر عطاء فی اٰخرعمره}

(الکامل لابن عدی ج۵ص۳۶۲)

〈ت〉 محدث یحییٰ بن معین (۱۵۸ھ-۲۳۳ھ) نے فرمایا: حضرت عطا بن سائب سے شعبہ، سفیان ثوری اور حماد بن سلمہ کی حدیث درست ہے، اور جریر اور ان کے مماثلین کی حدیث عطا بن سائب کی اخیر عمر میں تغیر کے بعد کی ہے۔

حافظ ابن صلاح شافعی (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے مختلطین کے بارے میں تحریر فرمایا:

{فمنهم عطاء بن السائب اختلط فی اٰخرعمره فاحتج اهل العلم بروایة الاکابر عنه مثل سفیان الثوری وشعبة لان سماعهم منه کان فی الصحة— وترکوا الاحتجاج بروایة من سمع منه اٰخرًا} (مقدمہ ابن صلاح ص۱۹۵)

〈ت〉 مختلطین میں سے عطا بن سائب ہیں۔ انہیں اخیر عمر میں اختلاط لاحق ہوا، پس اہل علم نے عطا بن سائب سے اکابر مثلاً سفیان ثوری اور شعبہ بن حجاج کی روایت سے استدلال کیا، کیوں کہ ان حضرات کی سماعت عطا بن سائب سے صحت کی حالت میں ہوئی، اور ان حضرات کی روایت سے استدلال کو ترک فرمادیا، جنہوں نے ان سے اخیر عمر میں سماعت کیا۔

حافظ خطیب ابوبکر بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) نے رقم فرمایا: **{وکان عطاء بن السائب قد اختلط فی اٰخرعمره فاحتج اهل العلم بروایة الاکابرعنه مثل سفیان الثوری وشعبة—لان سماعهم منه کان فی الصحة وترکوا الاحتجاج**

بروایۃ من سمع منہ اخیرًا}(الکفایۃ فی علم الروایہ ص ۱۶۸)

〈ت〉 حضرت عطا بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اخیر عمر میں اختلاط لاحق ہوگیا، پس اہل علم نے حضرت عطا بن سائب سے اکابر مثلاً محدث سفیان ثوری (۹۷ھ-۱۶۱ھ) اور محدث شعبہ بن حجاج بصری (۸۲ھ-۱۶۰ھ) کی روایت سے استدلال کیا، کیوں کہ ان حضرات کی سماعت حضرت عطا بن سائب سے صحت کی حالت میں ہوئی، اور ان حضرات کی روایت سے استدلال کو ترک فرمادیا، جنہوں نے ان سے آخری عمر میں سماعت کیا۔

توضیح: ائمہ جرح وتعدیل کی محررہ بالا عبارتوں سے یہ معلوم ہوا کہ عطا بن سائب کوفی (م ۱۳۶ھ) ایک معتبر راوی ہیں۔ ہاں، اخیر عمر میں حافظہ میں کچھ اختلاط واقع ہوگیا تھا اور یہ اخیر عمر میں کوفہ سے بصرہ چلے گئے، اس لیے بصرہ کے وہ روات جنہوں نے اخیر عمر میں عطا بن سائب سے احادیث لیا، ان کی روایتوں کے بارے میں کچھ کلام کیا جاسکتا ہے۔

حافظ جریر بن حازم بصری (م ۱۷۰ھ) وغیرہ نے اخیر عمر میں ان سے حدیث لیا۔ محدث شعبہ بن حجاج (۸۲ھ-۱۶۰ھ) اور محدث سفیان ثوری (۹۷ھ-۱۶۱ھ) وغیرہم اکابرین، جنہوں نے اختلاط سے قبل ہی حضرت عطا بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث لیا، وہ حدیث قبول کی جائے گی۔

(۱) تراویح کی حدیث عطا بن سائب سے حماد بن شعیب کوفی نے روایت کی، اور یہ اہل کوفہ میں سے ہیں، اس لیے ان کی روایت پر جرح کا موقع نہیں۔ عطا بن سائب اخیر عمر میں بصرہ چلے گئے تھے۔ اہل بصرہ کی روایت پر کلام کی گنجائش ہے، لیکن اہل کوفہ کی روایت قابل اعتماد ہوگی۔ حماد بن شعیب کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ اختلاط سے اہل کوفہ پر اعتراض نہیں۔

(۲) حافظ ابن عدی (۲۷۷ھ-۳۶۵ھ) نے تراویح سے متعلق حضرت عطا بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو اپنی کتاب ((الکامل)) میں بیان نہ کیا۔ اگر وہ قابل اعتراض روایت ہوتی تو وہ حسب عادت اسے بیان فرماتے۔ عدم نقل، عدم ضعف کو بتاتا ہے۔

(۳) حماد بن شعیب کوفی گرچہ قوی راوی نہیں، لیکن ان کی حدیث لکھی جائے گی، جیسا کہ حافظ ابن عدی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر فرمایا۔

(۴) مختلط کی روایت متابع یا شاہد کی وجہ سے قابل استدلال ہو جاتی ہے۔ بر سبیل تنزل ابوعبدالرحمٰن سلمی کوفی کی حدیث کے لیے دیگر شاہد حدیث بھی ہے۔

امام بیہقی نے ابوعبدالرحمٰن سلمی کی حدیث کے بارے میں تحریر فرمایا:

{وروی ذلک من وجه آخر عن علی} (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۲)

〈ت〉 یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری سند سے (بھی) مروی ہے۔

توضیح: اگر بر سبیل تنزل ابوعبدالرحمٰن سلمی کو مجروح بھی تسلیم کر لیا جائے تو عہد مرتضوی میں بیس رکعت تراویح کی روایت ابوالحسنا سے بھی مروی ہے تو ایک سند دوسری سند کو قوت دے گی، پس یہ حدیث حسن لغیرہ ہو کر قابل استدلال ہو جائے گی۔ البانی کا یہ فریب بھی ناکام ہوا۔

اعتراض پانزدہم

حماد بن شعیب کی روایت منکر

البانی نے لکھا کہ حماد بن شعیب نے عطا بن سائب سے عہد مرتضوی سے متعلق بیس رکعت تراویح کی روایت کی، لیکن محمد بن فضل نے عطا بن سائب سے صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت تراویح کا ذکر کیا۔ حماد بن شعیب ضعیف راوی ہیں اور محمد بن فضل ثقہ راوی ہیں، پس اصول حدیث کے مطابق حماد بن شعیب کی روایت منکر ہو گئی۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۶۷ - المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

یہ دونوں دو حدیثیں ہیں۔ ایک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے متعلق ہے، اور دوسری حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے متعلق ہے۔ البانی امت مسلمہ کو

دھوکہ دینا چاہتا ہے۔دونوں حدیثیں حصہ دوم میں موجود ہیں۔اگر دونوں حدیثیں ایک ہی مفہوم کی ہوتیں،یعنی دونوں میں نماز تراویح کی رکعات کا بیان ہوتا،پھر ایک میں مثلاً آٹھ رکعت اور دوسری میں بیس رکعت کا بیان ہوتا،اور ایک راوی ثقہ اور دوسرے راوی ضعیف ہوتے تو راوی ضعیف کی روایت منکر ہو جاتی،لیکن یہاں دونوں دو مستقل حدیثیں ہیں۔

اعتراض شانزدہم

عبدالعزیز بن رفیع کی روایت منقطع

حضرت عبدالعزیز بن رفیع (م ۱۳۰ھ) نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بیس کی روایت کی۔عبدالعزیز بن رفیع اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات میں سو سال یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہے،اس لیے یہ روایت منقطع ہوگئی۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۶۸-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

خطیب بغدادی وابن قیم جوزیہ (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) نے کہا کہ جو حدیث سند کے اعتبار سے ثابت نہ ہو،لیکن امت اس پر عمل پیرا ہو تو وہ حدیث قبول کی جائے گی۔

(الفقیہ والمتفقہ للبغدادی ج ۱ ص ۴۷۳-الروح لابن القیم ص ۲۱)

اعتراض ہفدہم

بیس رکعت کے راوی ابو جعفر ضعیف راوی

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیس رکعت تراویح کی ایک روایت میں ابو جعفر ہے،اور یہ سند ضعیف ہے،کیوں کہ ذہبی نے لکھا کہ امام ابو زرعہ رازی نے ابو جعفر کے بارے میں فرمایا:(یھم کثیراً)،امام احمد بن حنبل نے فرمایا:(لیس بالقوی،صالح الحدیث)،

فلاس نے کہا: (سیء الحفظ) اور بعض نے کہا: (ثقۃ)، حافظ ابن حجر نے کہا: (سیء الحفظ)، ذہبی نے ((الکنیٰ)) میں کہا: (جرحوہ کلھم)۔(صلوٰۃ التراویح ص-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

(۱) ابوجعفر مختلف فیہ ہیں۔ وہ ضعیف نہیں ہیں، جیسا کہ ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال سے صاف ظاہر ہے۔

(۲) ابن تیمیہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیس کی روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔(مجموعۃ الفتاویٰ ج۲۳ص۶۸، ج۲۲ص۱۶۴)

(۳) اکثر ائمہ نے ابوجعفر کی توثیق کی۔ حافظ ابن حجر نے تحریر فرمایا: (صدوق، سیء الحفظ-بخ-۴) (تقریب التہذیب ج۲ص۳۷۶)-البانی نے صدوق کا ذکر نہ کیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ((تہذیب التہذیب)) میں ابوجعفر سے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کی رائے نقل فرمائی ہے۔ بعض ائمہ کے اسما اور ان کی رائے منقولہ ذیل ہے۔

{یحیی بن معین: ثقة-ابن ابی مریم: یکتب حدیثه ولکنه یخطیء- یحیی بن معین: ثقة وهو یغلط فیما یروی عن مغیرة-ابن المدینی: کان عندنا ثقة-ابن عمار الموصلی: ثقة-عمرو بن علی: فیه ضعف وهو من اهل الصدق سیء الحفظ-ابو زرعة: شیخ یهم کثیرًا-ابو حاتم: ثقة صدوق صالح الحدیث -زکریا الساجی: صدوق لیس بمتقن-النسائی: لیس بالقوی-ابن خراش: صدوق سیء الحفظ-ابن عدی: له احادیث صالحة وقد روی عنه الناس واحادیثه عامتها مستقیمة وارجو انه لاباس به-ابن سعد: کان ثقة- الحاکم: ثقة-ابن عبد البر: هو عندهم ثقة عالم بتفسیر القرآن-قال ابن عدی: له احادیث صالحة وقدروی عنه الناس واحادیثه عامتها مستقیمة وارجوا انه لاباس به} (تہذیب التہذیب ج۱۰ص۶۲-دار الفکر بیروت)

حافظ ابن عدی نے ابوجعفر کی ضیف احادیث میں حدیث تراویح کو شمار نہ کیا اور رقم فرمایا کہ ان کی عام حدیثیں قابل استدلال ہیں۔(الکامل ج۵ص۲۵۵)

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے ابوجعفر سے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے الفاظ نقل کیے۔وہ الفاظ درج ذیل ہیں:

{احمد بن حنبل: لیس بقوی فی الحدیث-یحیی بن معین: صالح، ثقة-ابو حاتم الرازی: ثقة صدوق}(کتاب الجرح والتعدیل ج۶ص۲۸۱)

حافظ ذہبی نے ابوجعفر کے بارے میں لکھا کہ وہ (صالح الحدیث) ہیں اور یحییٰ بن معین، ابوحاتم رازی اور علی بن مدینی کے حوالے سے لکھا کہ ابوجعفر (ثقہ) ہیں۔

(میزان الاعتدال ج۳ص۳۱۹)

حافظ شمس الدین ذہبی نے (الکاشف)(ج۳ص۳۵۲) میں بھی ابوحاتم رازی سے ابوجعفر کی توثیق نقل کی، پھر وہ (جرحوہ کلہم) کیسے لکھ سکتے ہیں؟

متذکرہ بالا اقوال کی روشنی میں ثابت ہوا کہ ابوجعفر ضعیف نہیں ہیں۔

ذہبی نے ابوجعفر کے بارے میں ((المقتنیٰ فی سرد الکنیٰ)) میں لکھا:

{عیسٰی بن ابی عیسٰی ماهان التمیمی الرازی،اصله مروزی،سمع عطاء}

(المقتنیٰ فی سرد الکنیٰ ج۱ص۱۴۶)

〈خ〉ابوجعفر کا نام عیسیٰ بن ابی عیسیٰ ماہان ہے۔انہوں نے محدث عطا بن ابی رباح (م۱۱۴ھ) سے سماعت حدیث کی۔

حافظ ذہبی کی ((الکنیٰ)) نامی کسی کتاب کا مجھے علم نہیں۔

اگر اس نام کی کوئی کتاب ہے تو وہابیہ اس کے بارے میں تفصیل بتائیں۔

بد مذہب اپنی ضلالت وگمرہی کو فروغ دینے کے واسطے جھوٹ بولتا ہے،اور اب جھوٹی کتابیں بھی گڑھنے لگے۔ہندوستان کے دیوبندیوں کا بھی یہی طریق کار ہے۔

اعتراض ہیز دہم

امام اعمش کی روایت منقطع

امام اعمش کوفی (۶۱ھ-۱۴۸ھ) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بیس رکعت تراویح کی جو روایت کی، وہ روایت منقطع ہے۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۷۰، ۷۱-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

حضرت امام اعمش اسدی کوفی (م ۱۴۸ھ) ائمہ تابعین میں سے اور ثقہ وحافظ ہیں۔

(تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۹۲)

اعتراض دہم کے جواب میں حدیث مرسل کو قبول کرنے کی تفصیل مرقوم ہے۔

چند وضاحتیں منقولہ ذیل ہیں۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{فان عرف من عادة التابعی انه لا یرسل الاعن ثقة فذهب جمهور المحدثین الی التوقف لبقاء الاحتمال وهو احد قولی احمد-وثانیهما وهو قول المالکیین والکوفیین یقبل مطلقًا-وقال الشافعی: یقبل ان اعتضد بمجیئه من وجه اٰخر یباین الطریق الاولی مُسنَدًا کان اومُرسَلًا لیترجح احتمال کون المحذوف ثقةً فی نفس الامر} (نخبۃ الفکر ص ۵۱)

﴿ت﴾ پس اگر تابعی کی عادت مشہور ہے کہ وہ صرف ثقہ راوی سے ارسال کرتے ہیں تو جمہور محدثین نے احتمال (تابعی راوی کی توثیق وتعدیل میں خطا کے احتمال) کی وجہ سے توقف کا مذہب اختیار کیا اور امام احمد بن حنبل کے دوقول میں سے ایک یہی (توقف) ہے، اور امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول اور یہی مالکیہ اور احناف کا قول ہے کہ (ایسے تابعی کی روایت کو) مطلقاً

قبول کیا جائے گا اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس روایت کو قبول کیا جائے گا بشرطے کہ وہ روایت سند اول کے علاوہ دوسری سند سے آنے کی وجہ سے قوت پا جائے۔خواہ وہ دوسری روایت، متصل ومسند ہو یا مرسل ہو، تاکہ نفس الامر میں راوی محذوف کے ثقہ ہونے کا احتمال ترجیح پا جائے۔

(۲) حافظ ابن صلاح (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{(نص الشافعی رضی اللّٰہ عنه فی مراسیل التابعین)انه یُقْبَل منها المرسل الذی جاء نحوہ مسنَدا-وکذلک لو وافقه مرسِل اٰخر اَرْسَلَه مَنْ اَخَذَ العلم عن غیر رجال التابعی الاول} (مقدمہ ابن صلاح ص۱۶)

﴿ت﴾ تابعین کی مرسل روایات کے بارے میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نص ہے کہ ان مراسیل میں سے اس مرسل کو قبول کیا جائے گا کہ جس کی مثل مسند روایت آ چکی ہو، اوراسی طرح کوئی دوسرا مرسِل راوی اس کی موافقت کرے کہ اس ارسال کرنے والے راوی نے تابعی اول کے شیوخ کے علاوہ سے علم لیا ہو(یعنی یہ حدیث کسی دوسری سند سے مروی ہو)

توضیح: حضرت امام شافعی ودیگر علمائے مذکورین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تحریروں سے واضح ہو گیا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تائید کے لیے اولاً اسی کی مثل مسند حدیث کو دیکھا جائے گا۔اگر مسند نہ ہوتو پھر کوئی دوسری مرسل روایت کو دیکھا جائے گا۔

امام اعمش کی روایت کو تقویت دینے کے لیے عہد فاروقی، عہد عثمانی، عہد مرتضوی وعہد تابعین میں بیس رکعت تراویح کے ذکر پر مشتمل متعدد مسند روایتیں موجود ہیں، پھر کسی مرسل کی تلاش کیوں؟ یہ ایک نا قابل معافی علمی خیانت ہے۔البانی شاید تمام عالم اسلام کو لا علم اور حقائق علمیہ سے بے خبر سمجھتا ہے۔

ثقہ تابعی جب ثقہ شیخ سے ارسال کرتا ہو تو اس کی مرسل حدیث، امام ابوحنیفہ وامام مالک اور ایک قول میں امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول کی جائے گی، جیسا کہ

حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول گذرا۔

امام اعمش ائمہ تابعین میں سے ہیں۔ان کی مرسل روایات قابل قبول ہوں گی۔

سب سے اہم جواب یہ ہے کہ علمائے امت قرناًبعد قرنٍ جسے قبول کرتے آرہے ہوں ، وہ سند کے اعتبار سے ثابت نہ ہوتو بھی قبول کی جائے گی (الروح ص ۲۱ - الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی ج اص ۴۷۳)،لہٰذا امام اعمش کی روایت قابل عمل ہوگی۔

اعتراض نوزدہم

بیس رکعت پر اجماع صحابہ کا دعویٰ نا قابل اعتماد

البانی نے لکھا کہ بیس رکعت تراویح پر اجماع صحابہ کا جو دعویٰ ہے، وہ نا قابل اعتماد ہے، کیوں کہ اس قول کی بنیاد ضعیف رواتیوں پر ہے۔اگر صحابہ کا اجماع بیس رکعت پر ہوجاتا تو مابعد کے مسلمین بیس رکعت سے کم رکعات اور زائد رکعات کا قول نہیں کرتے۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۷۲- المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

بیس رکعت پر اجماع صحابہ واجماع امت کا دعویٰ ثابت ہے۔اگر بقول البانی بیس رکعت تراویح پر اجماع صحابہ کا دعویٰ ضعیف روایتوں سے ثابت ہے تو عہد صحابہ سے تاامروز تمام امت مسلمہ کا بیس رکعت تراویح پر عمل سب سے قوی دلیل ہے۔آٹھ رکعت تراویح پر اجماع صحابہ کی ضعیف روایت بھی موجود نہیں تو پھر آٹھ رکعت پر کیوں کر عمل ہوگا؟

بیس رکعت سے کم رکعتوں پر عمل صحابہ وتابعین کی کوئی صحیح روایت موجود نہیں اور جن روایتوں سے وہابیہ آٹھ رکعت تراویح ثابت کرتے ہیں، وہ روایتیں صلوٰۃ اللیل سے متعلق ہیں۔جو رمضان وغیر رمضان ہر زمانے میں پڑھی جاتی ہے۔یہ نماز تراویح نہیں ہے۔

آٹھ رکعت تراویح سے متعلق حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ضعیف ہے، جیسا کہ باب سوم میں تفصیل رقم کی گئی ہے۔ یہ روایت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ہے کہ انہوں نے اپنے گھر کی عورتوں کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائی، جب انہوں نے عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح پڑھائی تو آٹھ رکعت کی روایت کیسے تسلیم کی جائے۔ اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتی تو وہ عہد فاروقی میں اس کا تذکرہ کرتے۔

بیس رکعت تراویح پر اجماع امت

ان شاء اللہ تعالیٰ باب ششم میں فقہائے اربعہ کے اقوال، تراویح ورکعات تراویح سے متعلق تحریر کیے جائیں گے۔ ابھی صرف وہ اقوال تحریر کیے جارہے ہیں جن سے بیس رکعت تراویح پر اجماع امت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

(۱) امام شہاب الدین احمد قسطلانی (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{والمعروف وھوالذی علیہ الجمھور-انہ عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات وذلک خمس ترویحات-کل ترویحۃ اربع رکعات بتسلیمتین غیر الوتر-وھوثلاث رکعات} (ارشاد الساری شرح البخاری ج۴ص ۶۵۷)

〈ت〉 مشہور ہے اور اسی پر جمہور علما ہیں کہ تراویح بیس رکعت ہے دس سلام کے ساتھ ،اور پانچ ترویحہ ہیں (یعنی ہر چار رکعت پر ایک وقفہ ہوتا ہے)، ہر ترویحہ دو سلام کے ساتھ چار رکعت ہے (یعنی دو دو رکعت نماز تراویح ہے) وتر کے علاوہ، اور وتر تین رکعت ہے۔

(۲) **{وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاجماع}**

(ارشاد الساری شرح البخاری ج۴ص ۶۵۷)

〈ت〉 حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جو ہوا (یعنی بیس رکعت تراویح جماعت کے ساتھ)، اسے لوگوں نے اجماع کی طرح شمار کیا ہے۔

(۳)علامہ بدرالدین عینی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{قال ابن عبد البر :وھوقول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون والشافعی واکثرالفقھاء وھو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابة}(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۲۷)

﴿ت﴾محدث ابن عبدالبر مالکی قرطبی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے فرمایا کہ (بیس رکعت تراویح) یہی جمہور علما کا قول ہے،اور فقہائے کوفہ اور امام شافعی اور اکثر فقہا نے یہی قول (بیس رکعت تراویح کا قول) کیا ہے،اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہی (بیس رکعت) صحیح روایت ہے،صحابہ کرام کے اختلاف کے بغیر۔

توضیح: بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام کا بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۴)امام ترمذی نے رقم فرمایا:{اختلف اھل العلم فی قیام رمضان فرای بعضھم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وھوقول اھل المدینة والعمل علٰی ھذا عندھم بالمدینة-واکثراھل العلم علٰی ماروی عن علی وعمر وغیرھما من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عشرین رکعة-وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی-وقال الشافعی:وھکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة}(سنن ترمذی ج ۱ص ۱۶۶)

﴿ت﴾نماز رمضان (تراویح) کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔بعض علما نے فرمایا کہ وتر کے ساتھ اکتالیس رکعت پڑھی جائے گی،اور یہی قول اہل مدینہ منورہ کا ہے،اور مدینہ مطہرہ میں ان کے نزدیک اسی پر عمل ہے،اور اکثر علما اس پر ہیں جو حضرت فاروق اعظم وحضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے علاوہ صحابہ کرام سے بیس رکعت مروی ہے،اور یہی سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی کا قول ہے،اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اسی طرح اپنے شہر مکہ میں پایا کہ لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔

(۵)ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے لکھا:

{فانه قد ثبت ان ابی ابن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعة فی قیام رمضان-ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء ان ذلک هو السنة لانه اقامه بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر} (مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۳ص۶۸)

〈ت〉 یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے، پس اکثر علما نے فرمایا کہ یہی (بیس رکعت) سنت ہے،اس لیے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے (بیس رکعت کو) صحابہ مہاجرین وانصار کے درمیان قائم کیا اور کسی نے انکار نہ کیا۔

توضیح: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجماع صحابہ بیس رکعت تراویح جماعت کے ساتھ عہد فاروقی میں پڑھایا کرتے اور کوئی انکار نہیں کرتا۔گویا کہ بیس رکعت پر سب متفق ہو گئے اور اسی کا نام اجماع ہے۔کسی کو اجماع کی خلاف ورزی کا حق مذہب اسلام میں نہیں ہے۔

صحابہ مہاجرین وانصار کا اتفاق

عبارت مذکورہ بالا میں ابن تیمیہ نے لکھا کہ صحابہ انصار ومہاجرین میں سے کسی نے بیس رکعت تراویح کا انکار نہیں۔جب انکار نہیں ہوا تو بیس رکعت پر اجماع واتفاق ثابت ہوا۔

(۶)علامہ بدرالدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے رقم فرمایا:

{ان عددها عشرون رکعة-وبه قال الشافعی واحمد-ونقله القاضی عن جمهور العلماء} (عمدۃ القاری ج۷ص۱۷۸)

〈ت〉 تراویح بیس رکعت ہے،اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسی کا قول کیا اور قاضی عیاض نے جمہور علما کی نسبت سے اسے نقل کیا۔

توضیح: جمہور علما کے یہاں بیس رکعت تراویح ہے۔

(۷)علامہ بدرالدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے مزید تحریر فرمایا:

{وعند مالک ستة وثلثون رکعة غیر الوتر–احتج علیٰ ذلک بعمل اهل المدینة–واحتج اصحابنا والشافعیة والحنابلة بما رواه البیهقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید الصحابی قال: کانوا یقومون علیٰ عهد عمر رضی اللّٰه عنه بعشرین رکعة وعلیٰ عهد عثمان وعلی رضی اللّٰه عنهم–وفی المغنی عن علی انه امر رجلًا ان یصلی بهم فی رمضان بعشرین رکعة قال: وهذا کالاجماع} (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۸)

﴿ت﴾ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تراویح چھتیس رکعت ہے وتر کے علاوہ، اورانہوں نے اہل مدینہ کے عمل سے اس پر استدلال کیا اور ہمارے اصحاب حنفیہ اور شوافع اور حنبلیوں نے اس سے استدلال کیا جو امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، اور عہد عثمانی اور عہد علوی میں (بیس رکعت پڑھتے تھے)، اور مغنی (المغنی مع الشرح الکبیر لابن قدامۃ الحنبلی م ۶۲۰ھ ج ا ص ۷۹۹) میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھائے، اور صاحب مغنی نے فرمایا کہ یہ اجماع کی طرح ہے۔

(۸) عثمان بن سعید حنفی کماخی (م ۱۱۷۱ھ) نے رقم فرمایا:

{ویکفینا ما رواه البیهقی فی المعرفة باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال: کنا نقوم زمن عمر بن الخطاب بعشرین رکعة والوتر فهذا کالاجماع من غیر نکیر منکر فی هذا الاجتماع}

(المهیاء فی کشف اسرار المؤطاء ج ا ص ۴۶۷)

﴿ت﴾ ہمارے لیے وہ کافی ہے جسے امام بیہقی نے (معرفۃ الآثار والسنن) میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ حضرت سائب بن یزید

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم لوگ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے، پس یہ اجماع کی طرح ہے، اس اجماع میں بغیر کسی منکر کے انکار کے۔

توضیح: یہ اجماع بیس رکعت تراویح پر ہے۔ اہل مدینہ بھی بعد میں چھتیس رکعت چھوڑ کر بیس پڑھنے لگے۔ اس طرح ساری امت کا بیس رکعت تراویح پر اجماع منعقد ہوگیا۔

امام محمد غزالی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے لکھا کہ امت ایک لمحہ کے لیے بھی کسی مسئلہ پر متفق ہوجائے تو یہ اجماع ہے، اور اس کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی۔ (المستصفیٰ ج۱ص۱۴۲)

اس کی تفصیل ہماری کتاب (اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموات) اور (القول السدید فی الاجتہاد والتقلید) میں موجود ہے۔

(۹) ملک العلما علاء الدین کاسانی حنفی (م۵۸۷ھ) نے رقم فرمایا:

{واما قدرها: فعشرون ركعة فى عشر تسليمات فى خمس ترويحات -كل تسليمتين ترويحة- وهذا قول عامة العلماء- وقال مالك فى قول: ستة وثلاثون ركعة وفى قول: ستة وعشرون ركعة- والصحيح قول العامة -لما روى ان عمرَ رضى الله عنه جمع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى شهر رمضان علٰى ابى بن كعب فصلّٰى بهم فى كل ليلة عشرين ركعةً- ولم ينكر عليه احد فيكون اجماعًا منهم علٰى ذلك}

(البدائع والصنائع ج۱ص۲۸۸)

〈ت〉 لیکن تراویح کی مقدار، پس بیس رکعت ہے دس سلام کے ساتھ، پانچ ترویحہ میں۔ ہر دو سلام (کے بعد) ایک ترویحہ ہے، اور یہ جمہور علما کا قول ہے، اور امام مالک نے ایک قول میں چھتیس رکعت فرمایا اور ایک قول میں چھبیس رکعت فرمایا۔

اور صحیح جمہور فقہا کا قول ہے، کیوں کہ روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ماہ رمضان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ (کی امامت) پرجمع فرمادیا، پس حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں بیس رکعت تراویح ہررات کو پڑھاتے، اور کسی نے اس کا انکارنہیں کیا، پس یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جانب سے بیس رکعت تراویح پراجماع ہوگیا۔

کتب مذاہب اربعہ اور بیس رکعت تراویح

(۱) امام محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی شافعی (م۷۸۰ھ) نے تحریرفرمایا:

{ومن السنن صلاة التراويح فى شهر رمضان عند ابى حنيفة والشافعى واحمد وهى عشرون ركعة بعشر تسليمات-وفعلها فى الجماعة افضل}

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ ج اص ۵۶- دارالکتب العلمیہ بیروت)

〈ت〉 مسنون نمازوں میں سے ماہ رمضان میں نماز تراویح ہے امام ابوحنیفہ، امام شافعی اورامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے یہاں، اور یہ دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے، اوراس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے۔

(۲) {وحكى عنه ان التراويح ست وثلثون ركعة}

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ ج اص ۵۶)

〈ت〉 امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تراویح چھتیس رکعت ہے۔

توضیح: اہل مدینہ کے لیے تراویح چھتیس رکعت ہے۔ تفصیل بعد میں آنے والی ہے۔

(۳) علامہ عبدالرحمٰن جزری (۱۲۹۹ھ-۱۳۶۰ھ) نے لکھا:

{قد ثبت ان صلٰوة التراويح عشرون ركعة سوى الوتر}

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج اص ۳۴۲ - دارالفکر بیروت)

〈ت〉 ثابت ہوچکا ہے کہ نماز تراویح، وتر کے علاوہ بیس رکعت ہے۔

(۴) وزارت اوقاف کویت سے شائع ہونے والی فقہی انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

{فذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والشافعية والحنابلة وبعض المالكية الٰی ان التراويح عشرون ركعة لما رواه مالک عن يزيد بن رومان والبيهقی عن السائب بن يزيد من قيام الناس فی زمان عمر رضی اللّٰه عنه بعشرين ركعة وجمع عمر الناس علٰی هذا العدد من الركعات جمعا مستمرًّا -قال الكاسانی: جمع عمرُ اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فی شهر رمضان علٰی ابی بن كعب رضی اللّٰه عنه فصلّٰی بهم عشرين ركعةً ولم ينكر عليه احد فيكون اجماعًا منهم علٰی ذلک(بدائع الصنائع ج ١ ص ٢٨٨)وقال الدسوقی: كان عليه عمل الصحابة والتابعين(حاشية الدسوقی علی الشرح الكبير ج ١ ص ٣١٥)وقال ابن عابدين: عليه عمل الناس شرقًا وغربًا(ردالمحتار ج ١ ص ٤٧٤)وقال علی السنهوری: هو الذی عليه عمل الناس واستمر الٰی زماننا فی سائر الامصاروقال الحنابلة: وهذا فی مظنة الشهرة بحضرة الصحابة فكان اجماعًا والنصوص فی ذلک كثيرة}

(الموسوعۃ الفقہیہ ج۲۷ص۱۴۱-وزارت اوقاف کویت)

(ت) پس احناف،شوافع اورحنابلہ کے جمہور فقہا اوربعض مالکی فقہا کا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے،اس کی وجہ سے جوامام مالک نے حضرت یزید بن رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اورامام بیہقی نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگوں کے بیس رکعات نماز تراویح پڑھنے کی روایت کی،اورحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو رکعات کی اس تعداد پر ہمیشہ کے لیے جمع فرمادیا۔

ملک العلما علاءالدین کاسانی حنفی (م۵۸۷ھ) نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ماہ رمضان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمادیا،پس حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں بیس رکعت تراویح

پڑھائے، اوران میں سے کسی نے اس کا انکار نہ کیا، پس یہ صحابہ کرام کی جانب سے بیس رکعت پر اجماع ہوگیا، اور علامہ عرفہ دسوقی مالکی (م ۱۲۳۰ھ) نے فرمایا کہ اسی (بیس رکعت) پر صحابہ کرام اور تابعین کا عمل تھا، اور علامہ ابن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے فرمایا کہ اسی (بیس رکعت) پر شرق وغرب میں مسلمانوں کا عمل ہے اور علی سنہوری مالکی مصری (م ۸۸۹ھ) نے فرمایا کہ یہی (بیس رکعت) ہے جس پر مسلمانوں کا عمل ہے اور ہمارے زمانے تک تمام شہروں میں جاری ہے، اور حنبلی فقہا نے فرمایا کہ یہ (بیس رکعت) صحابہ کی موجودگی میں شہرت کی منزل میں ہے، پس یہ اجماع ہوگیا اور نصوص (احادیث واقوال) اس بارے میں بہت ہیں۔

(۵) علامہ عبدالرحمٰن جزیری (۱۲۹۹ھ-۱۳۶۰ھ) نے رقم فرمایا:

{قد ثبت كونها سنةً فى جماعة بفعل النبى صلى اللّٰه عليه وسلم- فقد روى الشيخان انه صلى اللّٰه عليه وسلم خرج من جوف الليل ليالى من رمضان وهى ثلاث متفرقة-ليلة الثالث والخامس والسابع والعشرين وصلى الناس بصلاته فيها وكا ن يصلى بهم ثمان ركعات ويكملون باقيها فى بيوتهم فكان يسمع لهم ازيز كازيز النحل-ومن هذا تَبَيَّنَ ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم سن لهم التراويح والجماعة فيها-ولكنه لم يصل بهم عشرين ركعة كما جرىٰ عليه العمل من عهد الصحابة ومن بعدهم الى الأن ولم يخرج اليهم بعد ذلک خشية ان تفرض عليهم كما صرح به فى بعض الروايات-ويتبين ايضًا ان عددها ليس مقصورًا علىٰ ثمان ركعات التى صلاها بهم بدليل انهم كانوا يكملونها فى بيوتهم-وقد بين فعل عمر رضى اللّٰه عنه ان عددها عشرون} (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج۱ ص۳۴۱)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے تراویح کا جماعت کے ساتھ سنت ہونا ثابت ہو چکا ہے، پس امام بخاری وامام مسلم نے روایت کیا کہ حضور اقدس سید دوعالم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کی آخری تہائی کو رمضان میں چندرات تشریف لائے ،اور وہ تین متفرق راتیں تھیں ۔تیئیسویں،پچیسویں اور ستائیسویں رات،اور صحابہ کرام نے ان راتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی،اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں آٹھ رکعت نماز پڑھاتے تھے،اور باقی رکعات (۱۲رکعات) صحابہ کرام اپنے گھروں میں پڑھتے تھے،پس ان کی آواز،شہد کی مکھیوں کی آواز کی طرح سنی جاتی،اوراسی سے ظاہر ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح اور جماعت تراویح کو ان کے لیے سنت قرار دیا،لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بیس رکعت نہیں پڑھائی،جیسا کہ عہد صحابہ اوراس کے مابعد سے (عہد تابعین سے مسلسل) اب تک اس پر عمل جاری ہے (بیس رکعت تراویح پر عمل جارہی ہے) اور اس (چندرات) کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف نہ لائے ،اس خوف سے کہ ان پر تراویح فرض نہ ہوجائے ،جیسا کہ بعض روایات میں اس کی صراحت آئی،اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تراویح کی مقدار ان آٹھ رکعت پر منحصر نہیں ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں پڑھائی،اس دلیل سے کہ صحابہ کرام اسے اپنے گھروں میں مکمل کرتے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل نے ظاہر کردیا کہ تراویح کی مقدار بیس رکعت ہے۔

(۶)علامہ یعقوب بن سید علی (م۹۳۱ھ) نے رقم فرمایا:{ **(یتطوع فی لیالی شهر رمضان بعشرين ركعة سو ى الوتر)اراد به صلٰوة التراويح}**

(مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام ص۱۳۱)

﴿ت﴾ ماہ رمضان کی راتوں میں نماز وتر کے علاوہ بیس رکعت نفل پڑھی جائے گی۔اس نفل سے مراد نماز تراویح ہے۔

(۷){**(فقد كانت الصحابة رضى اللّٰه عنهم يفعلون ذالک)ای ختم القراٰن فی التراويح (وكانوا)ای الصحابة(لاينصرفون)عن التراويح(الا فی بزوغ الفجر)ای طلوعه**}(مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام ص۱۳۱)

〈ت〉پس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نماز تراویح میں ختم قرآن کیا کرتے ،اور تراویح سے قریب الفجر واپس آتے۔

اجماع کی مخالفت جائز نہیں

بیس رکعت تراویح پر اجماع امت قائم ہے۔اہل مدینہ بھی بعد میں چھتیس رکعت کی جگہ بیس پڑھنے لگے۔اس طرح ساری امت کا بیس رکعت تراویح پر اجماع منعقد ہو گیا۔

امام محمد غزالی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے رقم فرمایا کہ امت ایک لمحہ کے لیے بھی کسی مسئلہ پر متفق ہو جائے تو یہ اجماع ہے،اور اس کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی۔

(۱)امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{اذا اتفقت کلمة الامة ولو فی لحظة،انعقد الاجماع ووجبت عصمتهم عن الخطاء}(المستصفیٰ ج اص۱۹۲-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:جب امت مسلمہ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی مسئلہ پر متفق ہوگئی تو اجماع منعقد ہو گیا اور اس مسئلہ میں امت کا واجبی طور پر خطا سے محفوظ ہونا ثابت ہو گیا۔

(۲)اجماع کا مفہوم بتاتے ہوئے امام غزالی نے رقم فرمایا:

{وما الاجماع الا اتفاق فتاویهم} (المستصفیٰ ج اص۱۹۲)

ترجمہ:فقہائے اسلام کے فتاویٰ کا ایک دوسرے کے موافق ہو جانا ہی اجماع ہے۔

(۳)امام غزالی نے اجماع کا حکم بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا:

{وحکمه وجوب الاتباع-وتحریم المخالفة}(المستصفیٰ ج اص۱۸۸)

ترجمہ:اجماع کا حکم اتباع کا واجب ہونا اور مخالفت کا حرام ہونا ہے۔

توضیح:کسی بھی مسلمان کو اجماع کی مخالفت کا حق حاصل نہیں ،یعنی بطریق اجماع امت ثابت ہونے والے امر کو تسلیم کرنا ضروری اور مخالفت کرنا حرام ہے،اور صدیوں سے اس بات پر اجماع قائم ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے۔

(۴) علامہ سید احمد طحطاوی حنفی (م ۱۲۳۱ھ) نے رقم فرمایا:

{من شذ عن جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فيما يدخله فى النار–فعليكم معشر المسلمين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة–فان نصرة اللّٰه تعالىٰ وتوفيقه فى موافقتهم وخذلانه وسخطه فى مخالفتهم–وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فى مذاهب اربعة–وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم اللّٰه تعالىٰ –ومن كان خارجًا عن هذه الاربعة فى هذا الزمان،فهو من اهل البدعة والنار}

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج۴ ص۱۵۳-دار المعرفۃ بیروت)

ترجمہ: جو جمہور اہل فقہ واہل علم اور سواد اعظم سے الگ ہوا، پس وہ اس میں الگ ہو کر گیا جو اسے جہنم میں داخل کر دے گا، پس اے جماعت مسلمین! تم پر فرقہ ناجیہ کی پیروی لازم ہے جس کا نام اہل سنت وجماعت ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی توفیق ان کی موافقت میں ہے، اور اللہ کا خذلان اور اللہ کی ناراضگی ان کی مخالفت میں ہے، اور یہ جماعت آج چار مذاہب پر مجتمع ہو چکی ہے۔ وہ احناف ومالکیہ اور شوافع وحنابلہ ہیں، اور جو اس زمانے میں ان چار مذاہب سے خارج ہو، وہ اہل بدعت اور جہنمی ہے۔

(۵) امام ابن نجیم مصری (۹۲۶ھ-۹۷۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{والاجماع قد انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف للائمة الاربعة}

(الاشباہ والنظائر ص۸۹)

ترجمہ: ائمہ اربعہ کے مخالف مذہب پر عمل نہ کرنے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) نے تحریر فرمایا:

{لما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها خروجًا عن السواد الاعظم}

(عقد الجید ص۳۷-استنبول ترکی)

ترجمہ: جب مذاہب حقہ میں سے صرف یہی چار مذہب (حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی) باقی رہ گئے تو ان کی پیروی سواد اعظم کی پیروی ہے، اور ان سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ہے۔

توضیح: جب عہد فاروقی سے تاامروز امت مسلمہ بیس رکعت تراویح پر متفق ہے اور اس پر اجماع قائم ہو چکا ہے تو اب سلفیوں کا بیس رکعت تراویح کا انکار در اصل اجماع کا انکار ہے۔

فرقہ وہابیہ اور حکم اجماع

(۱) مجتہد وہابیہ ابن عثیمین (۱۳۴۷ھ-۱۴۲۱ھ) نے لکھا:

{فالمجتهد لابد ان يكون عنده علم بالادلة الشرعية وعنده علم بالاصول التى اذا عرفها،استطاع ان يستنبط الاحكام من ادلتها—وعلم بما عليه العلماء بان لايخالف الاجماع وهو لايدرى} (فتاوی البلد الحرام ص۴۱۱)

〈ت〉 مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس ادلہ شرعیہ کا علم ہو، اور اسے ان اصول فقہ کا علم ہو کہ جب اس کی معرفت اسے حاصل ہو جائے تو وہ احکام کو اس کی دلیلوں سے استنباط کرنے کی قدرت رکھے، اور علمائے ماسبق کے مذہب کو جانتا ہو، تا کہ اجماع کی مخالفت نہ کر بیٹھے، اور اسے معلوم بھی نہ ہو سکے۔

(۲) سلفیوں کے مجتہد اکبر عبد العزیز بن الباز (۱۹۱۲ء-۱۹۹۹ء) نے لکھا:

{اما ما اجمع عليه العلماء فامره ظاهر وليس لاحد مخالفته—وانما النظر فيما تنازع فيه العلماء} (فتاوی البلد الحرام ص۴۱۸)

〈ت〉 لیکن جس مسئلہ پر علما کا اجماع ہو چکا ہو تو اس کا معاملہ ظاہر ہے (کہ وہ یقینی ہے) اور کسی کو اس کی مخالفت کا حق نہیں، اور غور وفکر اس میں کیا جاتا ہے جس میں علما کا اختلاف ہو۔

(۳) وہابیہ کے جد اعلیٰ ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے لکھا:

{معنى الاجماع ان تجتمع علماء المسلمين علىٰ حكم من الاحكام واذا ثبت اجماع الامة علىٰ حكم من الاحكام لم يكن لاحد ان يخرج عن

اجماعھم–فان الامة لاتجتمع علٰی ضلالة } (مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیۃ ج۲۰ص۱۰)

〈ت〉 اجماع کا معنی ہے کہ علمائے اسلام احکام شریعت میں سے کسی حکم پر متفق ہو جائیں اور جب احکام شریعت میں سے کسی حکم پر اجماع امت ثابت ہو جائے تو ان کے اجماع سے خارج ہونا کسی کے لیے جائز نہیں، کیوں کہ امت مسلمہ کا اجماع گمرہی پر نہیں ہوتا۔

توضیح: جب مذاہب علما کا علم ہی نہ ہوگا تو پھر وہ اجماع کی مخالفت میں اس طرح مبتلا ہو گا کہ اسے اجماع کی مخالفت کی خبر بھی نہ ہوگی، اسی لیے مجتہد کے لیے اجماعی مسائل کی معرفت لازم وضروری ہے۔

اجماع میں اہل بدعت کا اعتبار نہیں

علامہ تفتازانی شافعی (۷۲۲ھ–۷۹۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{ان المراد اتفاق علماء السنة والجماعة والا فقد خالف کثیر من اھل الھوٰی والبدع} (التلویح ج۲ص۵۱)

〈ت〉 اجماع میں اہل سنت وجماعت کے علما کا متفق ہونا مراد ہے، ورنہ (اجماعی مسائل میں) بہت سے اہل بدعت وضلالت نے مخالفت کیا ہے۔

توضیح: بیس رکعت تراویح پر اہل سنت وجماعت کے چاروں فقہی مسالک کا اجماع ہے۔اب اہل بدعت کے اختلاف کچھ معنی نہیں۔

اعتراض بستم

بیس رکعت کے راوی ابوشیبہ متروک

قاضی ابوشیبہ ابراہیم (م۱۶۹ھ)، جن سے عہد نبوی سے متعلق بیس رکعت تراویح کی روایت ہے۔ان کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے (متروک) کہا۔

(صلوۃ التراویح ص۱۹-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

حضرت عیسیٰ بن جاریہ، جن سے عہد نبوی سے متعلق آٹھ رکعت تراویح کی روایت ہے۔ان کے بارے میں حافظ ذہبی نے (متروک) کہا۔(میزان الاعتدال ج۳ص۳۱۱)

اعتراض بست ویکم

حضرت ابن عباس کی روایت ضعیف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیس رکعت تراویح کی روایت کو امام ابن حجر عسقلانی، حافظ سیوطی شافعی وامام فخر الدین زیلعی حنفی (م۷۴۳ھ) نے ضعیف کہا۔

(صلوٰۃ التراویح للالبانی ص۱۹-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

فرقہ وہابیہ کے معتمد اور ابن تیمیہ حرانی کے شاگرد: ابن قیم جوزیہ(۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) نے کہا کہ جس حدیث پر امت کا عمل ہو، وہ اگر چہ سند کے اعتبار سے ثابت نہ ہو، لیکن اسے تسلیم کیا جائے گا۔(الروح ص۲۱) لہٰذا حدیث ابن عباس قابل تسلیم اور قابل عمل ہوگی۔

(۲)امام سیوطی شافعی نے تحریر فرمایا:{**قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اھل العلم به-وان لم یکن له اسناد یعتمد علیٰ مثله**}

(التعقبات علی الموضوعات ص۱۲-المکتبۃ الاثریہ: سانگلہ)

﴿ت﴾بہت سے علما نے تصریح فرمائی کہ حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل اہل علم کا اس کے مطابق قول کرنا ہے، اگر چہ اس کے لیے قابل اعتماد سند نہ ہو۔

توضیح: باب سوم میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے کہ جب کسی حدیث پر امت کا عمل ہوتو

تلقی بالقبول کے سبب وہ حدیث متن کے اعتبار سے صحیح قرار پاتی ہے، گرچہ سند ضعیف ہو۔

اعتراض بست و دوم

بیس رکعت کی روایات ایک دوسری کو قوت نہیں دیتیں

البانی نے لکھا کہ بیس رکعت کی روایتیں ایک دوسرے کو قوت نہیں دیتی ہیں۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۵۶: المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

امام بیہقی نے رقم فرمایا کہ بیس رکعت کی روایتیں ایک دوسری کو قوت دیتی ہیں:

{وفی ذلک قوۃ لما اَخبَرَنَا ابو الحسین بن الفضل القطان..................

ابی عبد الرحمن السلمی} (السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۶۱)

البانی کی بڑی سازش

بیس رکعت تراویح سے متعلق عہد نبوی، عہد فاروقی، عہد عثمانی، عہد مرتضوی اور عہد تابعین کی روایتیں موجود ہیں۔ بر سبیل تنزل یہ روایتیں ضعیف بھی ہوں تو ایک روایت کو تقویت دینے کے لیے اسی عہد کی دیگر روایتیں موجود ہیں، اور امت کا عمل بھی ضعیف کو قوت دیتا ہے۔

البانی نے بیس رکعت تراویح کی ہر روایت کو ضعیف قرار دینے کی کوشش کی۔ بیس رکعت کی حدیثوں کو شاذ، منکر، منقطع، مرسل، معضل وغیرہ بتا کر ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی۔

بیس رکعت کے راویوں پر بھی اعتراض کیا اور بیس رکعت کی حدیثوں پر بھی اعتراض کیا۔ راویوں کو ضعیف، منکر، مختلط اور دیگر اعتراضات قائم کر کے مجروح بتانے کی کوشش کی۔

ان تمام اعتراضات کے باوجود اصول حدیث کا قانون ہے کہ ضعیف حدیث کسی متابع یا شاہد کے ذریعہ قوت پا کر حسن لغیرہ کے رتبہ تک پہنچ جاتی ہے، اور وہ شرعی مسائل کے لیے قابل

استدلال ہو جاتی ہے۔صرف شدید ضعیف حدیثیں حسن لغیرہ کا رتبہ نہیں پاتی ہیں۔

البانی نے انجام کار صریح لفظوں میں لکھ دیا کہ بیس رکعت کی روایتیں ایک دوسرے کو قوت نہیں دیتیں۔یہ البانی کی سازش اور اس کا خودساختہ قانون ہے۔

پس پردہ راز یہ ہے کہ وہابیہ کے جداعلیٰ ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے اپنے فتاویٰ میں نماز تراویح کو ماہ رمضان کی مستقل نماز تسلیم نہیں کیا، بلکہ اس کو صلوٰۃ اللیل قرار دیا ہے ،اور صلوٰۃ اللیل کی مقدار گیارہ اور تیرہ بتایا، یعنی آٹھ رکعت صلوٰۃ اللیل اور تین رکعت وتر۔

وہابیہ نے اسی کو اختیار کر لیا اور وہ تراویح کو بھی صلوٰۃ اللیل قرار دے کر آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہوئے ،اور بیس رکعت تراویح کا انکار کر دیا۔

اسی ضمن میں دانستہ یا نادانستہ طور پر عہد حاضر کے وہابیہ سے متعدد امور میں ابن تیمیہ کی مخالفت بھی سرزد ہوئی۔اسی طرح فقہ حنبلی کی مخالفت بھی ہوئی، جب کہ عرب کے وہابیہ خود کو حنبلی بتاتے ہیں۔چند مخالفتوں کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔باب ہشتم میں تفصیلی عبارتیں مرقوم ہیں۔

(۱)ابن تیمیہ نے لکھا کہ تراویح میں رکعتوں کی تعداد متعین نہیں کی جاسکتی ہے، لیکن البانی اور عہد حاضر کے وہابیہ تراویح کی آٹھ رکعت متعین کرتے ہیں۔

(۲)ابن تیمیہ نے لکھا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس رکعت تراویح کی روایت ثابت ہے، لیکن البانی اور آج کے وہابیہ اس روایت کو ثابت نہیں مانتے ہیں۔

(۳)ابن تیمیہ نے صلوٰۃ اللیل کی تعداد رکعات گیارہ یا تیرہ بتایا، لیکن البانی اور آج وہابیہ گیارہ رکعت پر اصرار کرتے ہیں۔

(۴)وہابیہ کا امام اول داؤد ظاہری (۲۰۲ھ-۲۷۰ھ) بھی بیس رکعت تراویح کا قائل ہے، لیکن البانی اور وہابیہ بیس رکعت تراویح کو ثابت نہیں مانتے ہیں۔

(۵)فقہ حنبلی میں بیس رکعت تراویح پر اضافہ کیا جاسکتا ہے، لیکن بیس رکعت سے کم نہیں کی جاسکتی ہے، لیکن البانی اور وہابیہ نے بیس سے کم کر کے آٹھ کر دیا۔وہابیہ خود کو حنبلی کہتے ہیں، لیکن وہ حنبلی فقہا کی مخالفت کرتے ہیں۔

حدیث ضعیف کی ترقی حسن لغیرہ تک

ضعیف حدیثوں میں جو شدید الضعف ہو، وہ حسن لغیرہ کے رتبہ تک رسائی نہیں پاتی ہے ۔اس کے علاوہ دیگر تمام ضعیف حدیثیں کسی شاہد یا متابع پائے جانے کے وقت حسن لغیرہ ہو جاتی ہیں۔چوں کہ بیس رکعت تراویح کی بہت سی حدیثیں ہیں،اس لیے وہ ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں اور وہ حدیثیں حسن لغیرہ کے رتبہ تک رسائی حاصل کر لیتی ہیں۔

حدیث ضعیف پر جب امت کا عمل ہو جائے تو محض امت کے عمل کے سبب وہ حدیث، حدیث صحیح کا رتبہ پالیتی ہے۔اس کی تفصیل باب سوم میں مرقوم ہے۔یہاں حدیث ضعیف کے حسن لغیرہ تک رسائی حاصل کرنے کی مفصل بحث مرقوم ہے،تا کہ البانی کی سازش کا پردہ فاش ہو،اور حقیقت حال واضح ہو سکے:وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم

حدیث حسن لغیرہ کی تشریح

حدیث حسن لغیرہ سے متعلق علمائے محدثین کی توضیحات وتشریحات درج ذیل ہیں:

(۱)امام شمس الدین سخاوی(۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{(وقال)ای ابن الصلاح (بَانَ)ای ظَهَرَ(لی بامعان)ای باطالتی واکثاری (النظر)والبحث جامعًا بین اطراف کلامهم ملاحظًا مواقع استعمالهم(ان له) ای الحسن(قسمین)احدهما یعنی وهو المسمّٰی بالحسن لغیره ان یکون فی الاسناد مستور لم یتحقق اهلیته غیر مغفل ولا کثیر الخطاء فی روایته ولا متهم بتعمد الکذب فیها ولا ینسب الٰی مفسق اٰخر واعتضد بمتابع او شاهد}

(فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ج ۱ص ۸۳-دار الکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾ حافظ ابن صلاح نے فرمایا کہ طویل غور وخوض اور بہت زیادہ فکر ونظر اور محدثین کے اجزاء کلام اور ان کے مواقع استعمال کی تفتیش کے بعد مجھے ظاہر ہوا کہ حدیث حسن کی دو قسم

ہے۔ان میں سے ایک وہ ہے جس کا نام حسن لغیرہ ہے، اور یہ وہ ہے کہ جس کی سند میں کوئی مستور ہو کہ جس کی عدالت متحقق نہ ہوئی ہو، لیکن وہ غفلت والا اور اپنی روایت میں زیادہ خطا کرنے والا نہ ہو، اور نہ ہی حدیث میں قصداً جھوٹ بولنے سے متہم ہو، اور نہ ہی کسی دوسرے فسق کی جانب منسوب ہو، اور اس کی حدیث کسی متابع یا شاہد سے قوت پا گئی ہو۔

(۲) امام ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{(ومتٰی توبع السیء الحفظ بمعتبر) کَاَنْ یکون فوقه اومثله، لادونه (وکذا المختلط) الذی لایتمیز (والمستورو) الاسناد (المرسل و) کذا (المدلس) اذا لم یعرف المحذوف منه (صار حدیثهم حسنًا، لا لذاته بل) وصفه بذلک (باعتبار المجموع) من المتابِع والمتابَع- لان کل واحد منهم باحتمال کون روایته صوابًا او غیر صواب علٰی حد سواء- فاذا جاء ت من المعتبرین روایة موافقة لاحدهم، رجح احد الجانبین من الاحتمالین المذکورین ودل ذلک علٰی ان الحدیث محفوظ فارتقٰی من درجة التوقف الٰی درجة القبول واللّٰه اعلم- ومع ارتقائه الٰی درجة القبول فهو منحط عن رتبة الحسن لذاته} (نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۷۵)

〈ت〉 جب سیء الحفظ (بد حافظہ) کی کسی معتبر (راوی) کے ذریعہ متابعت ہو جائے، بایں طور کہ وہ (دوسرا راوی) اس سے بہتر ہو، یا اس کے مثل ہو، نہ کہ اس سے کمتر ہو، اور اسی طرح مختلط جو تمیز نہ کر پاتا ہو، اور مستور اور سند مرسل اور اسی طرح سند مدلس جب کہ اس کے محذوف راوی کی معرفت نہ ہو سکے تو ان سب (سیء الحفظ، مختلط، مستور، مرسل، مدلس) کی حدیث حسن ہو جائے گی، لیکن حسن لذاتہ نہیں، بلکہ اس کو حسن سے متصف کرنا متابِع بالکسر اور متابَع بالفتح کے مجموعی اعتبار سے ہے، اس لیے کہ مذکورہ راویوں (سیء الحفظ، مختلط، مستور، مرسل، مدلس) میں سے ہر ایک کی روایت، درست ہونے اور درست نہ ہونے کے احتمال میں

برابر ہے (یعنی ممکن ہے کہ وہ روایت صحیح ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ غلط ہو)، پس جب قابل اعتبار راویوں کی جانب سے ان مذکورہ راویوں میں سے کسی کے موافق روایت آجائے تو مذکورہ دو احتمالوں (صحت وعدم صحت) میں سے ایک جانب (یعنی جانب صحت) ترجیح پاجائے گی، اور موافق روایت کا آنا اس بات پر دلالت کرے گا کہ یہ حدیث محفوظ ہے (یعنی موضوع نہیں ہے)، پس وہ حدیث درجہ توقف سے درجہ قبول کی طرف ترقی کر جائے گی: واللہ تعالیٰ اعلم، اور درجہ قبول کی جانب ترقی کرنے کے باوجود وہ حسن لذاتہ کے رتبہ سے کم درجہ ہوگی۔

(۳) حافظ ابن صلاح شافعی (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے رقم فرمایا:

{احدهما الحديث الذى لايخلو رجال اسناده من مستور—لم يتحقق اهليته، غير انه ليس مغفلاً كثير الخطاء فيما يرويه ولاهومتهم بالكذب فى الحديث اى لم يظهر منه تعمد الكذب فى الحديث ولاسبب اٰخر—ويكون متن الحديث مع ذلك قد عرف بان روى مثله اونحوه من وجه اٰخراو اكثر حتى اعتضد بمتابعة من تابع راويه علٰى مثله او بماله من شاهد—وهوورود حديث اٰخر بنحوه فيخرج بذلك عن ان يكون شاذًا ومنكرًا وكلام الترمذى علٰى هذا القسم يتنزل} (مقدمہ ابن صلاح ص ۱۶- دارالفکر بیروت)

﴿ت﴾ حسن کی دوقسموں میں سے ایک وہ حدیث ہے کہ اس کی سند کے روات کسی ایسے مستور راوی سے خالی نہ ہو کہ جس کی عدالت متحقق وثابت نہ ہوئی ہو، مگر یہ کہ وہ غفلت والا اور اپنی روایت میں بہت زیادہ خطاوالا نہ ہو، اور نہ ہی وہ حدیث میں کذب بیانی سے تہمت زدہ ہو، یعنی اس سے حدیث میں بالقصد دروغ گوئی ظاہر نہ ہوئی ہو، اور نہ ہی (رد حدیث کا) کوئی دوسرا سبب ہو، اور متن حدیث ان شرائط کے ساتھ ہی ساتھ معروف ہو بایں طور کہ اس کی مثل (باعتبار لفظ کے) یا اس کی طرح (باعتبار معنی کے) روایت ہوئی ہو، کسی ایک دوسری سند یا ایک سے زیادہ دوسری سندوں سے، یہاں تک کہ اس روایت کو قوت مل گئی ہو اس کی متابعت سے جو

اس حدیث کے راوی کی (باعتبار لفظ کے) اسی کی مثل روایت پر متابعت کرے، یا اس حدیث کو قوت مل گئی ہو اس کے کسی شاہد (معنوی طور پر متحد و متفق روایت) کے ذریعہ اور (شاہد) اس حدیث کے (معنوی طور پر) مماثل ایک دوسری حدیث کا آنا ہے، پس اس طریقے سے وہ حدیث شاذ یا منکر ہونے (کے احتمال) سے خارج ہو جائے گی، اور امام ترمذی کا کلام (جامع ترمذی، کتاب العلل ج۲ص ۲۳۸ میں) اسی مفہوم پر صادق آتا ہے۔

(۴) **{قال ابو عیسیٰ: وما ذکرنا فی ھذا الکتاب حدیث حسنٌ- فانما اردنا حسن اسنادہ عندنا- کل حدیث یروی لا یکون فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولا یکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجہ نحو ذاک فھو عندنا حسن}** (جامع الترمذی کتاب العلل ج۲ص۲۳۸)

〈ت〉 امام ترمذی (۲۰۹ھ-۲۷۹ھ) نے فرمایا کہ جو ہم نے اس کتاب (جامع ترمذی) میں حدیث حسن کا ذکر کیا تو ہم نے اپنے نزدیک اس کی سند کا حسن ہونا مراد لیا۔ ہر مروی حدیث جس کی سند میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو، اور حدیث شاذ نہ ہو، اور اسی کی مثل کسی اور سند سے مروی ہو، پس وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔

توضیح: حدیث حسن کی اصطلاح امام ترمذی نے ایجاد کی۔ اس کے بعد یہ محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہوگئی۔ عہد ماقبل میں صحیح اور ضعیف کی اصطلاح رائج تھی۔ قابل عمل احادیث کو معمول بہ اور صالح کہتے تھے۔ امام ترمذی نے مذکورہ عبارت میں جس حدیث حسن کا ذکر کیا، وہ حدیث حسن لغیرہ ہے، کیوں کہ حسن لذاتہ میں دوسری سند سے مروی ہونے کی شرط نہیں ہے۔

(۵) محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{والضعیف ان تعدد طرقہ وانجبر ضعفہ، یسمّٰی حسناً لغیرہ}

(مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح ص۵)

〈ت〉 حدیث ضعیف کی اگر چند سندیں ہوں اور اس کا ضعف دور ہو جائے تو اس کا نام

حسن لغیرہ رکھا جائے گا۔

(٦) مختلط کا حکم بیان کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رقم فرمایا:

{وان وجد لهذا القسم متابعات وشواهد،ترقی من مرتبة الرد الی القبول والرجحان–وهذا حکم احادیث المستوروالمدلس والمرسل}

(مقدمۃ مشکوۃ المصابیح ص٦)

〈ت〉 اگراس قسم (مختلط کی روایت) کے لیے متابعات وشواہد پائی جائیں تو مقام رد سے درجہ قبول وترجیح کی جانب ترقی کر جائے گی اور مستور، مدلس اور مرسل کی روایتوں کا یہی حکم ہے۔

توضیح: حدیث حسن لغیرہ سے متعلق اسی طرح کی تفاصیل امام جلال الدین سیوطی شافعی (٨٤٩ھ-٩١١ھ) کی کتاب ''الفیۃ الحدیث'' (ص١٥- دارالمعرفہ بیروت) اورعلامہ عبدالحیٔ لکھنوی (١٢٦٤ھ-١٣٠٤ھ) کی کتاب ''ظفرالامانی'' (ص١٨٢-دبئ) میں مذکور ہیں۔

سیٔ الحفظ اور مختلط ومستور کی روایت اوراسی طرح حدیث مرسل ومدلس کے لیے متابع یا شاہد حدیث پائی جائے تو وہ ضعیف سے ترقی کر کے حسن لغیرہ ہوجاتی ہے۔

واضح رہے کہ تمام ضعیف احادیث تعدد طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ نہیں ہوتی ہیں، اور حدیث حسن لغیرہ سے مسائل شرعیہ کا استنباط ہوتا ہے۔

(٧) حافظ ابن صلاح شافعی شہرزوری (٥٧٧ھ-٦٤٣ھ) نے رقم فرمایا:

{لعل الباحث الفَهِمَ یقول انا نجد احادیث محکومًا بضعفه مع کونها قد رُوِیَتْ باسانید کثیرة من وجوه عدیدة مثل حدیث''الاذنان من الرأس'' ونحوه فَهَلَّا جعلتم ذلک وامثاله من نوع الحسن–لان بعض ذلک عضَّد بعضًا کما قلتم فی نوع الحسن علیٰ ما سبق انفًا–وجواب ذلک انه لیس کل ضعف فی الحدیث یزول بمجیئه من وجوه–بل ذلک یتفاوت–فمنه ضعف یزیله ذلک بان یکون ضعفه ناشئًا من حفظ راویه مع کونه من اهل الصدق

والدیانة–فاذا رأینا ما رواہ قد جاء من وجہ اٰخر عرفنا انہ مما قد حفظہ ولم یختل فیہ ضبطہ لہ–وکذلک اذا کان ضعفہ من حیث الارسال،زال بنحو ذلک–کما فی المرسل الذی یرسلہ امام حافظ–اذ فیہ ضعف قلیل یزول بروایتہ من وجہ اٰخر–ومن ذلک ضعف لایزول بنحو ذلک لقوۃ الضعف وتَقَاعُدِ ھذا الجابر عن جبرہ ومقاومتہ وذلک کالضعف الذی ینشأ من کون الراوی متھمًا بالکذب اوکون الحدیث شاذا–وھذہ جملۃ تفاصیلھا تدرک بالمباشرۃ والبحث–فاعلم ذلک فانہ من النفائس العزیزۃ:واللّٰہ اعلم}

(مقدمہ ابن صلاح ص۱۷-دارالفکر بیروت)

〈ت〉شاید تفتیش کرنے والا سمجھدار سوال کرے کہ ہم بہت سی احادیث کو پاتے ہیں کہ چند طریقوں سے، بہت سی سندوں سے مروی ہوتے ہوئے بھی اس پر ضعف کا حکم لگایا گیا ہے، جیسے ’’الاذنان من الرأس‘‘ کی حدیث اوراس جیسی (دوسری) حدیث تو آپ نے اس حدیث اوراس کی مماثل حدیث کو حسن کی قسم سے کیوں نہ بنایا،اس لیے کہ ان میں سے بعض نے بعض کو قوت پہنچایا،جیسا کہ آپ نے حسن کی قسم کے بارے میں کہا،جیسا کہ ابھی گزرا؟

اوراس کا جواب یہ ہے کہ ہر ضعف چند سندوں سے مروی ہونے کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا،پس اس میں سے بعض ضعف ایسا ہے جسے چند سندوں سے مروی ہونا زائل کر دیتا ہے، بایں طور کہ اس کا ضعف راوی کے حفظ کی وجہ سے پیدا ہو،اس کے اہل صدق واہل دیانت ہونے کے ساتھ،پس جس حدیث کو اس نے روایت کیا،جب ہم نے دیکھا کہ وہ حدیث دوسری سند سے مروی ہوئی ہے تو ہم نے جان لیا کہ یہ حدیث ان میں سے ہے جسے اس نے یاد رکھا ہے،اوراس حدیث سے متعلق اس کی یادداشت خلل پذیر نہ ہوئی۔

اور ایسے ہی جب اس کا ضعف ارسال کی وجہ سے ہو،اسی کی مثل حدیث مرسل کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے،جیسا کہ اس مرسل میں جسے امام حافظ الحدیث نے ارسال کیا ہو،اس لیے

کہ اس میں قلیل ضعف ہے جو دوسری سند سے اس کے مروی ہونے کی وجہ سے زائل ہوجاتا ہے ،اوراسی میں سے کچھ ایسا ضعف ہے جو دوسری سند سے مروی ہونے کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا، ضعف کے قوی ہونے کی وجہ سے اوراس جابر(قوت دینے والی دوسری حدیث) کے اس خامی کودور کرنے سے اوراس ضعف کے مقابلے سے قاصر رہنے کی وجہ سے،اور وہ جیسے کہ وہ ضعف جوراوی کے متہم بالکذب یا حدیث کے شاذ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو،اور یہ اس کی تفاصیل کا خلاصہ ہے جوعلم حدیث میں مشغولیت اور بحث وتفتیش سے حاصل ہوتا ہے،پس اس کومحفوظ کرلو، اس لیے کہ یہ نادرالوجود عمدہ نکتوں میں سے ہے:واللہ تعالیٰ اعلم

ضعف شدید کی علتیں

محدثین کی عبارتوں پرغور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چارعیوب کے سبب پیدا ہونے والاضعف نا قابل انجبار ہے،اور جب راوی ان چارعیوب میں سے کسی سے متصف ہوتواس کی روایت شدید ضعیف ہوتی ہے۔وہ چارعیوب مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)کذب(حدیث میں بالقصد کذب بیانی)(۲)اتہام بالکذب

(۳)فحش غلط(۴)شذوذ(حدیث کا شاذ ہونا)

کاذب کی حدیث کوحدیث موضوع کہا جاتا ہے۔

(۱)علامہ شہاب الدین خفاجی مصری(۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ)نے رقم فرمایا:

{قال السخاوی فی کتابہ،القول البدیع:سمعت شیخنا ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی مرارا یقول:شرائط العمل بالحدیث الضعیف ثلاثة-الاول المتفق علیہ-وھوان یکون الضعیف غیر شدید کحدیث من انفرد من الکذابین والمتھمین ومن فحش غلطہ-والثانی ان یکون مندرجًا تحت اصل عام فیخرج ما یخترع بحیث لا یکون لہ اصلًا-والثالث ان لا یعتقد عند

العمل ثبوته لئلا ینسب الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ما لم یقله-و الاخیران عن ابن عبد السلام و ابن دقیق العید-والاول نقل العلائی الاتفاق علیه}

(نسیم الریاض شرح الشفاللقاضی عیاض ج۱ص۴۳-دارالفکر بیروت)

﴿ت﴾ حافظ سخاوی نے (القول البدیع) میں رقم فرمایا: میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کوکئی بارفرماتے سنا کہ حدیث ضعیف پرعمل کی تین شرطیں ہیں:

پہلی متفق علیہ ہے،اوروہ یہ کہ ضعیف غیرشدید ہو،جیسے وہ حدیث جس میں کذابین، متہمین بالکذب اورفحش غلطی والےمنفرد ہوں۔

دوسری شرط یہ کہ وہ حدیث کسی اصل عام کے تحت مندرج ہو،پس وہ حدیث خارج ہوجائے گی جواختراع کی جائے،بایں طورکہ اس کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ کہ عمل کے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد(یقین)نہ کرے،تاکہ حضور اقدس سروردوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جانب اسے نہ منسوب کردے جوآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ فرمایاہو۔

اخیرکی دونوں شرطوں کی روایت فقیہ عزبن عبدالسلام (۵۷۷ھ-۶۶۰ھ)اورامام تقی الدین بن دقیق العید(۶۲۵ھ-۷۰۲ھ) سے ہے،اورشرط اول پرعلائی نے اتفاق نقل کیا۔

توضیح:امام عسقلانی کے قول سے معلوم ہواکہ کاذب،متہم بالکذب اورفاحش الغلط راوی کی مرویات شدید ضعیف ہیں۔امام ترمذی اورشیخ عبدالحق محدث دہلوی کے قول سے معلوم ہوتاہے کہ حدیث شاذ بھی ضعیف شدید میں شامل ہے۔

(۲)محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق دہلوی(۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ)نےتحریرفرمایا:

{وقال بعضهم ان کان الضعیف من جهة سوء حفظ اواختلاط او تدلیس مع وجود الصدق والدیانة ینجبر بتعدد الطرق-وان کان من جهة اتهام الکذب اوالشذوذ اوفحش الغلط،لا ینجبر بتعدد الطرق-والحدیث

محکوم علیه بالضعف ومعمول به فی فضائل الاعمال–وعلیٰ مثل هذا ینبغی ان یحمل ان لحوق الضعیف بالضعیف لا یفید قوة–والا فهذا القول ظاهر الفساد–فتدبر} (مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح ص۶)

﴿ت﴾ بعض محدثین نے فرمایا کہ اگر ضعف سوئے حفظ یا اختلاط یا تدلیس کی وجہ سے ہو، (راوی کے) صدق ودیانت کے پائے جانے کے ساتھ تو تعدد طرق (متعدد سندوں سے مروی ہونے) کی وجہ سے ختم ہوجائے گا، اور اگر اتہام کذب یا شذوذ یا کثرت غلط کی وجہ سے ہو تو تعدد طرق (متعدد طریقوں سے مروی ہونے) کی وجہ سے ختم نہ ہوگا۔

اور جس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے، وہ فضائل اعمال کے بارے میں معمول بہ (قابل عمل) ہے، اور مناسب ہے کہ اسی مفہوم پر محمول کیا جائے اس کو کہ ضعیف کا ضعیف سے ملنا قوت کا افادہ نہیں کرتا ہے، ورنہ یہ قول ظاہری طور پر فاسد ہے، پس غور کرلو۔

(۳) **{قال ابو عیسیٰ: وما ذکرنا فی هذا الکتاب حدیث حسنٌ–فانما اردنا حسن اسناده عندنا–کل حدیث یروی لا یکون فی اسناده من یتهم بالکذب ولا یکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجه نحو ذاک فهو عندنا حسن}** (جامع الترمذی کتاب العلل ج۲ص۲۳۸)

﴿ت﴾ امام ترمذی نے فرمایا کہ جو ہم نے اس کتاب (جامع ترمذی) میں حدیث حسن کا ذکر کیا تو ہم نے اپنے نزدیک اس کی سند کا حسن ہونا مراد لیا۔ ہر مروی حدیث جس کی سند میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو، اور حدیث شاذ نہ ہو، اور اسی کی مثل کسی اور سند سے مروی ہو، پس وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔

قابل انجبار ضعیف احادیث

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{اقول: لم یذکر للجابر ضابطًا یعلم منه ما یصلح ان یکون جابرًا اَوْ لَا

-والتحریر فیہ ان یقال:انہ یرجع الی الاحتمال فی طرفی القبول والرد- فحیث یستوی الاحتمال فیھما فھو الذی یصلح لان ینجبر-وحیث یقوی جانب الرد فھو الذی لا ینجبر} (النکت علی کتاب ابن الصلاح ج۱ص۴۰۹)

﴿ت﴾ حافظ عسقلانی نے فرمایا کہ حافظ ابن صلاح نے جابر(ضعیف کوقوت دینے والی سند یامتن) کے لیےکوئی ضابطہ نہیں بتایا،جس سے معلوم ہوسکے کہ کون جابر ہونے کی صلاحیت رکھتی ہےاورکون نہیں،اوراس بارے میں یہی قول ہے کہ قبول ورد کے احتمال کی جانب رجوع کیا جائے،پس جہاں ردوقبول کا احتمال مساوی ہوتو وہ جابر ہونے کے لائق ہے،اور جہاں جانب ردقوی ہوتو وہ جابر نہیں ہوگی۔

توضیح:(۱)حافظ عسقلانی کے قول سے یہ ثابت ہوا کہ جس کی سند یامتن عدم قبول حدیث کا سبب بنے،وہ سند یا متن جابر نہیں ہوسکے گا،پھراس کے ذریعہ تقویت کا سوال ہی نہیں۔اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

(۲)ماقبل میں بیان ہوا کہ سیئ الحفظ،مختلط ومستور کی روایت اوراسی طرح حدیث مرسل ومدلس متابع یا شاہد کے پائے جانے کے وقت منجبر ہوجاتی ہے،اورحسن لغیرہ ہوجاتی ہے،اورکاذب ووضاع،متہم بالکذب اورشاذ حدیث ناقابل انجبار ہیں،وہ کبھی حسن لغیرہ نہیں ہوتیں۔

واضح رہے کہ حدیث شدید الضعف کے علاوہ دیگر تمام ضعیف حدیثیں متابع یا شاہد پائے جانے کے وقت حسن لغیرہ کا رتبہ پالیتی ہیں۔

بعض جدید کتابوں میں ہے کہ عدالت کے سبب جو خامی پیدا ہو،وہ ناقابل انجبار ہے،اورضبط راوی کے سبب جو خامی پیدا ہو،وہ قابل انجبار ہے۔یہ قول غلط ہے۔شاذ حدیث ناقابل انجبار ہےاوراس میں ضعف ضبط کی وجہ سے آیا۔اسی طرح فحش غلط کے سبب پیدا ہونے والا ضعف ناقابل انجبار ہے،اورفحش غلط حفظ وضبط سے متعلق ہے۔

ہاں،کذب واتہام کذب کاتعلق عدالت سے ہے،اورکاذب یامتہم بالکذب کی روایت بھی ناقابل انجبارہے۔

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نےتحریرفرمایا:

{اما العدالة فوجوه الطعن المتعلقة بها خمس–الاول بالكذب والثانى باتهامه بالكذب والثالث بالفسق والرابع بالجهالة والخامس بالبدع}

(مقدمۃمشکوٰۃالمصابیح)

﴿ت﴾ لیکن عدالت سےتعلق رکھنےوالےاسباب طعن پانچ ہیں:(۱)اول:کذب (۲)دوم:اتہام بالکذب (۳)سوم:فسق (۴)چہارم:جہالت (۵)پنجم:بدعت۔

(۳) **{اما وجوه الطعن المتعلقة بالضبط فهى ايضاخمسة–احدها فرط الغفلة وثانيها كثرة الغلط وثالثها مخالفة الثقات ورابعها الوهم وخامسها سوء الحفظ}** (مقدمۃمشکوٰۃالمصابیح)

﴿ت﴾ لیکن ضبط سےتعلق رکھنےوالےاسباب طعن بھی پانچ ہیں:

(۱)اول:کثرت غفلت (۲)دوم:کثرت غلط (۳)سوم:مخالفت ثقات۔

(۴)چہارم:وہم (۵)پنجم:سوئے حفظ۔

ناقابل انجبارضعیف احادیث

حدیث ضعیف کی بہت سی قسمیں ہیں۔

حافظ ابن صلاح نےتحریرفرمایاکہ حافظ ابن حبان بستی نے حدیث ضعیف کی انچاس (۴۹)قسموں کوبیان فرمایا۔(مقدمہ ابن صلاح نوع ثالث)

حافظ جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نےتحریرفرمایاکہ قاضی القضاۃ شرف الدین مناوی نے حدیث ضعیف کی ایک سوانتیس (۱۲۹) عقلی قسمیں بیان فرمائیں۔ان میں سے اکیاسی (۸۱)اقسام ممکن الوجود ہیں۔(تدریب الراوی نوع ثالث)

ضعیف کی اقسام میں سے جن میں راوی کاذب یا متہم بالکذب ہو، یا فحش غلط سے مطعون ہوتو وہ شدید ضعیف ہے۔اسی طرح شاذ روایت بھی حدیث ضعیف ہے۔

شدید ضعیف کی تائید کسی ایسی سند سے ہورہی ہو کہ اس میں بھی راوی کاذب یا متہم بالکذب ہےتو اگر ایسی سو سندیں بھی ہوں تو وہ حدیث ضعیف ہی قرار پائے گی۔

(۱) امام عبدالرؤف مناوی شافعی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے رقم فرمایا:

{قالوا: واذا قوی الضعف لا ینجبر بوروده من وجه آخر–وان کثرت طرقه} (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۱ص۵۶)

〈ت〉 علما نے فرمایا کہ جب ضعف قوی ہوتو حدیث کے (اسی کی مماثل) دوسری سند سے مروی ہونے کی وجہ سے ضعف منجبر نہ ہوگا، اگر چہ اس کی کثیر سندیں ہوں۔

توضیح: اسی کی مثل کثیر سندیں بھی نا قابل اعتبار ہوں گی، وہ قوت دینے کے قابل نہیں۔

(۲) علامہ شامی نے تحریر فرمایا: **{شدید الضعف هو الذی لا یخلو طریق من طرقه عن کذاب او متهم بالکذب–قاله ابن حجر}** (ردالمحتار ج۱ص۱۲۸)

〈ت〉 شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی سندوں میں سے کوئی سند کاذب یا متہم بالکذب راوی سے خالی نہ ہو۔ یہ حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے فرمایا۔

توضیح: ماقبل میں حافظ ابن صلاح ومحدث دہلوی کے قول سے معلوم ہوا کہ اتہام کذب ،شذوذ اور فحش غلط نا قابل انجبار ہے۔اسی طرح کذب عمد بھی نا قابل انجبار ہے۔

بیس رکعت تراویح کے راویوں میں کوئی بھی کذب ،اتہام کذب اور فحش غلط سے مطعون نہیں ،لہٰذا اگر بر سبیل تنزل کوئی روایت ضعیف بھی ہوتو دوسری روایتوں سے قوت پا کر حسن لغیرہ کا رتبہ حاصل کرلے گی، اور شرعی مسائل میں قابل استدلال ہوگی۔

حضرت یزید بن خصیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو البانی نے شاذ بتایا ہے۔

(صلوٰۃ التراویح للالبانی ص۵۰-المکتب الاسلامی بیروت)

اس کا جواب اعتراض ہفتم کے جواب میں رقم کیا جاچکا ہے۔

اعتراض بست وسوم

ابن عبدالبر مالکی کا قول تسلیم نہیں

امام مالک کی گیارہ کی روایت میں علامہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے وہم کا قول کیا، لیکن اسے امام زرقانی مالکی (۱۰۵۵ھ-۱۱۲۲ھ) نے تسلیم نہیں کیا۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۴۷-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

امام زرقانی نے بیس رکعت تراویح ثابت کیا، اگرچہ امام مالک کے وہم کو تسلیم نہ کیا۔

(زرقانی علی المؤطاءج ۱ص ۳۴۱)

البانی صرف اپنے مطلب کی بات قبول کرتا ہے اور خلاف مطلوب کو چھوڑ دیتا ہے۔امام زرقانی کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے۔اسے کیوں نہیں قبول کرتا ہے؟

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی (۱۰۵۵ھ-۱۱۲۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{وقال ابن عبد البر: روی غیر مالک فی ھذا الحدیث احد وعشرون وھو الصحیح، ولا اعلم احدًا قال فیه احدی عشرۃ الامالکًا ویحتمل ان یکون ذلک اولًا ثم خفف عنھم طول القیام ونقلھم الٰی احدی وعشرین، الا ان الاغلب عندی ان قوله احدی عشرۃ وھم. انتھی-ولاوَھْمَ مع ان الجمع بالاحتمال الذی ذکرہ قریب وبه جمع البیھقی ایضًا}

(شرح الزرقانی علی مؤطاامام مالک ج ۱ص ۳۴۱)

﴿ت﴾علامہ ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا: حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ نے اس حدیث میں اکیس رکعت کہا اور یہی صحیح ہے، اور میں امام مالک کے علاوہ کسی کو نہیں

جانتا جنہوں نے اس بارے میں گیارہ رکعت کا قول کیا ہو۔ممکن ہے کہ ابتدائی مرحلہ میں ایسا ہو(یعنی گیارہ رکعت جماعت سے پڑھی جاتی ہو)، پھران سے طول قیام کی تخفیف کردی گئی، اور تراویح کو اکیس رکعت کی طرف منتقل فرمادیا،مگر میرا ظن غالب ہے کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گیارہ رکعت کا قول وہم ہے۔(علامہ ابن عبدالبر مالکی کا قول ختم ہوا)

(امام زرقانی نے فرمایا)جب علامہ ابن عبدالبر مالکی کے مذکورہ احتمال کے سبب تطبیق دینا قریب ہے،اوراسی کے ذریعہ امام بیہقی نے بھی تطبیق دی تو (یہاں) کوئی وہم نہیں ہے۔

توضیح: گیارہ رکعت کی روایت عہد فاروقی کے بارے میں اگرثابت بھی ہوتو مطلب یہ ہے کہ یہ ابتدائے امر میں تھا،یعنی ابتدائے امر میں جماعت کے ساتھ گیارہ ہی رکعت پڑھتے ،اور بقیہ رکعات تنہاادا کرلیتے ،لیکن اس وقت جماعت تراویح میں طویل قیام کرتے، جیسا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح کی چندروزہ جماعتوں میں طویل قیام فرمایا تھا۔کچھ مدت بعد عہد فاروقی میں طول قیام تخفیف کردی گئی ،اورتراویح کی مکمل بیس رکعات کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے لگے، جوتا حال باقی ہے۔

امام زرقانی نے وہم کا قول قبول نہیں کیا، کیوں کہ یہاں وہم تسلیم کیے بغیر بھی تطبیق کی صورت موجودتھی۔ایسانہیں کہ امام زرقانی مالکی نے گیارہ رکعت تراویح کوتسلیم کیا ہے،پس یہاں وہم کا قول تسلیم نہ کرنے سے البانی کا مقصد پورانہیں ہوتا، بلکہ البانی کا رد ہوتا ہے، کیوں کہ امام زرقانی نے بیس رکعت تراویح کوتسلیم فرمایا۔

علامہ عینی حنفی نےتحریرفرمایا:{**وقال شیخنا:لعل هذا کان من فعل عمر اولًا ثم نقلهم الٰی ثلاث وعشرین**}(عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷)

〈ت〉ہمارے شیخ (زین الدین عراقی)نے فرمایا: شاید گیارہ رکعت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائی عمل تھا، پھرلوگوں کوتیئیس رکعت کی جانب منتقل فرمادیئے۔

توضیح: عہد فاروقی کی ابتدائی مدت میں گیارہ رکعت تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے

تھے۔باقی بارہ رکعت بلاجماعت تنہا پڑھ لیتے، پھر تیئیس رکعت (تراویح اورنماز وتر) جماعت کے ساتھ ادا کرنے لگے۔قرین قیاس وہی توضیح ہے کہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری میں سے ایک دس رکعت اورایک دس رکعت تراویح اور ایک رکعت وتر پڑھاتے ،تغلیباً دونوں کے لیے گیارہ کا لفظ استعمال ہوا۔ یہ طریقہ عرب میں مروج ہے، جیسے قمرین،عمرین وغیرہ۔

حضرت امام مالک اور گیارہ رکعت تراویح

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گیارہ رکعت تراویح روایت کرنے والے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بھی گیارہ رکعت تراویح پرنہیں ہے۔ان سے بیس رکعت تراویح کی روایت مؤطا امام مالک اور دیگر کتب حدیث میں مروی ہے۔

(۱)امام مالک نے مؤطا امام مالک میں یزید بن رومان سے عہد فاروقی میں تیئیس رکعت (بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر) کی روایت کی ہے۔(مؤطا امام مالک ص ۱۳۸)

(۲)اسی طرح امام مالک نے مؤطا امام مالک میں ’’داؤد بن حصین عن عبدالرحمٰن بن ہرمزالاعرج‘‘ کی سند سے بیس رکعت تراویح کی روایت کی۔

(مؤطا امام مالک ص ۱۳۸-السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ص ۶۳)

(۳)امام مالک نے یحییٰ بن سعید انصاری سے بیس رکعت تراویح کی روایت کی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۳)

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل مدینہ کے عمل کی وجہ سے چھتیس رکعت تراویح کے قائل ہیں۔گرچہ انہوں نے گیارہ رکعت تراویح کی روایت کی،لیکن وہ اس پر عامل نہیں ہیں۔

اس گیارہ کی صحیح تشریح کی گئی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز تراویح کے لیے دوامام مقرر فرمائے،ایک دس رکعت اور دوسرے گیارہ رکعت یعنی ایک رکعت وتر پڑھاتے ۔تغلیباً دونوں کے لیے گیارہ رکعت کا اطلاق ہوا،اور یہ اہل عرب کے یہاں

رائج اصطلاح ہے، جیسے چاندوسورج کو قمرین کہا جاتا ہے، حالاں کہ دونوں چاند نہیں۔اسی طرح حضرت صدیق اکبروفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عمرین کہا جاتا ہے۔

اعتراض بست وچہارم

آٹھ رکعت کی روایت کی سند حسن

البانی نے لکھا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آٹھ رکعت کی روایت کے بارے میں حافظ نورالدین ہیثمی (۷۳۵ھ-۸۰۷ھ) نے (مجمع الزوائد) میں فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے۔(صلوٰۃ التراویح ص۶۸-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

حافظ ہیثمی نے سند کو حسن کہا، حدیث کو حسن نہیں کہا۔سند صحیح ہو،اور حدیث معلل یا شاذ ہو کر ضعیف ہوسکتی ہے۔حافظ ابن عدی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی آٹھ رکعت کی دونوں حدیثوں کوضعیف حدیثوں میں شمار کیا۔(الکامل ج۵ص۲۴۸)

اس سے واضح ہوگیا کہ اس روایت کی سند گرچہ حسن ہے،لیکن متن ضعیف ہے۔

صحیح الاسنادوحسن الاسناد:

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریرفرمایا:

{(وقولهم)ای الحفاظ هذا(حديث حسن الاسناد اوصحيحه-دون قولهم حديث صحيح اوحسن-لانه قد يصح اويحسن الاسناد)لثقة رجاله (دون المتن لشذوذ اوعلة)وكثيرًا ما يستعمل ذلک الحاكم فی مستدركه (فان اقتصر علٰى ذلک حافظ معتمد)ولم يذكر له علةً ولاقادحًا(فالظاهر صحة المتن وحسنه)لان عدم العلة والقادح هوالاصل والظاهر}

(تدریب الراوی ج۱ص۱۶۱)

ضعیف الاسناد:

امام بدرالدین زرکشی شافعی (۷۴۵ھ-۷۹۴ھ) نے رقم فرمایا:

{ان قولهم "حديث صحيح الاسناد" دون قولهم "صحيح" لايقتضى صحة المتن-فيقال هنا قولهم "ضعيف الاسناد" دون قولهم "ضعيف"- لايقتضى ضعف المتن-الا اذا اقتصر عليه حافظ معتمد فالظاهر ضعف المتن وعدم صحته} (النکت علیٰ مقدمۃ ابن الصلاح ج۱ص۳۹۰)

اعتراض بست وپنجم

حضرت ابی بن کعب سے بیس رکعت تراویح ثابت نہیں

البانی نے لکھا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس رکعت تراویح کی روایت ضعیف اور منکر ہیں۔بیس رکعت تراویح کے لیے وہ حدیثیں دلیل نہیں بن سکتیں۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۶۷ تا ۷۰-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

وہابیہ کے جداعلیٰ ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے لکھا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس رکعت تراویح ثابت ہے۔وہابیہ کے مجتہد اکبر عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (۱۹۱۲ء-۱۹۹۹ء) نے لکھا کہ بیس رکعت تراویح سنت فاروقی اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سنت ہے۔

وہابیہ کے جداعلیٰ ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے لکھا:

{فانه قد ثبت ان ابى كعب كان يقوم بالناس عشرين ركعة فى قيام رمضان ويوتر بثلاث-فراى كثيرمن العلماء ان ذلک هو السنة،لانه اقامه بين

المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر-واستحب اٰخرون تسعة وثلاثین رکعة بناء علٰی انه عمل اهل المدینة القدیم}(مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۳ص۶۸)

〈ت〉 یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے، پس اکثر علما نے فرمایا کہ یہی (بیس رکعت) سنت ہے، اس لیے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے (بیس رکعت کو) صحابہ مہاجرین وانصار کے درمیان قائم کیا اور کسی نے انکار نہ کیا، اور دوسرے بعض علما نے انتالیس رکعت کو مستحب قرار دیا، اس پر بنا کرتے ہوئے کہ یہ اہل مدینہ کا قدیم عمل ہے۔

توضیح: انتالیس رکعت میں بیس رکعت تراویح ہے۔سولہ، اضافی رکعات اور تین رکعت وتر ہے۔دراصل یہ بھی بیس رکعت تراویح ہے۔ابن تیمیہ نے لکھا کہ بیس رکعت تراویح پر مہاجرین وانصار صحابہ کرام نے انکارنہیں کیا، پس یہ صحابہ کرام کی جانب سے اجماع ہوگیا، اس کے باوجود ابن تیمیہ نے اس اجماع کی مخالفت کی اور نماز تراویح کی جگہ گیارہ یا تیرہ رکعت صلوٰۃ اللیل پڑھنے کو کہا۔اب وہابیہ بھی یہی کہنے لگے۔

ابن تیمیہ نے لکھا:**{کما ان نفس قیام رمضان لم یوقت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فیه عددًا معینًا-بل کان هو صلی اللّٰہ علیه وسلم لایزید فی رمضان ولاغیره علٰی ثلث عشرة رکعة-لکن کان یطیل الرکعات فلما جمعهم عمر علٰی ابی بن کعب، کان یصلی بهم عشرین رکعة ثم یوتر بثلث}**

(مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۲ص۱۶۴)

〈ت〉 جیسا کہ نماز تراویح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی معین عدد کی حد بندی نہیں فرمائی، بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں تیرہ رکعت پر اضافہ نہیں فرماتے تھے، لیکن رکعتوں کو طویل فرماتے، پھر جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمایا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے ، پھر انہیں تین رکعت وتر پڑھاتے ۔

عبدالعزیز بن باز نے بیس رکعت تراویح سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھا:

سوال۲۹۹،۲۹۷:

اذا صلی الانسان مع من یصلی ثلاثا وعشرین رکعة واکتفی باحدی عشرة رکعة ولم یتم مع الامام فهل فعله هذا موافق للسنة؟

الجواب:

السنة الاتمام مع الامام ولو صلّٰی ثلاثا وعشرین رکعة-لان الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم قال:(من قام مع الامام حتی ینصرف کتب اللّٰه له قیام لیلته)وفی اللفظ الأخر(بقیة لیلته)فالافضل للماموم ان یقوم مع الامام حتی ینصرف-سواء صلی احدی عشرة رکعة اوثلاث عشرة رکعة اوثلاثا وعشرین او غیر ذلک-هذا هو الافضل ان یتابع الامام حتی ینصرف- والثلاث والعشرون فعلها عمر رضی اللّٰه عنه والصحابة فلیس فیها نقص ولیس فیها اخلال،بل هی من السنن-سنن الخلفاء الراشدین.

(مجموع فتاویٰ عبدالعزیز بن الباز ج۴ص۳۰۲-ج۴ص۳۰۵)

﴿ت﴾سوال: جب کوئی انسان تیئیس رکعت نماز تراویح پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھے اور گیارہ رکعت پر اکتفا کرے اور امام کے ساتھ پوری نماز نہ پڑھے، پس کیا اس کا یہ فعل سنت کے موافق ہے؟

جواب: امام کے ساتھ نماز پوری کرنا سنت ہے۔گرچہ امام تیئیس رکعت پڑھے(یعنی امام تیئیس رکعت پڑھے تو مقتدی بھی تیئیس پڑھے۔تیئیس میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر ہے)،اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امام کے ساتھ نماز پڑھے، یہاں تک کہ امام چلا جائے تو رب تعالیٰ اس کے لیے ساری رات عبادت کا ثواب لکھتا

ہے،اور دوسری روایت میں ہے کہ اس رات کے باقی حصے کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے، پس مقتدی کے لیے افضل یہ ہے کہ امام کے واپس ہونے تک امام کے ساتھ نماز پڑھے۔خواہ امام گیارہ رکعت پڑھے یا تیرہ رکعت پڑھے، یا تئیس رکعت یا اس کے علاوہ۔

یہی افضل ہے کہ امام کی واپسی تک امام کی پیروی کی جائے ،اور تئیس رکعت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ادا فرمائی ، پس اس (تئیس رکعت) میں کوئی عیب نہیں ہے،اور اس میں کچھ خلل نہیں ہے، بلکہ یہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سنتوں میں سے ہے۔

اعتراض بست و ششم

بیس رکعت کی روایت کی تضعیف

البانی نے لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیس رکعت تراویح کی روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) اور امام زیلعی حنفی (م۷۴۳ھ) اور دیگر ائمہ نے ضعیف قرار دیا۔(صلوٰۃ التراویح ص۱۹،۲۰-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

امام نووی شافعی نے یزید بن خصیفہ کی بیس رکعت کی روایت کو صحیح قرار دیا۔(المجموع شرح المہذب ج۴ص۳۲) البانی تضعیف قبول کرتا ہے،لیکن تصحیح کو قبول نہیں کرتا۔محدث زیلعی حنفی نے حدیث ابن عباس کی تضعیف کی،اس کا جواب باب سوم میں دیا جا چکا ہے۔

(۱) ادریس کاندھلوی دیوبندی بن اسماعیل کاندھلوی (۱۸۹۹ء-۱۹۷۴ء) نے لکھا:

{اعلم ان الحديث الذى رواه ابن عباس فى عشرين ركعة-الذى ضَعَّفَه ائمة الحديث،هو صحيح عند هذا العبد الضعيف،عفا الله عنه-لما ذكر العلامة السيوطى رحمه الله تعالى فى التدريب:قال بعضهم:يحكم

للحدیث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح}

(التعلیق الصبیح علیٰ مشکاۃ المصابیح ج۲ص۱۰۵-مجلس اشاعت العلوم حیدرآباد)

﴿ت﴾ جان لو کہ وہ حدیث جسے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیس رکعت تراویح کے بارے میں روایت فرمایا، جس کو ائمہ حدیث نے ضعیف کہا، وہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے، اس لیے کہ امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تدریب الراوی میں فرمایا کہ بعض علما نے فرمایا کہ حدیث کے لیے صحیح ہونے کا حکم دیا جائے گا، جب کہ امت نے اسے قبول کرلیا ہو، اگر چہ اس کے لیے کوئی صحیح سند نہ ہو۔

(۲) امام سیوطی شافعی نے تحریر فرمایا: **{قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به–وان لم یکن له اسناد یعتمد علیٰ مثله}**

(التعقبات علی الموضوعات ص۱۲-المکتبۃ الاثریہ: سانگلہ)

﴿ت﴾ بہت سے علما نے تصریح فرمائی کہ حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل اہل علم کا اس کے مطابق قول کرنا ہے، اگر چہ اس کے لیے قابل اعتماد سند نہ ہو۔

(۳) علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{قال فی الفتح: واما ما روی ابن ابی شیبة فی مصنفه والطبرانی وعند البیهقی من حدیث ابن عباس عنه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر، فضعیف بابی شیبة ابراهیم بن عثمان جدُّ الامام ابی بکربن ابی شیبة متفق علیٰ ضعفه مع مخالفته الصحیح، الخ.

قلت: اما مخالفته للصحیح فقد یجاب عنها بان ما فی الصحیح مبنی علیٰ ما هو الغالب من احواله صلی اللّٰه علیه وسلم وهذا کان لیلتین فقط ثم ترکه صلی اللّٰه علیه وسلم، فلذا لم تذکره عائشة رضی اللّٰه عنها–واما تضعیف الحدیث بمن ذکر–فقد یقال انه اعتضد بما مرمن نقل الاجماع

علٰی سنیتها من غیر تفصیل مع قول الامام رحمة اللّٰه علیه ان ما فعله عمر رضی اللّٰه عنه لم یتخرجه من تلقاء نفسه و لم یکن فیه مبتدعًا و لم یامر به الا عن اصل لدیه و عهد من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم فتأمل منصفًا}

(منحۃ الخالق حاشیۃ بحرالرائق ج۲ص۱۱۸-مکتبہ زکریا دیو بند)

﴿ت﴾امام ابن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے فتح القدیر میں فرمایا،لیکن حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی اور امام بیہقی نے جوحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت نفل پڑھتے تھےتو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ کے دادا قاضی ابراہیم بن عثمان: ابوشیبہ عبسی کوفی (م۱۶۹ھ) کی وجہ سے ضعیف ہے۔اس کے حدیث صحیح کے مخالف ہونے کے ساتھ ہی ساتھ،اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔

میں (علامہ شامی) جواب دوں گا۔رہا اس کا حدیث صحیح کے مخالف ہونا تو جواب دیا جاچکا ہے کہ جو حدیث صحیح میں (گیارہ رکعت) ہے،مبنی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکثری احوال پر اور یہ (۲۰ رکعت) صرف دوراتی تھی،پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ترک فرمادیا،اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کا تذکرہ نہیں فرمایا،اور رہا حدیث کا ضعیف ہونا،اس کی وجہ سے جس کا ذکر کیا گیا (یعنی ابوشیبہ) پس اس کا جواب دیا جا چکا ہے کہ یہ (۲۰ رکعت کی روایت) قوی ہوگئی اس کی وجہ سے جو گذر چکا یعنی اس (۲۰رکعت) کے مسنون ہونے پر بلاتفصیل اجماع کا منقول ہونا،امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے باوجود کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو (۲۰رکعت) کیا،وہ اپنی جانب سے ایجاد نہیں فرمایا اور نہ ہی اس بارے میں وہ مبتدع (نیا امر ایجاد کرنے والے) تھے،اور اس (۲۰رکعت) کا انہوں نے حکم نہیں دیا،مگر اپنے پاس محفوظ کسی اصل کی وجہ سے اور حضور اقدس سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے کسی علم کی بنیاد پر،پس

انصاف کے ساتھ غور کرلو۔

(۴) علامہ عیسیٰ حمیری نے لکھا:

{اما قول ابن الھمام ان اثر ابن ابی شیبة ضعیف–فھو ساقط لان ابن عدی اشار الٰی توثیقه ورجحه علٰی من ھو حسن الحدیث علٰی قاعدتھم–ھذا الٰی جانب–وان الکمال بن الھمام صرح نفسه بان المرسل الضعیف اذا وافقه قول صحابی صار حجة کما ھو عند الشافعی رضی اللّٰہ عنه–اذن فحدیث ابن ابی شیبة حسن} (القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص۳۹)

﴿ت﴾ امام ابن ہمام (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) کا قول کہ ابن ابی شیبہ کا اثر (حدیث) ضعیف ہے تو یہ قول ساقط الاعتبار ہے، اس لیے کہ حافظ ابن عدی نے ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کوفی کے ثقہ ہونے کا اشارہ کیا اور اس (ابوشیبہ) کو محدثین کے قاعدہ کے مطابق اس پر ترجیح دی، جو حسن الحدیث ہے (یعنی ابراہیم بن ابی حیہ پر ترجیح دی، جیسا کہ باب سوم میں گزرا) یہ تو ایک جانب ہے، باوجودے کہ کمال ابن ہمام نے خود ہی صراحت کے ساتھ فرمایا کہ مرسل ضعیف کے موافق جب کسی صحابی کا قول ہو جائے تو وہ حجت (قابل استدلال) ہے، جیسا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ہے تو اب ابن ابی شیبہ کی حدیث ''حسن'' ہے۔

توضیح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث مرسل نہیں، بلکہ متصل ہے۔ جب حدیث مرسل ضعیف کسی صحابی کے قول سے تقویت پا کر قابل احتجاج ہو سکتی ہے تو حدیث متصل منضم بالقرائن کے قابل احتجاج ہونے میں کیا شک ہے۔

(۵) علامہ حمیری نے ایک طویل بحث کے بعد لکھا: **{لقد ثبت عند العلماء کما حللناه فی القسم المتقدم صحةُ حدیث ابن عباس بروایة العشرین}**

(القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص۴۳)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیس رکعت تراویح کی حدیث کی صحت

علما کے یہاں ثابت ہوچکی جیسا کہ قسم ماقبل میں ہم نے اس کی تفصیل پیش کردی۔

اعتراض بست وہفتم

گیارہ رکعت تراویح پراضافہ جائز نہیں

البانی نے لکھا کہ گیارہ رکعت تراویح پر زیادتی جائز نہیں۔

(صلوٰۃ التراویح ص۲۲،۷،۶-۱۰۶-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

مجتہد وہابیہ عبدالعزیز بن باز نے کہا کہ تراویح گیارہ یا تیرہ پڑھے۔

(مجموع فتاویٰ عبدالعزیز بن الباز ج۴ص۳۰۱)

عبدالعزیز بن باز نے لکھا کہ بیس رکعت والے کی اقتدا میں بیس پڑھے۔

(مجموع فتاویٰ عبدالعزیز بن الباز ج۴ص۳۰۲،۳۰۵)

ابن تیمیہ نے لکھا کہ رکعات تراویح میں کسی متعین عدد کا اقرار کرنے والا خطا کار ہے،
اور طول قیام مشکل ہو تو بیس رکعت بہتر ہے۔(مجموعۃ الفتاویٰ ج۲۲ص۱۶۴)

واضح رہے کہ ابن تیمیہ حرانی وہابیہ ہے،اور ابن باز (۱۹۱۲ء-۱۹۹۹ء) وہابیہ کا مجتہد اکبر ہے۔ابن باز وابن تیمیہ دونوں نے گیارہ رکعت پر زیادتی کو صحیح قرار دیا۔

تراویح کی رکعات کی کوئی تعداد متعین نہیں

ابن تیمیہ نے تراویح سے متعلق لکھا:{ومن ظن ان قیام رمضان فیہ عدد موقت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم-لایزاد فیہ ولاینقص منہ فقد اخطاء}

(مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۲ص۱۶۴)

〈ت〉 جو یہ خیال کرے کہ نماز رمضان (تراویح) میں حضور اقدس سرور دوجہاں صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی معین تعداد مروی ہے کہ اس میں نہ زیادتی کی جاسکتی ہے، اور نہ اس میں کمی کی جاسکتی ہے تو وہ غلطی میں پڑا۔

ابن تیمیہ نے لکھا: {**كما ان نفس قيام رمضان لم يوقت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فيه عددًا معينًا–بل كان هو صلى اللّٰه عليه وسلم لايزيد فى رمضان ولاغيره علٰى ثلث عشرة ركعة–لكن كان يطيل الركعات فلما جمعهم عمر علٰى ابى بن كعب، كان يصلى بهم عشرين ركعة ثم يوتر بثلث**}

(مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۲ص۱۶۴)

〈**ت**〉 جیسا کہ نماز تراویح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی معین عدد کی حد بندی نہیں فرمائی، بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں تیرہ رکعت پر اضافہ نہیں فرماتے تھے، لیکن رکعتوں کو طویل فرماتے، پھر جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمایا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے، پھر انہیں تین رکعت وتر پڑھاتے۔

بیس رکعت تراویح پڑھنے کی اجازت

عبدالعزیز بن باز نے بیس رکعت تراویح سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھا:

سوال۲۹۹،۲۹۷:

اذا صلى الانسان مع من يصلى ثلاثا وعشرين ركعة واكتفى باحدى عشرة ركعة ولم يتم مع الامام فهل فعله هذا موافق للسنة؟

الجواب:

السنة الاتمام مع الامام ولو صلّٰى ثلاثا وعشرين ركعة لان الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم قال: (من قام مع الامام حتى ينصرف كتب اللّٰه له قيام ليلته) وفى اللفظ الأخر (بقية ليلته) فالافضل للماموم ان يقوم مع الامام حتى

ینصرف-سواء صلی احدی عشرة رکعة اوثلاث عشرة رکعة اوثلاثا وعشرین او غیر ذلک-هذا هو الافضل ان یتابع الامام حتی ینصرف- والثلاث والعشرون فعلها عمررضی اللّٰہ عنه والصحابة فلیس فیها نقص ولیس فیها اخلال،بل هی من السنن-سنن الخلفاء الراشدین.

(مجموع فتاویٰ عبدالعزیزبن الباز ج۴ص۳۰۲-ج۴ص۳۰۵)

〈ت〉**سوال**: جب کوئی انسان تئیس رکعت نماز تراویح پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھےاور گیارہ رکعت پر اکتفا کرےاور امام کے ساتھ پوری نماز نہ پڑھے،پس کیا اس کا یہ فعل سنت کے موافق ہے؟

جواب: امام کے ساتھ نماز پوری کرنا سنت ہے۔گرچہ امام تئیس رکعت پڑھے(یعنی امام تئیس رکعت پڑھے تو مقتدی بھی تئیس پڑھے۔تئیس میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر ہے)،اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوامام کے ساتھ نماز پڑھے،یہاں تک کہ امام چلا جائے تو رب تعالیٰ اس کے لیے ساری رات عبادت کا ثواب لکھتا ہے،اور دوسری روایت میں ہے کہ اس رات کے باقی حصے کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے،پس مقتدی کے لیے افضل یہ ہے کہ امام کے واپس ہونے تک امام کے ساتھ نماز پڑھے۔خواہ امام گیارہ رکعت پڑھے یا تیرہ رکعت پڑھے،یا تئیس رکعت یا اس کے علاوہ۔

یہی افضل ہے کہ امام کی واپسی تک امام کی پیروی کی جائے،اور تئیس رکعت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ادا فرمائی، پس اس(تئیس رکعت)میں کوئی عیب نہیں ہے،اور اس میں کچھ خلل نہیں ہے،بلکہ یہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سنتوں میں سے ہے۔

توضیح:حضرات صحابہ کرام وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے جو بیس رکعت منقول ہے ،دراصل وہی نماز تراویح ہے،اور گیارہ یا تیرہ رکعت صلوٰۃ اللیل ہے،نماز تراویح نہیں۔

اعتراض بست وہشتم

گیارہ رکعت پر اضافہ فعل نبوی سے تجاوز

البانی نے لکھا کہ گیارہ رکعت پر زیادتی سے فعل نبوی سے تجاوز کرنالازم آتا ہے۔
(صلوٰۃ التراویح ص۷۶،۱۰۶-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ اللیل سترہ رکعت تک ثابت ہے۔
(تلخیص الحبیر ج۲ص۴۹۶)

یہ گیارہ رکعت یا سترہ رکعت وغیرہا صلوٰۃ اللیل ہے۔صلوٰۃ التراویح نہیں۔وہابیہ کے یہاں صلوٰۃ التراویح کوئی مستقل نماز نہیں، بلکہ یہ صلوٰۃ اللیل ہے،اورصلوٰۃ اللیل میں کوئی تعداد متعین نہیں تھی ، بلکہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف حالات اور مختلف اوقات میں تعدادرکعات میں کمی بیشی فرمائی ہے۔جب خود حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلوٰۃ اللیل میں کمی وبیشی ثابت ہے تو پھر گیارہ رکعت پر کمی وبیشی جائز قرار پائی۔عدم جواز کی کوئی راہ یہاں موجودنہیں۔البانی کا دعویٰ بلادلیل ہے۔

حافظ ابن حجرعسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریرفرمایا:

{واما ما رواه الزهری عن عروة عنها (عائشةرضی اللّٰہ عنها) كما سيأتی فی(باب ما يقرأ فی ركعتی الفجر)(البخاری ج ا ص۱۵۶)بلفظ كان يصلی بالليل ثلث عشرة ركعة ثم يصلی اذا سمع النداء بالصبح ركعتين خفيفتين– فظاهره يخالف ما تقدم–فيحتمل ان تكون اضافت الٰی صلوٰة الليل سنة العشاء لكونه كان يصليها فی بيته اوماكان يفتتح به صلوٰة الليلفقد ثبت عند مسلم من طريق سعد بن هشام عنها(عائشة رضی اللّٰہ عنها)انه كان

یفتتحها برکعتین خفیفتین وھذا ارجح فی نظری–لان روایة ابی سلمة التی دلت علی الحصر فی احدی عشرة جاء فی صفتها عند المصنف وغیرہ– یصلی اربعًا ثم اربعًا ثم ثلاثًا

فدل علٰی انھا لم تتعرض للرکعتین الخفیفتین وتَعَرَّضَتْ لھما فی روایة الزھری–والزیادة من الحافظ مقبولة وبھذا یجمع بین الروایات وینبغی ان یستحضر ھھنا ما تقدم فی ابواب الوتر ذکر الرکعتین بعد الوتر والاختلاف ھل ھما الرکعتان بعدالفجراو صلاة مفردة بعد الوتر ویؤیدہ ما وقع عند احمد وابی داؤد من روایة عبد اللّٰہ بن ابی قیس عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا بلفظ کان یوتر باربع وثلث وست وثلاث وثمان وثلاث وعشر وثلاث ولم یکن یوتر باکثرمن ثلاث عشرة ولاانقص من سبع–وھذا اصح ما وقفت علیہ من ذلک وبہ یجمع بین ما اختلف عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا من ذلک:واللّٰہ اعلم

قال القرطبی:اشکلت روایات عائشة رضی اللّٰہ عنھا علٰی کثیرمن اھل العلم حتی نسب بعضھم حدیثھا الی الاضطراب وھذا انما یتم لو کان الراوی عنھا واحدًا اَو اخبرت عن وقت واحد والصواب ان کل شیء ذکرتْہُ من ذلک محمول علٰی اوقات متعددة واحوال مختلفة بحسب النشاط وبیان الجواز:واللّٰہ اعلم}(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج۴ص۳۴)

﴿ت﴾امام ابن شہاب زہری نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سند سے جو روایت کیا ہے جیسا کہ عنقریب (باب مایقرأفی رکعتی الفجر) میں اس لفظ کے ساتھ آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت نفل پڑھتے تھے، پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعتیں پڑھتے تو اس حدیث کا ظاہری

مفہوم گزشتہ حدیث (گیارہ رکعت کی روایت) کے خلاف ہے۔

پس احتمال یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صلوٰۃ اللیل کے ساتھ (دو رکعت) سنت عشا کو شامل کر لیا ہو، کیوں کہ حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے اپنے کاشانہ مبارک میں ادا فرماتے تھے، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے شامل کر لیا ہو جس (دو خفیف رکعت) کے ذریعہ حضور اقدس سرور جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل کو شروع فرماتے تھے۔

پس بے شک (سعد بن ہشام عن عائشۃ رضی اللہ عنہا) کی سند سے امام مسلم کے یہاں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو ہلکی رکعتوں کے ساتھ صلوٰۃ اللیل شروع فرماتے تھے، اور یہی میری نظر میں سب سے زیادہ راجح ہے، اس لیے کہ ابو سلمہ کی روایت جو صلوٰۃ اللیل کے گیارہ رکعت میں منحصر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

مصنف (امام بخاری) اور اس کے علاوہ کے یہاں اس نماز کی صفت میں وارد ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے، پھر چار رکعت پڑھتے، پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے تو یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (اس روایت میں) دو خفیف رکعتوں کا تذکرہ نہیں فرمایا اور زہری کی روایت میں ان دو خفیف رکعتوں کا تذکرہ فرمایا (اور گیارہ کی بجائے تیرہ رکعت کہا) اور (اصول حدیث کی روشنی میں) حافظ کی زیادتی مقبول ہے، اور اس (تاویل) سے روایات (مختلفہ مرویہ از عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی تطبیق کی جائے گی۔

اور مناسب ہے کہ یہاں اسے (ذہن میں) مستحضر کیا جائے جو ابواب الوتر میں وتر کے بعد دو رکعت کا ذکر گزرا، اور اختلاف ہے کہ وہ دونوں رکعت، فجر کے بعد کی دو رکعت (سنت فجر) ہے یا وتر کے بعد ایک مستقل نماز، اور اسی (ایک مستقل نماز ہونے یا سنت فجر ہونے) کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو امام احمد بن حنبل (مسند احمد) اور امام ابو داؤد (سنن ابی داؤد) کے

یہاں وارد ہوئی ((عبداللہ بن ابی قیس عن عائشۃ رضی اللہ عنہا)) کی روایت سے اس لفظ سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر ادا فرماتے (۱) چار اور تین رکعت (سات رکعت) (۲) چھ اور تین رکعت (نو رکعت) (۳) آٹھ اور تین رکعت (گیارہ رکعت) (۴) دس اور تین رکعت (تیرہ رکعت) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرہ سے زیادہ اور سات سے کم وتر ادا نہ فرماتے (اس روایت سے معلوم ہوا کہ وتر کے بعد کی دو رکعت یا تو ایک مستقل نماز ہے یا سنت فجر ہے۔ وہ وتر نہیں ہے، اسی لیے اسے وتر کے ساتھ شامل کر کے تعداد رکعات نہیں بتائی گئی)

اور یہ اس (صلوٰۃ اللیل اور وتر) کے بارے میں سب سے صحیح تاویل ہے، جس پر میں واقف ہوا، اور اسی (تاویل) سے اس (صلوٰۃ اللیل والوتر) کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مختلف روایات کے مابین تطبیق کی جائے گی (یعنی کبھی حضرت عائشہ ابتدائی دو خفیف رکعت کو شامل کر کے تیرہ رکعت، اور کبھی اسے مستثنیٰ کر کے گیارہ کہتی ہیں): واللہ اعلم

امام ابو العباس انصاری قرطبی مالکی: احمد بن عمر بن ابراہیم (۵۷۸ھ-۶۵۶ھ) نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات بہت سے اہل علم کے لیے مشکل ہو گئیں، یہاں تک کہ بعض علما نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کیا اور یہ (قول) اس وقت مکمل ہوگا جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرنے والا ایک راوی ہو، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک وقت کے بارے میں (مختلف) خبر دی ہو، اور حق و درست یہ ہے کہ وہ تمام روایات جن کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صلوٰۃ اللیل والوتر کے بارے میں کیا، وہ متعدد اوقات اور مختلف احوال پر محمول ہے، نشاط قلب کے اعتبار سے اور بیان جواز کے لیے: واللہ اعلم

توضیح: کبھی وقت باقی رہا اور قلب میں عبادت الٰہی کا شوق زیادہ رہا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند رکعات کا اضافہ فرما لیا اور اس لیے کہ امت کو معلوم ہو جائے کہ صلوٰۃ اللیل میں رکعات کی تقلیل و تکثیر جائز ہے، کوئی تعداد متعین نہیں۔ حضور اقدس سرور دو جہاں صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول وفعل سے یہی ظاہر ہے۔

ماقبل میں صحیح بخاری کی روایت لکھی جا چکی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صلوٰۃ اللیل دو دو رکعت ہے، پھر جب صبح ہونے کا خوف ہوتو ایک رکعت ملا کر وتر پڑھ لو۔

اس روایت سے واضح ہے کہ صلوٰۃ اللیل میں تعداد رکعات متعین نہیں ہے۔

امام ابن شہاب زہری (۵۸ھ-۱۲۴ھ) حافظ حدیث، اور عصر تابعین کے ائمہ حدیث میں سے ہیں، پس اصول حدیث کی روشنی میں ان کی زیادتی قابل قبول ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے رقم فرمایا:

{وھو من رؤوس الطبقة الرابعة}(تقریب التہذیب ج۲ص۱۳۳)

〈ت〉 امام زہری طبقہ چہارم کے اساطین واکابرین میں سے ہیں۔

اہل سنت وجماعت کے یہاں صلوٰۃ اللیل ایک مستقل نماز ہے، اوراسی طرح تراویح بھی ایک مستقل نماز ہے۔ تراویح کی بیس رکعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے ،لہٰذا تراویح میں گیارہ رکعت پر اقتصار کرنا غلط ہوگا۔ بیس رکعت تراویح کی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ اس کا تفصیلی بیان باب سوم میں ہے۔

اعتراض بست ونہم

ابن عربی مالکی اور گیارہ رکعت تراویح کی تصحیح

البانی نے لکھا کہ ابن عربی مالکی نے گیارہ رکعت تراویح کو صحیح قرار دیا۔

(صلوٰۃ التراویح ص۸۰-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

علامہ حمیری اور شیخ اسماعیل انصاری نے لکھا کہ محدث ابن عربی مالکی کی کتاب میں الحاق ہے۔(القول الصحیح ص۵۶-تصحیح حدیث صلاۃ التراویح ص۲۳-مکتبہ امام شافعی: ریاض)

توضیح: تراویح کی تشریح میں تناقض کا وجود، الحاق وتحریف کو ثابت کررہا ہے۔

محدث ابن عربی مالکی (۴۶۸ھ-۵۴۳ھ) کی کتاب کی عبارتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱){ولیس فی قدر رکعتها حد محدود-والصحیح ان یصلی احدی عشرة رکعة صلٰوة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وقیامه-وهذه الصلٰوة هی قیام اللیل فوجب ان یقتدی فیها بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم-فاذا لم یکن بد من الحد فما کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی ای احدی عشرة رکعة}

(عارضۃ الاحوذی ج۲ص۲۴۰-دارالفکر بیروت)

﴿ت﴾ تراویح کی رکعتوں کی تعداد کے بارے میں کوئی معین حد نہیں ہے، اور صحیح یہ ہے کہ گیارہ رکعت پڑھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز اور قیام اللیل (کی تعداد رکعات) کے مطابق، اور یہ نماز (نماز تراویح) قیام اللیل ہے، پس ضروری ہے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے، پس جب کوئی حد ضروری ہو تو جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز تھی، یعنی گیارہ رکعت (پڑھے)

(۲){اما صلٰوة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فلم یکن لها حد-والصحیح ان یصلی احدی عشرة رکعة صلٰوة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم-ما زاد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی رمضان ولا فی غیره علٰی احدی عشرة رکعة}

(عارضۃ الاحوذی ج۲ص۲۴۰-دارالفکر بیروت)

﴿ت﴾ لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل تو اس کی کوئی حد متعین نہیں تھی، اور صحیح یہ ہے کہ تراویح گیارہ رکعت پڑھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل (کی تعداد رکعات) کے مطابق۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر اضافہ نہیں فرماتے۔

توضیح: اقتباس دوم کے شروع میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام

اللیل میں رکعت کی کوئی مقدار متعین نہیں تھی، پھراسی اقتباس میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت پر اضافہ نہیں فرماتے۔اقتباس اول میں بھی بار بار گیارہ رکعت کا ذکر ہوا۔کبھی بتایا جارہا ہے کہ رکعات کی تعداد متعین تھی،کبھی بتایا جارہا ہے کہ تعداد متعین نہیں تھی۔یہ صریح تناقض ہے۔یہ تناقض الحاق وتحریف کو ثابت کرتا ہے۔

بعض عبارت بتا رہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوۃ اللیل گیارہ رکعت تھی،اور بعض روایت بتاتی ہے کہ اس کی کوئی حد نہ تھی۔کیا یہ تناقض نہیں ہے؟

(۳){فاما غیر ذلک من الاعداد–فلا اصل له ولا حد فیه}

(عارضۃ الاحوذی ج۲ص۲۴۰-دارالفکر بیروت)

﴿ت﴾ لیکن اس کے علاوہ (یعنی گیارہ رکعت کے علاوہ) تعداد تو نہ اس کی کوئی اصل ہے،اور نہ اس کی کوئی حد ہے۔

توضیح:اسی تشریح میں محدث ابن عربی مالکی (۴۶۸ھ-۵۴۳ھ) نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیس کی روایت کواور حضرت یزید بن رومان تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیئیس کی روایت کو بیان کیا۔کیا یہ روایتیں بیان عدد کے لیے اصل نہیں ہیں؟ پھر یہ کہنا کہ گیارہ کے علاوہ کے لیے کوئی اصل نہیں ہے۔یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔محدث ابن عربی ایسا نہیں لکھ سکتے۔مذکورہ تمام قرائن بتاتے ہیں کہ اس عبارت میں تحریف ہوئی ہے۔

شیخ اسماعیل انصاری نے لکھا:(واما ابوبکر بن العربی فقد صرح فی اول کلامه فی(العارضة)بانه لیس لعدد رکعات التراویح حد محدود–وباقی عبارة (العارضة)فیه من التحریف والخلل،ما منعنی من الاعتماد علیه–وقد صرح ابن العربی فی (احکام القرآن)فی تفسیر آیة(ولتکبروا اللّٰه علی ما هداکم)انه لیس فی قیام اللیل رکعات مقررة–مع ان الشیء اذا ثبت عن الصحابة فلا عبرة بمخالفة من خالفهم)(تصحیح حدیث صلاۃ التراویح ص۲۳-مکتبہ امام شافعی ریاض)

اعتراض سیم

فقیہ شافعی جوری کی امام مالک سے گیارہ کی روایت

البانی نے لکھا کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شافعی فقیہ جوری نے گیارہ رکعت تراویح کی روایت کی ہے۔البانی نے بھی اپنی تائید میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(صلوٰۃ التراویح ص ۷۹-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

فقیہ جوری شافعی، امام مالک کے معاصر نہیں، لہٰذا یہ روایت منقطع ہوگئی۔البانی نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے اس منقطع راویت سے کیسے استدلال کیا، جب کہ اس نے بیس رکعت تراویح کے لیے متعدد روایتوں کو منقطع قرار دے کر نا قابل عمل بتایا ہے، نیز متقدمین مالکی فقہا نے اس روایت کو نقل نہیں کیا۔ایک شافعی فقیہ نے اس روایت کو نقل کیا، اور اہل مذہب کے علاوہ دیگر فقہی مذاہب کے متبعین کی نقل میں خطا کا احتمال رہتا ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گیارہ رکعت تراویح کی روایت کرنے والے شافعی فقیہ قاضی ابوالحسن جوری علی بن حسین ہیں۔یہ فقہ شافعی کے اصحاب وجوہ میں سے ہیں۔انہوں نے امام شافعی کے شاگرد امام مزنی کی کتاب مختصر کی شرح تحریر فرمائی ہے۔

ابن قاضی شہبہ دمشقی، تقی الدین شافعی: ابوبکر بن احمد بن محمد بن عمر بن محمد بن عبدالوہاب بن محمد بن ذؤیب اسدی، ابن قاضی شہبہ (۷۷۹ھ-۸۵۱ھ) نے رقم فرمایا:

{علی بن الحسن، القاضی ابوالحسن الجوری بجیم مضمومة ثم واو ساكنة وراء مهملة مدينة بفارس-قال ابن الصلاح: كان من اجلاء الشافعية، لقی ابا بكر النيسابوری وروی عنه-وصنف المرشد فی عشرة اجزاء والموجز علی ترتيب المختصر ولم يؤرخوا وفاته وذكرته فی هذه الطبقة

تخمینا}(طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ ج اص ۱۲۹- عالم الکتب بیروت)

توضیح: ابن قاضی شہبہ نے فقیہ ابوالحسن جوری کا تذکرہ فقہائے شوافع کے طبقہ خامسہ میں کیا ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جو چوتھی صدی کے تیسرے عشرین (سال ۳۴۱ھ تا ۳۶۰ھ) میں موجود ہو۔حضرت امام مالک کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی، لہٰذا جوری کی روایت منقطع قرار پائی۔

امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{علی بن الحسن، القاضی ابو الحسن الجوری-والجور بضم الجیم مضمومة ثم الواو الساکنة ثم الراء بلدة من بلاد بفارس-احد الائمة من اصحاب الوجوه-لقی ابا بکر النیسابوری وحدث عنه وعن جماعة-ومن تصانیفه کتاب المرشد فی شرح مختصر المزنی}(طبقات الشافعیہ ج۳ص ۴۵۷)

قاضی ابوالحسن جوری نے ابوبکر نیشا پوری سے سماعت حدیث کی ہے۔

(طبقات الشافعیہ للسبکی ج ۳ص ۴۵۷-طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ ج اص ۱۲۹)

فقہائے شوافع میں چار فقیہ ابوبکر نیشا پوری کے نام سے مشہور ہیں۔

ان میں سے تین فقیہ چوتھی صدی ہجری میں تھے۔ایک پانچویں صدی میں تھے۔

(۱) محمد بن ابراہیم بن منذر: ابوبکر نیشا پوری (فقیہ ومحدث) ان کی تاریخ وفات مختلف فیہ ہے ۳۰۹ھ/۳۱۰ھ/۳۱۸ھ/۳۲۹ھ ان کی تاریخ وفات بتائی گئی ہے۔

(طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ ج اص ۹۸- عالم الکتب بیروت)

(طبقات الشافعیۃ للسبکی ج ۳ص ۱۰۲-تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۳ص ۷۸۲)

(طبقات الفقہا للشیرازی ص ۱۰۸)

(۲) عبداللہ بن محمد بن زیاد بن واصل بن میمون: فقیہ ابوبکر نیشا پوری

(ولادت: ۲۳۸ھ-وفات: ۳۲۴ھ)

(طبقات الشافعیۃ للسبکی ج ۳ص ۳۱۰-مکتبہ شاملہ)

(۳)احمد بن اسحاق بن ایوب بن یزید: ابوبکر نیشاپوری صبغی شافعی۔

(ولادت: ۲۵۸ھ-وفات: ۳۴۲ھ)

(طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ ج اص ۱۲۲-عالم الکتب بیروت)

(۴)احمد بن سہل: ابوبکر نیشاپوری، سراج

(ولادت: ۴۰۸ھ-وفات: ۴۷۱ھ)

(طبقات الشافعیۃ للسبکی ج ۴ص ۱۷-مکتبہ شاملہ)

ابن قاضی شہبہ (۷۷۹ھ-۸۵۱ھ) نے فقیہ ابوالحسن جوری کا تذکرہ فقہائے شوافع کے طبقہ خامسہ میں کیا ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جو چوتھی صدی کے تیسرے عشرین (سال ۳۴۱ھ تا ۳۶۰ھ) میں موجود ہو۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی ابوالحسن جوری چوتھی صدی ہجری کے عالم ہیں۔ چوتھی صدی میں وفات پانے والے تینوں ((ابوبکر نیشاپوری)) فقیہ ابوالحسن جوری کے شیخ ہو سکتے ہیں۔

قاضی اسماعیل بن محمد انصاری نے لکھا کہ فقیہ ابوبکر نیشاپوری: عبداللہ بن محمد بن زیاد بن واصل بن میمون (ولادت: ۲۳۸ھ-وفات: ۳۲۴ھ) قاضی ابوالحسن جوری کے شیخ ہیں۔

(تصحیح حدیث التراویح ص ۲۰-مکتبہ امام شافعی ریاض)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی۔اس طرح جوری کی روایت حد درجہ منقطع ہے، اور اسے قابل اعتماد قرار نہیں دیا جا سکتا۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ روایت کرنے والوں میں سے مشہور ترین افراد سے گیارہ رکعت کی روایت نہیں ملتی، بلکہ امام ابن قاسم کی روایت میں گذرا کہ حاکم نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تراویح کی رکعات، چھتیس سے گھٹا کر بیس رکعت کرنے کہا تو انہوں نے منع فرما دیا، پھر وہ گیارہ رکعت کو کیسے پسند فرما سکتے ہیں۔

جب حضرت امام مالک نے بیس رکعت تراویح کو اختیار نہیں فرمایا جو اہل مدینہ کے سوا

تمام امت مسلمہ کامعمول تھا، بھلاوہ گیارہ رکعت کوکیسے پسند کر سکتے ہیں۔محض گیارہ رکعت کی حدیث کی ایک راویت حضرت امام مالک سے ان کی کتاب ''مؤطاامام مالک'' میں آئی تو ان کے مقلد علامہ ابن عبدالبر مالکی نے اسے وہم پرمحمول کیا۔اسی طرح گیارہ رکعت کی روایت پر خود فقہائے مالکیہ کاعمل نہیں، بلکہ اس روایت پر مالکی فقہا تنقید کرتے ہیں۔

علی بن خلف مالکی مصری (م۹۳۹ھ) نے تحریر فرمایا:{وعنه:الذی یاخذ بنفسی فی ذلک الذی جمع علیه عمرُ الناسَ احدی عشرة رکعة،منها الوتر}

(کفایۃ الطالب الربانی علیٰ رسالۃ ابن ابی زیدالقیروانی ج۲ص۳۱۹)

〈ت〉 حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو چیز میرے دل میں جگہ لیتی ہے،رکعات تراویح کے بارے میں،وہ گیارہ رکعت ہے،جس پر حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جمع فرمایا۔اس گیارہ رکعت میں سے(تین رکعت)وتر ہے۔

علامہ شیخ علی عدوی مصری مالکی(۱۱۱۲ھ-۱۱۹۸ھ)نے اس پرحاشیہ تحریر فرمایا:

{قوله(عنه)ای وعن مالک فی غیرالمدونة فیما یظهروقوله الذی یاخذ بنفسی ذلک ای القیام المعنی الحقیقی لهذا اللفظ الذی یاخذ نفسی ویتناولها—فالباء زائدة لتاکید ذلک ومن لازم ذلک التمکن فاطلق اللفظ واراد لازمه المذکور—ای الذی یتمکن فی نفسی وانت خبیر بان هذا ینافی قوله قبل:یقومون فی زمن عمرفی المساجد بعشرین رکعة—ویوخذ مما تقدم،الجواب بان الاحدی عشرة کانت مبدء الامرثم انتقل الی العشرین—ولذلک قال ابن حبیب:رجع عمرالٰی ثلثة وعشرین رکعة}

(حاشیۃ العدوی علیٰ کفایۃ الطالب الربانی ج۲ص۳۱۹)

〈خ〉امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو چیز میرے دل میں جگہ پکڑتی ہے (گیارہ رکعت تراویح ہے)اور تجھے معلوم ہے کہ یہ ماتن ابن ابی زید قیروانی (م۳۸۶ھ) کے

ماقبل قول کے منافی ہے کہ لوگ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مسجدوں میں بیس رکعت پڑھتے تھے، اور گزشتہ عبارت سے جواب اخذ کیا جائے گا کہ گیارہ رکعت ابتدائے امر میں تھا، پھر بیس رکعت کی جانب منتقل ہوگئے، اور اسی لیے فقیہ ابن حبیب نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیئیس رکعت کی جانب رجوع فرمالیا۔

توضیح: تیئیس رکعت میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت نماز وتر ہے۔

علامہ عدوی کی تشریح سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر گیارہ رکعت کی روایت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت بھی ہوتو یہ جواب ہوگا کہ انہوں نے اس سے رجوع فرمالیا، ورنہ ہماری ماقبل کی تشریحات کے مطابق گیارہ کی روایت کے ثبوت پر اعتراض ہے۔ بیس رکعت عہد نبوی سے ثابت ہے۔

امام مالک کا مسلک مختار

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تراویح کے بارے میں مسلک مختار، چھتیس رکعت ہے، کیوں کہ اہل مدینہ تابعین کے عہد سے چھتیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

(۱) علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (۵۲۰ھ-۵۹۵ھ) نے رقم فرمایا:

{وذکر ابن القاسم عن مالک–انہ کان یستحسن ستا وثلاثین رکعة –والوتر ثلثا} (بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ج۱ص۱۵۲-دارالفکر بیروت)

〈ت〉 علامہ ابن قاسم مصری نے امام مالک کے بارے میں بتایا کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کو مستحسن سمجھتے تھے۔

(۲) علامہ ابن عبدالبر مالکی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{واستحب منہم اخرون ستا وثلاثین رکعة والوتر–وھو اختیار مالک فی روایة ابن القاسم عنہ} (کتاب الکافی فی فقہ اہل المدینۃ المالکی ج۱ص ۲۵۶)

〈ت〉 بعض دوسرے علما نے چھتیس رکعت تراویح اور وتر کو مسنون قرار دیا، اور یہی امام

ابن قاسم کی روایت میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک مختار ہے۔

توضیح: فقہ مالکی کی قدیم کتابوں میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق گیارہ رکعت تراویح کی روایت نہیں ملتی۔فقہ مالکی کی قدیم اور معتبر کتابوں میں گیارہ رکعت کا کوئی ذکر نہیں۔فقہ مالکی کی چند معتبر کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)المدونۃ الکبریٰ (مجموعہ مرویات ابن قاسم (م۱۹۱ھ) تلمیذ امام مالک)

جامع: امام سحنون بن سعید تنوخی اندلسی (۱۶۰ھ-۲۴۰ھ)

(۲)رسالۃ ابن ابی زید القیروانی (م۳۸۶ھ)

(۳)مختصر العلامۃ خلیل (م۷۶۶ھ)

(۴)بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد: ابن رشد قرطبی مالکی (۵۲۰ھ-۵۹۵ھ)

مذکورہ بالا کتابوں میں اور دیگر معتبر کتابوں میں گیارہ رکعت تراویح کا کوئی تذکرہ نہیں، پس اب یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اس گیارہ رکعت تراویح کی روایت کا مصدر و مرجع کون ہے؟

علامہ عیسیٰ بن مانع حمیری نے شافعی فقیہ جوری کو اس روایت کا منتہیٰ قرار دیا اور لکھا:

(۳){ان هذا النقل فی غاية من الانقطاع–وان مالكا توفی سنة تسع وسبعين ومائة–والجوری الذی نقل عنه السبكی الكلام المذكور–ونقله كذلك السيوطی عن السبكی–من تلامذة ابی بكر النيسابوری المولود سنة ثمان وثلاثين ومأتين–وقد ذكره السبكی فی طبقات الشافعية والذهبی فی تذكرة الحفاظ} (القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص۵۵)

﴿ت﴾ یہ روایت (گیارہ رکعت تراویح کی روایت) حد درجہ منقطع ہے۔حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سال ۱۷۹ھ میں ہوئی، اور فقیہ جوری شافعی جن سے امام تقی الدین سبکی شافعی (۶۸۳ھ-۷۵۶ھ) نے (شرح المنہاج میں) روایت مذکورہ کو نقل کیا، اور اسی طرح اس روایت کو امام سیوطی نے (الحاوی للفتاویٰ اول ص۳۵۰) میں سبکی سے نقل کیا (یہ

فقیہ ابوالحسن جوری) ابوبکر نیشاپوری کے شاگردوں میں سے ہیں، اور ابوبکر نیشاپوری کی پیدائش سال ۲۳۸ھ میں ہوئی۔ امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے (طبقات شافعیہ) میں اور حافظ ذہبی نے (تذکرۃ الحفاظ) میں ابوبکر نیشاپوری کا تذکرہ کیا ہے۔

(۴) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے رقم فرمایا کہ امام تقی الدین سبکی شافعی نے منہاج الطالبین للنووی کی شرح میں تحریر فرمایا: {**قال الجوری من اصحابنا عن مالک انه قال: الذی جمع علیه الناس عمر بن الخطاب احب الیَّ وهو احدی عشرة رکعة وصلاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم - قیل له: احدی عشرة رکعة بالوتر؟ قال: نعم - وثلاث عشرة قریب - قال: ولا ادری من این احدث هذا الرکوع الکثیر**} (الحاوی للفتاویٰ ج۱ص۳۵۰)

〈ت〉 ہمارے اصحاب شوافع میں سے جوری نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: جس (تعداد رکعات تراویح) پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا تھا، وہ مجھے زیادہ پسند ہے، اور وہ گیارہ رکعت ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز ہے۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا۔ گیارہ رکعت وتر کے ساتھ؟ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، اور تیرہ رکعت اس کے قریب ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ زیادہ رکعات کہاں سے بنالی گئیں۔

توضیح: حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''مؤطا امام مالک'' (ص ۱۳۸) میں روایت کیا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، پھر وہ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں یہ رکعتیں کہاں سے بڑھالی گئیں؟

مزید برآں یہ کہ اگر ان کو گیارہ رکعت تراویح پسند ہوتی تو جب حاکم نے انہیں چھتیس رکعت سے تراویح کم کرنے کہا تھا۔ اسی وقت آپ اس کو گیارہ کردیتے، لیکن وہ چھتیس رکعت میں تقلیل پر راضی نہ ہوئے۔

فقیہ ابوالحسن جوری کی روایت کے انتہائی منقطع ہونے میں کوئی شک نہیں، اور یہ روایت اہل مذہب کی نہیں۔کسی مالکی فقیہ تک اس کی سند نہیں پہنچتی، بلکہ یہ غیر مذہب والے کی روایت ہے۔ابوالحسن جوری، شافعی فقیہ ہیں، نہ کہ مالکی۔

امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے تحریر فرمایا کہ امام تقی الدین ابن دقیق العید شافعی (۶۲۵ھ-۷۰۲ھ-۱۲۲۸ء-۱۳۰۲ء) نے مختصر اصول جمال الدین ابن حاجب مالکی (۵۷۰ھ-۶۴۶ھ) کی شرح کے خطبہ میں رقم فرمایا:

{ما جزمت بنقله عن ائمة الاجتهاد،تحريت فيه ومنحته من طريق الاحتياط ما يكفيه–فان كان من احد المذاهب الاربعة،نقلته من كتب اصحابه واخذته عن المتن–فاتيت الامر من بابه ولم اعتبر حكاية الغيرعنهم–فانه طريق وقع فيه الخلل وتعدد من جماعة من النقلة فيه الزلل–وحكى المخالفون للمذاهب عنها ما ليس منها} (طبقات الشافعیہ ج۹ص۲۴۱-مکتبہ شاملہ)

﴿ت﴾ حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے جن منقولات پر میں نے یقین کیا، میں نے ان میں محنت ومشقت کی، اوران میں کافی احتیاط کی راہ اپنائی، پس اگر وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کا قول ہوتو میں نے اس کو ان کے اصحاب کی کتابوں سے نقل کیا، اور میں نے اس کو متن کتاب سے اخذ کیا تو میں نے اس امر کو اسی باب سے لیا اور میں نے ان حضرات سے غیر کی نقل کا اعتبار نہیں کیا، کیوں کہ یہ ایسا راستہ ہے کہ اس میں خلل واقع ہو چکا اور ناقلین کی جماعت سے اس میں متعدد لغزشیں ہوئیں، اور مذاہب کے مخالفین نے ان مذاہب کے بارے میں وہ بیان کر دیا جو ان مذاہب میں نہیں ہے۔

توضیح: غیر اہل مذہب کی نقل بلاتحقیق قبول نہیں کی جا سکتی۔قاضی ابوالحسن جوری شافعی فقیہ ہیں۔فقہ مالکی سے متعلق ان کی روایت بلاتحقیق قبول نہیں کی جاسکتی۔وہابیہ کی عادت ہے کہ وہ غیر معتبر روایتوں کا سہارا لے کر امت مسلمہ کو گمرہی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اعتراض سی ویکم

بیس رکعت تراویح میں خشوع وخضوع مفقود

البانی نے لکھا کہ بیس رکعت میں خشوع مفقود ہے،اس لیے عہد حاضر میں بیس رکعت تراویح کا حکم مناسب نہیں ۔(صلوٰۃ التراویح ص۱۰۰-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

حدیث میں ہے کہ اخیر زمانے میں سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا،پس کیا اخیر زمانے میں خشوع کی کمی یا خشوع کے مفقود ہونے کی وجہ سے وقتیہ نمازوں کی تعداد گھٹائی جا سکتی ہے؟نعوذ باللہ من ذلک

{عن عبادة بن الصامت:ان شئت لاحدثنک باول علم یرفع من الناس، الخشوع–یوشک ان تدخل مسجد الجامع فلا تری فیه رجلًا خاشعًا}

(سنن ترمذی ج۲ص۹۴)

(ت) حضرت عبادہ بن صامت صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔(انہوں نے فرمایا)اگر تم چاہو تو میں تمہیں پہلا علم بتاؤں جو لوگوں سے اٹھایا جائے گا۔(وہ)خشوع ہے ۔قریب ہے کہ تم جامع مسجد میں داخل ہوؤ تو اس میں کسی خشوع والے آدمی کو نہ پاؤ۔

باب پنجم میں بیس رکعت تراویح کی حدیثیں اور البانی کے سوالوں کے جواب رقم کیے گئے ہیں۔باب ششم میں فقہ اسلامی کے چاروں مسالک کی کتابوں سے بیس رکعت تراویح کو ثابت کیا گیا ہے۔جماعت تراویح کا بھی بیان مرقوم ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

باب ششم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

باب ششم میں حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی فقہائے کرام کی عبارتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے۔اسی طرح جماعت تراویح اور ترویحہ سے متعلق احکام بھی لکھے گئے ہیں۔بیس رکعت میں کمی نہیں کی جاسکتی،اوربطور نفل بلا جماعت کچھ رکعت کا اضافہ کرے تو جائز ہے۔اہل مدینہ منورہ ہر ترویحہ میں چار رکعت نفل انفرادی طور پر ادا کرتے تھے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تراویح کے بارے میں دوقول مروی ہیں۔ بیس رکعت اور چھتیس رکعت۔چھتیس رکعت کا حکم اہل مدینہ منورہ کے عمل کے سبب تھا۔

اقوال فقہائے اسلام

صدی دوم سے امت مسلمہ مجتہدین اربعہ کی تقلید سے وابستہ ہے۔ان چاروں مذاہب کا اجماع، اجماع امت ہے، کیوں کہ صدیوں سے ان چار کے علاوہ کوئی فقہی مذہب نہیں۔

فقہ حنفی اور نماز تراویح

(۱)امام شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی (م ۴۸۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{قال رحمہ اللّٰہ تعالٰی:یحتاج الٰی معرفۃ احکام التراویح-والامۃ اجمعت علٰی شرعیتہا وجوازہا ولم ینکرہا احد من اہل العلم الا الروافض -لابارک اللّٰہ فیہم-ولم یذکرمحمد رحمۃ اللّٰہ علیہ وذکرہا غیرہ}

(المبسوط ج۱ص۱۴۳-دارالفکر بیروت)

〈ت〉تراویح کے احکام جاننے کی ضرورت ہے،اوراس کے مشروع اور جائز ہونے پر

امت کا اجماع ہے اور روافض کے علاوہ اہل علم میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ رب تعالیٰ ان روافض کو برکت نہ دے، اور امام محمد بن حسن شیبانی نے اس کا تذکرہ نہ کیا اور ان کے علاوہ (امام حسن بن زیاد لولوتلمیذ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا تذکرہ کیا۔

(۲)﴿فانها عشرون رکعة سوی الوتر عندنا – وقال مالک رحمه اللّٰه: السنة فیها ست وثلثون – قیل: من اراد ان یعمل بقول مالک رحمه اللّٰه تعالٰی ویسلک مسلکه ینبغی ان یفعل کما قال ابوحنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی: یصلی عشرین رکعة کما هو السنة ویصلی الباقی فرادی – کل تسلیمتین اربع رکعات – وهذا مذهبنا – وقال الشافعی رحمه اللّٰه تعالٰی: لاباس باداء الکل جماعة کما قال مالک رحمه اللّٰه تعالٰی بناء علٰی ان النوافل بجماعة مستحب عنده – وهو مکروه عندنا﴾ (المبسوط ج ۱ ص ۱۴۴ - دار الفکر بیروت)

﴿ت﴾ پس تراویح ہمارے (احناف کے) نزدیک وتر کے علاوہ بیس رکعت ہے، اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تراویح میں سنت چھتیس رکعت ہے۔ بتایا گیا کہ (احناف میں سے) جو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کرنا چاہے، اور ان کے طریقے پر چلنا چاہے تو مناسب ہے کہ ویسا کرے، جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بیس رکعت (جماعت کے ساتھ) ادا کرے، جیسا کہ سنت ہے اور باقی ماندہ رکعات تنہا پڑھے۔ ہر دو سلام چار رکعت ہے (یعنی دو دو رکعت پر ایک سلام ہے) اور یہ ہمارا مذہب ہے، اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمام رکعت (چھتیس رکعات) جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس بنیاد پر کہ نفل نماز امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں جماعت کے ساتھ مستحب ہے، اور ہمارے (احناف کے) یہاں مکروہ ہے۔

(۳)﴿والمبتدعة انکروا ادائها بالجماعة فی المسجد – فادائها

بالجماعة جعل شعارًا للسنة كاداء الفرائض بالجماعة شرع شعار الاسلام}

(المبسوط ج۱ص۱۴۵-دارالفکر بیروت)

〈ت〉اہل بدعت نے مسجد میں جماعت کے ساتھ تراویح ادا کرنے کا انکار کیا، پس نماز تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا اہل سنت وجماعت کا شعار بنالیا گیا، جیسا کہ فرض نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا اسلام کا شعار بنالیا گیا۔

(۴) امام فخرالدین حسن بن منصور اوزجندی (م۵۹۲ھ) قاضی خاں نے رقم فرمایا:

{مقدار التراويح عند اصحابنا والشافعي رحمهم الله تعالىٰ ما روى الحسن عن ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ–قال:القيام فى شهر رمضان سنة لاينبغي تركها–يصلي اهل كل مسجد فى مسجدهم–كل ليلة سوى الوتر عشرين ركعة،خمس ترويحات بعشر تسليمات،يسلم فى كل ركعتين– وقال مالك رحمه الله تعالىٰ:ان يصلى ستًّا وثلثين ركعة سوى الوتر}

(فتاویٰ قاضی خان مع فتاویٰ عالم گیری ج۱ص۲۳۴-داراحیاء التراث العربی بیروت)

〈ت〉 تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب اور امام شافعی علیہم الرحمۃ والرضوان کے نزدیک وہ ہے جو امام حسن بن زیاد لؤلؤ (م۲۰۴ھ) نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا: ماہ رمضان کی نماز (تراویح) سنت ہے۔ اس کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ ہر مسجد والے اپنی مسجد میں ہر رات کو وتر کے علاوہ بیس رکعت، پانچ ترویحہ اور دس سلام کے ساتھ پڑھیں گے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیریں گے، اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وتر کے علاوہ چھتیس رکعت پڑھے گا۔

(۵) شیخ الاسلام امام برہان الدین مرغینانی (۵۳۰ھ-۵۹۳ھ) نے رقم فرمایا:

{يستحب ان يجتمع الناس فى شهر رمضان بعد العشاء فيصلى بهم امامهم خمس ترويحات–كل ترويحة بتسليمتين ويجلس بين كل

ترویحتین مقدار ترویحة ثم یوتربھم)-ذکر لفظ الاستحباب والاصح انھا سنة کذا روی الحسن عن ابی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ لانه واظب علیھا الخلفاء الراشدون-والنبی صلی اللّٰه علیه وسلم بیَّن العذر فی ترکه المواظبة وھو خشیة ان تکتب علینا(والسنة فیھا الجماعة)لکن علیٰ وجه الکفایة}

(ہدایہ:اولین ص۱۵۱)

﴿ت﴾ مستحب ہے کہ لوگ ماہ رمضان میں نماز عشا کے بعد جمع ہوں، پھران کا امام انہیں پانچ ترویحہ (بیس رکعت تراویح) پڑھائے۔ ہرترویحہ (چاررکعت) دوسلام کے ساتھ ہے، اور ہر دوترویحہ کے درمیان ایک ترویحہ (چاررکعت) کی مقدار بیٹھے، پھرامام انہیں وتر پڑھائے۔ ماتن نے لفظ استحباب کہا، اوراصح یہ کہ تراویح سنت ہے۔ایساہی حسن بن زیادلؤلؤ (م۲۰۴ھ) نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا، اس لیے کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اس (تراویح) پرمواظبت کی (پابندی سے ادافرمائی) اورحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح پر(باجماعت تراویح پر) ترک مواظبت کے لیے عذر بیان فرمایا اور وہ (عذر) ہم امتیوں پرتراویح کے فرض ہوجانے کا خدشہ ہے، اور تراویح میں جماعت سنت ہے، لیکن یہ سنت کفایہ ہے۔

(۶) علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (م۷۱۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{وسن فی رمضان عشرون رکعة بعد العشاء قبل الوتر وبعده بجماعة والختم مرة بجلسة بعد کل اربع بقدرھا ویوتربجماعة فی رمضان فقط}

(کنزالدقائق مع البحرالرائق ج۲ص۱۱۶-مکتبہ زکریادیوبند)

﴿ت﴾ رمضان میں نماز عشا کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت ہے۔ وتر سے پہلے اور نماز عشا کے بعد جماعت کے ساتھ، اورایک بارختم قرآن کرنا سنت ہے۔ ہرچاررکعت کے بعد اسی کی مقدار بیٹھک کے ساتھ اورصرف رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ ادا کی جائے گی۔

(۷) علامہ ابن نجیم مصری (۹۲۶ھ-۹۷۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{قوله عشرون ركعة-بيان لكميتها وهو قول الجمهور كما فى المؤطاء عن يزيد بن رومان قال: كان الناس يقومون فى زمن عمر بن الخطاب رضى الله عنه بثلاث وعشرين ركعة وعليه عمل الناس شرقًا وغربًا}

(البحر الرائق ج۲ص ۱۱۷)

﴿ت﴾ علامہ نسفی کا قول کنز الدقائق میں کہ تراویح بیس رکعت ہے۔ یہ تراویح کی مقدار کا بیان ہے اور یہی جمہور علما کا قول ہے، جیسا کہ مؤطا میں ہے کہ حضرت یزید بن رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تیئیس رکعت پڑھتے تھے (بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر) اور اسی پر مشرق ومغرب میں مسلمانوں کا عمل ہے۔

(۸) علامہ محمد بن عبد اللہ تمر تاشی (۹۳۹ھ-۱۰۰۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{وهى عشرون ركعة بعشر تسليمات}

(تنویر الابصار مع رد المحتار ج۲ص ۴۸)

﴿ت﴾ تراویح دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے۔

توضیح: دو دو رکعت پر سلام پھیرے۔ دس سلام اور بیس رکعات ہیں۔

(۹) علامہ محمد علاء الدین حصکفی (۱۰۲۵ھ-۱۰۸۸ھ) نے تحریر فرمایا:

{والجماعة فيها سنة على الكفاية فى الاصح}

(الدر المختار مع رد المحتار ج۲ص ۴۷)

﴿ت﴾ اصح قول پر تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے۔

(۱۰) امام حصکفی نے لکھا: {و(يجلس) ندبًا(بين كل اربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر)ويخيرون بين تسبيح وقرأة وسكوت وصلاة فرادى}

(الدرالمختار مع ردالمحتار ج۲ص۴۹)

〈ت〉 ہر چار رکعت کے درمیان اسی کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے، اور ایسا ہی پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان (بیٹھنا مستحب ہے)، اور لوگوں کو تسبیح پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے اور خاموش بیٹھنے اور تنہا نماز پڑھنے کا اختیار ہوگا۔

(۱۱) علامہ ابن عابدین شامی نے تحریر فرمایا: **{(وصلاۃ فرادی) ای صلاۃ اربع رکعات فیزاد ست عشر رکعۃ–قال العلامۃ قاسم: ان زادوھا منفردین، لا باس بہ وھو مستحب وان صلوھا بجماعۃ کما ھو مذھب مالک کرہ، الخ –وفی النھر: واما الصلٰوۃ فقیل مکروہ وقیل سنۃ وھوظاھر ما فی السراج واھل مکۃ یطوفون واھل المدینۃ یصلون اربعًا}** (ردالمحتار ج۲ص۴۹)

〈ت〉 تنہا نماز پڑھنا یعنی چار رکعت نماز پڑھنا، پس سولہ رکعت پڑھی جائے گی۔ علامہ قاسم بن قطلو بغا (۸۰۲ھ-۸۷۹ھ) نے فرمایا کہ اگر تنہا پڑھتے ہوئے سولہ رکعت بڑھایا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ مستحب ہے اور اگر اسے جماعت کے ساتھ لوگوں نے پڑھا، جیسا کہ حضرت امام مالک کا مذہب ہے تو یہ مکروہ ہے، اور ((النہر الفائق)) میں ہے: اور لیکن (ترویحہ میں) نماز پڑھنا تو کہا گیا کہ مکروہ ہے اور کہا گیا کہ سنت ہے، اور یہی ظاہر ہے جیسا کہ ((السراج الوہاج)) میں ہے، اور اہل مکہ (ترویحہ میں) طواف کرتے ہیں اور اہل مدینہ چار رکعت نماز پڑھتے ہیں۔

توضیح: ہر ترویحہ میں چار رکعت نماز تنہا پڑھنا مستحب ہے۔ چار ترویحہ میں کل سولہ رکعت ہوگی۔ ترویحہ کے وقت نماز نفل جماعت کے ساتھ نہیں، اور آخری ترویحہ کے بعد نفل نہیں۔

(۱۲) ملک ہندوستان کی مشہور زمانہ کتاب ((فتاویٰ ہندیہ)) میں ہے:

{فصل فی التراویح–وھی خمس ترویحات، کل ترویحۃ اربع رکعات بتسلیمتین کذا فی السراجیۃ ولوزاد علٰی خمس ترویحات

بالجماعة یکره عندنا ھکذا فی الخلاصة} (فتاویٰ عالمگیری ج۱ص۱۱۵)

〈ت〉 فصل تراویح کے بیان میں ،اور یہ پانچ ترویحہ ہے۔ہر ترویحہ دوسلام کے ساتھ چار رکعت ہے۔ایسا ہی سراجیہ میں ہے،اور اگر پانچ ترویحہ پر جماعت کے ساتھ زیادتی کی تو ہمارے (احناف کے) یہاں مکروہ ہے۔ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔

(۱۳){ثم ھم مخیرون فی حالة الجلوس،ان شاؤا سبحوا—وان شاؤا قعدوا ساکتین واھل مکة یطوفون اسبوعًا ویصلون رکعتین—واھل المدینة یصلون اربع رکعات فرادی کذا فی التبیین} (فتاویٰ عالمگیری ج۱ص۱۱۵)

〈ت〉 پھر حالت جلوس (ترویحہ) میں لوگوں کو اختیار ہے۔اگر چاہیں تو تسبیح پڑھیں،یا خاموش بیٹھے رہیں اور اہل مکہ سات بار طواف کعبہ کرتے اور دو رکعت نفل (صلوٰۃ الطّواف) ادا کرتے اور اہل مدینہ چار رکعت نماز تنہا تنہا ادا کرتے۔

فقہ مالکی اور نماز تراویح

(۱) علامہ ابن عبد البر مالکی قرطبی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{وقیام شھر رمضان سنة}

(کتاب الکافی فی فقہ اہل المدینۃ المالکی ج۱ص۲۵۵-مکتبۃ الریاض الحدیثیہ:ریاض)

(۲) علامہ ابن عبد البر مالکی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے رقم فرمایا:

{واستحب جماعة من العلماء والسلف الصالح بالمدینة عشرین رکعة والوتر—واستحب منھم اٰخرون ستا وثلثین رکعة والوتر—وھو اختیار مالک فی راویة ابن القاسم عنه}

(کتاب الکافی فی فقہ اہل المدینۃ المالکی ج۱ص۲۵۶-مکتبۃ الریاض الحدیثیہ:ریاض)

〈ت〉 جماعت علما اور سلف صالحین نے مدینہ میں بیس رکعت تراویح اور وتر کو مستحب

قرار دیا، اوران میں سے بعض دوسرے علمانے چھتیس رکعت تراویح اور وتر کومستحب گردانا اور یہی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک مختار ہے، ان سے عبد الرحمٰن ابن قاسم مصری کی روایت میں (عبدالرحمٰن بن قاسم مصری امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راویوں میں سے ہیں)

(۳) علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (۵۲۰ھ-۵۹۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{واختلفوا فی المختارمن عدد الرکعات التی یقوم بها الناس فی رمضان-فاختار مالک فی احد قولیه وابو حنیفة والشافعی واحمد وداؤد القیام بعشرین رکعة سو ی الوتر -وذکرابن القاسم عن مالک انه کان یستحسن ستاوثلاثین رکعة والوتر ثلثًا}

(بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ج۱ص۱۵۲-دارالفکر بیروت)

〈ت〉رمضان میں جولوگ نماز تراویح ادا کرتے ہیں، اس کی تعداد رکعات سے متعلق مسلک مختار کے بارے میں علما مختلف ہوگئے، پس امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک مختار ان کے دوقول میں سے ایک کے اعتبار سے اورامام ابوحنیفہ وامام شافعی وامام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کا مسلک مختار وتر کے علاوہ بیس رکعت نماز تراویح ادا کرنا ہے، اورعلامہ ابن قاسم مصری نے امام مالک کے بارے میں بتایا کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کو مستحسن سمجھتے تھے۔

(۴) علامہ علی بن خلف مالکی مصری (م۹۳۹ھ) نے رقم فرمایا:

{(وکان السلف الصالح)وهم الصحابة رضوان اللّٰه تعالیٰ علیهم اجمعین(یقومون فیه)ای فی زمن عمربن الخطاب رضی اللّٰه عنه(فی المساجد بعشرین رکعة)وهو اختیار جماعة-منهم ابو حنیفة والشافعی واحمد-والعمل ،الأن علیه(ثم) بعد قیامهم بالعشرین رکعة(یوترون بثلاث)ای ثلاث رکعات (ویفصلون بین الشفع والوتربسلام)وقال ابو حنیفة: لایفصل وخیرالشافعی

بین الوصل والفصل(ثم صلوا)ای بعد القیام بعشرین رکعة غیرالشفع والوتر (ستا وثلثین رکعة غیر الشفع والوتر)وھذا اختیار مالک فی المدونة}

(کفایۃ الطالب الربانی علیٰ رسالۃ ابن ابی زید القیر وانی ج۲ص۳۱۹:مطبعۃ المدنی قاہرہ)

﴿ت﴾ سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مسجدوں میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور یہی جماعت علما کا مسلک مختار ہے۔انہیں میں سے امام ابوحنیفہ وامام شافعی وامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں اور اسی پر ابھی تک عمل ہے، پھر بیس رکعت تراویح پڑھنے کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور شفع ووتر کے درمیان سلام کے ذریعہ فصل کرتے ،اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ فصل نہیں کرے گا اور امام شافعی نے فصل ووصل کے درمیان اختیار دیا، پھر شفع ووتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھنے کے بعد شفع ووتر کے علاوہ چھتیس رکعت تراویح پڑھنے لگے،اور یہی ''المدونۃ الکبریٰ''میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک مختار ہے۔

توضیح:المدونۃ الکبریٰ فقہ مالکی کی ایک بلند مرتبہ کتاب ہے۔امام عبدالرحمٰن بن قاسم مصری تلمیذ امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے،اور امام سحنون:عبدالسلام بن سعید تنوخی اندلسی(۱۶۰ھ-۲۴۰ھ) نے اسے تحریر کیا ہے۔امام ابن قاسم مصری مالکی نے امام سحنون کی کتاب کی سماعت کے بعد ان مسائل کی تصدیق بھی کی۔اس اعتبار سے((المدونۃ الکبریٰ)) مسلک مالکی کے لیے معتبر ومستند کتاب ہوگئی۔

(۵)علامہ محمد بن احمد بن محمد میارہ مالکی(۹۹۹ھ-۱۰۷۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{قال ابن حبیب:قیام رمضان فضیلة-ابوعمرو:سنة-والجمع له بالمسجد حسن} (الدرالثمین ج۱ص۵۲۵-امارات عربیۃ متحدہ)

﴿ت﴾ فقیہ ابن حبیب اندلسی تلمیذ ابن قاسم مصری نے کہا کہ رمضان کی نماز (تراویح) مستحب ہے،اور ابوعمرو(علامہ ابن عبدالبر مالکی) نے کہا کہ سنت ہے، اور اس کے لیے مسجد

میں جمع ہونا حسن ہے(یعنی جماعت کے ساتھ مسجد میں تراویح ادا کرنا مستحسن ہے)

(۶){وفی المؤطاء:ان القاری کان یقوم بسورة البقرة فی ثمان رکعات—فاذا قام بها باثنتی عشرة رکعة راؤوا ان قد خفف—ثم جعلت بعد واقعة الحرة تسعًا وثلاثین—خففوا من القرأة—فکان القاری یقرأ بعشر اٰیات فی الرکعة—فکان قیامهم بثلاث مأة وستین اٰیة—(التوضیح)استمر العمل شرقًا وغربًا فی زماننا علی الثلاث والعشرین}(الدر الثمین ج۱ص۵۲۶)

﴿ت﴾مؤطا امام مالک میں ہے کہ امام تراویح کی آٹھ رکعت میں سورہ بقرہ پڑھتا، پس جب(باقی ماندہ)بارہ رکعت پڑھنے لگتا تو لوگ سمجھتے کہ اب تخفیف ہوگئی، پھر واقعہ حرہ(مدینہ منورہ پر یزید پلید کے حملے)کے بعد انتالیس رکعت(چھتیس تراویح، تین وتر)کردی گئی، اور لوگوں کو قرأت میں آسانی کردی گئی، پس امام ایک رکعت میں دس آیات پڑھتا، پس ان کی نماز تراویح(چھتیس رکعت)تین سو ساٹھ آیات میں مکمل ہوتی۔(توضیح)ہمارے زمانے میں شرق وغرب میں تئیس رکعت(بیس تراویح، تین وتر)پر عمل مستمر ہو چکا ہے۔

(۷)علامہ خلیل مالکی(م۷۷۶ھ)کی کتاب((المختصر))کی شرح کبیر میں علامہ ابو البرکات سید احمد دردیر مالکی(۱۱۲۷ھ-۱۲۰۱ھ)نے تحریر فرمایا:

{وهی(ثلاث وعشرون)رکعة بالشفع والوتر کما کان علیه العمل(ثم جعلت)فی زمن عمر بن عبد العزیز(ستا وثلثین)بغیر الشفع والوتر،لکن الذی جریٰ علیه العمل سلفًا وخلفاً،الاول}

(الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی ج۱ص۳۱۵-دار احیاء الکتب العربیہ قاہرہ)

﴿ت﴾تراویح شفع ووتر کے ساتھ تئیس رکعت ہے، جیسا کہ اس پر عمل تھا، پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بغیر شفع ووتر کے چھتیس رکعت کردی گئی، لیکن جس پر سلف وخلف کا عمل جاری ہے، وہ اول(بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر)ہے۔

توضیح: بیس رکعت تراویح پر عہد صحابہ سے آج تک عمل جاری ہے۔اہل مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۶۱ھ-۱۰۱ھ) کے زمانہ سے چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت شفیع ووتر پڑھنے لگے۔نماز وتر،فقہائے مالکیہ کی اصطلاح میں شفع ووتر کہلاتی ہے۔

(۸)علامہ ابوالبرکات سید احمد دردیر مالکی(۱۱۲۷ھ-۱۲۰۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{(و)تاكد(تراويح)وهو قيام رمضان—ووقته كالوتر والجماعة فيه مستحبة}(الشرح الکبیر لمختصر الخلیل ج۱ص۳۱۵)

〈ت〉تراویح سنت مؤکدہ ہے اور یہ نماز رمضان ہے،اوراس کا وقت وتر کی طرح ہے(یعنی نماز عشا سے طلوع فجر تک)اوراس میں جماعت مستحب ہے۔

(۹)علامہ محمد عرفہ دسوقی(م۱۲۳۰ھ) نے اپنے حاشیہ شرح کبیر میں تحریر فرمایا:

{(كما كان عليه العمل)اى عمل الصحابة والتابعين}

(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج۱ص۳۱۵)

〈ت〉جیسا کہ بیس رکعت پر عمل تھا،یعنی صحابہ کرام اور تابعین کا عمل تھا۔

(۱۰)محمد بشیر شقفہ نے لکھا:**{التراويح سميت بذلك لانهم كانوا يطولون القيام فيها—ثم يجلسون بعد كل تسليمتين للاستراحة—وهى مستثناة من كراهة النفل بجماعة ......وصلاة الناس الأن لها ثلاثًا وعشرين ركعة بالشفع والوتر—هومن فعل عمربن الخطاب رضى الله عنه}**

(الفقہ المالکی فی ثوبہ الجدید ج۱ص۲۵۳-دارالقلم دمشق)

〈ت〉تراویح کا نام اس لیے تراویح رکھا گیا کہ لوگ تراویح میں طویل قیام کرتے،پھر ہر دو سلام پر استراحت کے لیے بیٹھتے،اور نماز تراویح،نفل کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی کراہت کے حکم سے مستثنیٰ ہے(کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے جماعت کے ساتھ پڑھائی۔دیگر تمام نوافل جماعت کے ساتھ ادا نہیں کی جاتی)............اور آج کے

زمانے میں لوگوں کی نماز تراویح،شفع ووتر کے ساتھ تئیس رکعت ہے۔یہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل ہے۔

(۱۱){(وکان السلف الصالح یقومون فی المساجد بعشرین رکعة ثم یوترون بثلاث)والسلف ھنا الصحابة–رواہ محمد بن النصر المروزی فی القیام–عن محمد بن کعب القرظی قال:کان الناس یصلون فی زمان عمربن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة یطیلون فیھا القرأة ویوترون بثلاث(ثم صلوا بعد ذلک ستا وثلثین رکعة غیرالشفع والوتر)والسلف ھنا التابعون–اخرجه سحنون بسندہ عن نافع قال:لم ادرک الناس الا وھم یقومون تسعًا وثلثین رکعة یوترون منھا بثلث وکذا اخرجه محمد بن نصر– واخرجه سحنون ایضًا عن عبد اللّٰہ بن عمربن حفص قال:اخبرنی غیرواحد ان عمربن عبد العزیز امرالقراء ان یقوموا بذلک ویقرأوا فی کل رکعة عشر اٰیات}

(الفقہ المالکی فی ثوبہ الجدید ج۱ص۴۸۰)

〈ت〉 سلف صالحین مسجدوں میں بیس رکعت تراویح پڑھتے ،پھر تین رکعت وتر پڑھتے اور یہ اسلاف صحابہ کرام تھے۔اسے محمد بن نصر مروزی (م۲۹۴ھ) نے اپنی کتاب ’’قیام‘‘ میں محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا۔انہوں نے فرمایا کہ لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔اس میں طویل قرأت کرتے اور تین رکعت وتر پڑھتے ،پھر اس کے بعد لوگوں نے شفع ووتر کے علاوہ چھتیس رکعت پڑھا اور یہ اسلاف،تابعین تھے۔امام سحنون بن سعید نے اپنی سند کے ساتھ حضرت نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تخریج کی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو (مدینہ میں) انتالیس رکعت پڑھتے ہوئے پایا۔انہی میں سے تین رکعت کو وتر بناتے ،اور اسی طرح محمد بن نصر نے اس روایت کی تخریج کی،اور نیز امام سحنون نے عبداللہ بن عمر بن حفص سے تخریج کی کہ انہوں نے

فرمایا کہ مجھے بہت سے لوگوں نے خبر دی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اماموں کو حکم دیا کہ چھتیس رکعت پڑھائیں اور ہر رکعت میں دس آیات پڑھیں۔

(۱۲){روی العرباض بن سارية عن رسو ل اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من حديث طويل قوله عليه السلام:((فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ))فاتباع سنة اصحابه عليه السلام ورضى اللّٰه عنهم من اتباع سنته-وهديهم من هديه صلى اللّٰه عليه وسلم-وقد سنوا القيام جماعة بعشرين ركعة فكان معتمد المذهب فلا وجه لمن خالفهم الا اذا زعم انه اعلم وافضل واتقٰى منهم وهيهات ان يسلم له احد بذلك} (الفقہ المالکی فی ثوبہ الجدید ج ۱ص ۴۸۱)

﴿ت﴾ حضرت عرباض بن ساریہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک نقل کیا کہ تم لوگوں پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفا کی سنت لازم ہے، اسے اختیار کرو، اور اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کی سنت کی پیروی، سنت رسول کی پیروی ہے، اور ان کا طریقہ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، اور صحابہ کرام نے بیس رکعت جماعت کے ساتھ تراویح کی سنت قائم فرمائی، پس یہ معتمد مذہب ہو گیا، پس ان کے لیے کوئی وجہ نہیں ہے جو صحابہ کرام کی مخالفت کرے، مگر یہ کہ وہ مخالف یہ گمان کرے کہ وہ صحابہ کرام سے زیادہ جاننے والا، زیادہ فضیلت والا اور زیادہ تقویٰ والا ہے، اور بہت دور کی بات ہے کہ کوئی اس مخالف کے لیے ان بزرگیوں کو تسلیم کرلے۔

توضیح: امت مسلمہ کا کوئی فرد کسی بھی غیر صحابی کو صحابی پر فضیلت نہیں دے سکتا۔ وہابیہ کی اندھی تقلید دیکھئے کہ اپنے مولویوں کو صحابہ سے زیادہ معتبر مانتے ہیں۔ عہد فاروقی سے علی الاعلان جماعت کے ساتھ حضرات صحابہ کرام وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بیس رکعت تراویح پڑھنے لگے، اور وہابیہ انکار کرتے ہیں۔

فقہ شافعی اور نماز تراویح

(۱) امام ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مصری مزنی (م ۲۶۴ھ) نے رقم فرمایا:

{ورأیتھم بالمدینة یقومون بتسع وثلاثین واحب اِلَیَّ عشرون لانه روی عن عمر رضی اللّٰه عنه وکذلک یقومون بمکة ویوترون بثلاث}

(مختصر المزنی ص۳۴-دار الکتب العلمیہ بیروت-الحاوی الکبیر ج۲ص ۳۶۸)

﴿ت﴾ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو مدینہ میں انتالیس رکعت تراویح پڑھتے دیکھا اور مجھے بیس رکعت پسند ہے، اس لیے کہ بیس رکعت، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اور اسی طرح لوگ مکہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں اور تین رکعت وتر پڑھتے ہیں۔

(۲) امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی (۳۶۴ھ-۴۵۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{لان عمربن الخطاب رضی اللّٰه عنه جمع الناس علٰی ابی بن کعب فکان یصلی بھم عشرین رکعة-جری به العمل وعلیه الناس بمکة}

(الحاوی الکبیر ج۲ص۳۶۹)

﴿ت﴾ اس لیے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمایا، پس وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔اسی پر (مسلمانوں کا) عمل جاری ہوگیا اور اسی پر اہل مکہ ہیں۔

توضیح: یعنی اہل مکہ ودیگر سارے بلاد اسلامیہ میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہے۔

(۳) امام ابوالحسن ماوردی (۳۶۴ھ-۴۵۰ھ) نے تحریر فرمایا:

{فاذا تقرر ھذا وثبت فالذی اختیارٌ عشرون رکعة خمس ترویحات-

کل ترویحة شفعین-کل شفع رکعتین بسلام ثم یوتر بثلاث لان عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ جمع الناس علٰی ابی بن کعب فکان یصلی بھم عشرون رکعة-جری بہ العمل و علیہ الناس بمکة} (الحاوی الکبیر ج۲ ص۳۶۹)

〈ت〉 پس جب یہ ثابت ہوگیا تو جو مسلک مختار ہے، وہ بیس رکعت، پانچ ترویحہ ہے۔ ہر ترویحہ دو شفع ہے، اور ہر شفع ایک سلام کے ساتھ دو رکعت ہے، پھر تین رکعت وتر پڑھی جائے گی ،اس لیے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمایا تو حضرت ابی لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔اسی پر (مسلمانوں کا) عمل جاری ہوگیا اور اسی پر لوگ مکہ میں ہیں۔

(۴) امام ابواسحٰق شیرازی فیروز آبادی (۳۹۳ھ-۴۷۶ھ) نے رقم فرمایا:

{ومن السنن الراتبة قیام رمضان،وھو عشرون رکعة بعشر تسلیمات}
(المہذب مع المجموع ج۴ص۳۰)

〈ت〉 سنن راتبہ میں سے نماز تراویح ہے، اور یہ دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے۔

(۵) **{والافضل ان یصلیھا فی جماعة-نص علیہ البویطی لما روی ان عمر رضی اللّٰہ عنہ جمع الناس علٰی ابی بن کعب}** (المہذب مع المجموع ج۴ص۳۰)

〈ت〉 افضل یہ ہے کہ تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا کرے۔امام یوسف بن یحیٰی قریشی بویطی (م۲۳۲ھ) نے اس کی تصریح کی ،اس لیے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کی امامت) پر جمع فرمایا (تو انہوں نے بیس رکعت تراویح پڑھائی)۔

(۶) شیخ ابواسحٰق شیرازی (۳۹۳ھ-۴۷۶ھ) نے رقم فرمایا:

{ویقوم فی شھر رمضان بعشرین رکعة فی الجماعة ویوتر بعد ھا فی الجماعة الا ان یکون لہ تھجد فیجعل الوتر بعدہ}

(التنبیہ فی فقہ الشافعی ص۱۲۹-دارالارقم بیروت)

﴿ت﴾ماہ رمضان میں جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھے،اوراس کے بعد وتر جماعت کے ساتھ پڑھے،لیکن اگراس کے لیے تہجد ہوتو نماز وتر کو نماز تہجد کے بعد پڑھے۔

(۷) شیخ ابوالحسین عمرانی یمنی(۴۸۹ھ-۵۵۸ھ) نے تحریرفرمایا:

{ومن السنن الرواتب قيام شهر رمضان وهو عشرون ركعة بعشر تسليمات بعد العشاء-واول من سنه النبى صلى الله عليه وسلم}

(البیان شرح المہذب ج۲ص۲۷۴)

﴿ت﴾ سنن مؤکدہ میں سے ماہ رمضان میں نماز تراویح ہے،اور یہ نماز عشا کے بعد دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے،اور سب سے پہلے حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سنت جاری فرمائی۔

(۸) **{والصحيح ان صلاتها فى الجماعة افضل لاجماع الصحابة علىٰ ذلك واجماع اهل الاعصار بعدهم}**(البیان شرح المہذب ج۲ص۲۷۸)

﴿ت﴾ صحیح یہ ہے کہ نماز تراویح جماعت کے ساتھ افضل ہے صحابہ کرام کے جماعت تراویح پراجماع کرلینے کی وجہ سے،اور مابعد صحابہ تمام زمانے کے لوگوں کے اجماع کی وجہ سے۔

(۹)**{وجملة ذلك ان التراويح عندنا عشرون ركعة بعشر تسليمات -وبه قال ابوحنيفة واحمد-وقال مالك:هو(ست وثلاثون)-وتعلق بفعل اهل المدينة}**(البیان شرح المہذب ج۲ص۲۷۸)

﴿ت﴾ خلاصہ کلام یہ ہے کہ تراویح ہمارے نزدیک دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے ،اورامام ابوحنیفہ وامام احمد بن حنبل نے یہی قول کیا اورامام مالک نے فرمایا کہ تراویح چھتیس رکعت ہے،اوروہ اہل مدینہ کے عمل سے متعلق ہوگئے۔

(۱۰)امام رافعی کبیر:عبدالکریم بن محمد قزوینی(۵۵۷ھ-۶۲۳ھ) نے تحریرفرمایا:

{صلاۃ التراویح عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات-وبہ قال ابوحنیفۃ واحمد لما روی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی بالناس عشرین رکعۃ لیلتین فلما کان فی اللیلۃ الثالثۃ اجتمع الناس فلم یخرج الیہم ثم قال من الغد(خشیت ان تفرض علیکم فلا تطیقونہا)وعن مالک انہا ست وثلاثون رکعۃ لفعل اہل المدینۃ} (العزیز شرح الوجیز ج۲ص۱۳۳)

〈ت〉نماز تروایح دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے،اورامام ابوحنیفہ وامام احمد بن حنبل نے ایسا ہی فرمایا،اس لیے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو دورات بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی، پھر جب تیسری رات ہوئی تو لوگ جمع ہوئے ،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے درمیان تشریف نہ لائے ، پھر کل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ نماز تم پر فرض کردی جائے ،اورتم اس کی (ادائیگی کی) قوت نہ رکھو،اورامام مالک سے روایت ہے کہ تراویح ،اہل مدینہ کے عمل کی وجہ سے چھتیس رکعت ہے۔

(۱۱)امام ابوزکریا محی الدین نووی شافعی(۶۳۱ھ-۶۷۶ھ)نے تحریرفرمایا:

{فصلاۃ التراویح سنۃ باجماع العلماء ومذہبنا انہاعشرون رکعۃ بعشر تسلیمات-وتجوز منفردًا وجماعۃً-وایہما افضل-فیہ وجہان مشہوران کما ذکر المصنف وحکاہماجماعۃ قولین (الصحیح)باتفاق الاصحاب ان الجماعۃ افضل وہو المنصوص فی البویطی وبہ قال اکثر اصحابنا المتقدمین}(المجموع شرح المہذب ج۴ص۳۱-دارالفکر بیروت)

〈ت〉نماز تراویح علما کے اجماع کے مطابق سنت ہے،اور ہمارا مذہب ہے کہ یہ دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے،اور یہ تنہا اور جماعت کے ساتھ جائز ہے،اورانفرادی تراویح اور جماعت والی تراویح میں کون افضل ہے،اس بارے میں دومشہور صورتیں ہیں،جیسا کہ

مصنف نے ذکر کیا اور ان دونوں وجہوں کا ذکر جماعت فقہانے دوقول کے طور پر کیا۔ اصحاب شوافع کے اتفاق سے صحیح یہ ہے کہ جماعت افضل ہے، اور بویطی میں اسی کو بیان کیا گیا ہے، اور ہمارے اکثر اصحاب متقدمین نے یہی قول کیا۔

(۱۲) {فالجماعة افضل بلاخلاف}(المجموع شرح المہذب ج۴ص۳۱)

〈ت〉پس جماعت افضل ہے بلاکسی اختلاف کے۔

(۱۳){وَالمَذهَبُ اَلاوَّلُ}(المجموع شرح المہذب ج۴ص۳۰)

〈ت〉مذہب، اول ہے۔

توضیح: یعنی جماعت کے ساتھ بیس رکعت نماز تراویح پڑھنا ہمارا مذہب ہے۔

(۱۴){مذهبنا انها عشرون ركعة بعشر تسليمات غير الوتر-وذلك خمس ترويحات والترويحة اربع ركعات بتسليمتين-هذا مذهبناوبه قال ابوحنيفة واصحابه واحمد وداؤد وغيرهم ونقله القاضى عياض عن جمهور العلماء وحكى ان الاسود بن يزيد كان يقوم باربعين ركعة ويوتر بسبع- وقال مالک:التراويح تسع ترويحات وهى ستة وثلاثون ركعة غير الوتر- واحتج بان اهل المدينة يفعلونها هكذا-وعن نافع قال:ادركت الناس وهم يقومون فى رمضان بتسع وثلاثين ركعة يوترون منها بثلاث-واحتج اصحابنا لما رواه البيهقى وغيره بالاسناد الصحيح عن السائب بن يزيد الصحابى رضى الله عنه قال: كانوا يقومون علىٰ عهد عمربن الخطاب رضى الله عنه فى شهر رمضان بعشرين ركعة وكانوا يقومون بالمأتين وكانوا يتوكئون علىٰ عصيهم فى عهد عثمان من شدة القيام}(المجموع شرح المہذب ج۴ص۳۲)

〈ت〉ہمارا مذہب یہ ہے کہ نماز تراویح دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے، وتر کے علاوہ ،اور یہ پانچ ترویحہ ہیں، اور ترویحہ دوسلام کے ساتھ چار رکعت ہے۔ یہ ہمارا مذہب ہے، اور

امام اعظم ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب، اور امام احمد اور داؤد ظاہری وغیرہ نے ایسا ہی کہا، اور اسی کو قاضی عیاض مالکی نے جمہور علما کی جانب سے نقل کیا، اور بیان فرمایا کہ حضرت اسود بن یزید چالیس رکعت تراویح اور سات رکعت وتر پڑھتے۔

امام مالک نے فرمایا کہ تراویح نوترویحہ ہے، اور یہ چھتیس رکعت ہے وتر کے علاوہ، اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بایں طور استدلال کیا کہ اہل مدینہ اسی طرح کرتے تھے۔

حضرت نافع مدنی نے فرمایا: میں نے لوگوں (اہل مدینہ منورہ) کو رمضان میں انتالیس رکعت پڑھتے پایا، ان میں سے تین رکعت وتر پڑھتے تھے، اور ہمارے اصحاب شوافع نے اس سے استدلال کیا جس کو امام بیہقی وغیرہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگ ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، اور دوسو آیتیں پڑھتے، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگ شدت قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر سہارا لیتے۔

(۱۵){قد ذکرنا ان الصیحح عندنا ان فعل التراویح فی جماعة افضل من الانفراد–وبه قال جماهیر العلماء حتی ان علی بن موسی القمی ادعی فیه الاجماع–وقال ربیعة ومالک وابو یوسف وآخرون:الانفراد بها افضل –دلیلنا اجماع الصحابة علٰی فعلها جماعةً کما سبق}

(المجموع شرح المہذب ج۴ص۳۵)

〈ت〉 ہم نے ذکر کیا کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تراویح انفرادی طور پر پڑھنے کی بہ نسبت جماعت سے پڑھنا افضل ہے، اور جمہور علما کا یہی قول ہے، یہاں تک کہ علی بن موسیٰ قمی نے اس بارے میں اجماع کا دعویٰ کیا، اور حضرت ربیعہ، امام مالک، امام ابویوسف اور دیگر حضرات نے تراویح تنہا پڑھنے کو افضل کہا۔ ہماری دلیل صحابہ کرام کا تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہے، جیسا کہ گزرا۔

توضیح: امام ابوزکریا محی الدین نووی (٦٣١ھ-٦٧٦ھ) فقہ شافعی کے اہل ترجیح فقہا میں سے ہیں۔ان کی مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ تراویح دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے۔امام شافعی وامام ابوحنیفہ وامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا یہی مذہب ہے ،اورامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھتیس رکعت تراویح کے قائل ہیں۔

امام نووی نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ تراویح افضل ہے۔بعض علما نے جماعت تراویح پراجماع کا قول کیا ہے،اور جماعت کی افضلیت کی سب سے اہم دلیل،عہد فاروقی میں صحابہ کرام کا بالا جماع تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہے۔

(١٦)امام نووی شافعی (٦٣١ھ-٦٧٦ھ) نے رقم فرمایا:

{التراويح عشرون ركعة بعشر تسليمات}

(روضۃ الطالبین ج١ص٣٣٢-دارالفکر بیروت)

﴿ت﴾تراویح دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے۔

(١٧)**{الافضل فی التراويح،الجماعة على الاصح وقيل الاظهروبه قال الاكثرون}**(روضۃ الطالبین ج١ص٣٣٣)

﴿ت﴾تراویح میں افضل،جماعت ہےاصح قول پر،اورکہا گیازیادہ ظاہرقول پر،اوراکثر علمانے ایساہی قول کیا(یعنی جماعت تراویح کے قائل ہیں)

(١٨)علامہ کمال الدین دمیری (٧٤٢ھ-٨٠٨ھ) نےتحریرفرمایا:

{وهی عشرون ركعة بعشر تسليمات لما روى البيهقی وغيره بالاسناد الصحيح عن السائب بن يزيد الصحابی رضی الله عنه قال: كنا نقوم على عهد عمربن الخطاب بعشرين ركعة والوتروفی البحرعن القديم –انه لا حصر لها}(النجم الوھاج شرح المنہاج ج٢ص٣١٠-دارالمنہاج جدہ سعودی)

﴿ت﴾تراویح دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے،اس لیے کہ حضرت سائب بن یزید

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام بیہقی اوران کے علاوہ محدثین نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے، اور کتاب ((بحر)) میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدیم قول منقول ہے کہ تراویح کی کوئی حد نہیں۔

(۱۹){وان الجماعة تسن فی التراویح}(النجم الوہاج ج۲ص۳۰۹)

〈ت〉تراویح میں جماعت سنت ہے۔

(۲۰)علامہ تقی الدین حصنی دمشقی شافعی(۷۵۲ھ-۸۲۹ھ)نے تحریر فرمایا:

{وفعلها فی الجماعة افضل}(کفایۃ الاخیار ج۱ص۵۵-دارالفکر بیروت)

〈ت〉تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے۔

(۲۱){وسمیت کل اربع منها ترویحة لانهم کانوا یتروحون عقبها ای یستریحون}(نہایۃ المحتاج ج۲ص۱۲۶-دارالفکر بیروت)

〈ت〉تراویح کی ہر چار رکعت کا نام ترویحہ رکھا گیا، کیوں کہ اس کے بعد استراحت کرتے تھے۔

(۲۲)فقیہ تقی الدین دمشقی حصنی شافعی(۷۵۲ھ-۸۲۹ھ)نے تحریر فرمایا:

{واما صلاة التراویح فلا شک فی سنیتها-وانعقد الاجماع علٰی ذلک-قاله غیر واحد ولا عبرة بشواذ الاقوال-وفی الصحیحین((من قام رمضان ایمانًا واحتسابًا غفرله ما تقدم من ذنبه))وفیهما من حدیث عائشة رضی اللّٰه عنها((انه علیه الصلٰوة والسلام صلاها لیالی فصلوها معه ثم صلی فی بیته بقیة الشهر-وقال انی خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا عنها))ثم انه علیه الصلٰوة والسلام استمر علٰی ذلک-وکذلک الصدیق رضی اللّٰه عنه وصدرًا من خلافة الفاروق رضی اللّٰه عنه-ثم راٰی الناسَ یصلونها فی المسجد فراٰدی واثنین وثلاثة و ثلاثة فجمعهم علٰی اُبَی رضی اللّٰه عنه

-ووصب لهم عشرين ركعة واجمع الصحابة معه علىٰ ذلك وفعل عمر ذلك لِاَمْنِه الافتراض -وسميت بالتراويح لانهم كانوا يستريحون بعد كل تسليمتين} (کفایۃ الاخیار ج اص ۵۴- دارالمعرفۃ بیروت)

﴿ت﴾ لیکن نماز تراویح تو اس کے سنت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اور اس کے سنت ہونے پر اجماع منعقد ہو گیا۔ بہت سے علما نے یہ قول کیا، اور شاذ اقوال کا کوئی اعتبار نہیں، اور صحیح بخاری ومسلم میں ہے۔ جو رمضان میں بحالت ایمان ثواب حاصل کرنے کی نیت کے ساتھ نوافل پڑھے، اس کا گزشتہ گناہ بخش دیا جائے گا، اور بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند رات نماز تراویح (مسجد نبوی میں) ادا فرمائی، پس صحابہ کرام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھے، پھر مہینے کی باقی راتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں نماز تراویح ادا فرمائی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے، پس تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی پر مستمر رہے (یعنی اپنے گھر میں ہی تراویح ادا فرماتے رہے)

اور ایسا ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی عہد خلافت میں رہا (کسی مستقل جماعت کی پابندی کے بغیر لوگ نماز تراویح ادا کرتے رہے)، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو مسجد نبوی میں تنہا تنہا اور دو دو اور تین تین کو (جماعت کے ساتھ) نماز تراویح پڑھتے دیکھا تو حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرما دیا اور لوگوں کے لیے بیس رکعت تراویح کی پابندی کی، اور صحابہ کرام ان کے ساتھ اس مسئلہ پر متفق ہوئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرضیت تراویح سے مامون ہونے کی وجہ سے ایسا کیا، اور اس نماز رمضان کا نام تراویح رکھا گیا، اس لیے کہ لوگ ہر دو سلام کے بعد استراحت کرتے تھے۔

(۲۳)امام جلال الدین محلی شافعی (۷۹۱ھ-۸۶۴ھ) نے رقم فرمایا:

{(و)الاصح(ان الجماعة تسن فی التراویح)وهی عشرون رکعة بعشر تسلیمات کل لیلة من رمضان بین صلاة العشاء وطلوع الفجر}

(المحلی علی المنہاج ج ا ص ۲۱۷-ممبئی)

〈ت〉اصح یہ ہے کہ تراویح میں جماعت مسنون ہے،اور یہ رمضان کی ہر رات میں نماز عشا اور طلوع فجر کے درمیان،دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے۔

(۲۴) شیخ الاسلام ابوزکریا انصاری (۸۲۳ھ-۹۲۶ھ) نے تحریر فرمایا:

{(ومنه صلاة الترایح عشرون رکعة)بعشر تسلیمات فی کل لیلة من رمضان بین صلاة العشاء وطلوع الفجر-والاصل فیها الاتباع رواه الشیخان مع مواظبة الصحابة علیها کما بینت ذلک مع فوائد فی شرح الاصل(ویسن کونهابجماعة)لحث الشارع علیها} (تحفۃ الطلاب بشرح تحریر تنقیح اللباب مع حاشیۃ الشرقاوی ج ا ص ۳۰۲-دارالفکر بیروت)

〈ت〉اسی نفل نمازوں میں سے نماز تراویح ہے بیس رکعت،دس سلام کے ساتھ رمضان کی ہر رات میں نماز عشا اور طلوع فجر کے درمیان،اور تراویح کی اصلیت اتباع نبوی ہے(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز تراویح ادا فرمائی تھی،اور اس کی ترغیب دی تھی)امام بخاری وامام مسلم نے اسے روایت کیا اور صحابہ کرام کی تراویح پر پابندی(بھی تراویح کی اصل ہے)،جیسا کہ میں نے کچھ فوائد کے ساتھ اسے اصل کی شرح میں بیان کر دیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس(جماعت)پر ترغیب دینے کی وجہ سے تراویح،جماعت کے ساتھ مسنون ہے۔

(۲۵) شیخ الاسلام ابوزکریا انصاری نے تحریر فرمایا:**{(وتراویح وقت وتر)وهی عشرون رکعة بعشر تسلیمات فی کل لیلة من رمضان-روی الشیخان انه صلی اللّٰه علیه وسلم خرج من جوف اللیل لیالی من رمضان وصلی فی**

المسجد وصلی الناس بصلاته فیها وتکاثروا فلم یخرج لهم فی الرابعة وقال لهم صبیحتها خشیت ان تفرض علیکم صلاة اللیل فتعجزوا عنها-وروی البیهقی باسناد صحیح انهم کانوایقومون علٰی عهد عمربن الخطاب رضی اللّٰه عنه فی شهررمضان بعشرین رکعة ...... ویسن الجماعة فیه}

(شرح المنہج مع حاشیۃ الجمل ج۱ص۴۹۰-داراحیاءالتراث العربی بیروت)

〈ت〉وتر کے وقت تراویح،اورتراویح رمضان کی ہررات میں دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے۔امام بخاری وامام مسلم نے روایت کیا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کی چندراتوں کودرمیان شب میں (مسجدنبوی) میں تشریف لائے،اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجدمیں نمازتراویح ادافرمائی،اورصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان راتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ نماز پڑھے،اوران کی تعدادبڑھتی گئی،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوتھی رات کولوگوں کے پاس تشریف نہ لائے اوراس کی صبح کولوگوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:مجھے خدشہ ہواکہ صلاۃ اللیل تمہارےاوپرفرض ہوجائے،پس تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہوجاؤ،اورامام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی کہ لوگ عہد فاروقی میں ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے،اورتراویح میں جماعت سنت ہے۔

(۲۶)علامہ ابن حجر ہیتمی مکی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے تحریرفرمایا:

{(و)الاصح(ان الجماعة تسن فی التراویح)للاتباع اولًا واجمع علیه الصحابة رضی اللّٰه عنهم اواکثرهم فاصل مشروعیتها مجمع علیه وهی عندنا لغیراهل المدینة عشرون رکعة کما اطبقوا علیها فی زمن عمررضی اللّٰه عنه لما اقتطبٰی نظره السدید،جَمْعَ الناسِ علٰی امام واحد فوافقوه-وکانوا یوترون بثلاث}(تحفۃ المحتاج ج۲ص۲۴۰)

〈ت〉اصح یہ ہے کہ تراویح میں جماعت سنت ہے اولاً اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کی وجہ سے، اور (ثانیاً) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جماعت پر اجماع ہوا، یا اکثر صحابہ کا اجماع ہوا۔، پس جماعت تراویح کی اصل مشروعیت (جواز) مجمع علیہ (متفق علیہ) ہے، اور تراویح ہمارے نزدیک غیر اہل مدینہ کے لیے بیس رکعت ہے، جیسا کہ تراویح باجماعت پر صحابہ کرام نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اتفاق کیا، جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر صحیح نے لوگوں کو ایک امام پر جمع کرنے کے بارے میں موافقت طلب کی تو صحابہ کرام نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت کی، اور تراویح کے بعد لوگ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(۲۷) **{وسمیت تراویح–لانهم لطول قیامهم کانوا یستریحون بعد کل تسلیمتین}** (تحفۃ المحتاج ج۲ص۲۴۱)

〈**ت**〉 نماز رمضان کا نام تراویح رکھا گیا، اس لیے کہ صحابہ کرام طول قیام کی وجہ سے ہر دو سلام کے بعد استراحت فرماتے تھے۔

(۲۸) شیخ خطیب محمد شربینی (م ۹۷۷ھ) نے تحریر فرمایا: **{وهی عشرون رکعة بعشر تسلیمات فی کل لیلة من رمضان}** (مغنی المحتاج ج۱ص۳۱۱)

〈**ت**〉 تراویح رمضان کی ہر رات میں دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے۔

(۲۹) امام شمس الدین رملی مصری (۹۱۹ھ-۱۰۰۴ھ) نے رقم فرمایا:

{والاصح (ان الجماعة تسن فی التراویح) لما مر انه صلی اللّٰه علیه وسلم صلاها لیالی واجمع علیه الصحابة رضی اللّٰه عنهم او اکثرهم–او اصل مشروعیتها مجمع علیه وهی عشرون رکعة بعشر تسلیمات فی کل لیلة من رمضان لماروی انهم کانوا یقومون علٰی عهد عمر بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعة} (نہایۃ المحتاج ج۲ص۱۲۶)

〈**ت**〉 اصح یہ ہے کہ تراویح میں جماعت سنت ہے، اس لیے کہ گزرا کہ حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چندرات نماز تراویح (جماعت کے ساتھ) پڑھائی اور تمام صحابہ یا اکثر نے اس پر (جماعت تراویح پر) اتفاق کیا، یا یہ کہ اس (جماعت) کی مشروعیت کی اصل متفق علیہ ہے، اور تراویح رمضان کی ہر رات میں، دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے، اس لیے کہ مروی ہے کہ لوگ عہد فاروقی میں ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

فقہ حنبلی اور نماز تراویح

(۱) علامہ شمس الدین: ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۵۹۷ھ-۶۸۲ھ) نے امام موفق الدین: ابن قدامہ حنبلی (۵۴۱ھ-۶۲۰ھ) کی کتاب ((المغنی)) کی شرح کبیر میں تحریر فرمایا:

{والمختار عند ابی عبد اللّٰہ رحمہ اللّٰہ فیھا عشرون رکعۃ-وبھذا قال الثوری وابو حنیفۃ والشافعی وقال مالک: ستۃ وثلاثون وزعم انہ الامر القدیم وتعلق بفعل اھل المدینۃ} (المغنی مع الشرح الکبیر ج۱ ص۷۹۹)

〈ت〉 تراویح کے بارے میں امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک مختار بیس رکعت ہے، اور سفیان ثوری وامام ابوحنیفہ وامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے یہی قول کیا، اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چھتیس رکعت ہے، اور انہوں نے فرمایا کہ یہ (چھتیس رکعت تراویح) امر قدیم ہے، اور وہ اہل مدینہ کے عمل سے متعلق ہو گئے۔

توضیح: اہل مدینہ کے عمل کو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دلیل بنالیا۔

(۲) شیخ مرعی بن یوسف حنبلی (م ۱۰۳۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{وھی عشرون رکعۃ برمضان ولاباس بزیادۃ وتسن جماعۃ ویسلم من کل ثنتین، بنیتھا فی اول کل رکعتین-ویستراح بین کل اربع}

(غایۃ المنتھی ج۱ ص۶۷-موسسۃ السعدیۃ ریاض)

〈ت〉 تراویح رمضان میں بیس رکعت ہے، اور زیادتی میں کوئی حرج نہیں، اور جماعت

سنت ہے، اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے گا، ہر دو رکعت کے شروع میں تراویح کی نیت کے ساتھ (تراویح پڑھی جائے گی)، اور ہر چار رکعت کے بعد استراحت کی جائے گی۔

(۳) امام منصور بن یونس بہوتی حنبلی (۱۰۰۰ھ-۱۰۵۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{(والتراویح)سنة مؤکدة سمیت بذلک لانهم یصلون اربع رکعات و یتروحون ساعة ای یستریحون(عشرون رکعة)لما روی ابوبکر عبد العزیز فی "الشافی" عن ابن عباس ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی فی شهر رمضان عشرین رکعة(تُفْعَلُ)رکعتین رکعتین(فی جماعة مع الوتر) بالمسجد اول اللیل(بعد العشاء) وهو الافضل}

(الروض المربع شرح زاد المستقنع ج۱ص۸۰-دار الحدیث قاہرہ)

〈ت〉 تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ اس کا نام تراویح رکھا گیا، اس لیے کہ لوگ چار رکعت تراویح پڑھتے اور کچھ دیر آرام کرتے۔ (تراویح) بیس رکعت ہے، اس لیے کہ ابوبکر غلام خلال: عبد العزیز بن جعفر بن احمد بن یزداذ (۲۸۵ھ-۳۶۳ھ-۸۹۸ء-۹۷۴ء) نے ((شافی)) میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔ تراویح مسجد میں دو دو رکعت پڑھی جائے گی، جماعت اور، وتر کے ساتھ، نماز عشا کے بعد رات کے ابتدائی حصے میں۔ یہی افضل ہے۔

(۴) شیخ منصور بن یونس بہوتی (۱۰۰۰ھ-۱۰۵۱ھ) نے رقم فرمایا:

{والتراویح سنة مؤکدة- سمیت بذلک لانهم کانوا یصلون اربعًا ویتروحون ساعةً ای یستریحون وهی(عشرون رکعة برمضان جماعةً) لحدیث ابن عبا س رضی اللّٰه عنه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی فی شهر رمضان عشرین رکعة-رواه ابوبکر عبد العزیز فی "الشافی" باسناده-وعن یزید بن رومان: کان الناس فی زمن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه

عنہ یقومون فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة–رواہ مالک–ولعل من زاد علٰی ذلک–فعلہ زیادة تطوع}(شرح منتہی الارادات ج ا ص ۲۳۱-دار الفکر بیروت)

﴿ت﴾ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ لوگ چار رکعت تراویح پڑھتے تھے اور کچھ دیر آرام کرتے تھے اور تراویح رمضان میں جماعت کے ساتھ بیس رکعت ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کی وجہ سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔اس حدیث کو محدث ابوبکر عبد العزیز غلام الخلال (۲۸۵ھ-۳۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ ((الشافی)) میں روایت کیا، اور حضرت یزید بن رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں رمضان میں تئیس (۲۳) رکعت پڑھتے تھے۔اسی کو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤطا میں روایت کیا،اور شاید جنہوں نے بیس رکعت پر اضافہ کیا،اس کے رکعات تراویح کو زیادہ کرنے کا عمل نفل ہے۔

(۵) شیخ عبدالقادر بن عمر شیبانی (۱۰۵۲ھ-۱۱۳۵ھ) نے رقم فرمایا:

{(والتراویح)سنة مؤکدة وھی(عشرون رکعة)عند اکثر اھل العلم وقال مالک:الاختیار ست وثلاثون رکعة(برمضان جماعة)نصًا والاصل فی مسنونیتھا الاجماع–یسلم من کل اثنتین}

(نیل المآرب بشرح دلیل الطالب ج ا ص ۱۱۰-دار احیاء الکتب العربیہ-قاہرہ)

﴿ت﴾ تراویح سنت مؤکدہ ہے،اور یہ اکثر اہل علم کے نزدیک بیس رکعت ہے،اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مختار چھتیس رکعت ہے۔(تراویح) رمضان میں قول صریح کے مطابق جماعت کے ساتھ ہے،اور جماعت کے مسنون ہونے کی اصل (دلیل) اجماع ہے۔ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے گا۔

(۶){(فالتراویح)ذکرہ فی المھذب وغیرہ لانھا تسن لھا الجماعة}

(نیل المآ رب بشرح دلیل الطالب ج اص ۱۰۸)

〈ت〉(جماعت کے ساتھ ادا کی جانے والی نمازوں میں) تراویح ہے۔اس کا ذکر مہذب وغیرہ کتب میں ہے،اس لیے کہ تراویح کے لیے جماعت سنت ہے۔

(۷) شیخ زین الدین دمشقی(۱۱۱۰ھ-۱۱۹۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{والتراویح عشرون رکعة برمضان تُسَنُّ والوتر معها جماعةً}

(کشف المخدرات ج اص ۸۵-مؤسسۃ السعدیۃ ریاض)

〈ت〉رمضان میں تراویح بیس رکعت سنت ہے،اور وتر اس (تراویح) کے ساتھ، جماعت کے ساتھ ہے۔

رکعات تراویح سے متعلق فیصلہ کن بحث

حضوراقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تراویح کی رکعات کے بارے میں کوئی تعداد مروی نہیں،اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنی رکعات تراویح ادا فرماتے تھے۔ فن اصول حدیث کے اعتبار سے اس بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔

اسی طرح جماعت کے ساتھ چندرات ادا کی جانے والی حضوراقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تراویح کی رکعتوں سے متعلق کوئی صحیح روایت موجود نہیں۔

حضرت عیسیٰ بن جاریہ کی روایت،آٹھ رکعت سے متعلق بھی ضعیف ہے۔حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت بیس رکعت سے متعلق ابوشیبہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہ وہ اپنے گھر میں عورتوں کوآٹھ رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھائے ،پھر بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا میں حاضر ہوکر اپنا معاملہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کیا۔یہ سن کر حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا،جیسا کہ یہ

خموشی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضامندی تھی۔

اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ عیسیٰ بن مانع حمیری نے لکھا:

(۱){قال النیموی:اسناد ھذا الحدیث دون الوسط،لاکما قال الذھبی -وعلیٰ احتمال صحۃ الحدیث فان اقرار الشارع فی ھذا الحدیث لایدل علی التحدید ولوکان غیر ذلک،لما صلی ابی فی عھد عمربعشرین رکعۃ}

(القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص۵۴)

〈ت〉 ظہیراحسن شوق نیموی(۱۲۷۸ھ-۱۳۲۲ھ-۱۸۶۰ء-۱۹۰۴ء) نے کہا:اس حدیث کی سند متوسط سے کم درجہ ہے،ویسی نہیں ہے،جیسی کہ حافظ ذہبی نے کہا(کہ اس کی سند متوسط ہے)،اور حدیث کے صحیح ہونے کے احتمال کے باوجود اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اقرار(اقرار حکمی،رکعات کی)حد بندی پر دلالت نہیں کرتا،اور اگر اس کے علاوہ مفہوم ہوتا(یعنی اقرار حکمی حد بندی کو بتاتا)تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس رکعت تراویح نہیں پڑھاتے۔

توضیح:ظہیراحسن شوق نیموی عظیم آبادی نے اپنی کتاب((آثار السنن))کے حاشیہ ’’التعلیق الحسن‘‘میں حدیث عیسیٰ بن جاریہ کی سند کو متوسط سے کم درجہ قرار دیا۔اگر اس حدیث کی سند متوسط ہوتی تو یہ حدیث حسن ہوتی،لیکن اس کی سند،اسناد متوسط سے کم درجہ ہے۔

حافظ شمس الدین ذہبی(۶۷۳ھ-۷۴۸ھ)نے((میزان الاعتدال))(ج۳ص ۳۱۱-دارالفکر بیروت)میں لکھا:(اسنادہ وسط)اس حدیث کی سند متوسط درجہ کی ہے۔

نیموی نے حافظ ذہبی کی تردید کی،نیز اگر سند کو متوسط مان بھی لیا جائے تو یہ حدیث حسن ہوسکتی ہے،نہ کہ صحیح۔حدیث کے صحیح ہونے کے لیے اعلیٰ درجہ کی سند چاہئے۔

وہابیہ عوام الناس کو مغالطہ دے کر اس حدیث کو صحیح بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔اگر بالفرض حدیث کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقرار سکوتی،

محض آٹھ رکعت کے جواز کو بتاتا ہے، نہ کہ تحدید وتعیین کو۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں عیسیٰ بن جاریہ کی روایت بس اتنی ہے کہ جماعت کے ساتھ آٹھ رکعت انہوں نے اپنے گھر کی عورتوں کو پڑھایا۔اس کے بعد تنہا باقی رکعات پڑھ کر بیس رکعت پوری کر لی ہو۔حدیث ابن جاریہ میں اس کی تردید تو منقول نہیں،اور آٹھ رکعت جماعت سے اس لیے پڑھایا ہو کہ حضور اقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان چند راتوں میں آٹھ رکعت ہی جماعت کے ساتھ پڑھائے تھے۔

اس حدیث کی روایت بھی حضرت عیسیٰ بن جاریہ نے ہی کی ہے۔اسی کے بارے میں ذہبی نے (اسنادہ وسط) کہا ہے،یعنی عیسیٰ بن جاریہ کی سند متوسط ہے۔نیموی نے تردید کی کہ حضرت عیسیٰ بن جاریہ سخت مجروح راوی ہیں،اس لیے یہ سند متوسط نہیں ہوسکتی۔

الحاصل اگر حدیث ابن جاریہ کا مفہوم،یعنی رکعات تراویح کا آٹھ رکعت میں منحصر ہونا مان لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صاحب واقعہ ہیں،انہوں نے عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح کیسے پڑھائی؟

کسی حدیث میں رکعات تراویح پر،حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار بھی منقول نہیں۔اس سوال کا جواب سلفیان زمانہ کے لیے ایک قرض ہے۔اب دیکھنا ہے کہ وہابیہ اپنا قرض کب ادا کرتے ہیں یا یہ خائن قوم شریعت کی خیانت ہی میں مبتلا رہے گی۔

(۲)امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{قال الزرکشی فی الخادم:دعوی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی بھم تلک اللیلۃ عشرین رکعۃ لم یصح-بل الثابت فی الصحیح الصلٰوۃ من غیر ذکر العدد} (الحاوی للفتاویٰ ج۱ص۳۵۰)

﴿ت﴾علامہ بدر الدین زرکشی شافعی (۷۴۵ھ-۷۹۴ھ) نے اپنی کتاب ((خادم الرافعی والروضۃ فی الفروع)) میں تحریر فرمایا کہ یہ دعویٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ان چندراتوں میں صحابہ کرام کوبیس رکعت پڑھائی، یہ صحیح نہیں ہے (یعنی اصول حدیث کی روشنی میں یہ روایت صحیح نہیں ہے)، بلکہ صحیح روایت میں تعداد کے ذکر کے بغیر، نماز تراویح پڑھنا ثابت ہے (جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جماعت تراویح کی روایت موجود ہے)

(۴) امام جلال الدین سیوطی شافعی نے امام سبکی شافعی کے حوالے سے رقم فرمایا:

{قال السبکی فی شرح المنهاج:اعلم انه لم ینقل کم صلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تلک اللیالی،هل هوعشرون او اقل؟قال:ومذهبنا ان التراویح عشرون رکعة لما روی البیهقی وغیره بالاسناد الصحیح عن السائب بن یزید الصحابی رضی اللّٰه عنه قال:کنا نقوم علیٰ عهد عمر رضی اللّٰه عنه بعشرین رکعة والوتر} (الحاوی للفتاویٰ ج۱ص۳۵۰)

〈ت〉امام تقی الدین سبکی شافعی (۶۸۳ھ-۷۵۶ھ) نے ''الابتہاج شرح المنہاج'' میں تحریر فرمایا: جان لو کہ صحیح روایت سے منقول نہیں ہے کہ حضوراقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان چندراتوں میں کتنی رکعت تراویح پڑھائی۔کیا وہ بیس رکعت ہے یا کچھ کم؟اور امام سبکی نے فرمایا کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے،اس لیے کہ امام بیہقی وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ہم لوگ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

توضیح:جب حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تراویح کی تعداد کے بارے میں کوئی روایت موجود نہیں تو اب صحابہ کرام کے عمل کو دیکھنا ہوگا اور صحابہ کرام کا عمل بیس رکعت تراویح پر ہے،اوراسی بیس رکعت پر اجماع منعقد ہوگیا،صحابہ کرام،تابعین، تبع تابعین،ائمہ مجتہدین،علمائے دین وجملہ مسلمین کا اجماع۔اب ایسے مشہور ومعروف اجماعی مسئلے سے انحراف کرنا یقیناً بدبختی اور شقاوت قلبی کی علامت ہے۔

احادیث نبویہ اور فاروقی فیصلے

ابن مبرد حنبلی: جمال الدین یوسف بن حسن بن عبدالہادی مقدسی (۸۴۰ھ-۹۰۹ھ) نے حافظ ابن رجب بغدادی ثم دمشقی حنبلی (۷۳۶ھ-۷۹۵ھ) کی کتاب (مشکل الاحادیث الواردۃ فی ان طلاق الثلاث واحدۃ) کے حوالے سے نے تحریر فرمایا:

{قال ابن رجب فی آخر کتابه: اعلم ان ما قضی به عمر علی قسمین:

احدهما: ما لم یعلم للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیه قضاء بالکلیة.

وهذا علیٰ نوعین:

احدها: ما جمع فیه عمر الصحابة وشاورهم فیه-فاجمعوا معه علیه فهذا لا یشک انه الحق-کهذه المسألة والعمریتین وکقضائه فیمن جامع فی احرامه انه یمضی فی نسکه، وعلیه القضاء والهدی، ومسائل کثیرة.

والثانی: ما لم یجمع الصحابة فیه مع عمر، بل مختلفین فیه فی زمنه وهذا یسوغ فیه الاختلاف کمسائل الجد مع الاخوة.

القسم الثانی: ما روی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیه قضاء بخلاف قضاء عمر-وهو علیٰ اربعة انواع.

احدها: ما رجع فیه عمر الی قضاء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فهذا لا عبرة فیه بقول عمر الاول.

الثانی: ما روی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیه حکمان-احدهما موافق لقضاء عمر رضی اللّٰه عنه-فان الناسخ من النصین ما عمل به عمر

الثالث: ما صح عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه رخص فی انواع من جنس العبادات فیختار عمر للناس ما هو الافضل والاصلح ویلزمهم به

فهذا یمنع من العمل بغیر ما اختاره.

الرابع:ما کان قضاء النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لعلة،فزالت العلة.

فزال الحکم بزوالها–او وجد مانع یمنع من ذلک الحکم}

(سیر الحاث الیٰ علم الطلاق الثلاث ص۳۵-دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

﴿ت﴾ حافظ ابن رجب بغدادی حنبلی نے اپنی کتاب کے آخری حصے میں فرمایا:

جان لو! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فیصلے کیے۔وہ دو قسم کے ہیں:

نوع اول: جس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بالکل کوئی فیصلہ نہ ہو۔اس کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: جس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا اوران سے مشورہ لیا،پس اس امر پر صحابہ کرام ان کے ساتھ متفق ہو گئے۔

پس کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حق ہے، جیسے یہ مسئلہ (مسئلہ طلاق)،عمریتین کا مسئلہ (علم وراثت کا ایک مسئلہ) اور جیسے جو حالت احرام میں جماع کر لے،تو اس کے بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ کہ وہ اپنا حج مکمل کرے،اوراس پر قضا اور ہدی (قربانی) ہے،اور بہت سے مسائل (جو عہد فاروقی میں صحابہ کرام کی مشاورت سے حل ہوئے)

دوسری قسم: وہ ہے جس میں صحابہ کرام،حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ متفق نہیں ہوئے ، بلکہ ان کے زمانے میں ان سے اختلاف رکھتے تو ایسے مسئلے میں اختلاف کی گنجائش ہے، جیسے بہنوں کے ساتھ دادی کی وراثت کے مسائل۔

نوع دوم: جس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کے خلاف فیصلہ مروی ہو۔اس کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کی طرف رجوع کر لیا ہو،پس اس مسئلے میں حضرت فاروق اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

دوسری قسم: حضور اقدس پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس بارے میں دو حکم مروی ہو۔ان میں سے ایک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کے موافق ہوتو دونوں روایتوں میں سے ناسخ وہ روایت ہے جس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا (اور دوسری روایت منسوخ قرار پائے گی)

تیسری قسم: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت صحیح ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادت کی مختلف قسموں کی رخصت عطا فرمائی ہو، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے لیے وہ اختیار فرمائیں جو افضل و بہتر ہو، اور اس کو لوگوں پر لازم فرمادیں تو ان کے اختیار کردہ امر کے علاوہ پر عمل کرنا ممنوع ہوگا۔

چوتھی قسم: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ کسی علت کی بنیاد پر ہو، پھر وہ علت زائل ہوگئی تو زوال علت کے سبب حکم زائل ہوگیا، یا کوئی مانع پایا گیا جو اس حکم سے روکتا ہے۔

توضیح: مذکورہ بالا قانون میں نوع دوم کی قسم دوم میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس بارے میں دو حکم مروی ہو۔ان میں سے ایک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کے موافق ہوتو دونوں روایتوں میں سے ناسخ وہ روایت ہے جس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا (اور دوسری روایت منسوخ قرار پائے گی)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تراویح کی رکعات کے بارے میں دو روایت ہے۔حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیس رکعت روایت کی، اور حضرت عیسیٰ بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت پر عمل کیا۔مذکورہ بالا قانون کے اعتبار سے آٹھ رکعت کی روایت منسوخ ہوگئی، کیوں کہ دو حکم میں سے جس حکم کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترک فرمادیں، وہ منسوخ قرار پاتی ہے، اور جس پر عمل کریں، وہ ناسخ

ہوتی ہے، پس بیس رکعت کی روایت ناسخ اور آٹھ رکعت کی روایت منسوخ قرار پائی۔

وہابیہ چوں کہ منسوخ العقل ہیں،اس لیے روایات منسوخہ پر عمل کرنا ان کا شعار ہے۔

جن روایتوں پر ائمہ مجتہدین کا عمل ہو چکا، وہابیہ ان روایتوں میں کوئی نہ کوئی عیب نکال کران کو نا قابل عمل ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا قانون کی نوع دوم کی قسم سوم میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادت کی مختلف قسموں کی رخصت عطا فرمائی ہو،اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے لیے وہ اختیار فرمائیں جو افضل وبہتر ہو،اوراس کو لوگوں پر لازم فرمادیں تو ان کے اختیار کردہ امر کے علاوہ پر عمل کرنا ممنوع ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت تراویح کو متعین نہیں فرمایا۔عہد رسالت میں بعض لوگ جماعت کے ساتھ اور بعض لوگ بلا جماعت تراویح ادا فرماتے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت متعین فرمادی ہے،اس کو ترک کر کے تنہا نماز تراویح ادا کرنا ممنوع ہوگا۔نوع دوم کی قسم سوم کا یہی مفاد ہے۔

وہابیہ خود کو حنبلی مسلک کا پیروکار بتاتے ہیں۔یہ عبارت حنبلی مسلک کے فقیہ کی ہے۔

باب ششم میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب اہل سنت و جماعت کے چاروں فقہا بیس رکعت تراویح پر متفق ہیں۔حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھتیس رکعت تراویح کا قول کیا ہے،اسی طرح بیس رکعت کا قول بھی ان سے مروی ہے۔گیارہ رکعت کی روایتیں بھی ان سے مروی ہیں۔ان تمام امور کی تحقیق وتدقیق باب ہفتم میں رقم کی گئی ہے۔

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم ::وآلہ العظیم</u>

☆☆☆☆☆

باب ہفتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم ::وآلہ العظیم

باب ہفتم میں نماز تراویح کی تعداد رکعات سے متعلق حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی توضیح وتشریح کی گئی ہے۔چھتیس رکعت،بیس رکعت اور گیارہ رکعت تراویح پر مفصل کلام مرقوم ہے۔گیارہ رکعت کی روایت قابل تاویل ہے،اور چھتیس رکعت کا حکم اہل مدینہ منورہ کے لیے ہے،اورامام مالک سے بیس رکعت تراویح بھی مروی ہے۔ایک مدت بعد مدینہ منورہ میں بھی بیس رکعت تراویح ادا کی جانے لگی،اوراہل سنت وجماعت کے چاروں فقہی مسالک بیس رکعت تراویح پر متفق ہوگئے۔یہ سلسلہ تادم تحریر قائم ودائم ہے۔

مذہب مالکی میں بیس رکعت تراویح

چھتیس رکعت تراویح اہل مدینہ پڑھا کرتے تھے۔بعد میں مدینہ منورہ میں بھی بیس رکعت تراویح ادا کی جانے لگی۔اسی طرح دیگر تمام بلاد اسلامیہ کے مالکی حضرات بیس رکعت تراویح پڑھنے لگے،اوربیس رکعت تراویح پراہل سنت وجماعت کا اجماع ہوگیا۔

(۱)علامہ ابن عبدالبر مالکی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے رقم فرمایا:

{واستحب جماعة من العلماء والسلف الصالح بالمدينة عشرين ركعة والوتر-واستحب منهم اٰخرون ستا وثلثين ركعة والوتر-وهواختيار مالک فی راوية ابن القاسم عنه }(کتاب الکافی فی فقہ اہل المدینۃ المالکی ج اص ۲۵۶-مکتبۃ الریاض الحدیثیہ:ریاض)

﴿ت﴾جماعت علما اورسلف صالحین نے مدینہ میں بیس رکعت تراویح اور وتر کو مستحب

قراردیا، اوران میں سے بعض دوسرے علمانے چھتیس رکعت تراویح اور وتر کومستحب گردانا اور یہی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک مختار ہے، ان سے عبدالرحمٰن ابن قاسم مصری کی روایت میں (عبدالرحمٰن بن قاسم مصری امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راویوں میں سے ہیں)

(۲) علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (۵۲۰ھ-۵۹۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{واختلفوا فی المختارمن عدد الرکعات التی یقوم بها الناس فی رمضان–فاختار مالک فی احد قولیه وابو حنیفة والشافعی واحمد وداؤد القیام بعشرین رکعة سوی الوتر–وذکرابن القاسم عن مالک انه کان یستحسن ستاوثلاثین رکعة والوتر ثلثًا}

(بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ج۱ص۱۵۲-دارالفکر بیروت)

〈ت〉 رمضان میں جولوگ نماز تراویح ادا کرتے ہیں، اس کی تعداد رکعات سے متعلق مسلک مختار کے بارے میں علما مختلف ہوگئے، پس امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک مختار ان کے دوقول میں سے ایک کے اعتبار سے اور امام ابوحنیفہ وامام شافعی وامام احمد بن حنبل، اور داؤد ظاہری کا مسلک مختار وتر کے علاوہ بیس رکعت نماز تراویح ادا کرنا ہے، اور علامہ ابن قاسم مصری نے امام مالک کے بارے میں بتایا کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کو مستحسن سمجھتے تھے۔

(۳) علامہ محمد بن احمد بن محمد میارہ مالکی (۹۹۹ھ-۱۰۷۲ھ) نے تحریر فرمایا:

{وفی المؤطاء:ان القاری کان یقوم بسورة البقرة فی ثمان رکعات–فاذا قام بها باثنتی عشرة رکعة راؤوا ان قد خفف–ثم جعلت بعد واقعة الحرة تسعًا وثلاثین–خففوا من القرأة–فکان القاری یقرأ بعشر اٰیات فی الرکعة–فکان قیامهم بثلاث مأة وستین اٰیة–(التوضیح)استمر العمل شرقًا وغربًا فی زماننا علی الثلاث والعشرین} (الدرالثمین ج۱ص۵۲۶)

〈ت〉مؤطاامام مالک میں ہے کہ امام تراویح کی آٹھ رکعت میں سورہ بقرہ پڑھتا، پس جب (باقی ماندہ) بارہ رکعات پڑھنے لگتا تو لوگ سمجھتے کہ اب تخفیف ہوگئی ، پھر واقعہ حرہ (مدینہ منورہ پر یزید پلید کے حملے) کے بعد انتالیس رکعت (چھتیس تراویح، تین وتر) کردی گئی،اورلوگوں کوقرأت میں آسانی کردی گئی، پس امام ایک رکعت میں دس آیات پڑھتا، پس ان کی نماز تراویح (چھتیس رکعت) تین سوساٹھ آیات میں مکمل ہوتی ۔(توضیح)ہمارے زمانے میں شرق وغرب میں تیئیس رکعت (بیس تراویح، تین وتر) پرعمل مستمر ہو چکا ہے۔

چھتیس رکعت تراویح کا آغاز

عہد تابعین میں چھتیس رکعت تراویح کا آغاز مدینہ منورہ میں ہوا۔مدینہ منورہ کے مومنین بیس رکعت تراویح ادا کرتے ،اور ہر ترویحہ میں چار رکعت نفل ادا کرتے ،اس طرح چار ترویحہ میں سولہ رکعت ہوگئی ۔تراویح اور وتر کے درمیان نفل نماز ادانہیں کرتے ۔اگر اس آخری ترویحہ میں بھی چار رکعت نفل پڑھی جاتی تو اضافی رکعات کی تعداد بیس ہوجاتی ۔

(۱) حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ(۱۵۹ھ-۲۳۵ھ) نے رقم فرمایا:

{حدثنا ابن مهدی عن داؤد بن قیس قال:ادرکت الناس بالمدینة فی زمن عمر بن العزیز وابان بن عثمان یصلون ستة وثلاثین رکعة-ویوترون بثلاث}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

〈ت〉حضرت داؤد بن قیس نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امارت مدینہ کے زمانے میں لوگوں (اہل مدینہ) کوچھتیس رکعت تراویح پڑھتے پایا،اورلوگ تین رکعت وتر پڑھتے ۔

(۲) علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{وابتداء حدوث ذلک کان اواخر القرن الاول ثم اشتهر-ولم ینکر

فکان بمنزلة الاجماع السکوتی}(تحفۃ المحتاج ج۲ص۲۴۱-دارالفکر بیروت)

〈ت〉اس(چھتیس رکعت تراویح)کی ابتدا صدی اول کے آخر میں ہوئی، پھر اس کی شہرت ہوئی اور انکار نہ ہوا، پس یہ(عدم انکار)اجماع سکوتی کی منزل میں ہوگیا۔

(۳)علامہ محمد بن احمد بن محمد میارہ مالکی(۹۹۹ھ-۱۰۷۲ھ)نے تحریر فرمایا:

{وفی المؤطاء:ان القاری کان یقوم بسورة البقرة فی ثمان رکعات-فاذا قام بها باثنتی عشرة رکعة راؤوا ان قد خفف-ثم جعلت بعد واقعة الحرة تسعًا وثلاثین-خففوا من القرأة-فکان القاری یقرأ بعشر اٰیات فی الرکعة-فکان قیامهم بثلاث مأة وستین اٰیة-(التوضیح)استمر العمل شرقًا وغربًا فی زماننا علی الثلاث والعشرین}(الدر الثمین ج۱ص۵۲۶)

〈ت〉مؤطا امام مالک میں ہے کہ امام تراویح کی آٹھ رکعت میں سورہ بقرہ پڑھتا، پس جب(باقی ماندہ)بارہ رکعات پڑھنے لگتا تو لوگ سمجھتے کہ اب تخفیف ہوگئی، پھر واقعہ حرہ(مدینہ منورہ پر یزید پلید کے حملے)کے بعد انتالیس رکعت(چھتیس تراویح، تین وتر)کردی گئی، اور لوگوں کو قرأت میں آسانی کردی گئی، پس امام ایک رکعت میں دس آیات پڑھتا، پس ان کی نماز تراویح(چھتیس رکعت)تین سو ساٹھ آیات میں مکمل ہوتی۔(توضیح)ہمارے زمانے میں شرق وغرب میں تئیس رکعت(بیس تراویح، تین وتر)پر عمل مستمر ہو چکا ہے۔

امام مالک اور اہل مدینہ کی تراویح

اہل مکہ ہر ترویحہ میں کعبہ مقدسہ کا سات بار طواف کرتے اور دو رکعت نماز طواف ادا کرتے۔اہل مدینہ طواف کعبہ اور دو رکعت صلوٰۃ الطّواف کے بدلے ہر ترویحہ میں چار رکعت نماز نفل انفرادی طور پر ادا کرتے۔یہ رواج عہد تابعین سے قائم ہوا، پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ترویحہ کے درمیان پڑھی جانے والی نفل رکعات کو بھی

تراویح میں شامل کرلیا گیا۔اس طرح تراویح کی کل چھتیس رکعات ہوگئیں۔

بعد میں پھر حافظ ولی عراقی شافعی کے والد کے زمانے میں نماز عشا کے بعد بیس رکعت پڑھی جاتی ،اور باقی ماندہ سولہ رکعت اخیر شب میں ادا کرتے ،اور آج کل حرمین طیبین میں بیس رکعت تراویح ادا کی جاتی ہے۔تراویح کے بارے میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول چھتیس رکعت ،اہل مدینہ کے عمل کے سبب تھا۔

(۱)شافعی فقیہ ابوالحسین عمرانی یمنی(۴۸۹ھ-۵۵۸ھ)نے تحریر فرمایا:

{وجملة ذلک ان التراویح عندنا عشرون رکعة بعشر تسلیما –وبه قال ابوحنیفة واحمد–وقال مالک:هو(ست وثلاثون)وتعلق بفعل اهل المدینة} (البیان شرح المہذب ج۲ص۲۷۸-دارالمنہاج)

﴿ت﴾حاصل کلام یہ کہ تراویح ہمارے(شوافع کے)نزدیک دس سلام کے ساتھ بیس رکعت ہے،اورامام ابوحنیفہ اورامام احمد بن حنبل نے ایسا ہی فرمایا،اورامام مالک نے فرمایا کہ تراویح چھتیس رکعت ہے،اورامام مالک اہل مدینہ کے فعل سے متعلق ہوگئے۔

توضیح: اہل مدینہ چھتیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور اہل مدینہ کے علاوہ تمام اہل اسلام بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اہل مدینہ کے عمل کے اعتبار سے ہے۔امام مالک تعامل اہل مدینہ کوایک دلیل شرعی تسلیم کرتے ہیں۔

(۲)حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ(۱۵۹ھ-۲۳۵ھ)نے رقم فرمایا:

{حدثنا ابن مهدی عن داؤد بن قیس قال:ادرکت الناس بالمدینة فی زمن عمر بن العزیز وابان بن عثمان یصلون ستة وثلاثین رکعة–ویوترون بثلاث}(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

﴿ت﴾حضرت داؤد بن قیس نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امارت مدینہ کے زمانے میں لوگوں (اہل مدینہ) کو چھتیس

رکعت تراویح پڑھتے پایا،اور لوگ تین رکعت وتر پڑھتے۔

(۳)امام ابن قاسم مصری تلمیذ امام مالک کی روایت ہے:

{قال مالک:بعث الامیر و اراد ان ینقص من قیام رمضان الذی یقومه الناس بالمدینة–قال ابن القاسم:وھی تسع وثلاثون رکعة بالوتر–ست و ثلاثون رکعة والوتر ثلاث–قال مالک:فنهیته ان ینقص عن ذالک شیئًا– قلت له:ھذا ما ادرکت الناس علیه وھو الامر القدیم الذی لم یزل الناس علیه}

(المدونۃ الکبریٰ ج۲ص۵۷-امارات عربیہ متحدہ)

〈ت〉 حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس حاکم نے پیغام بھیجا اور چاہا کہ رمضان کی نماز (تراویح) جس کو لوگ مدینہ مطہرہ میں ادا کرتے ہیں،اسے کم کردیا جائے۔امام ابن قاسم نے فرمایا کہ اور وہ (تراویح) وتر کے ساتھ انتالیس رکعت ہے۔

امام مالک نے فرمایا کہ میں نے حاکم کو منع کردیا کہ اس (تراویح کی چھتیس رکعت) سے وہ کچھ کم کرے۔میں نے اس کو کہا کہ یہ (چھتیس رکعت) وہ ہے جس پر میں نے لوگوں کو پایا اور یہ امر قدیم ہے کہ ہمیشہ سے لوگ اسی طریقے پر ہیں۔

توضیح: عہد تابعین سے اہل مدینہ منورہ چھتیس رکعت پڑھتے آرہے تھے۔اس چھتیس رکعت کی ابتدا عہد تابعین میں واقعہ حرہ کے بعد ہوئی۔سال ۶۳ھ میں واقعہ حرہ پیش آیا۔

(۴)علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{وابتداء حدوث ذلک کان اواخر القرن الاول ثم اشتهر–ولم ینکر فکان بمنزلة الاجماع السکوتی} (تحفۃ المحتاج ج۲ص۲۴۱-دارالفکر بیروت)

〈ت〉 اس (چھتیس رکعت تراویح) کی ابتدا صدی اول کے آخر میں ہوئی،پھر اس کی شہرت ہوئی اور انکار نہ ہوا،پس یہ (عدم انکار) اجماع سکوتی کی منزل میں ہوگیا۔

(۵)امام رافعی کبیر شافعی (۵۵۷ھ-۶۲۳ھ) نے رقم فرمایا:

{قال العلماء:وسبب فعلهم ان الركعات العشرين خمس ترويحات–كل ترويحة اربع ركعات–وكان اهل مكة يطوفون بين كل ترويحتين سبعة اشواط ويصلون ركعتي الطواف افرادًا–وكانوا لا يفعلون ذلک بين الفريضة والتراويح–ولا بين التراويح والوتر–فاراد اهل المدينة ان يساووهم في الفضيلة فجعلوا مكان كل اسبوع من الطواف ترويحة فحصل اربع ترويحات وهي ست عشرة ركعة ،تنضم الٰى العشرين والوتر ثلث ركعات–تكون الجملة تسعا وثلاثين–فلذلک قال الشافعي رضي اللّٰه عنه:ورأيتهم بالمدينة يقولون–تسع وثلاثين–قال اصحابنا:لغيراهل المدينة ذلک؟لشرفهم لمهاجرة الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم وقبره} (العزیز شرح الوجیز ج۲ص۱۳۳)

〈ت〉علمائے اسلام نے فرمایا کہ اہل مدینہ کے عمل (چھتیس رکعت تراویح ادا کرنے) کی وجہ یہ ہے کہ بیس رکعات، پانچ ترویحہ ہیں ۔ ہر ترویحہ چار رکعت ہے، اور اہل مکہ ہر دو ترویحہ کے درمیان سات بار طواف کعبہ کرتے تھے،اور تنہا تنہا دو رکعت نماز طواف پڑھتے تھے ،اور فرض (نماز عشا) اور تراویح کے درمیان یہ نہیں کرتے تھے،اور نہ ہی تراویح اور وتر کے درمیان، پس اہل مدینہ نے فضیلت میں ان کی مساوات کا ارادہ کیا، پس طواف کے ہر سات چکر کے بدلے اہل مدینہ نے ایک ترویحہ (چار رکعت جداگانہ نماز نفل) بنالیا، پس چار ترویحہ (سولہ رکعت) حاصل ہوئی ،اور یہ سولہ رکعت ہے کہ اس سے بیس رکعت ملایا جائے گا اور وتر تین رکعت ہے، تمام رکعات انتالیس ہوجائیں گی ،اسی لیے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے مدینہ میں لوگوں کو انتالیس کہتے دیکھا ۔ ہمارے اصحاب نے کہا کہ کیا غیر اہل مدینہ کے لیے یہ (جائز) ہے؟ اہل مدینہ کے لیے (مدینہ منورہ کے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہونے اور روضہ نبوی ہونے کی بزرگی کی وجہ سے ہے ۔

توضیح: غیر اہل مدینہ کو بیس رکعت پر اضافہ کی اجازت نہیں ۔

(۶)امام ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۵۴۱ھ-۶۲۰ھ) نے ''المغنی مع الشرح الکبیر'' (ج ۱ص۷۹۹)میں ایسا ہی رقم فرمایا۔

(۷)علامہ کمال الدین دمیری شافعی (۷۴۲ھ-۸۰۸ھ) نے تحریر فرمایا:

{ولاهل المدينة الشريفة علٰى ساكنها افضل الصلوٰة والسلام ان يصلوها ستا وثلاثين دون غيرهم-لان لهم شرفًا بهجرة النبى صلى اللّٰه عليه وسلم دون غيرهم}(النجم الوہاج فی شرح المنہاج ج۲ص۳۱۰)

〈ت〉مدینہ منورہ والوں کے لیے ہے کہ چھتیس رکعت تراویح پڑھیں۔ان کے غیر کے لیے جائز نہیں،اس لیے کہ اہل مدینہ کو ہجرت نبوی کی وجہ سے ایک عظیم بزرگی ہے،ان کے علاوہ کے لیے نہیں۔اس شہر مقدس کو زینت عطا فرمانے والے پیغمبر پر افضل درود وسلام نازل ہو۔

(۸)امام محی الدین نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے رقم فرمایا:

{قال صاحبا الشامل والبيان وغيرهما،قال اصحابنا:ليس لغير اهل المدينة ان يفعلوا فى التراويح فعل اهل المدينة فيصلوها ستا وثلاثين ركعة، لان لاهل المدينة شرفًا لمهاجرة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ومدفنه بخلاف غيرهم-وقال القاضى ابو الطيب فى تعليقه:قال الشافعى:فاما غير اهل المدينة فلا يجوز ان يماروا اهل مكة ولاينافسوهم}

(المجموع شرح المہذب ج۴ص۳۳)

〈ت〉صاحب شامل اور صاحب بیان (ابوالحسن عمرانی یمنی) وغیرہما نے کہا کہ ہمارے اصحاب شوافع نے فرمایا کہ غیر اہل مدینہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ تراویح میں اہل مدینہ کا عمل (چھتیس رکعت تراویح) اختیار کریں،پس اسے چھتیس رکعت پڑھیں،اس لیے کہ اہل مدینہ کے لیے مقام ہجرت اور روضہ نبوی کی وجہ سے ایک عظیم بزرگی حاصل ہے۔ان کے برخلاف غیر اہل مدینہ کو یہ شرف حاصل نہیں،اور قاضی ابوطیب نے اپنے حاشیہ میں کہا کہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پس رہے غیر اہل مدینہ تو جائز نہیں ہے کہ اہل مکہ کی برابری کریں، اور نہ ان سے مسابقہ کریں۔

اہل مدینہ کی چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کا ذکر

فقہ کی مندرجہ ذیل کتابوں میں چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کی تفصیل ہے۔

(۱) البیان شرح المہذب (ج۲ص ۲۷۸)

(از: ابوالحسین عمرانی شافعی (م۵۵۸ھ) دارالمنہاج - جدہ)

(۲) نہایۃ المحتاج (ج۲ص ۱۲۷- ابولعباس رملی شافعی - دارالفکر بیروت)

(۳) روضۃ الطالبین (ج۱ص ۳۳۳ - امام نووی شافعی)

(۴) حاشیۃ القلیوبی علی المحلی (ج۱ص ۲۱۷)

(۵) المجموع شرح المہذب (ج۴ص ۳۳ - امام نووی شافعی)

(۶) تحفۃ المحتاج (ج۲ص ۲۴۱)

(۷) حاشیۃ الشروانی علیٰ تحفۃ المحتاج (ج۲ص ۲۴۱)

(۸) حاشیۃ الجمل علی المنہج (ج۱ص ۴۹۰)

(از: شیخ سلیمان جمل: داراحیاء التراث الاسلامی بیروت)

(۹) حاشیۃ الشرقاوی علی تحفۃ الطلاب (ج۱ص ۳۰۱)

(از: شرقاوی شافعی (م۱۲۲۶ھ) - دارالفکر بیروت)

(۱۰) شرح تحریر تنقیح اللباب (ج۱ص ۳۰۱)

(۱۱) فتح القدیر (ج۱ص ۴۰۸ - امام کمال بن اہمام حنفی)

(۱۲) الفقہ علی المذاہب الاربعہ (ج۱ص ۳۴۱ - علامہ عبدالرحمٰن جزری)

غیر اہل مدینہ کے لیے بیس رکعت پر زیادتی جائز نہیں

مندرجہ ذیل کتب فقہ میں اس امر کی تفصیل مرقوم ہے۔

(۱)البیان شرح المہذب للعمرانی (ج۲ص۲۷۸)

(۲)نہایۃ المحتاج (ج۲ص۱۲۷)

(۳)روضۃ الطالبین للنووی (ج۱ص۳۳۳)

(۴)حاشیۃ القلیوبی علی المحلی (ج۱ص۲۱۷)

(۵)حاشیۃ الشروانی علی التحفۃ (ج۲ص۲۴۱)

(۶)الجمل علی المنہج (ج۱ص۴۹۰)

(۷)حاشیۃ الشرقاوی علیٰ تحفۃ الطلاب (ج۱ص۳۰۱)

☆☆☆☆☆

اہل مدینہ کے لیے بیس رکعت زیادہ بہتر

(۱)علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی نے تحریر فرمایا:{ولما کان فیه ما فیه،قال الشافعی رضی اللّٰہ عنه:العشرون لهم احب اِلَیَّ}(تحفۃ المحتاج ج۲ص۲۴۱-دارالفکر)

﴿ت﴾جب چھتیس رکعت میں کچھ اعتراضات تھے تو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اہل مدینہ کے لیے بیس رکعت مجھے زیادہ پسند ہے۔

(۲)فقیہ عمرانی شافعی نے تحریر فرمایا:{قال الشافعی رضی اللّٰہ عنه:ورأیتهم بالمدینة یقومون بتسع وثلاثین وبمکة بثلاث وعشرین وهو احب اِلَیَّ}

(البیان شرح المہذب ج۲ص۲۷۸)

﴿ت﴾حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)نے فرمایا:

میں نے لوگوں کو مدینہ میں انتالیس رکعت تراویح پڑھتے پایا،اور مکہ میں تئیس رکعت تراویح پڑھتے پایا اور یہ(بیس رکعت)مجھے زیادہ پسند ہے۔

(۳){وقال الامام الشافعی:العشرون فی حقهم احب اِلَیَّ}

(حاشیۃ القلیوبی علی المحلی ج۱ص۲۱۷-تحفۃ المحتاج ج۲ص۲۴۱)

(الجمل علی المنہج ج۱ص۴۹۰)

﴿ت﴾حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اہل مدینہ کے حق میں بیس رکعت مجھے زیادہ پسند ہے۔

(۴) شیخ عبدالحمید شروانی شافعی (م۱۳۰۱ھ) نے رقم فرمایا:

{عبارة شيخنا الزيا دى:اما اهل المدينة فلهم ستا وثلاثين-وان كان اقتصارهم على العشرين افضل،الخ-وعليه فالاجماع انما هوعلىٰ جواز الزيادة،لا طلبها-ومع ذلك اذ فُعِلت يثابون عليها فوق ثواب النفل المطلق كما هوقضية كلامهم وينوون بالجميع التراويح}

(حاشیۃ الشروانی علیٰ تحفۃ المحتاج ج۲ص۲۴۱)

(حاشیۃ الشبر املسی علیٰ نہایۃ المحتاج ج۲ص۱۲۷)

﴿ت﴾ہمارے شیخ زیادی کی عبارت ہے:لیکن اہل مدینہ توان کے لیے تراویح چھتیس رکعت ہے،اگر چہ ان کا بیس رکعت پر اقتصار کرنا صحیح ہے،اوراس پر یہ اعتراض ہے کہ اجماع بیس رکعت کے جواز پر ہے،نہ کہ اس زیادتی کی طلب پر،اوراس کے باوجود جب بیس رکعت پرزیادتی کی جائے تونفل محض کے ثواب سے زیادہ اس پرثواب پائیں گے،جیسا کہ یہی اہل علم کے کلام کامفہوم ہے،اورتمام (چھتیس رکعت) میں تراویح کی نیت کریں گے۔

(۵)امام بن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے رقم فرمایا:

{واهل المدينة كانوا يصلون بدل ذلك اربع ركعات فرادى-واهل مكة يطوفون بينهما اسبوعا ويصلون ركعتى الطواف-الاانه روى البيهقى باسناد صحيح انهم كانوا يقومون علىٰ عهد عمر-ونحن لانمنع احدًا من التنفل ما شاء-وانما الكلام فى القدر المستحب بجماعة واهل كل بلدة

بالخیار-یسبحون او یھللون او ینتظرون سکوتًا اویصلون اربعًا فرادی- وانما استحب الانتظارلان التراویح ماخوذ من الراحة-فیفعل ذلک تحقیقًا لمعنی الاسم وکذا ھو متوارث}(فتح القدیرج اص ۴۰۸)

﴿ت﴾ اہل مدینہ ترویحہ کے بدلے چاررکعت نفل تنہا پڑھتے تھے،اوراہل مکہ ترویحہ کے درمیان سات بارطواف اوردورکعت نمازطواف پڑھتے ،مگر یہ کہ امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ لوگ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے،اور ہم کسی کونفل پڑھنے سے نہیں روکتے ،وہ جتنی نفل چاہے، پڑھے،اورکلام جماعت کے ساتھ مسنون مقدار میں ہے اور ہرشہر والے کواختیار ہے کہ وہ تسبیح پڑھیں یاتہلیل پڑھیں،یا خاموش انتظار کریں یا چاررکعت تنہا نفل پڑھیں،اورانتظار کرنا مستحب ہے،اس لیے کہ تراویح راحت سے ماخوذ ہے تو راحت کا کام کیا جائے گا،اسم (لفظ) کے معنی کوثابت رکھنے کے لیے،اوریہی متوارث ہے۔

توضیح: ترویحہ میں لوگوں کواختیار ہے کہ جو چاہیں،کریں اوراگرخموش بیٹھنا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔

(۶)علامہ بدرالدین عینی حنفی نے تحریرفرمایا:**{وما کان علیہ اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احق واولٰی ان یتبع}**(عمدۃ القاری ج ۷ص ۱۷۸)

﴿ت﴾ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جس طریقہ پر تھے،اسی کا اتباع زیادہ صحیح اوربہتر تھا۔

توضیح:حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بیس رکعت تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے تھےتواہل مدینہ کے لیےبھی اسی کے مطابق بیس رکعت پرعمل کرنا بہتر تھا۔

فقیہ جوری اور گیارہ رکعت کی روایت

البانی نے لکھا کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شافعی فقیہ جوری نے گیارہ

رکعت تراویح کی روایت کی ہے۔البانی نے اپنے مذہب کی تائید میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔
(صلوٰۃ التراویح ص ۷۹-المکتب الاسلامی بیروت)

جواب:

فقیہ جوری شافعی،امام مالک کے معاصر نہیں،لہٰذا یہ روایت منقطع ہوگئی۔البانی نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے اس منقطع راویت سے کیسے استدلال کیا،جب کہ اس نے بیس رکعت تراویح کے لیے متعدد روایتوں کو منقطع قرار دے کر نا قابل عمل بتایا ہے،نیز متقدمین مالکی فقہا نے اس روایت کو نقل نہیں کیا۔ایک شافعی فقیہ نے اس روایت کو نقل کیا،اور اہل مذہب کے علاوہ دیگر فقہی مذاہب کے متبعین کی نقل میں خطا کا احتمال رہتا ہے،جس کا ذکر علمائے کرام نے فرمایا ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گیارہ رکعت تراویح کی روایت کرنے والے شافعی فقیہ قاضی ابوالحسن جوری علی بن حسین ہیں۔یہ فقہ شافعی کے اصحاب وجوہ میں سے ہیں۔انہوں نے امام شافعی کے شاگرد امام مزنی کی کتاب (مختصر) کی شرح تحریر فرمائی ہے۔

ابن قاضی شہبہ دمشقی،تقی الدین شافعی:ابوبکر بن احمد بن محمد بن عمر بن محمد بن عبدالوہاب بن محمد بن ذؤیب اسدی،ابن قاضی شہبہ (۷۷۹ھ-۸۵۱ھ) نے رقم فرمایا:

{علی بن الحسن،القاضی ابوالحسن الجوری بجیم مضمومة ثم واو ساکنة وراء مهملة مدینة بفارس-قال ابن الصلاح:کان من اجلاء الشافعیة، لقی ابا بکر النیسابوری وروی عنه-وصنف المرشد فی عشرة اجزاء والموجز علی ترتیب المختصر-ولم یؤرخوا وفاته وذکرته فی هذه الطبقة تخمینا} (طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ ج اص ۱۲۹-عالم الکتب بیروت)

توضیح:ابن قاضی شہبہ نے فقیہ ابوالحسن جوری کا تذکرہ فقہائے شوافع کے طبقہ خامسہ میں کیا ہے۔یہ وہ طبقہ ہے جو چوتھی صدی کے تیسرے عشرین (سال ۳۴۱ھ تا ۳۶۰ھ) میں موجود

ہو۔حضرت امام مالک کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی،لہٰذا جوری کی روایت منقطع قرار پائی۔

امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{علی بن الحسن ،القاضی ابو الحسن الجوری–والجور بضم الجیم مضمومة ثم الواو الساکنة ثم الراء بلدة من بلاد بفارس–احد الائمة من اصحاب الوجوه–لقی ابا بکر النیسابوری وحدث عنه وعن جماعة–ومن تصانیفه کتاب المرشد فی شرح مختصر المزنی} (طبقات الشافعیہ ج۳ص۴۵۷)

قاضی ابوالحسن جوری نے ابوبکر نیشا پوری سے سماعت حدیث کی ہے۔

(طبقات الشافعیہ للسبکی ج۳ص۴۵۷-طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ ج۱ص۱۲۹)

توضیح:فقہائے شوافع میں چار فقہا ((ابوبکر نیشا پوری)) کے نام سے مشہور ہیں۔

ان میں سے تین فقیہ چوتھی صدی ہجری میں تھے۔ایک پانچویں صدی میں تھے۔

(۱)محمد بن ابراہیم بن منذر:ابوبکر نیشا پوری (فقیہ ومحدث)ان کی تاریخ وفات مختلف فیہ ہے۔۳۰۹ھ/۳۱۰ھ/۳۱۸ھ/۳۲۹ھ ان کی تاریخ وفات بتائی گئی ہے۔

(طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ ج۱ص۹۸-عالم الکتب بیروت)

(طبقات الشافعیۃ للسبکی ج۳ص۱۰۲-تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج۳ص۷۸۲)

(طبقات الفقہا للشیرازی ص۱۰۸)

(۲)عبداللہ بن محمد بن زیاد بن واصل بن میمون:فقیہ ابوبکر نیشا پوری

(ولادت:۲۳۸ھ-وفات:۳۲۴ھ)

(طبقات الشافعیۃ للسبکی ج۳ص۳۱۰-مکتبہ شاملہ)

(۳)احمد بن اسحاق بن ایوب بن یزید:ابوبکر نیشا پوری صبغی شافعی۔

(ولادت:۲۵۸ھ-وفات:۳۴۲ھ)

(طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ ج۱ص۱۲۲-عالم الکتب بیروت)

(۴) احمد بن سہل: ابوبکر نیشا پوری، سراج

(ولادت: ۴۰۸ھ - وفات: ۴۷۱ھ)

(طبقات الشافعیۃ للسبکی ج۴ص۱۷ - مکتبہ شاملہ)

ابن قاضی شہبہ (۷۹۹ھ - ۸۵۱ھ) نے فقیہ ابوالحسن جوری کا تذکرہ فقہائے شوافع کے طبقہ خامسہ میں کیا ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جو چوتھی صدی کے تیسرے عشرین (سال ۳۴۱ھ تا ۳۶۰ھ) میں موجود ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی ابوالحسن جوری چوتھی صدی ہجری کے عالم ہیں۔ چوتھی صدی میں وفات پانے والے تینوں ((ابوبکر نیشا پوری)) فقیہ ابوالحسن جوری کے شیخ ہو سکتے ہیں۔

قاضی اسماعیل بن محمد انصاری نے لکھا کہ فقیہ ابوبکر نیشا پوری: عبداللہ بن محمد بن زیاد بن واصل بن میمون (ولادت: ۲۳۸ھ - وفات: ۳۲۴ھ) قاضی ابوالحسن جوری کے شیخ ہیں۔

(تصحیح حدیث التراویح ص۲۰ - مکتبہ امام شافعی ریاض)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ اس طرح شافعی فقیہ جوری کی روایت حد درجہ منقطع ہے، اور اسے قابل اعتماد قرار نہیں دیا جا سکتا۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ روایت کرنے والوں میں سے مشہور ترین افراد سے گیارہ رکعت کی روایت نہیں ملتی، بلکہ امام ابن قاسم کی روایت میں گزرا کہ حاکم نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تراویح کی رکعات، چھتیس سے گھٹا کر بیس رکعت کرنے کہا تو انہوں نے منع فرما دیا، پھر وہ گیارہ رکعت کو کیسے پسند فرما سکتے ہیں۔

جب حضرت امام مالک نے بیس رکعت تراویح کو اختیار نہیں فرمایا جو اہل مدینہ کے سوا تمام امت مسلمہ کا معمول تھا، بھلا وہ گیارہ رکعت کو کیسے پسند کر سکتے ہیں۔ محض گیارہ رکعت کی حدیث کی ایک راویت حضرت امام مالک سے ان کی کتاب ''مؤطا امام مالک'' میں آئی تو ان کے مقلد علامہ ابن عبدالبر مالکی نے اسے وہم پر محمول کیا۔ اسی طرح گیارہ رکعت کی روایت پر

خود فقہائے مالکیہ کا عمل نہیں، بلکہ اس روایت پر مالکی فقہا تنقید کرتے ہیں۔

علی بن خلف مالکی مصری (م ۹۳۹ھ) نے تحریر فرمایا:{وعنه: الذی یاخذ بنفسی فی ذلک الذی جمع علیه عمرُ الناسَ احدی عشرة رکعة،منها الوتر}

(کفایۃ الطالب الربانی علیٰ رسالۃ ابن ابی زید القیروانی ج۲ص۳۱۹)

﴿ت﴾ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو چیز میرے دل میں جگہ لیتی ہے، رکعات تراویح کے بارے میں، وہ گیارہ رکعت ہے، جس پر حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جمع فرمایا۔اس گیارہ رکعت میں سے (تین رکعت) وتر ہے۔

علامہ شیخ علی عدوی مصری مالکی (۱۱۱۲ھ-۱۱۹۸ھ) نے اس پر حاشیہ تحریر فرمایا:

{قوله(عنه)ای وعن مالک فی غیر المدونة فیما یظهر وقوله الذی یاخذ بنفسی ذلک ای القیام المعنی الحقیقی لهذا اللفظ الذی یاخذ نفسی ویتناولها—فالباء زائدة لتاکید ذلک ومن لازم ذلک التمکن فاطلق اللفظ واراد لازمه المذکورای الذی یتمکن فی نفسی وانت خبیر بان هذا ینافی قوله قبل:یقومون فی زمن عمرفی المساجد بعشرین رکعة—ویوخذ مما تقدم،الجواب بان الاحدی عشرة کانت مبدء الامرثم انتقل الی العشرین— ولذلک قال ابن حبیب:رجع عمرالٰی ثلثة وعشرین رکعة}

(حاشیۃ العدوی علیٰ کفایۃ الطالب الربانی ج۲ص۳۱۹)

﴿خ﴾ امام مالک سے مروی ہے کہ جو چیز میرے دل میں جگہ پکڑتی ہے (گیارہ رکعت تراویح ہے) اور تجھے معلوم ہے کہ یہ ماتن ابن ابی زید قیروانی (م ۳۸۶ھ) کے ماقبل قول کے منافی ہے کہ لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مسجدوں میں بیس رکعت پڑھتے تھے، اور گزشتہ عبارت سے جواب اخذ کیا جائے گا کہ گیارہ رکعت ابتدائے امر میں تھی، پھر بیس رکعت کی جانب منتقل ہو گئے، اور اسی لیے فقیہ ابن حبیب نے فرمایا کہ حضرت

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیئیس رکعت کی جانب رجوع فرمالیا۔

توضیح: یعنی خلیفہ دوم نے بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کا حکم فرمایا۔

توضیح: علامہ عدوی کی تشریح سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر گیارہ رکعت کی روایت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت بھی ہوتو یہ جواب ہوگا کہ انہوں نے اس سے رجوع فرمالیا، ورنہ ہماری ماقبل کی تشریحات کے مطابق گیارہ کی روایت کے ثبوت پر اعتراض ہے۔

بیس رکعت عہد نبوی سے ثابت ہے۔ ماقبل میں دلائل مرقوم ہوئے۔

امام مالک کا مسلک مختار

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تراویح کے بارے میں مسلک مختار، چھتیس رکعت ہے، کیوں کہ اہل مدینہ تابعین کے عہد سے چھتیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

(۱) علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (۵۲۰ھ-۵۹۵ھ) نے رقم فرمایا:

{**وذکر ابن القاسم عن مالک–انہ کان یستحسن ستا وثلاثین رکعة –والوتر ثلثا**} (بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ج۱ص۱۵۲-دارالفکر بیروت)

〈**ت**〉 علامہ ابن قاسم مصری نے امام مالک کے بارے میں بتایا کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کو مستحسن سمجھتے تھے۔

(۲) علامہ ابن عبدالبر مالکی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{**واستحب منہم اخرون ستاوثلاثین رکعة والوتر–وھو اختیار مالک فی روایة ابن القاسم عنہ**} (کتاب الکافی فی فقہ اہل المدنیۃ المالکی ج۱ص ۲۵۶-مکتبۃ الریاض الحدیثیہ-ریاض)

〈**ت**〉 بعض دوسرے علما نے چھتیس رکعت تراویح اور وتر کو مسنون قرار دیا، اور یہی امام ابن قاسم کی روایت میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک مختار ہے۔

توضیح: فقہ مالکی کی قدیم کتابوں میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق گیارہ رکعت تراویح کی روایت نہیں ملتی۔فقہ مالکی کی قدیم اور معتبر کتابوں میں گیارہ رکعت کا کوئی ذکر نہیں۔فقہ مالکی کی چند معتبر کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)المدونۃ الکبریٰ (مجموعہ مرویات ابن قاسم (م۱۹۱ھ) تلمیذ امام مالک)

جامع: امام سحنون بن سعید تنوخی اندلسی (۱۶۰ھ-۲۴۰ھ)

(۲)رسالۃ ابن ابی زید القیر وانی (م۳۸۶ھ)

(۳)مختصر العلامۃ خلیل (م۷۶۶ھ)

(۴)بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد: ابن رشد قرطبی مالکی (۵۲۰ھ-۵۹۵ھ)

مذکورہ بالا کتابوں میں اور دیگر معتبر کتابوں میں گیارہ رکعت تراویح کا کوئی تذکرہ نہیں، پس اب یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اس گیارہ رکعت تراویح کی روایت کا مصدر ومرجع کون ہے؟

علامہ عیسیٰ بن مانع حمیری نے شافعی فقیہ جوری کو اس روایت کا منتہیٰ قرار دیا اور لکھا:

(۳){إن هذا النقل فی غاية من الانقطاع–وان مالكا توفی سنة تسع وسبعين ومائة–والجوری الذی نقل عنه السبكی الكلام المذكور ونقله كذلك السيوطی عن السبكی–من تلامذة ابی بكر النيسابوری المولود سنة ثمان وثلاثين ومأتين وقد ذكره السبكی فی طبقات الشافعية والذهبی فی تذكرة الحفاظ} (القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص۵۵)

﴿ت﴾ یہ روایت (گیارہ رکعت تراویح کی روایت) حد درجہ منقطع ہے۔حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سال ۱۷۹ھ میں ہوئی،اور جوری جس سے امام تقی الدین سبکی شافعی (۶۸۳ھ-۷۵۶ھ) نے (شرح المنہاج میں) روایت مذکورہ کو نقل کیا،اور اسی طرح اس روایت کو جلال الدین سیوطی نے (الحاوی للفتاویٰ اول ص۳۵۰) میں امام سبکی سے نقل کیا (یہ فقیہ ابوالحسن جوری) ابو بکر نیشاپوری کے شاگردوں میں سے ہیں اور محدث ابو بکر

نیشاپوری کی پیدائش سال ۲۳۸ھ میں ہوئی۔

امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے ((طبقات شافعیہ)) میں اور حافظ ذہبی نے ((تذکرۃ الحفاظ)) میں ابوبکر نیشاپوری کا تذکرہ کیا ہے۔

(۴) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے رقم فرمایا کہ امام تقی الدین سبکی شافعی نے منہاج الطالبین للنووی کی شرح میں تحریر فرمایا:{**قال الجوری من اصحابنا عن مالک انه قال:الذی جمع علیه الناس عمر بن الخطاب احب الیَّ وهو احدی عشرة رکعة وصلاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم-قیل له:احدی عشرة رکعة بالوتر؟قال:نعم-وثلاث عشرة قریب-قال:ولا ادری من این احدث هذا الرکوع الکثیر**}(الحاوی للفتاویٰ ج۱ص۳۵۰)

﴿ت﴾ ہمارے اصحاب شوافع میں سے فقیہ جوری نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: جس (تعداد رکعات تراویح) پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا تھا، وہ مجھے زیادہ پسند ہے، اور وہ گیارہ رکعت ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز ہے۔ امام مالک سے سوال کیا گیا۔ گیارہ رکعت وتر کے ساتھ؟ امام مالک نے فرمایا کہ ہاں، اور تیرہ رکعت اس کے قریب ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ زیادہ رکعات کہاں سے بنالی گئیں۔

توضیح: حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''مؤطا امام مالک'' (ص۱۳۸) میں روایت کیا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، پھر وہ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں یہ رکعتیں کہاں سے بڑھالی گئیں؟

نیز اگر ان کو گیارہ رکعت تراویح پسند ہوتی تو جب حاکم نے انہیں چھتیس رکعت سے تراویح کم کرنے کہا تھا۔ اسی وقت آپ اس کو گیارہ کردیتے، لیکن وہ چھتیس رکعت میں تقلیل پر راضی نہ ہوئے۔ بھلا وہ گیارہ رکعت یعنی آٹھ رکعت تراویح پر کیسے راضی ہوسکتے ہیں؟

فقیہ ابوالحسن جوری شافعی کی روایت کے انتہائی منقطع ہونے میں کوئی شک نہیں، اور یہ روایت اہل مذہب کی نہیں۔ کسی مالکی فقیہ تک اس کی سند نہیں پہنچتی، بلکہ یہ غیر مذہب والے کی روایت ہے۔ ابوالحسن جوری، شافعی فقیہ ہیں، نہ کہ مالکی۔

امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے تحریر فرمایا کہ امام تقی الدین ابن دقیق العید شافعی (۶۲۵ھ-۷۰۲ھ-۱۲۲۸ء-۱۳۰۲ء) نے مختصر اصول جمال الدین ابن حاجب مالکی (۵۷۰ھ-۶۴۶ھ) کی شرح کے خطبہ میں رقم فرمایا:

{ما جزمت بنقله عن ائمة الاجتهاد،تحريت فيه ومنحته من طريق الاحتياط ما يكفيه-فان كان من احد المذاهب الاربعة،نقلته من كتب اصحابه واخذته عن المتن-فاتيت الامر من بابه ولم اعتبر حكاية الغير عنهم-فانه طريق وقع فيه الخلل وتعدد من جماعة من النقلة فيه الزلل-وحكى المخالفون للمذاهب عنها ما ليس منها} (طبقات الشافعیہ ج۹ص۲۴۱-مکتبہ شاملہ)

﴿ت﴾ حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے جن منقولہ احکام پر میں نے یقین کیا، میں نے ان میں محنت ومشقت کی، اور ان میں کافی احتیاط کی راہ اپنائی، پس اگر وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کا قول ہوتو میں نے اس کو ان کے اصحاب کی کتابوں سے نقل کیا، اور میں نے اس کو متن کتاب سے اخذ کیا تو میں نے اس امر کو اسی باب سے لیا اور میں نے ان حضرات سے غیر کی نقل کا اعتبار نہیں کیا، کیوں کہ یہ ایسا راستہ ہے کہ اس میں خلل واقع ہو چکا اور ناقلین کی جماعت سے اس میں متعدد لغزشیں ہوئیں، اور مذاہب کے مخالفین نے ان مذاہب کے بارے میں وہ بیان کر دیا جو ان مذاہب میں نہیں ہے۔

توضیح: غیر اہل مذہب کی نقل بلاتحقیق قبول نہیں کی جا سکتی۔ قاضی ابوالحسن جوری شافعی فقیہ ہیں۔ فقہ مالکی سے متعلق ان کی روایت بلاتحقیق قبول نہیں کی جا سکتی۔

وہابیہ کی عادت ہے کہ وہ غیر معتبر روایات کا سہارا لیتے ہیں، اور ان پر عمل کرنے کی

کوشش کرتے ہیں اور امت مسلمہ کو بھی اپنی گمرہی کی جانب دعوت دیتے پھرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

امام مالک سے گیارہ رکعت کی روایت

{عَنْ مَالِکٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ ابْنِ اُخْتِ السَّائِبِ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ اَنَّہٗ قَالَ:اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ وَتَمِیمًا الدَّارِیَّ اَنْ یَقُومَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰی عَشَرَةَ رَکْعَةً–وَکَانَ الْقَارِئُ یَقْرَءُ بِالْمِئِیْنَ حَتّٰی کُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَی الْعِصِیِّ مِنْ طُولِ الْقِیَامِ وَمَا کُنَّا نَنْصَرِفُ اِلَّا فِی بُزُوغِ الْفَجْرِ}

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۰)

(مؤطا امام مالک ص۱۳۷-معرفۃ الآثار والسنن ج۲ص۳۰۵)

﴿ت﴾ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت محمد بن یوسف سے اور انہوں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ یہ دونوں حضرات ،لوگوں کو گیارہ رکعت نماز تراویح پڑھائیں ،اور امام سو سے زائد آیات پر مشتمل سورتوں کو پڑھتا، یہاں تک کہ ہم لوگ طول قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لیتے ،اور ہم لوگ قریب الفجر ہی واپس ہوتے۔

امام قسطلانی نے رقم فرمایا: {وفی المؤطاء:عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ اَنَّھَا اِحْدٰی عَشَرَةَ–وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِیزِ:اِحْدٰی وَعِشْرُونَ}

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی ج۱۰ص۵۷۹)

علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں تحریر فرمایا:{(وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِیزِ)بْنُ مُحَمَّدِ الدَّرَاوَرْدِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ(اِحْدٰی وَعِشْرُونَ)وَصَحَّحَہٗ

اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ}(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج۱۰ص۵۷۹)

〈خ〉مؤطا امام مالک میں ہے:حضرت محمد بن یوسف نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ تراویح گیارہ رکعت ہے،اور محدث عبدالعزیز دراوردی نے کہا کہ اکیس رکعت ہے۔شرح زرقانی میں ہے کہ محدث عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے محمد بن یوسف سے اور انہوں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ تراویح اکیس رکعت ہے،اور علامہ ابن عبدالبر مالکی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا۔

توضیح:مؤطا میں امام مالک نے محمد بن یوسف سے گیارہ رکعات تراویح کی روایت کی ،اور عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے محمد بن یوسف سے اکیس رکعت کی روایت کی،اور علامہ ابن عبدالبر مالکی نے عبدالعزیز بن محمد دراوردی کی روایت کو صحیح قرار دیا۔

امام مالک سے گیارہ اور بیس رکعت کی روایت

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گیارہ رکعت تراویح روایت کرنے والے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بھی گیارہ رکعت تراویح پر نہیں ہے۔ان سے بیس رکعت تراویح کی روایت مؤطا امام مالک اور دیگر کتب حدیث میں مروی ہے۔

(۱)امام مالک نے مؤطا امام مالک میں یزید بن رومان سے عہد فاروقی میں تیئیس رکعت(بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر)کی روایت کی ہے۔(مؤطا امام مالک ص۱۳۸)

(۲)اسی طرح امام مالک نے مؤطا امام مالک میں ''داؤد بن حصین عن عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج'' کی سند سے بیس رکعت تراویح کی روایت کی۔

(مؤطا امام مالک ص۱۳۸-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۳)

(۳)امام مالک نے یحییٰ بن سعید انصاری سے بیس رکعت تراویح کی روایت کی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳)

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل مدینہ کے عمل کی وجہ سے چھتیس رکعت تراویح کے قائل ہیں۔ گرچہ انہوں نے گیارہ رکعت تراویح کی روایت کی، لیکن وہ اس پر عامل نہیں ہیں۔

گیارہ رکعت کی روایت اوراقوال شارحین

علامہ ابن عبدالبر مالکی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ گیارہ رکعت کی روایت میں امام مالک سے وہم ہوگیا، حالاں کہ یہ وہم امام مالک کے شیخ محمد بن یوسف ہوا۔

محمد بن یوسف سے، گیارہ، تیرہ اوراکیس رکعت تراویح کی روایتیں وارد ہوئی ہیں۔

(۱) قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے تحریر فرمایا:

{قد روی انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی فی رمضان ثلاث و عشرین بالوتر–وروی مالک فی مؤطائه من حدیث السائب بن یزید ان عمر جمع الناس علٰی احدی عشرة رکعة–وفی روایة غیر مالک احدی وعشرین رکعة–وقد روی وکیع عن مالک عن یحیی بن سعید جمع عمر علٰی عشرین (مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۳۹۳)وذکره مالک ایضًا من روایة یزید بن رومان ثلاث وعشرین–قال ابو عمرو :وهذا یدل ان احدی عشرة وهم}

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۸۹)

﴿ت﴾ مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں تیئیس رکعت تراویح، وتر کے ساتھ پڑھتے تھے، اورامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مؤطا میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو گیارہ رکعت پر جمع فرمایا، اورامام مالک کے علاوہ راوی کی روایت میں اکیس رکعت ہے، اوروکیع نے امام مالک سے، انہوں نے یحییٰ بن سعید انصاری (م ۱۴۳ھ) سے روایت فرمایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت پر جمع فرمایا، اورامام مالک نے بھی اس کا ذکر کیا،

یزید بن رومان کی روایت سے تئیس رکعت (عہد عمری میں) ۔ابوعمرو(ابن عبدالبر مالکی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے فرمایا کہ اور یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ گیارہ رکعت وہم ہے۔

(۲) حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تراویح کی گیارہ رکعت کی روایت کے بارے میں ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے فرمایا:

{ای فی اول الامر،لما قال ابن عبد البر:هذه الرواية وهم–والذی صح انهم كانوا يقومون علىٰ عهد عمر بعشرين ركعة} (مرقاۃ المفاتیح ج۳ص۳۴۲)

﴿ت﴾ یعنی اگر گیارہ رکعت کی روایت ثابت ہوتو یہ ابتدائے امر میں تھا،اس لیے کہ علامہ ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا کہ یہ روایت وہم ہے،اور جو صحیح روایت ہے،وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

توضیح: ماقبل میں ثابت ہو چکا کہ عہد فاروقی کے ابتدائی زمانہ میں بھی بیس رکعت تراویح تھی،پس گیارہ کی روایت نا قابل اعتماد اور وہم پر مبنی ہے۔

(۳) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:

{ومال ابن عبد البر الىٰ رواية ثلاث وعشرين بالوتر–وان رواية مالك فی احدی عشرة وهم وقال:ان غير مالك يخالفه ويقول احدی وعشرين– قال:ولا اعلم احدًا قال فی هذا الحديث احدی عشرة ركعة غير مالك}

(الحاوی للفتاویٰ للسیوطی ج۱ص ۳۵۰- دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾ علامہ ابن عبدالبر قرطبی مالکی وتر کے ساتھ تئیس رکعات کی روایت کی طرف مائل ہوئے،اور یہ کہ امام مالک کی گیارہ رکعت کی روایت میں وہم ہے،اورانہوں نے کہا کہ امام مالک کے علاوہ راوی،امام مالک کی مخالفت کرتے ہیں اوراکیس رکعت بتاتے ہیں،اور کہا کہ میں امام مالک کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا جواس حدیث میں گیارہ رکعت کا قول کیا ہو۔

ملاعلی قاری (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے اسی گیارہ رکعت کی توضیح میں تحریر فرمایا:

{(باحدی عشرۃ رکعۃ)ای فی اول الامرلما قال ابن عبد البر:هذہ الروایۃ وھم-والذی صح انھم کانوا یقومون علیٰ عھد عمر بعشرین رکعۃ -واعترض بان سند تلک صحیح ایضًا ویجاب بانہ لعلھم فی بعض اللیالی قصدوا التشبیہ بہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم} (مرقاۃ المفاتیح ج۳ص۳۴۳)

﴿ت﴾ گیارہ رکعت تراویح یعنی ابتدائے امر میں،اس لیے کہ علامہ ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا کہ یہ روایت (گیارہ رکعت تراویح کی روایت) وہم ہے،اور جو صحیح روایت ہے،وہ یہ کہ لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے ،اور یہ اعتراض کیا گیا کہ گیارہ رکعت کی روایت (یعنی حضرت ابی بن کعب وحضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کی روایت) بھی (باعتبار سند) صحیح ہے،اور اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ شاید عہد فاروقی میں صحابہ کرام نے بعض راتوں میں حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جماعت تراویح کی پیروی کا قصد کیا۔

توضیح:حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آٹھ رکعت تراویح اور نماز وتر پڑھائی تھی۔

گرچہ عہد فاروقی میں صحابہ کرام کا معاملہ بیس رکعت تراویح پر مستقر ہوگیا تھا۔اس کے باوجود کبھی کبھی جماعت کے ساتھ صرف گیارہ رکعت تراویح مع الوتر ادا کی گئی،تاکہ حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی،آٹھ رکعت جماعت تراویح کے بارے میں ہوجائے، اور پھر ہمیشہ فاروقی حکم کے مطابق تراویح کی ساری رکعت یعنی بیس رکعات جماعت کے ساتھ ادا کرتے ،اور یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت تقریری تھی ،کیوں کہ حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں تراویح ادا کرنے والے صحابہ کی آپ ﷺ نے تحسین فرمائی تھی۔

ملا علی قاری کی تشریح سے بھی صرف اتنا سمجھ میں آتا ہے کہ گیارہ رکعت کی روایت محض جماعت سے متعلق ہے۔رکعات تراویح سے اس کا تعلق نہیں،یعنی کبھی تراویح ،جماعت کے

ساتھ صرف گیارہ رکعت (آٹھ تراویح ،تین وتر) پڑھی گئی،اور باقی رکعات پہلے یا بعد میں لوگوں نے تنہا پڑھ لی ہو،جیسا کہ عہد نبوی میں ان چند راتوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں صرف آٹھ رکعت تراویح باجماعت پڑھتے ،اس کے بعد باقی ماندہ رکعات تنہا پڑھ لیتے ،لیکن عہد فاروقی میں معاملہ جس پر مستقر ہوا،وہ یہ ہے کہ تراویح کی تمام رکعات یعنی بیس رکعات جماعت کے ساتھ ادا کی جانے لگی۔ملا علی قاری حنفی(۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) کی تشریح ایسی نادرالمثال ہے کہ اس تشریح کی روشنی میں مخالفین کے سارے اعتراضات ختم ہو گئے۔

امام بیہقی نے رقم فرمایا:{**ویمکن الجمع بین الروایتین فانهم کانوا یقومون باحدی عشرة–ثم کانوا یقومون بعشرین ویوترون بثلاث:واللّٰه اعلم**}

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۱ص۶۱)

〈ت〉دونوں روایتوں (گیارہ اور تئیس کی روایت) میں تطبیق ممکن ہے،اس لیے کہ (ابتدائے امر میں) گیارہ رکعت تراویح پڑھتے تھے،پھر بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھنے لگے:واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی نے تحریر فرمایا:{**وقال ابن عبد البر:روی غیر مالک فی هذا الحدیث احد وعشرون وهو الصحیح،ولا اعلم احدًا قال فیه احدی عشرة الامالکًا ویحتمل ان یکون ذلک اولًا ثم خفف عنهم طول القیام ونقلهم الٰی احدی وعشرین،الا ان الاغلب عندی ان قوله احدی عشرة وهم.انتهی–ولاوَهْمَ مع ان الجمع بالاحتمال الذی ذکره قریب وبه جمع البیهقی ایضًا**}(شرح الزرقانی علی مؤطاءامام مالک ج۱ص۳۴۱)

〈ت〉علامہ ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا:حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ نے اس حدیث میں اکیس رکعت کہا اور یہی صحیح ہے،اور میں امام مالک کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا جنہوں نے اس بارے میں گیارہ رکعت کا قول کیا ہو۔ممکن ہے کہ ابتدائی مرحلہ میں ایسا

ہو (یعنی گیارہ رکعت جماعت سے پڑھی جاتی ہو)، پھران سے طول قیام کی تخفیف کر دی گئی، اور تراویح کو اکیس رکعت کی طرف منتقل کر دیا، مگر میرا ظن غالب ہے کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گیارہ رکعت کا قول وہم ہے۔ (علامہ ابن عبد البر مالکی کا قول ختم ہوا)

(امام زرقانی نے فرمایا) جب علامہ ابن عبد البر مالکی کے مذکورہ احتمال کے سبب تطبیق دینا قریب ہے، اور اسی کے ذریعہ امام بیہقی نے بھی تطبیق دی تو (یہاں) کوئی وہم نہیں ہے۔

توضیح: گیارہ رکعت کی روایت عہد فاروقی کے بارے میں اگر ثابت بھی ہو تو مطلب یہ ہے کہ یہ ابتدائے امر میں تھا، یعنی ابتدائے امر میں جماعت کے ساتھ گیارہ ہی رکعت پڑھتے، اور بقیہ رکعات تنہا ادا کر لیتے، لیکن اس وقت جماعت تراویح میں طویل قیام کرتے، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح کی چند روزہ جماعتوں میں طویل قیام فرمایا تھا۔ کچھ مدت بعد عہد فاروقی میں طویل قیام میں تخفیف کر دی گئی، اور تراویح کی مکمل بیس رکعات کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے لگے، جو تا حال باقی ہے۔

علامہ عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے تحریر فرمایا: **{وقال شیخنا: لعل هذا کان من فعل عمر اولًا ثم نقلهم الٰی ثلاث وعشرین}** (عمدۃ القاری ج۱۱ص۱۲۷)

﴿ت﴾ ہمارے شیخ (زین الدین عراقی) نے فرمایا: شاید گیارہ رکعت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائی عمل تھا، پھر لوگوں کو تئیس رکعت کی جانب منتقل فرما دیئے۔

توضیح: ممکن ہے کہ عہد فاروقی کی ابتدائی مدت میں گیارہ رکعت تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے ہوں۔ باقی بارہ رکعت بلا جماعت تنہا پڑھ لیتے، پھر تئیس رکعت (تراویح اور نماز وتر) جماعت کے ساتھ ادا کرنے لگے۔

اس مقام پر صحیح جواب یہی ہے کہ اس روایت میں محمد بن یوسف سے وہم واقع ہوا۔ انہوں نے کبھی گیارہ، کبھی تیرہ اور کبھی اکیس رکعت تراویح کی روایت کی۔

گیارہ رکعت کی روایت ضعیف

یہ یادرکھنا چاہئے کہ علامہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی (٣٦٨ھ-٤٦٣ھ) نے امام مالک کی گیارہ رکعت کی روایت کو وہم پر محمول کیا ہے، اور وہم پائے جانے کی صورت میں حدیث باعتبار سند گرچہ صحیح ہو، وہ معلل ہو کر ضعیف اور نا قابل عمل قرار پاتی ہے، جیسا کہ حاکم ابوعبد اللہ نیشا پوری (٣٢١ھ-٤٠٥ھ)، حافظ ابن صلاح شافعی (٥٧٧ھ-٦٤٣ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (٧٧٣ھ-٨٥٢ھ) وغیرہم نے اس کی صراحت فرمائی۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ٣٦٠-مقدمہ ابن صلاح ص ٤٢-نخبۃ الفکر ص ٦٠)

حافظ ابن صلاح نے تحریر فرمایا:{**روی عن علی بن المدینی قال: الباب اذا لم تجمع طرقه، لم یتبین خطأه**}(مقدمہ ابن صلاح ص ٤٣)

⟨**ت**⟩ محدث علی بن مدینی بصری (١٦١ھ-٢٣٤ھ) نے فرمایا کہ جب کسی حدیث کی تمام سندوں کو جمع کی جاتی ہے، تب خطا ظاہر ہوتی ہے۔

توضیح: اسی طرح یہاں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی سندوں کو جمع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہ اور تیرہ رکعت کی روایت میں خطا ہے۔ سلفیوں کا اس روایت سے استدلال کرنا غلط ہے۔

☆☆☆☆☆

اہل مدینہ منورہ کا تعامل

فقہ مالکی میں تعامل اہل مدینہ کا اہم اعتبار ہے۔ یہ فقہ مالکی کی خصوصیت ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں۔

(١) مؤرخ عبدالرحمٰن ابن خلدون (٧٣٢ھ-٨٠٨ھ) نے لکھا:

{وَاختصَّ بزیادة مدرک اٰخر للاحکام غیر المدارک المعتبرة عند غیره،وهو عمل اهل المدینة لانه راٰی انهم فیما ینفسون علیه من فعل او ترک متابعون لمن قبلهم} (مقدمہ ابن خلدون ص۲۸۴)

(ت) حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے علاوہ فقہا کے یہاں معتبر ماخذ کے علاوہ ،احکام کے ایک دوسرے ماخذ کے ساتھ مخصوص ہوئے ،اور وہ اہل مدینہ کا عمل ہے،اس لیے کہ انہوں نے دیکھا کہ اہل مدینہ اپنے آپ کو جس فعل یا ترک فعل پر عامل بنائے ہوئے ہیں،وہ اپنے ماقبل اسلاف کے پیروکار ہیں۔

توضیح: اہل مدینہ نے اپنے اسلاف کرام کو جیسا کرتے دیکھا ،ویسا ہی کرتے رہے، یعنی تبع تابعین ،تابعین کے پیروکار ہیں اور تابعین ،صحابہ کرام کے پیروکار ہیں،اور قرآن وحدیث میں صحابہ کرام کی پیروی کا حکم آیا،پس اس طرح امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ میں تعامل اہل مدینہ بھی ایک ماخذ اور دلیل کی حیثیت اختیار کر گیا،اسی لیے حاکم کے کہنے کے باوجود امام مالک نے رکعات تراویح کو چھتیس رکعت سے کم کرکے بیس رکعت نہیں کیا۔

رفتہ رفتہ مدینہ منورہ میں بھی حالات بدل گئے ۔چھتیس رکعت تراویح کی بجائے بیس رکعت ادا کرنے لگے، پھر حافظ زین الدین عراقی شافعی (۷۲۵ھ-۸۰۶ھ) نے اہل مدینہ کی سنت قدیمہ کو زندہ فرمایا،اور تراویح دو حصوں میں منقسم ہو کر بیس اور سولہ ہو گئی۔

آج کل حرمین طیبین میں بیس رکعت تراویح ادا کی جاتی ہے ۔حرمین طیبین میں وہابیوں کی حکومت ہے، پھر بھی وہاں آٹھ رکعت تراویح نہیں۔

(۲)امام قسطلانی شافعی (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{قد حکی الولی العراقی:ان والده الحافظ لما ولی امامة مسجد المدینة،احیٰی سنتهم القدیمة فی ذلک مع مراعاة ما علیه الاکثر،فکان یصلی بهم التراویح اول اللیل بعشرین رکعة علی المعتاد ثم یقوم اٰخر اللیل

فی المسجد بستة عشرة رکعة فیختم فی الجماعة فی شهر رمضان ختمتین واستمر علٰی ذلک عمل اهل المدینة فهم علیه الی الآن}

(ارشاد الساری ج۴ص ۶۵۸ - حاشیۃ الجمل علی المنہج ج اص ۴۹۰)

〈ت〉 محدث ولی عراقی شافعی: احمد بن عبدالرحیم بن حسین (۷۶۲ھ-۸۲۶ھ) نے بیان کیا کہ ان کے والد حافظ زین الدین عراقی شافعی (۷۲۵ھ-۸۰۶ھ) جب مسجد نبوی کی امامت کے ذمہ دار ہوئے تو انہوں نے تراویح کے بارے میں اہل مدینہ منورہ کی سنت قدیمہ کو زندہ کیا، اس کی رعایت کے ساتھ جس پر اکثر امت مسلمہ ہے، پس وہ اول شب میں معتاد طریقے پر بیس رکعت تراویح پڑھاتے، پھر آخر شب کو مسجد میں سولہ رکعت پڑھاتے، پس ماہ رمضان میں جماعت کے ساتھ دو ختم قرآن ہوتا (ایک بار اول شب کی اصل تراویح میں، دوسری بار ختم قرآن اضافی رکعات میں ہوتا جو اخیر شب میں ادا کی جاتی تھی) اور اہل مدینہ کا عمل اسی پر مستمر ہو گیا، پس وہ لوگ اسی طریقے پر اب تک ہیں۔

توضیح: عبارت بالا سے معلوم ہو گیا کہ حافظ زین الدین عراقی کے عہد میں اہل مدینہ چھتیس رکعت نہیں پڑھتے تھے، بلکہ بیس رکعت پڑھتے تھے، پھر انہوں نے اہل مدینہ کی سنت قدیمہ یعنی چھتیس رکعت کو زندہ کیا اور عام امت مسلمہ کے معمول اور ان کے طریقے کا لحاظ کرتے ہوئے چھتیس رکعت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

اضافی سولہ رکعات کو ایک مستقل نماز کی شکل میں اخیر شب میں ادا کرتے تھے، اور یہ طریقہ کچھ مدت تک رائج رہا، لیکن اس کے بعد پھر لوگ بیس رکعت ہی پڑھنے لگے، اور عہد حاضر میں بھی مدینہ منورہ میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہے۔

باب ہفتم میں تراویح سے متعلق حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک بیان کیا گیا ہے۔ چھتیس رکعت، گیارہ رکعت اور بیس رکعت تراویح کی وضاحت رقم کی گئی ہے۔

باب ہشتم میں رکعات تراویح سے متعلق وہابیہ کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ وہابیہ

آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہیں۔ آٹھ سے زائد کے بارے میں ان کا باہمی اختلاف ہے۔ بعض وہابیہ آٹھ رکعت پر زیادتی کے قائل ہیں اور بعض اس کا انکار کرتے ہیں۔

اسی باب میں وہابیہ کی معتمد کتابوں کا تذکرہ ہے، اور تراویح سے متعلق وہابیہ کے یہاں ماضی کے معتبر افراد یعنی ابن تیمیہ اور داؤد ظاہری کا قول اور مذہب مذکور ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

باب ہشتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

باب ہشتم میں رکعات تراویح سے متعلق وہابیہ کے اقوال منقول ہیں۔وہابیہ آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہیں۔آٹھ سے زائد کے بارے میں ان کا باہمی اختلاف ہے۔بعض وہابیہ آٹھ رکعت پر زیادتی کے قائل ہیں اور بعض اس کا انکار کرتے ہیں۔

اسی باب میں وہابیہ کی معتمد کتابوں کا تذکرہ ہے،اور تراویح سے متعلق وہابیہ کے یہاں ماضی کے معتبر افراد یعنی ابن تیمیہ اور داؤد ظاہری کا قول اور مذہب مذکور ہے۔

وہابیہ کی معتمد کتابیں

وہابیت کا خمیر،مختلف باطل نظریات اور گمراہ کن عناصر سے تیار کیا گیا۔ابن عبد الوہاب نجدی نے داؤد بن علی اصبہانی ظاہری (۲۰۲ھ-۲۷۰ھ)،علی بن احمد ابن حزم اندلسی ظاہری (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ)،ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ)،ابن قیم جوزیہ (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) وغیرہم کے مبنی برضلالت افکار وخیالات کو یکجا کر کے ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی تھی۔اب اس کے اثرات بد اس کے متبعین میں بدرجہ اتم پائے جارہے ہیں۔

داؤد ظاہری قیاس کو ادلہ شرعیہ میں شمار نہیں کرتا تھا۔یہی حال آج کے وہابیہ کا ہے کہ قیاس کے منکر ہوگئے۔محض قرآن وحدیث کو دلیل شرعی مانتے ہیں۔

ابن تیمیہ حرانی نے اجماع امت کی ایسی تاویل باطل کی کہ وہ تاویل،اجماع امت کے انکار کے قریب ہے۔وہابیہ بھی اسی راہ پر چل پڑے۔

ابن تیمیہ مجتہدین اربعہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ،امام مالک،امام شافعی وامام احمد بن

حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع کو بھی اجماع نہیں کہتا تھا۔

(مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۴ص۱۰)

ابن تیمیہ وابن قیم کی کتابیں وہابیہ کے لیے سرمایہ دین وایمان بن گئی ہیں۔اپنے گمراہ نظریات کے مطابق قرآن وحدیث کی تاویل باطل کرنا ان کا شعار ہے،اوران کا ہمیشہ یہی دعویٰ رہتا ہے کہ ہم قرآن وحدیث پرعمل کرتے ہیں اورحنفی وشافعی ،مالکی وحنبلی اپنے ائمہ کے اقوال پرعمل کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ قرآن وحدیث پرعمل کرنے والوں کو سارا عالم اسلام گمراہ کیوں کہتا ہے؟ درحقیقت فرقہ وہابیہ اپنے گمراہ کن عقائد ومسائل کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآن وحدیث کا سہارا لیتے ہیں اورعلمائے دین ،ان وہابیہ کی دینی وعلمی خیانتوں کو برسرعام اجاگر کردیتے ہیں۔حدیث میں ہے۔

{عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعُذَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَ اِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَاوِيلَ الْجَاهِلِينَ}(البیہقی فی المدخل-مشکوٰۃ المصابیح ص۳۶)

﴿ت﴾ حضوراقدس سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ہربعد میں آنے والی جماعت میں سے اس کے معتبرلوگ اس علم (علم دین) کوحاصل کریں گے۔یہ لوگ اس علم شریعت سے بدعتیوں کی تحریف اور باطل پرستوں کے دعویٰ کاذب اور جاہلوں کی تاویل غلط کودورکریں گے۔

توضیح:فکروہابیت کا بڑھتاقدم ابن تیمیہ وابن قیم کی طرف ہی جاتا ہے۔سلفیوں کے مجتہداکبرعبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے وہابیوں کونصیحت ووصیت کرتے ہوئے لکھا:

{وانصح لجميع العلماء بان يعتنوا بمراجعة الكتب الاسلامية المعروفة حتى يستفيدوا منها–وكتب الستة مثل الصحيحين وبقية الكتب

الستة ومسند الامام احمد ومؤطاء امام مالک وغيرها من كتب الحديث المعتمدة-وكتب التفسير المعتمدة كتفسير ابن حرير وابن كثير والبغوى ونحوهم من اهل السنة-كما اوصى بكتب شيخ الاسلام ابن تيمية وابن القيم وغيرهما من كتب علماء السنة-كما اوصى اخوانى قبل ذلک کُلِّهِ بقرأة كتاب اللّٰه وتدبره فهو اصدق كتاب واشرف كتاب}

(فتاویٰ علماء البلد الحرام ص ۴۱۵-مؤسسۃ الجریسی ریاض)

(ت) میں تمام علما کو نصیحت کرتا ہوں کہ مشہور اسلامی کتابوں کی جانب رجوع کا اہتمام کریں، تاکہ اس سے استفادہ کرسکیں اور کتب ستہ کی جانب رجوع کا جیسے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم اور کتب ستہ میں سے باقی کتابیں اور مسند امام احمد بن حنبل اور مؤطا امام مالک اور اس کے علاوہ حدیث کی معتمد کتابوں کی طرف اور تفسیر کی معتمد کتابیں جیسے تفسیر ابن جریر طبری اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بغوی اور اس جیسی اہل سنت کی (دیگر) تفسیروں کی طرف (رجوع کا اہتمام کریں) جیسا کہ میں انہیں ابن تیمیہ اور ابن قیم اور ان کے علاوہ علمائے سنت کی کتابوں کی وصیت کرتا ہوں، جیسا کہ میں اپنے بھائیوں کو ان تمام کتابوں سے پہلے قرآن پاک پڑھنے اور اس میں تدبر کرنے کی وصیت کرتا ہوں، پس قرآن سب سے سچی کتاب اور سب سے بزرگی والی کتاب ہے۔

صحاح ستہ سے استدلال

عام طور پر وہابیہ دلیل کے لیے صحاح ستہ کی حدیث کے طلب گار ہوتے ہیں، حالاں کہ محدث وہابیہ البانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) نے صحاح ستہ کی بے شمار حدیثوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔عمل کے لیے حدیث کا صحیح ہونا کافی ہے۔صحاح ستہ میں ہونا ضروری نہیں۔

ہمیں ارشادات نبوی پر عمل کا حکم قرآن مجید واحادیث مقدسہ میں بتایا گیا ہے۔

رب تعالیٰ نے فرمودات نبوی وارشادات مصطفوی سے متعلق ارشاد فرمایا:

{وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی: :اِنْ ھُوَاِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی}(سورہ نجم: آیت ۳،۴)

ترجمہ:اوروہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے ،وہ تو نہیں ،مگر وحی جوانہیں کی جاتی ہے۔(کنزالایمان)

{مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا}(سورہ حشر: آیت ۷)

ترجمہ:اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں،وہ لو،اور جس سے منع فرمائیں،باز رہو۔
(کنزالایمان)

علامہ ابن حجر عسقلانی(۷۷۳ھ-۸۵۲ھ)نے رقم فرمایا:

{انہم متفقون علی وجوب العمل بکل ما صح ولو لم یخرجہ الشیخان فلم یبق للصحیحین فی ہذا مزیۃ}(نخبۃ الفکر ص۲۰)

﴿ت﴾محدثین ہر صحیح حدیث کے واجب العمل ہونے پر متفق ہیں،گرچہ اس حدیث کی تخریج بخاری ومسلم نہ کی ہو۔عمل کے باب میں بخاری یا مسلم کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں۔

توضیح:جب حدیث پر عمل کرنا ممکن ہوتو حدیث کو چھوڑ کر قیاس سے مسائل کا استنباط نہیں کیا جا سکتا ہے۔ہاں،عمل کے لیے حدیث کا قابل استدلال ہونا ضروری ہے،یعنی وہ حدیث صحیح لذاتہ،صحیح لغیرہ،حسن لذاتہ یا حسن لغیرہ ہو۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی(۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ)نے رقم فرمایا:

{الاحتجاج فی الاحکام بالخبر الصحیح مجمع علیہ-وکذلک بالحسن لذاتہ عند عامۃ العلماء وہو ملحق بالصحیح فی باب الاحتجاج وان کان دونہ فی المرتبۃ-والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبۃ الحسن لغیرہ ایضًا مجمع علیہ-وما اشتہران الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال لافی غیرہا-المراد مفرداتہا،لا مجموعہا-لانہ داخل فی الحسن،لا فی الضعیف-صرح بہ الائمۃ}(مقدمہ مشکوۃ المصابیح ص۶)

〈ت〉شرعی احکام میں حدیث صحیح سے استدلال کرنا متفق علیہ ہے،اور اسی طرح جمہور علما کے یہاں حدیث حسن لذاتہ سے استدلال کرنا متفق علیہ ہے،اور حدیث حسن لذاتہ استدلال کے باب میں حدیث صحیح سے ملحق ہے،گرچہ وہ رتبہ میں حدیث صحیح سے کم ہے۔حدیث ضعیف جو متعدد اسانید کی وجہ سے حسن لغیرہ کے رتبہ کو پہنچ جائے،اس سے استدلال بھی متفق علیہ ہے،اور جو مشہور ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے،دوسرے امور میں معتبر نہیں،اس سے (حدیث ضعیف کے)مفردات مراد ہیں،اس کا مجموعہ مراد نہیں،اس لیے کہ مجموعہ،حدیث حسن میں داخل ہے،نہ کہ حدیث ضعیف میں۔ائمہ محدثین نے اس کی صراحت فرمائی۔

توضیح:چار قسم کی حدیثوں سے شرعی مسائل کے لیے استدلال کیا جاتا ہے:

(۱)صحیح لذاتہ(۲)صحیح لغیرہ(۳)حسن لذاتہ(۴)حسن لغیرہ۔

حدیث ضعیف سے شرعی مسائل کے لیے استدلال نہیں کیا جاتا ہے۔حدیث ضعیف کی متعدد سندیں ہوں تو وہ حدیث حسن لغیرہ ہوجاتی ہے۔

اگر حدیث ضعیف کی ایک ہی سند ہے تو وہ ضعیف ہی رہے گی۔ایک سند والی ضعیف حدیثوں کو محدث دہلوی نے (مفردات) کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔

مذکورہ بالا آیات مقدسہ واقوال محدثین سے واضح ہوگیا کہ حدیث نبوی صحیح سند کے ساتھ جہاں بھی ملے،اسے قبول کیا جائے گا۔صحاح ستہ میں ہونا ضروری نہیں۔

تراویح سے متعلق وہابیہ کے اقوال

وہابیت کی دوڑ،ابن تیمیہ اور ابن قیم تک ہے اور علمی غرور کا عالم یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کی مدد کے بغیر قرآن فہمی کا سبق دیا جارہا ہے۔اگر قرآن وحدیث پڑھ کر کوئی مجتہد ہوجاتا تو تمام علما مجتہد ہوتے،حالاں کہ چند نفوس قدسیہ کے علاوہ کسی کی رسائی اجتہاد مطلق کے درجہ تک نہیں ہوسکی۔وہابیہ غلط فہمی کے شکار ہیں۔

نماز تراویح کی تعداد رکعات سے متعلق وہابیوں کی تحریریں متضاد ہیں۔

وہابیہ کے جد اعلیٰ ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے لکھا کہ نماز تراویح میں رکعات کی تعداد متعین نہیں، پھر اس نے لکھا کہ نماز تراویح کی بیس رکعات کی تعداد گیارہ ہے، پھر اس نے لکھا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس رکعت تراویح ثابت ہے۔ اس پر صحابہ کرام میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔انکار نہ کرنا اتفاق کی دلیل ہے۔

ناصرالدین البانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) اور ابن عثیمین (۱۳۴۷ھ-۱۴۲۱ھ) وغیرہما نے بیس رکعت کے ثبوت کا انکار کیا۔عبدالعزیز ابن باز (۱۹۱۲ء-۱۹۹۹ء) نے بیس رکعت ادا کرنے والے امام کی اقتدا میں بیس رکعت ادا کرنے کو افضل قرار دیا۔

تراویح میں تعداد رکعات متعین نہیں

(۱) ابن تیمیہ نے تراویح سے متعلق لکھا: {**ومن ظن ان قیام رمضان فیه عدد موقت عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لایزاد فیه ولاینقص منه فقد اخطاء**}

(مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۲ص۱۶۴)

〈**ت**〉 جو یہ خیال کرے کہ نماز رمضان (تراویح) میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی معین تعداد مروی ہے کہ اس میں نہ زیادتی کی جاسکتی ہے اور نہ اس میں کمی کی جاسکتی ہے تو وہ غلطی میں پڑا۔

توضیح: یہ گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معتاد نماز تھی۔ بلاتفریق رمضان وغیر رمضان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا۔

اس کا تعلق نماز تراویح سے نہیں ہے،لیکن چوں کہ ابن تیمیہ نے ایسا ہی کہا ہے تو وہابیہ بھی اسی راستے پر سرپٹ دوڑ پڑے۔ابن تیمیہ نے بیس رکعت کو بھی ثابت مانا ہے،اس لیے عرب وعجم کے بہت سے وہابیہ بیس رکعت تراویح کو بھی مسنون سمجھتے ہیں۔

(۲) ابن تیمیہ نے لکھا: {**کما ان نفس قیام رمضان لم یوقت النبی صلی اللّٰه**

علیه وسلم فیه عددًا معینًا-بل کان هو صلی اللّٰه علیه وسلم لایزید فی رمضان ولاغیره علٰی ثلث عشرة رکعة لکن کان یطیل الرکعات فلما جمعهم عمرعلٰی ابی بن کعب،کان یصلی بهم عشرین رکعة ثم یوتر بثلث}

(مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۲ص۱۶۴)

〈ت〉 جیسا کہ نماز تراویح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی معین عدد کی حد بندی نہیں فرمائی، بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں تیرہ رکعت پر اضافہ نہیں فرماتے تھے،لیکن رکعتوں کو طویل فرماتے، پھر جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمایا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے، پھر انہیں تین رکعت وتر پڑھاتے۔

نماز تراویح گیارہ رکعت

(۱)ابن تیمیہ نے لکھا:**{کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قیامه باللیل هو وتره یصلی باللیل فی رمضان وغیررمضان احدی عشرة رکعة اوثلاث عشرة رکعة لکن کان یصلیها طوالًا}** (مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج۲۳ص۷۳)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز، وہ نماز وتر تھی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت نماز پڑھا کرتے،لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے طویل پڑھا کرتے۔

توضیح:ابن تیمیہ نے جیسا کہا،عہد حاضر کے وہابیہ بھی وہی راگ الاپنے لگے۔ابن تیمیہ نے لکھا کہ نماز تراویح اصل میں نماز وتر ہے۔اس کی تقلید میں وہابیہ بھی یہی کہنے لگے۔

نماز تراویح ایک مستقل نماز ہے جو ماہ رمضان میں ادا کی جاتی ہے۔وہابیوں کو یہ تسلیم نہیں۔وہ صلوٰۃ اللیل ہی کو نماز تراویح قرار دیتے ہیں،حالاں کہ صلوٰۃ اللیل رمضان وغیر

رمضان ہمیشہ ادا کی جاتی ہے،لیکن نماز تراویح صرف ماہ رمضان میں ادا کی جاتی ہے۔

(۲) وہابیہ کے مشہور مجتہد عبدالعزیز بن باز (۱۹۱۲ء-۱۹۹۹ء) نے لکھا:

{الافضل فی قیام رمضان ان یصلی المسلمون فی مساجدهم احدیٰ عشرة رکعة اوثلاث عشرة رکعة یسلم من کل اثنتین لان هذا هو المحفوظ من فعله صلی اللّٰه علیه وسلم} (مجموع فتاویٰ عبدالعزیز بن الباز ج۴ص۳۰۱)

﴿ت﴾ نماز رمضان (تراویح) میں افضل یہ ہے کہ مسلمان اپنی مسجدوں میں گیارہ یا تیرہ رکعت پڑھیں۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے،اس لیے کہ یہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کے بارے میں محفوظ روایت ہے۔

(۳) وہابیہ کے دوسرے مجتہد ابن عثیمین (۱۳۴۷ھ-۱۴۲۱ھ) نے لکھا:

{اما عددها فاحدی عشرة رکعة لما فی الصحیحین عن عائشة رضی اللّٰه عنها انها سُئِلَتْ کَیْفَ کَانَتْ صَلَاةُ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم فی رمضان ؟فقالت:ما کان یزید فی رمضان ولاغیره علیٰ احدی عشرة رکعة-وان صلاها ثلث عشرة رکعة فلا باس لقول ابن عباس رضی اللّٰه عنه: کانت صلاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ثلث عشرة رکعة یعنی من اللیل}

(فتاویٰ ارکان الاسلام ص۲۳۵-دارالغد الجدید قاہرہ)

﴿ت﴾ لیکن نماز تراویح کی تعداد تو گیارہ رکعت ہے،اس لیے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ رمضان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے،اور اگر تراویح تیرہ رکعت پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کی بنیاد پر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز

رات کو تیرہ رکعت ہوتی تھی۔

حضرت ابی بن کعب سے بیس رکعت ثابت

(۱)ابن تیمیہ نے لکھا:{**فانه قد ثبت ان ابی کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعة فی قیام رمضان ویوتربثلاث-فرأی کثیرمن العلماء ان ذلک هو السنة لانه اقامه بین المهاجرین والانصار-ولم ینکر ہ منکر-واستحب اٰخرون تسعة وثلاثین رکعة بناء علٰی انه عمل اهل المدینة القدیم**}

(مجموعۃ الفتاوٰی لابن تیمیہ ج۲۳ص۶۸)

﴿ت﴾ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے، پس اکثر علما نے فرمایا کہ یہی (بیس رکعت) سنت ہے، اس لیے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے (بیس رکعت کو) صحابہ مہاجرین وانصار کے درمیان قائم کیا اور کسی نے انکار نہ کیا، او ردوسرے بعض علما نے انتالیس رکعت کو مستحب قرار دیا، اس پر بنا کرتے ہوئے کہ یہ اہل مدینہ کا قدیم عمل ہے۔

توضیح: انتالیس رکعت میں بیس رکعت تراویح ہے۔سولہ، اضافی رکعات ہیں اور تین رکعت وتر ہے۔ درحقیقت یہ بھی بیس رکعت تراویح ہے۔

صحابہ مہاجرین وانصار کا اتفاق

عبارت مذکورہ بالا میں ابن تیمیہ نے لکھا کہ صحابہ انصار ومہاجرین میں سے کسی نے بیس رکعت تراویح کا انکار نہیں۔ جب انکار نہیں ہوا تو بیس رکعت پر اجماع واتفاق ثابت ہوا۔

(۲)ابن تیمیہ نے لکھا:{**کما ان نفس قیام رمضان لم یوقت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیه عددًا معینًا-بل کان هو صلی اللّٰه علیه وسلم لایزید فی رمضان ولاغیره علٰی ثلث عشرة رکعة-لکن کان یطیل الرکعات فلما**

جمعهم عمر علیٰ ابی بن کعب، کان یصلی بهم عشرین رکعة ثم یوتر بثلث}

(مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۱۶۴)

﴿ت﴾ جیسا کہ نماز تراویح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی معین عدد کی حد بندی نہیں فرمائی، بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں تیرہ رکعت پر اضافہ نہیں فرماتے تھے، لیکن رکعتوں کو طویل فرماتے، پھر جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع فرمایا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے، پھر انہیں تین رکعت وتر پڑھاتے۔

بیس رکعت والے کی اقتدا میں بیس رکعت افضل

عبدالعزیز بن باز نے بیس رکعت تراویح سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھا:

سوال۲۹۹،۲۹۷:

اذا صلی الانسان مع من یصلی ثلاثا وعشرین رکعة واکتفی باحدی عشرة رکعة ولم یتم مع الامام فهل فعله هذا موافق للسنة؟

الجواب:

السنة الاتمام مع الامام ولو صلّی ثلاثا وعشرین رکعة لان الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم قال: (من قام مع الامام حتی ینصرف کتب اللّٰه له قیام لیلته) وفی اللفظ الأخر (بقیة لیلته) فالافضل للماموم ان یقوم مع الامام حتی ینصرف–سواء صلی احدی عشرة رکعة او ثلاث عشرة رکعة او ثلاثا و عشرین او غیر ذلک–هذا هو الافضل ان یتابع الامام حتی ینصرف– والثلاث والعشرون فعلها عمر رضی اللّٰه عنه والصحابة فلیس فیها نقص ولیس فیها اخلال، بل هی من السنن–سنن الخلفاء الراشدین.

(مجموع فتاویٰ عبدالعزیز بن الباز ج ۴ص ۳۰۲ - ج ۴ص ۳۰۵)

〈ت〉سوال: جب کوئی انسان تئیس رکعت نماز تراویح پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھے اور گیارہ رکعت پر اکتفا کرے اور امام کے ساتھ پوری نماز نہ پڑھے، پس کیا اس کا یہ فعل سنت کے موافق ہے؟

جواب: امام کے ساتھ نماز پوری کرنا سنت ہے۔ گرچہ امام تئیس رکعت پڑھے (یعنی امام تئیس رکعت پڑھے تو مقتدی بھی تئیس پڑھے۔ تئیس میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر ہے)، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امام کے ساتھ نماز پڑھے، یہاں تک کہ امام چلا جائے تو رب تعالیٰ اس کے لیے ساری رات عبادت کا ثواب لکھتا ہے، اور دوسری روایت میں ہے کہ اس رات کے باقی حصے کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے، پس مقتدی کے لیے افضل یہ ہے کہ امام کے واپس ہونے تک امام کے ساتھ نماز پڑھے۔ خواہ امام گیارہ رکعت پڑھے یا تیرہ رکعت پڑھے، یا تئیس رکعت یا اس کے علاوہ۔

یہی افضل ہے کہ امام کی واپسی تک امام کی پیروی کی جائے، اور تئیس رکعت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ادا فرمائی، پس اس (تئیس رکعت) میں کوئی عیب نہیں ہے، اور اس میں کچھ خلل نہیں ہے، بلکہ یہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سنتوں میں سے ہے۔

داؤد ظاہری اور بیس رکعت تراویح

مذہب وہابیہ کا امام اول داؤد ظاہری اصفہانی (۲۰۲ھ-۲۷۰ھ) ہے۔ یہ بھی بیس رکعت تراویح کا قائل ہے۔ وہابیہ کا جد اعلیٰ ابن تیمیہ (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) بھی بیس رکعت کو ثابت مانتا ہے، پھر وہابیہ کس منہ سے بیس رکعت تراویح کا انکار کرتے ہیں؟

علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (۵۲۰ھ-۵۹۵ھ) نے تحریر فرمایا:

{واختلفوا فی المختار من عدد الرکعات التی یقوم بها الناس فی رمضان-فاختار مالک فی احد قولیه وابوحنیفة والشافعی واحمد وداؤد القیام بعشرین رکعة سوی الوتر-وذکر ابن القاسم عن مالک انه کان یستحسن ستاوثلاثین رکعة والوتر ثلثًا}(بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ج۱ص۱۵۲)

(ت)رمضان میں جو لوگ نماز تراویح ادا کرتے ہیں،اس کی تعداد رکعات سے متعلق مسلک مختار کے بارے میں علما مختلف ہوگئے،پس امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک مختار ان کے دوقول میں سے ایک کے اعتبار سے اورامام ابوحنیفہ وامام شافعی وامام احمد بن حنبل، اور داؤد ظاہری کا مسلک مختار وتر کے علاوہ بیس رکعت نماز تراویح ادا کرنا ہے،اور علامہ ابن قاسم مصری نے امام مالک کے بارے میں بتایا کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کو مستحسن سمجھتے تھے۔

(۲)امام نووی شافعی نے رقم فرمایا:{مذھبنا انها عشرون رکعة بعشر تسلیمات غیر الوتر-وذلک خمس ترویحات والترویحة اربع رکعات بتسلیمتین-ھذا مذھبناوبه قال ابوحنیفة واصحابه واحمد وداؤد وغیرھم ونقله القاضی عیاض عن جمهور العلماء)(المجموع شرح المہذب ج۴ص۳۲)

بیس رکعت تراویح کا انکار

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز(۱۹۱۲ء-۱۹۹۹ء) نے تو تسلیم کرلیا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بیس رکعت تراویح تھی ۔ابن تیمیہ کو بھی یہ تسلیم ہے ،لیکن سلفیوں کے ایک دوسرے مجتہد محمد بن صالح عثیمین اور ناصر الدین البانی کو یہ تسلیم نہیں۔

ابن عثیمین نے لکھا:{ولم یصح ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یصلی ھو،او واحد من الخلفاء ثلثًا وعشرین،بل الثابت عن عمر رضی اللّٰہ عنه احدی عشرة رکعة}(فتاویٰ ارکان الاسلام ص۲۳۵-دارالغد الجدید قاہرہ)

〈ت〉 صحیح روایت موجود نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین میں سے کوئی تئیس رکعت تراویح (مع الوتر) پڑھا کرتے، بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گیارہ رکعت ثابت ہے۔

توضیح: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے بیس رکعت تراویح اجماعی طور پر ثابت ہے، لیکن ابن عثیمین کے ذریعہ علمی خیانت کی ایک بدترین مثال عالم وجود میں آئی۔البانی بھی بیس رکعت تراویح کا منکر ہے۔البانی کا رد باب پنجم میں مرقوم ہے۔

وہابیہ کا عملی تضاد: فقہ حنبلی کا انکار

بانی وہابیت ابن عبد الوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) خود کو حنبلی کہا کرتا تھا۔

(۱) مجتہد وہابیہ عبد العزیز بن باز نے ابن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں لکھا۔

{وهو فی العقیدة علٰی مذهب السلف الصالح-وفی الفروع علٰی مذهب الامام احمد بن حنبل الشیبانی} (مجموع فتاویٰ عبد العزیز بن الباز ج۳ص ۱۳۰۵)

〈ت〉وہ (ابن عبد الوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) عقیدہ میں سلف صالح کے مذہب پر تھا، اور فروعات فقہیہ میں امام احمد بن حنبل شیبانی کے مذہب پر تھا۔

توضیح: نجدی، فقہ حنبلی کا پیروکار تھا اور فقہ حنبلی میں بیس رکعت تراویح پر اضافہ کیا جا سکتا ہے، لیکن بیس رکعت میں کمی نہیں کی جا سکتی۔وہابیہ گیارہ رکعت تراویح کا قول کرتے ہیں۔یہ نظریہ فقہ حنبلی کی روشنی میں بھی غلط ہے۔بیس رکعت سے کم کرنے کی اجازت نہیں۔

(۲) وزارت اوقاف کویت سے شائع ہونے والی فقہی انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

{وقال الحنابلة: لا ینقص من العشرین رکعة-ولا باس بالزیادة علیها نصًا-قال عبد اللّٰه بن احمد: رأیت ابی یصلی فی رمضان ما لا احصی-وکان عبد الرحمن بن الاسود یقوم باربعین رکعة ویوتر بعدها بسبع}

(کشاف القناع ج ۱ ص ۴۲۵ - مطالب اولی النہی ج ۱ ص ۵۶۳)

(الموسوعۃ الفقہیہ ج ۲۷ ص ۱۴۳)

﴿ت﴾ حنبلی فقہا نے کہا کہ بیس رکعت میں کمی نہیں کی جاسکتی اور بطریق صراحت اس پر زیادتی میں کوئی حرج نہیں۔ عبداللہ بن امام احمد بن حنبل نے کہا۔ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کو رمضان میں بے شمار رکعات پڑھتے دیکھا، اور حضرت عبد الرحمٰن بن اسود چالیس رکعت تراویح اور سات رکعت وتر پڑھتے۔

اہل نجد اور بیس رکعت تراویح

(۱) شیخ اسماعیل انصاری نے لکھا: {وفی (مجموعة الفتاوی النجدیة) ان الشیخ عبد الله بن محمد بن عبد الوهاب ذکر فی جوابه عن عدد التراویح ان عمر رضی الله عنه لما جمع الناس علٰی ابی بن کعب، کانت صلٰوتهم عشرین رکعة} (تصحیح حدیث صلاۃ التراویح ص ۱۳ - مکتبہ امام شافعی ریاض)

﴿ت﴾ ''مجموعہ فتاویٰ نجدیہ'' میں ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) کے بیٹے عبداللہ نجدی (م ۱۲۴۲ھ) نے عدد تراویح سے متعلق اپنے جواب میں بیان کیا کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کی امامت) پر جمع فرمایا تو ان کی نماز تراویح بیس رکعت تھی۔

(۲) غالباً سال ۱۳۵۰ھ میں شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کے عہد میں وہابیوں کے فتاویٰ ومسائل کا مجموعہ (مجموعۃ الرسائل والمسائل النجدیہ) طبع ہوا تھا، پھر وہابیہ عرب کے مجتہد ابن جبرین کے مقدمہ کے ساتھ ۱۴۰۹ھ میں شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں ہے:

{اما صفة التراویح وعددها – فالذی ذکره العلماء ان التراویح عشرون رکعة – وان لا ینقص عن هذا العدد – الا ان اراد ان یزید فی القرأة

بقدر ما ینقص من الرکعات–ولهذا اختلف عمل السلف فی الزیادة والنقصان–وعمر رضی اللّٰہ عنه لما جمع الناس علی ابی بن کعب،کانت صلاتهم عشرین رکعة}(مجموعۃ الرسائل والمسائل النجدیہ ج۱ص۹۵-المکتبۃ الشاملہ)

﴿ت﴾لیکن تراویح کی صفت اوراس کی تعداد رکعات،پس جوتعداد علما نے ذکر کیا کہ تراویح بیس رکعت ہے،اوراس تعداد میں کمی نہیں کی جائے گی،مگر یہ کہ رکعتوں میں کمی کے بالمقابل قرأت قرآن میں اضافہ کا ارادہ ہو،اسی لیے(رکعتوں کی تعداد میں)کمی وبیشی کے بارے میں اسلاف کرام کا عمل مختلف رہا،اورحضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب صحابہ کرام کوحضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ(کی امامت)پرجمع فرمایا توان کی نماز تراویح بیس رکعت تھی۔

مساجد میں عورتوں کی حاضری

وہابیہ نماز پنج گانہ میں بھی عورتوں کومسجد لے جاتے ہیں،اورنماز تراویح میں کثرت کے ساتھ عورتیں مسجد جاتی ہیں۔عہد حاضر میں فتنوں کے سبب عورتوں کا مسجد جانا مناسب نہیں۔

(۱)علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی(۷۱۴ھ-۷۸۶ھ)نے رقم فرمایا:

{لقد نهی عمر النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الٰی عائشة رضی اللّٰہ عنها}(شرح العنایۃ مع فتح القدیر ج۱ص۳۱۷)

﴿ت﴾حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کومسجد جانے سے روک دیا تو عورتوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کیں۔

توضیح:ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ اگرحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی موجودہ صورت دیکھتے تو یہی حکم دیتے۔

(۲){عن عمرة عن عائشة قالت:لوادرک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل–

فقلت لعمرة–اَ وَ مُنِعْنَ؟ قالت:نعم}(صحیح البخاری ج اص ۱۲۰-صحیح مسلم ج اص ۱۸۳)

(سنن ابی داؤد ص ۸۴- جامع الترمذی ج اص ۱۲۰)

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ص ۳۲۱-مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۸۳)

〈ت〉 حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان حالات کو دیکھتے، جو عورتوں نے ایجاد کرلیا تو ضرور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کو مسجدوں سے روک دیتے، جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کردیا گیا، پس راوی نے حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا بنی اسرئیل کی عورتوں کو منع کردیا گیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔

(۳) مجتہد وہابیہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (۱۹۱۲ء-۱۹۹۹ء) نے لکھا:

{اما النساء فالافضل لهن الصلوة فى البيوت}

(مجموع فتاویٰ عبدالعزیز بن باز ج ۴ص ۳۰۱-دارالوطن ریاض)

〈ت〉 عورتوں کے لیے گھروں میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔

توضیح: مجتہد وہابیہ ابن باز نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ عورتوں کے لیے گھروں میں نماز ادا کرنا بہتر ہے، اس کے باوجود وہابیہ عورتوں کو مسجد لے جانے کی ضد کرتے ہیں، حالاں کہ اس عہد پرفتن میں عورتوں کو پانچ وقت مساجد میں بلانا فتنوں کا دروازہ کھولنے کے مرادف ہے۔

(۴) امام شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے تحریر فرمایا کہ عہد نبوی میں عورتیں صرف فجر وعشا میں مسجد جاتی تھیں۔(کشف الغمۃ عن جمیع الامہ ج اص ۱۶۱)

باب ہشتم میں رکعات تراویح سے متعلق وہابیوں کے اقوال درج کیے گئے ہیں، نیز وہابیہ کے باہمی اختلاف کا بھی ذکر ہے۔ باب نہم میں البانی کی علمی خیانتوں کا تذکرہ ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم ::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

باب نہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم ::وآلہ العظیم

باب نہم میں البانی کی علمی خیانتوں کا ذکر ہے۔البانی ایک بڑھئی اور گھڑی ساز تھا۔یہ کوئی عالم وفاضل نہیں تھا۔اپنے ذاتی مطالعہ کے بل بوتے اس نے احادیث طیبہ کی تصحیح وتضعیف جیسا مشکل کام شروع کیا۔اگر کسی عظیم فرد کی رہنمائی حاصل ہوجائے،پھر بھی اس مشکل کام میں بہت سے خطرات ہیں۔البانی نے کسی رہنما کی مدد کے بغیر اس میدان میں قدم رکھا اور جابجا غلطیوں میں مبتلا ہوا۔اس باب میں تفصیل مرقوم ہے،تاکہ حقائق ظاہر ہوسکیں۔

البانی کی علمی خیانت

علم حدیث وفن اسمائے رجال میں عہد حاضر کے سلفیوں کی لاعلمی قابل تعجب ہے۔اسی طرح فن جرح وتعدیل میں ان کی بے مثال فریب کاریاں اور غیر معمولی تحریفات کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔محدث وہابیہ ناصرالدین البانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ھ) کی علمی خیانتوں کا تذکرہ متعدد علمائے عرب نے اپنی تصانیف میں کردیا ہے۔

علامہ محمود سعید ممدوح نے اپنی کتاب ''رفع المنارۃ لتخریج احادیث التوسل والزیارۃ'' (مطبوعہ:دار الامام النووی عمان)،علامہ حسن بن علی سقاف نے اپنی تصنیف ''تناقضات الالبانی الواضحات''(مطبوعہ دار الامام النووی عمان) اور محدث شام شیخ عبداللہ بن محمد ہرری حبشی کے بعض تلامذہ نے ایک مستقل کتاب ''تبیین ضلالات الالبانی''میں البانی کی گمرہیوں اوراس کے باطل افکارونظریات پر مبسوط کلام کیا ہے۔

وہابیہ اپنے مذہب باطل کے اثبات اور مذہب اہل سنت وجماعت وفقہی مسالک اربعہ پر تنقید کے لیے البانی کی تحریروں کو پیش کرتے ہیں،اورالبانی کو امام بخاری کا ہم درجہ ثابت

کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ علمائے اہل سنت البانی اورالبانی نوازوں کی زبان بندی کر چکے ہیں،لیکن جواہل علم ودانش البانی کے حقائق واقعیہ سے واقف نہیں،وہ لاعلمی میں اس کی تحریفات سے متاثر ہوسکتے ہیں،اس لیےاصل حقائق سے امت کوآشنا کرناضروری ہے۔

البانی کاعلمی معیار

البانی نے کسی تعلیمی ادارہ یا کسی عالم کے پاس باضابطہ تعلیم حاصل نہ کی،اوراس کا مبلغ علم ابتدائی دینیات تک ہے۔ابتدائی تعلیم کے بعدوہ بڑھی گیری اورگھڑی سازی کا کام کرتا تھا،پھرظاہریہ لائبریری دمشق میں کچھ مطالعہ کرنے لگا۔اس کے بعدفن اسمائے رجال کی کتابیں دیکھ کراحادیث پرصحت وضعف کاحکم لگانے لگا۔

اس کی بدنصیبی یہ ہوئی کہ اسی کے عہد میں علم حدیث کی تعلیم کاعام شہرہ ہوا،اور بلا امتیاز مسلک ومذہب مدارس اسلامیہ میں علم حدیث کی اعلیٰ تعلیم کارواج ہوا۔

البانی کے معاصرعلما اس کی حدیث دانی کاپردہ فاش کرچکے تھے۔اب علم حدیث کی تخصیصی تعلیم سےاس کی حقیقت خودظاہرہوتی جارہی ہے۔البانی کےمعتقدین نے البانی کی دہشت طاری کرنے کی کوشش کی تھی۔

بفضل الٰہی اس کی تحریفات وفریب کاریوں سےارباب علم وفضل واقف ہوتے جارہے ہیں اوروہابیہ کامقصدنیست ونابودہوتاجارہاہےاورباطل مٹنے ہی کے لیےسراٹھاتاہے۔

البانی کی خوش فہمی

ناصرالدین البانی خودکوامام بخاری وامام مسلم کےہم رتبہ سمجھتاتھا۔وہابیان عرب نے اسےاپنامحدث اکبربنارکھاتھا،حالاں کہ علم حدیث اورفن جرح وتعدیل میں وہ بہت قوی نہیں تھا۔اس بحث میں البانی کے چندحقائق سپردقرطاس کیےجاتے ہیں۔

(۱)علامہ حسن بن علی سقاف نےلکھا:

{وغیر خاف ان الشیخ یعد نفسه وکذا من فتن به–انه وحید دهره وفرید عصره وان کلامه لایجوز الاستدراک علیه ولا التعقب علٰی ما لدیه وانه فاق السابقین فی الوقوف علٰی اطراف الحدیث وزیاداته وتمحیصها وبیان ما خفٰی علی المحدثین والحفاظ من خفایا عللها وانه وان کان اصغر رتبةً فی هذا العلم من البخاری قلیلا لکنه یستطیع ان ینتقده ویضعف ما صححه کما انه یستطیع ان یتعقب الامام مسلمًا حتی فیما لم یسبقه به احدٌ من الحفاظ المتقدمین والائمة السالفین–وقد هضم حقه بعض تلامیذه و شرکائه حین وصفه انه برتبة الحافظ ابن حجر امیر المؤمنین فی الحدیث}

(تناقضات الالبانی الواضحات ص۴–دارالامام النووی عمان)

﴿ت﴾ یہ مخفی نہیں کہ شیخ البانی خودکواور ایسا ہی اس کے ذریعہ فتنہ میں مبتلا ہونے والے لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ یگانہء روزگار اور یکتائے زمانہ ہے، اور اس کے کلام پر استدراک جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کے خیالات پر تعاقب کرنا درست ہے اور وہ اطراف حدیث اور اس کی زیادات پر واقفیت اور اس کی تحقیق میں اور محدثین وحفاظ پر مخفی رہ جانے والی پوشیدہ علتوں کے واضح کرنے میں علمائے سابقین سے بڑھ کر ہے، اور یہ کہ البانی گرچہ اس علم حدیث میں بخاری سے کچھ کم مرتبہ ہے، لیکن وہ بخاری پر تنقید کرسکتا ہے اور اس کو ضعیف قرار دے سکتا ہے جسے بخاری نے صحیح قرار دیا، جیسا کہ وہ استطاعت رکھتا ہے کہ امام مسلم پر تعاقب کرے، یہاں تک کہ اس بارے میں بھی جس کے متعلق حفاظ متقدمین اور ائمہ ماقبل میں سے کسی نے سبقت نہ کی ہو، اور اس کے بعض تلامذہ اور اس کے شرکا نے اس کی توصیف بیانی کے وقت اس کے مرتبے کو وسیع بتاتے ہوئے کہا کہ وہ امیر المؤمنین فی الحدیث حافظ ابن حجر عسقلانی کے درجے کا ہے۔

(۲) علامہ حسن بن علی سقاف نے اپنی کتاب کے ٹائٹل پیج کے عقبی صفحہ میں رقم کیا:

{وقول من قال ان الشیخ فاق السابقین مردودٌ بما اوردناه فی هذا

الکتاب من البراهین العلمية والادلة الحسية الواقعية والنقولات الجلية من ان الشيخ قد وقع له من التناقض والغلط ما فاق الاولین والاٰخرین والسابقين واللاحقين ولم تقف تناقضاته عند عشرة او عشرين بل بلغت الٰی مئات- ستصدر باذن اللّٰه تعالٰی فی هذه السلسلة تباعًا وقد وقفت الی الان علٰی نحو (۱۰۰۰)تناقض له-وهذه السلسلة ستثبت ذلک ان شاء اللّٰه تعالٰی- فعسٰی ان يرجع الشيخ عن خطئه ويرجع المغالی عن غلوه فيه واعتقاد تفوقه علی السابقين او عصمته}(تناقضات الالبانی الواضحات-الصفحۃ الاخیرہ)

﴿ت﴾اس کا قول جس نے کہا کہ البانی متقدمین پر فائق ہے، باطل ہے اس کے ذریعہ جو ہم نے اس کتاب میں علمی براہین اور حسی واقعی دلائل (دیکھی سنی جانے والی یقینی دلیلیں)اور روشن نقول پیش کیے، یعنی یہ کہ البانی کو تناقض اور غلطی واقع ہوئی جو کہ اولین وآخرین وسابقین ولاحقین کی غلطیوں سے بڑھ کر ہے، اور اس کے تناقضات دس یا بیس پر نہ رکے، بلکہ کئی سو تک پہنچ گئے۔ جو اس سلسلے میں رب تعالیٰ کے اذن سے یکے بعد دیگرے جاری ہوں گے، اور میں اب تک البانی کے ایک ہزار تناقض پر واقف ہو چکا ہوں، اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو ثابت کرے گا، پس امید ہے کہ البانی اپنی غلطی سے رجوع کرے اور غلو کرنے والے اس کے بارے میں غلو کرنے اور سابقین پر اس کے فائق ہونے کے اعتقاد یا عصمت کے اعتقاد سے رجوع کرے۔

(۳)علامہ حسن بن علی سقاف نے لکھا:

{قد يقول قائل:ان هذه التناقضات ليست تناقضات حقيقةً لان الالبانی كان يرٰی ضُعُفَ بعض الاحاديث ثم تبين له صحتها فرجع عن تضعيفها ونبَّه علٰی ذلک-ونحن فنقول لقد تركنا ما نبَّه علٰی انه رجع عن تضعيفه الٰی تصحيحه واعتبرنا انه معذور فی تلک الاحاديث وتجاوزْنا عنها-وانما

اوردنا ھنا ما لم یعرف انہ تناقض فیہ ولم ینبّہ علٰی انہ رجع عنہ فتدبر اننا منتبھون لذلک واقرأ ھذا الکتاب بتمعن وستدرک اشیاءً کثیرۃ ونسأل اللّٰہ تعالٰی لنا جمیعًا التوفیق والھدایۃ} (تناقضات الالبانی الواضحات-الصفحۃ الاخیرہ)

﴿ت﴾ کبھی کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ یہ تناقضات حقیقت میں تناقضات نہیں ہیں، اس لیے کہ البانی بعض احادیث کے ضعیف ہونے کی رائے رکھتا، پھر اسے اس کی صحت ظاہر ہوتی تو وہ اس کو ضعیف قرار دینے سے رجوع کر لیتا اور اس پر آگاہی دیتا، اور ہم اس قائل کو جواب دیتے ہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ ہم نے اسے چھوڑ دیا جس کے بارے میں البانی نے تنبیہ کی کہ وہ مثلاً اس کی تضعیف سے اس کی تصحیح کی جانب رجوع کرلیا اور ہم نے سمجھا کہ وہ ان احادیث کے بارے میں معذور ہے اور ہم نے ان حدیثوں سے در گذر کیا، اور ہم نے یہاں ان احادیث کو پیش کیا جن کے بارے میں البانی کو معلوم نہ ہوا کہ وہ اس میں متناقض قول کیا، اور اس بات پر آگاہی نہ دی کہ وہ اس سے رجوع کرلیا ہے تو تم غور کرلو۔ بے شک ہم اس کے لیے آگاہی دینے والے ہیں اور اس کتاب کو تم غور سے پڑھو اور تم بہت سی چیز پاؤ گے، اور ہم اللہ تعالٰی سے ہم تمام کے لیے توفیق طلب کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم پر تنقید

البانی نے امام بخاری و امام مسلم جیسے ائمہ محدثین پر بھی تنقید کی ہے۔ تعجب ہے کہ البانی نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بہت سی حدیثوں کو ضعیف قرار دے دیا۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) علامہ سقاف نے لکھا: **{قال اللّٰہ تعالٰی: ثلاثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ رجل اُعْطِیَ بی ثم غدر ورجل باع حرًا فاکل ثمنہ ورجل استاجر اجیرًا فاستوفی منہ ولم یعطہ اجرہ}** (بخاری: رقم الحدیث ۲۱۱۴)

قال الالبانی فی ضعیف الجامع وزیادتہ (ج۶ ص۱۱۱: برقم ۴۰۵۴)

رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ،ضعیفٌ

(تناقضات الالبانی الواضحات ص۱۰)

﴿خ﴾البانی نے صحیح بخاری کی مذکورہ بالا حدیث کو اپنی کتاب (ضعیف الجامع وزیادتہ) (ج۶ص۱۱۱:برقم ۴۰۵۴) میں ضعیف قرار دیا۔

(۲){کان لہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرس یُقال لہ اللحیف}

(بخاری:رقم الحدیث ۲۸۵۵ ج۱ص۴۰۰)

قال الالبانی فی ضعیف الجامع وزیادتہ(ج۴ص۲۰۸:برقم ۴۴۸۹)

رواہ البخاری عن سھل بن سعدٍ،ضعیفٌ

(تناقضات الالبانی الواضحات ص۱۱)

﴿خ﴾البانی نے صحیح بخاری کی مذکورہ بالا حدیث کو((ضعیف الجامع وزیادتہ))(ج۴ص ۲۰۸:برقم ۴۴۸۹) میں ضعیف قرار دیا۔

(۳){لاتذبحوا الابقرۃ مسنۃ–الا تتعسرعلیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان}

قال الالبانی فی ضعیف الجامع وزیادتہ(ج۶ص۶۴:برقم ۶۲۲۲)

رواہ الامام احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن جابر، ضعیفٌ(تناقضات الالبانی الواضحات ص۱۰)

﴿خ﴾البانی نے مسند احمد،صحیح مسلم،سنن ابی داؤد،سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کی مذکورہ بالاحدیث کو((ضعیف الجامع وزیادتہ))(ج۶ص۶۴:برقم ۶۲۲۲) میں ضعیف قرار دیا۔

(۴){من قرأ العشرالاواخرمن سورۃ الکھف عصم من فتنۃ الدجال}

قا ل الالبانی فی ضعیف الجامع وزیادتہ(ج۵ص۲۳۳برقم ۵۷۷۲)

رواہ احمد ومسلم والنسائی عن ابی الدرداء،ضعیف

(تناقضات الالبانی الواضحات ص۱۱)

﴿خ﴾البانی نے مسند احمد،صحیح مسلم اور سنن نسائی کی مذکورہ بالا حدیث کو((ضعیف الجامع وزیادتہ))(ج۵ص۲۳۳برقم ۵۷۷۲)میں ضعیف قرار دیا۔

تصحیح وتضعیف میں تناقض

البانی کبھی ایک حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے، پھر دوسری جگہ اسے ضعیف قرار دیتا ہے۔ یہ تناقض ہے۔تناقض کی بھی چند مثالیں زیب تحریر کی جاتی ہیں۔

علامہ حسن بن علی سقاف نے لکھا:

(۱){سیدنا معاذ رضی اللّٰہ عنہ مرفوعًا–من صام رمضان وصلی الصلوات وحج البیت کان حقًّا علی اللّٰہ ان یغفرلہ ان ھاجرفی سبیل اللّٰہ اومکث بارضہ التی ولد فیھا}(رواہ الترمذی فی سننہ– ج۲ ص ۷۹)

صححہ الالبانی فی صحیح سنن الترمذی(ج۲ص۳۱۲برقم ۲۰۵۵)قائلًا،صحیحٌ و تناقض فضَعَّفَہ فی ضعیف الجامع وزیادتہ(ج۵ ص ۲۱۱برقم ۵۶۶۳)فسبحان اللّٰہ(تناقضات الالبانی الواضحات ص۱۷۶)

﴿خ﴾البانی نے سنن ترمذی کی مذکورہ بالا حدیث کو(صحیح سنن الترمذی)میں صحیح قرار دیا، اور(ضعیف الجامع وزیادتہ)میں ضعیف کہا۔

(۲){ابوھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ مرفوعًا–ما لاحد عندنا یدٌ الاوقد کافاناہ ما خلا ابا بکرفان لہ عندنا یدًا یکافِئہ اللّٰہُ بھا یوم القیامۃ}

(رواہ الترمذی فی سننہ–ج۲ص۲۰۷)

صححہ الالبانی فی صحیح سنن الترمذی(ج۳ص۲۰۰برقم ۲۸۹۴)قائلًا،صحیحٌ و تناقض فضَعَّفَہ فی ضعیف الجا مع زیادتہ

(ج۵ص ۱۰۶ برقم ۵۱۳۲)قائلًا،ضعیفٌ–فیا للتناقض!ویا للعجب!

(تناقضات الالبانی الواضحات ص۱۷۳)

(خ)البانی نے سنن ترمذی کی مذکورہ بالا حدیث کو(صحیح سنن الترمذی)(ج۳ص۲۰۰) میں صحیح قرار دیا،اور(ضعیف الجامع وزیادتہ)(ج۵ص۱۰۶برقم ۵۱۳۲)میں ضعیف کہا۔

حیرانی وبے احتیاطی

بعض حدیث کتابوں میں موجود رہتی ہے اور البانی انکار کردیتا ہے۔اگر جان بوجھ کر انکار کرتا ہے تو یہ تمردوسرکشی ہے،اور اگر لاعلمی کے سبب انکار کرتا ہے تو یہ کم علمی ہے۔

علامہ حسن بن علی سقاف نے لکھا:

{(عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ مرفوعًا–انزل القراٰن علٰی سبعۃ احرف–لکل اٰیۃ منھا ظھر وبطن ولکل حد مُطَّلَعٌ)

قال الالبانی فی تخریج مشکٰوۃ المصابیح(ج ۱ ص ۸۰رقم ۲۳۸)بعد ان عزاہ مصنف کتابِ مشکٰوۃ المصابیح لِشرحِ السنۃ ما نصہ:

(لینظرفی ای مکان رواہ فی شرح السنۃ–فانی راجعتہ فی"العلم"وفی "فضائل القراٰن"منہ،فلم ارہ(تم قول الالبانی)

اقول:کذا قلتَ ولو کنتَ راجعتَہ حقًا فی"العلم"لوجدتَہ فی"باب الخصومۃ فی القراٰن"من شرح السنۃ (ج ۱ ص ۲۶۲)

وقد رواہ ابن حبان فی صحیحہ(برقم۷۴)وابو یعلٰی فی مسندہ (۵۴۰۳)ومسند ابو یعلٰی عندہ منہ مصورۃ عن الاصل.

والطحاوی فی شرح مشکل الآثار (ج۴ص ۱۷۲)والبزار (ج۳ ص ۹۰کشف الاستار)وذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد(ج۷ص ۱۵۲)وعزاہ

للبزار وابی یعلیٰ والطبرانی فی الاوسط–وقال: رجال احدھما ثقات}

(تناقضات الالبانی الواضحات ص۲۲)

{خ} حدیث مذکورہ کو صاحب مشکوٰۃ المصابیح خطیب تبریزی (م۷۴۱ھ) نے ((شرح السنۃ للبغوی)) کی جانب منسوب کیا، اس کے باوجود البانی نے مشکوٰۃ کی تخریج میں کہا: دیکھنا چاہئے کہ شرح السنہ میں کون سی جگہ اس حدیث کو روایت کیا ہے، اس لیے کہ میں نے ''شرح السنہ'' کی کتاب العلم اور باب فضائل القرآن کی جانب رجوع کیا تو اس حدیث کو نہ دیکھا۔

علامہ سقاف نے کہا کہ البانی نے ایسا کہا، حالاں کہ اگر وہ صحیح طریقے پر کتاب العلم کی جانب رجوع کرتا تھا تو ضرور ''شرح السنہ'' کے (باب الخصومۃ فی القرآن) میں اسے پالیتا، اور اس حدیث کو محدث ابن حبان نے اپنی صحیح ابن حبان میں اور محدث ابویعلیٰ موصلی نے اپنی مسند ابویعلی میں روایت کیا اور مسند ابویعلی کی اصل کا عکسی نسخہ البانی کے پاس موجود ہے۔

اور امام ابوجعفر طحاوی (۲۳۸ھ-۳۲۱ھ) نے مشکل الآثار میں اور بزار نے (مسند بزار میں) اس حدیث کی روایت کی، اور حافظ نورالدین ہیثمی (۷۳۵ھ-۸۰۷ھ) نے مجمع الزوائد (ج۷ص۱۵۲) میں اس حدیث کو ذکر کیا اور اسے مسند بزار، مسند ابویعلیٰ اور معجم اوسط للطبرانی کی جانب منسوب کیا اور کہا کہ ان دونوں میں سے ایک کے روات ثقہ ہیں۔

توضیح: تعجب ہے کہ شرح السنہ میں حدیث موجود رہتے ہوئے بھی البانی کو نظر نہ آسکی۔ ایسے غافل شخص پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اور اسے امیر المومنین فی الحدیث قرار دینا کیوں کر درست ہوگا؟ وہابیہ پر اس سوال کا جواب قرض رہے گا۔

قول بلاتحقیق

البانی کبھی بلاتحقیق وتفتیش لکھ دیتا ہے کہ یہ حدیث فلاں کتاب میں موجود ہے، حالاں کہ وہ حدیث اس کتاب میں نہیں ہوتی ہے۔

علامہ سقاف نے لکھا:{**یقول الالبانی فی کتاب صفة الصلوٰة(الطبعة السادسةص ۱۷۰)عن حدیث وائل بن حجر الذی ذکر فیه وضع الیدین فی التشهد فقال:ثم رفع اصبعه فرأیته یحرکها یدعوا بها–مانصه رواه ابو داؤد–قلتُ:لیس کذلک–والحدیث لم یروه ابو داؤد–وانمارواه غیره**}

(تناقضات الالبانی الواضحات ص ۱۸)

﴿ت﴾البانی((صفۃ الصلوٰۃ))نامی کتاب میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں کہتا ہے جس میں تشہد میں دونوں ہاتھ کے رکھنے(محل وضع)کا ذکر ہے، پس حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی انگشت مبارک(شہادت کی انگلی)کو اٹھائے، پس میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے حرکت دیتے ہوئے اس کے ذریعہ(توحید الٰہی کی جانب)اشارہ فرمارہے ہیں۔البانی نے صراحتاً کہا کہ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا، حالاں کہ حدیث کو ابوداؤد نے نہیں، بلکہ دوسرے محدث نے روایت کیا۔

توضیح:اس حدیث سے متعلق تفصیلی بحث ہماری کتاب((امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر))میں موجود ہے۔

البانی کی تحریفات

البانی فن رجال کی کتابوں سے حوالے نقل کرنے میں بھی عیاری سے کام لیتا ہے اور فریب دینے اور عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے اصل عبارت کو الٹ پلٹ کردیتا ہے۔

اصول حدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف داعی ہوتو اس کی روایت رد کردی جاتی ہے، اور البانی اپنی بدعت وضلالت کی طرف داعی ہے، لہٰذا اس کی تصحیح و تضعیف قابل رد قرار پائی۔

علامہ حسن بن علی سقاف نے لکھا:

{اراد الالبانی ان یُضَعِّفَ حدیثًا خالف رایَه فلم یدرِ کیف السبیل الٰی ذالک فاحتال لذلک ان نقل جزئًا من ترجمة رجل فی سنده من الثقات من ''کامل لابن عدی''وحرَّفها–والرجل هو عائذ بن حبیب فقال عنه فی اروائه (ج۲ ص۲۴۳) الثالث–لو کان صریحًا فی الرفع فهو شاذٌّ اَوْ منکرٌ–لان عائذ بن حبیب وان کان ثقة فقد قال فیه ابن عدی:روی احادیث انکرت علیه–قلت:ولعل هذا منها،الخ–اقول:کَلَّا، هذا لیس منها وابن عدی لم یقل ما ذکرتَه عنه بل ان نقلک عنه کان محرفا–فابن عدی قال فی''الکامل ج ۵ ص۱۹۹۳'':روی عن هشام بن عروة احادیث انکرت علیه وسائر احادیثه مستقیمة} (تناقضات الالبانی الواضحات ص۲۵)

﴿ت﴾ البانی نے اپنی رائے کے مخالف ایک حدیث کو ضعیف قرار دینا چاہا، پس اسے ضعیف قرار دینے کا راستہ معلوم نہ ہوا تو اس نے اس کے لیے ایک حیلہ اختیار کیا کہ اس سند کے ثقہ راویوں میں سے ایک راوی کے ترجمہ کا ایک حصہ حافظ ابن عدی کی کتاب ''الکامل فی ضعفاء الرجال'' سے نقل کیا اور اس میں تحریف کر دیا، اور وہ راوی عائذ بن حبیب ہیں، پس البانی نے اس کے بارے میں (اپنی کتاب) ''ارواء الغلیل'' میں لکھا:

تیسری بات یہ کہ اگر یہ حدیث مرفوع ہونے میں صریح ہو تو یہ شاذ یا منکر ہے، اس لیے کہ عائذ بن حبیب گرچہ ثقہ ہیں، لیکن ان کے بارے میں حافظ ابن عدی نے کہا کہ اس (عائذ بن حبیب) نے کچھ ایسی احادیث روایت کی جو اس پر منکر قرار دی گئی۔ البانی نے کہا کہ:

اور شاید یہ حدیث ان ہی (منکر احادیث) میں سے ہو۔

علامہ سقاف نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ یہ حدیث ان (منکر احادیث) میں سے نہیں ہے، اور حافظ ابن عدی نے وہ بات نہ کہی جو تم نے ان کی جانب سے نقل کی، بلکہ ابن عدی کے حوالہ

سے تمہاری نقل تحریف شدہ ہے، بلکہ ابن عدی نے ((الکامل)) میں کہا کہ عائذ بن حبیب نے عروہ بن ہشام سے کچھ احادیث روایت کی، جو اس (ہشام بن عروہ) پر منکر قرار دی گئی ہیں، اور اس (عائذ بن حبیب) کی ساری حدیثیں درست ہیں۔

توضیح: ہشام بن عروہ کی کچھ حدیثیں منکر ہیں۔ اس کا مطلب زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ عائذ بن حبیب کی وہ حدیث جو وہ ہشام بن عروہ سے روایت کریں۔ ان میں سے بعض منکر ہوسکتی ہیں، نہ کہ عائذ بن حبیب کی دیگر روایات جو وہ دیگر شیوخ سے روایت کریں، وہ بھی حدیث منکر کے خانہ میں ڈال دی جائیں، بلکہ ہشام بن عروہ کی سند سے عائذ بن حبیب کی ساری حدیثیں منکر نہیں ہوسکتی ہیں، کیوں کہ ہشام بن عروہ کی ساری حدیثیں منکر نہیں ہیں۔

حافظ ابن عدی نے صاف تصریح فرمادی کہ فی نفسہ حضرت عائذ بن حبیب کی ساری حدیثیں صالح اور قابل استدلال ہیں۔ سلفیوں کا ایسا محدث جو ہر چہار جانب سے خطائے فاحش، تناقضات، لاعلمی اور سرقات میں گھرا ہوا ہو، وہ قابل اعتماد کیوں کر ہوسکتا ہے؟

ملکہ اور علم حال

علم کی مختلف کیفیات ہیں۔ ایک علم وہ ہے جو حال کہلاتا ہے۔ یہ علم کی ابتدائی منزلوں میں سے ہے، اور علم جب راسخ ہوجاتا ہے تو اسے ملکہ کہا جاتا ہے۔

علامہ محمد عرفہ دسوقی مالکی (م ۱۲۳۰ھ) نے ((مختصر المعانی)) کے حاشیہ میں رقم فرمایا:

{ان الصفة الحاصلة للنفس فی اول حصولها تسمی حالًا، لان المتصف بها يقدر علٰی ازالتها فی الزمن الحال او انها من التحول والانتقال لقدرته علی التحول والانتقال منها–فان ثبت فی محلها وتقررت بحيث لايمكن للمتصف بها ازالتها سميت ملكة–اما لملك صاحبها يصرفها فی المدارك كيف شاء–او لانها هی تملكت من قامت به لكونها تمكنت منه

وتسمی ایضًا کیفیة–لانها تقع فی جواب کیف–وذلک کالکتابة فانها فی ابتد ائها تسمی حالًا–فاذا تقررت ورسخت صارت ملکة}

(حاشیۃ الدسوقی علیٰ مختصر المعانی ج۱ص۲۱۴-المکتبۃ الحصریہ بیروت)

﴿ت﴾ نفس کوحاصل ہونے والی صفت کا نام حصول کے ابتدائی عہد میں ((حال)) ہوتا ہے،اس لیے کہ اس سے متصف شخص موجودہ زمانے میں اس کے ازالہ پر قادر ہوتا ہے،یا وہ تحول وانتقال سے مشتق ہے ،متصف شخص کے اس سے (دوسری حالت کی جانب) واپس جانے اور منتقل ہونے پر قادر ہونے کی وجہ سے،پس اگر وہ صفت اپنے محل میں ثابت ومستقر ہو جائے ،اس طرح کہ اس متصف شخص کو اس کا ازالہ ممکن نہ ہوتو اس کا نام ((ملکہ)) رکھا جاتا ہے،یا تو اس سے متصف شخص کی ملکیت کے سبب کہ وہ اسے مدارک میں استعمال کرتا ہے، جیسے وہ چاہے،یا اس لیے کہ وہ صفت اس کی مالک ہوگئی جس کے ساتھ وہ قائم ہے،کیوں کہ وہ اس کے اندر متمکن ہوگئی ،اور اس کا نام کیفیت بھی رکھا جاتا ہے،اس لیے کہ وہ (کیف) کے جواب میں واقع ہوتی ہے،اور یہ کتابت کی طرح ہے کہ ابتدائی مرحلہ میں اس کا نام حال ہوتا ہے، پھر جب وہ مستقر اور راسخ ہوجائے تو وہ ملکہ ہوجاتی ہے۔

علامہ سعدالدین تفتازانی شافعی (۷۲۲ھ-۷۹۲ھ) نے رقم فرمایا:

{ملکة وهی کیفیة راسخة فی النفس}(مختصر المعانی ص۲۴)

﴿ت﴾ ملکہ،نفس کی ایک راسخ (ثابت ومستحکم) کیفیت کا نام ہے۔

امام جلال الدین محمد بن عبد الرحمٰن بن عمر قزوینی شافعی:خطیب دمشق (۶۶۶ھ-۷۳۹ھ-۱۲۶۸ء-۱۳۳۸ء) نے تلخیص المفتاح میں فصاحتِ متکلم کی تعریف میں رقم فرمایا:

{الفصاحة فی المتکلم ملکة یقتدربها علی التعبیرعن المقصود بلفظ فصیح}(مختصر المعانی للتفتازانی شرح تلخیص المفتاح ص۲۴)

﴿ت﴾ فصاحت فی المتکلم ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعہ متکلم فصیح لفظ کے ساتھ مقصود کی

تعبیر پر قادر ہوتا ہے۔

علامہ سعدالدین تفتازانی شافعی (۲۲ےھ-۹۲ےھ) نے تحریر فرمایا:

{فقوله ملكة اشعاربانه لوعبرعن المقصود بلفظ فصيح لايسمى فصيحًا فى الاصطلاح ما لم يكن ذلك راسخًا فيه} (مختصر المعانی ص۲۴)

(ت) پس ماتن کا قول ''ملکہ'' یہ بتاتا ہے کہ اگر مقصود کو لفظ فصیح کے ساتھ تعبیر کرلیا تو اصطلاح میں اس کا نام فصیح نہیں رکھا جائے گا، جب تک کہ اس کے اندر یہ صفت راسخ نہ ہو۔

توضیح: جب کوئی صفت نفس میں راسخ ہو جاتی ہے اور انسان کو ملکہ ومہارت حاصل ہوجاتی ہے تو انسان سے غلطیوں کا صدور بہت کم ہوتا ہے، لیکن البانی کی غلطیاں اتنی ہیں کہ ان تمام کے احاطہ کے لیے ایک طویل دفتر درکار ہے اور خادمان دین وشریعت یہ کام شروع کر چکے ہیں۔عرب کے متعدد علمانے البانی کی تضعیف وتصحیح کا تنقیدی جائزہ رقم کیا ہے۔

علامہ سقاف نے البانی کی زندگی ہی میں اس کا رد لکھنا شروع کر دیا تھا اور متعدد علمائے دین، البانی کی زندگی سے آج تک البانی کی تحریر وکتب کی جانچ پڑتال کررہے ہیں، اور رفتہ رفتہ وہابیہ کے دماغ سے البانی کا خمار اترتا جارہا ہے۔علم حدیث میں البانی کو ملکہ حاصل نہیں۔

حدیث وسیلہ

{حدثنا ابو النعمان ثنا سعيد بن زياد ثنا عمروبن مالك النكرى حدثناابوالجوزا اَوس بن عبد اللّٰه قال: قُحط اهل المدينة قحطًا شديدًا فشكوا الٰى عائشة فقالت: انظروا الٰى قبر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فاجعلوا منه كُوًا الى السماء حتى لايكون بينه وبين السماء سقف قال: ففعلوا فمُطِرنا مطرًا حتى نبت العشب وسمُنَتِ الابلُ حتى تفتقت من الشحم فسمى عام الفتق}

(مشکوٰۃ المصابیح ص۵۴۵-سنن الدارمی ج۱ص۴۳-دارالفکر بیروت)

﴿ت﴾ اہل مدینہ کو سخت قحط سالی درپیش آئی، پس اہل مدینہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حالات بتائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے پاس جاؤ، پس اس سے آسمان کی جانب ایک کھڑکی بنادو، اس طرح کہ روضہ نبوی اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ ہو۔ راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ کیا، پس ہمیں خوب بارش پہنچی، یہاں تک کہ سبزہ زار اگ آئے اور اونٹ موٹے ہو گئے، یہاں تک کہ اونٹ چربی سے پھٹنے لگے، پس اس سال کا نام عام الفتق رکھا گیا۔

توضیح: یہ حدیث توسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔ البانی اس حدیث پر ضرور جرح کرے گا اور کچھ عیب نکالنے کی کوشش کرے گا، حالاں کہ حافظ عبد العظیم بن عبد القوی منذری (۵۸۱ھ-۶۵۶ھ) صاحب الترغیب والترہیب اور حافظ نورالدین ہیثمی (۷۳۵ھ-۸۰۷ھ) مؤلف مجمع الزوائد نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

البانی کی خیانت ایک عربی عالم کی تحریر میں پڑھئے۔ علامہ محمود سعید نے لکھا:

{واذ قد تبين لك ثقة عمرو بن مالك النكرى فلك ان تعجب من قول الالبانى فى ضعيفته(ج ا ص ۱۳۱)تعقيبًا على الحافظين المنذرى والهيثمى اذ حَسَّنَا لعمرو بن مالك النكرى-قال الالبانى:وفيما قالاه نظر فان عمرًوا هذا لم يوثقه غير ابن حبان وهو متساهل فى التوثيق حتى انه ليوثق المجهولين عند الائمة النقاد،الخ قلت:تقدم قبول توثيق ابن حبان له ومحل العجب من الالبانى حيث قال فى تعليقه علىٰ((فضل الصلاة على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ص ۸۸)):عمرو بن مالك النكرى وهو ثقة كماقال الذهبى -ثم عاد ووثَّقه مرةً اخرى فى صحيحته(ج ۵ ص ۲۰۸)ومحل العجب انه يصحح ويضعف وفق غرضه وهواه-ولهذا يكثر التناقض منه ويترك القواعد نعوذ باللّٰه تعالىٰ من الهوى والمناكدة}(رفع المنارۃ ص ۲۰۸)

〈ت〉جب تیرے لیے عمرو بن مالک نکری کا ثقہ ہونا ظاہر ہوگیا تو تمہارے لیے ہے کہ تم حافظ منذری اور حافظ ہیثمی پر تعاقب کرتے ہوئے ((سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ)) (ج۱ص۱۳۱) میں البانی کے قول پر تعجب کرو، اس لیے کہ ان دونوں حضرات نے عمرو بن مالک نکری کی حدیث کو حسن قرار دیا۔

البانی نے کہا: اور جوان دونوں نے فرمایا، اس میں اعتراض ہے، اس لیے کہ اس عمرو بن مالک نکری کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا اور ابن حبان ثقہ قرار دینے میں متساہل ہیں، یہاں تک کہ وہ ائمہ جرح وتعدیل کے یہاں مجہول راویوں کی بھی توثیق کردیتے ہیں۔

علامہ محمود سعید نے کہا کہ البانی کے محدث ابن حبان کی توثیق کو قبول کرنے کی بات گزر چکی (البانی نے ابن حبان کی توثیق کو اپنے فائدے کی جگہ میں قبول کیا ہے، اور یہاں ابن حبان کی توثیق کو قبول کرنے سے منکر ہوگیا) اور البانی کی جانب سے تعجب کا مقام یہ ہے کہ البانی نے کتاب (فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اپنے حاشیہ (ص۸۸) میں کہا:

عمرو بن مالک نکری ثقہ ہیں، جیسا کہ ذہبی نے کہا، پھر پلٹا اور اپنی کتاب (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ) میں دوبارہ نکری کی توثیق کی، اور تعجب کا مقام ہے کہ البانی اپنی غرض اور اپنی خواہش کے مطابق (حدیث کو) صحیح اور ضعیف قرار دیتا ہے اور اسی لیے اس سے تناقض بہت واقع ہوتا ہے اور وہ قواعد کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہم اتباع ہویٰ اور تنگ دلی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

صالحین سے توسل

{حدثنا محمد بن سعید بن یزید بن ابراھیم التستری حدثنا الفضل بن الموفق ابوالجھم ثنا فضیل بن مرزوق عن عطیة عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم: من خرج من بیتہ الی الصلوٰۃ فقال:

اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک واسئلک بحق ممشای ھذا فانی لم اخرج اشرًا ولا بطرًا ولا ریاء ولاسمعة وخرجت اتقاء سخطک وابتغاء مرضاتک فاسئلک ان تعیذنی من النار وان تغفرلی ذنوبی–انه لایغفر الذنوب الاانت–اقبل اللّٰه علیه بوجهه واستغفرله سبعون الف ملک}

(سنن ابن ماجہ ص۵۶)

〈**ت**〉حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلے اور دعا کرے:

یا اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے وسیلے سے الخ۔

توضیح: چوں کہ اس حدیث میں توسل بالصالحین کا بیان ہے۔محدث وہابیہ البانی کی نظر سے گزر کر یہ حدیث سلامت کیسے رہ سکتی ہے۔البانی نے اس حدیث کو مضطرب بنا ڈالا۔

علامہ محمود سعید نے لکھا:

{اغرب الالبانی فادعی فی ضعیفته(ج ا ص۳۷)اضطرابًا من عطیة او ابن مرزوق لانه جاء مرفوعًا وموقوفًا وھذا خطاء–لان الاضطراب یکون عند تساوی الوجوه وحیث لاتساوی وامکن الترجیح کما سبق فلا اضطراب ولم اجد من سبقه الٰی ھذه الدعوٰی عند الکلام علٰی ھذا الحدیث:واللّٰه اعلم}

(رفع المنارۃ ص۱۷۹)

〈**ت**〉البانی ایک عجیب چیز لایا، پس اس نے اپنی کتاب (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ) میں راوی حدیث عطیہ عوفی یا ابن مرزوق کی جانب سے اضطراب کا دعویٰ کیا، اس لیے کہ یہ حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طریقے پر وارد ہوئی، اور یہ (البانی کی) غلطی ہے، اس لیے کہ اضطراب، وجوہ واسباب کے مساوی ہونے کے وقت ہوتا ہے، اور جہاں مساوات نہ ہو، اور ترجیح ممکن ہو جیسا کہ گزرا، پس اضطراب نہیں ہے، اور میں نے کسی کو نہیں پایا جو اس حدیث پر

کلام کرنے کے وقت اس دعویٰ کی جانب سبقت کیا ہو: واللہ اعلم بالصواب

توضیح: علامہ محمود سعید نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اس حدیث کی مرفوع وموقوف روایت میں مرفوع روایت راجح ہے۔ (رفع المنارہ ص ۱۷۶، ۱۷۷) اور جب ترجیح پالی گئی تو اضطراب باطل ہوگیا، کیوں کہ اضطراب، تساوی وجوہ کے وقت ہوتا ہے۔

حدیث مضطرب کی تعریف

حافظ ابن صلاح شافعی (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے رقم فرمایا:

{المضطرب من الحدیث ھو الذی تختلف الروایة فیه فیرویه بعضھم علیٰ وجه وبعضھم علیٰ وجه اٰخر مخالف له وانما نسمیه مضطربًا اذا تساوت الروایتان-اما اذا ترجحت احداھما بحیث لاتقاومھا الاخریٰ بان یکون راویھا احفظ او اکثر صحبةً للمروی عنه اوغیر ذلک من وجوہ الترجیحات المعتمدة فالحکم للراجحة ولایطلق علیه حینئذ وصف المضطرب ولا له حکمه-ثم قد یقع الاضطراب فی متن الحدیث وقد یقع فی الاسناد}

(مقدمہ ابن صلاح ص ۴۴-دار الفکر بیروت)

﴿ت﴾ مضطرب حدیث وہ ہے جس کی روایت مختلف ہو، پس اس کو بعض راوی ایک طریقے پر روایت کرے اور بعض راوی اس کے مخالف دوسرے طریقے پر روایت کرے، اور ہم اس کا نام مضطرب اس وقت رکھتے ہیں جب دونوں روایت مساوی ہو، لیکن جب ایک ترجیح پا جائے، اس طرح کہ دوسری اس کے مقابل نہ ہو، یا بایں طور کہ اس کا راوی زیادہ حفظ و یاد داشت والا ہو، یا مروی عنہ (شیخ) سے زیادہ صحبت رکھنے والا ہو، یا اس کے علاوہ دوسرے معتمد وجوہات ترجیح میں سے کسی وجہ کے ذریعہ ترجیح پا جائے تو حکم راجح کے لیے ہوگا اور اس وقت اس پر مضطرب کا نام نہیں بولا جائے گا اور نہ ہی اس کے لیے مضطرب کا حکم ہوگا، پھر اضطراب کبھی

متن حدیث میں واقع ہوتا ہے اور کبھی سند میں واقع ہوتا ہے۔

توضیح: سلفیان زمانہ قرآن وحدیث کا نام لے کر امت کو گمرہی میں مبتلا کر رہے ہیں۔ ان کے اکابرین کو یقیناً معلوم ہے کہ وہ جس راہ پر ہیں، وہ گمرہی کا راستہ ہے، گرچہ عوام الناس اس سے بے خبر ہوں، لیکن ہدایت بلا توفیق الٰہی نہیں ملتی۔ رب تعالیٰ اہل سنت وجماعت کو مسلک حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

البانی نے جب احادیث نبویہ پر تصحیح وتضعیف کا کام شروع کیا تھا تو وہ اسی گمان فاسد میں مبتلا تھا کہ عصر حاضر میں وہ میدان جرح وتعدیل کا تنہا شیر ہے، لیکن شیران اسلام وسنت کے سامنے اس کی ہوا خراب ہوگئی۔ علمائے عرب وعجم نے اس کی تحقیقات باطلہ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں، جس کتاب (رفع المنارہ) کے اقتباسات آپ پڑھ رہے ہیں، یہ کتاب بھی البانی کی تصحیح وتضعیف سے متعلق تنقید پر مشتمل ہے۔ عربی علما نے البانی کا عمدہ رد لکھا ہے۔

بعد وصال توسل

{حدثنا طاهر بن عيسٰى قيرس المقرى المصرى التميمى حدثنا اصبغ بن الفرج حدثنا عبد الله بن وهب عن شبيب بن سعيد المكى عن روح بن القاسم عن ابى جعفر الخطمى المدنى عن ابى امامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف–ان رجلًا كان يختلف الٰى عثمان بن عفان رضى اللّٰه عنه فى حاجة له فكان عثمان لايلتفت اليه ولا ينظر فى حاجته فلقى عثمان بن حنيف فشكٰى ذلك اليه فقال له عثمان بن حنيف: ائت الميضاة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل: اللّٰهم انى اسألك واتوجه اليك بنبينا صلى اللّٰه عليه وسلم نبى الرحمة–يا محمد! انى اتوجه الٰى ربك جل وعز فيقضى لى حاجتى–و تذكر حاجتك ورُحْ اِلَيَّ حتى اروح معك–

فانطلق الرجل فصنع ما قال له عثمان ثم اتٰی باب عثمان فجاء البواب حتی اخذ بیده فادخله علٰی عثمان بن عفان فاجلسه معه علی الطَّنْفَسَةِ وقال: حاجتک؟ فذکر حاجته فقضاها له ثم قال له: ما ذکرت حاجتک حتی کانت هذه الساعة–وقال: ما کانت لک من حاجة فأتنا ثم ان الرجل خرج من عنده فلقی عثمان بن حنیف فقال له: جزاک اللّٰه خیرًا–ما کان ینظر فی حاجتی ولایلتفت اِلَیَّ حتی کلمته فِیَّ–فقال عثمان بن حنیف: واللّٰه ماکلمته ولکن شهدت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم واتاه ضریر فشکی علیه ذهاب بصره فقال له النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: ا فتصبر–فقال یا رسول اللّٰه! انه لی قائد وقد شق عَلَیَّ–فقال له النبی صلی اللّٰه علیه وسلم!ایت المیضاة فتوضا ثم صل رکعتین ثم ادع بهذه الدعوات–قال عثمان بن حنیف: فواللّٰه ما تفرقنا وطال الحدیث حتی دخل علینا الرجل کأنه لم یکن به ضرر قط}

(المعجم الصغیر للطبرانی ج۱ص۱۸۴)

〈ت〉صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اپنی کسی ضرورت کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آتا جاتا تھا، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی جانب متوجہ نہیں ہوتے تھے، اور نہ اس کی ضرورت کے بارے میں غور فرماتے تھے، پس حضرت عثمان بن حنیف اس سے ملے تو انہوں نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی شکایت کی، پس حضرت عثمان بن حنیف نے ان سے کہا کہ تم وضوخانہ جاؤ، پھر وضو کرو، پھر مسجد جاؤ تو مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو:

یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول رحمت کے وسیلے سے تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں۔ یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے آپ کے رب کی جانب متوجہ ہوتا ہوں

، تا کہ میری حاجت پوری کردی جائے ، اور تم اپنی ضرورت بیان کرو ، اور تم میرے پاس آؤ ، تا کہ میں تمہارے ساتھ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس) چلوں۔

پس وہ آدمی گیا اور ویسا ہی کیا جیسا حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو کہا تھا ، پھر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے کے پاس آیا تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گیا۔

پس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو فرش پر بٹھایا اور اس سے فرمایا: تم کو کیا ضرورت ہے؟ پس اس نے اپنی ضرورت بیان کی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ضرورت پوری کردی ، پھر اس سے فرمایا: مجھے تمہاری ضرورت یاد نہیں آئی ، یہاں تک کہ اتنا وقت ہو گیا اور فرمایا کہ تمہاری جو کوئی ضرورت ہو تو میرے پاس آؤ۔

پھر وہ آدمی ان کے پاس سے نکلا ، پس حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا تو اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ رب تعالیٰ آپ کو اچھا بدلہ عطا فرمائے۔ خلیفۃ المسلمین میری ضرورت کے بارے میں نہ غور کر پاتے تھے ، اور نہ میری جانب متوجہ ہوتے تھے ، یہاں تک کہ آپ نے میرے بارے میں وہ (نماز و دعا) بتائی۔

پس حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بخدا! میں نے آپ کو وہ نہیں بتایا ، مگر یہ کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا ، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا آیا تو اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اپنی بصارت کے زائل ہونے کی بات رکھی ، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم صبر کرو گے؟ تو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! میرا ایک راہبر ہے ، اس نے مجھ پر مشقت ڈال دی ، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم وضو خانہ جاؤ ، اور وضو کرو ، پھر دو رکعت نماز پڑھو ، پھر ان دعاؤں کے ذریعے دعا کرو (جو دعا ابھی گزر چکی)۔

حضرت عثمان بن حنیف صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پس قسم بخدا! ہم ایک

دوسرے سے جدا نہ ہوئے اور ہماری گفتگو طویل ہوگئی، یہاں تک کہ وہ آدمی ہمارے پاس آیا، ایسا گویا کہ کبھی اس کو نابینائی نہیں تھی۔

توضیح: حدیث مذکورہ بالا تو مذہب وہابیت کو ڈھانے والی ہے۔ وہابیہ اسے سلامت نہیں چھوڑ سکتے۔ کئی ایک وہابیوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لیے مختلف قسم کے حیلے اپنائے، حالاں کہ امام طبرانی (۲۶۰ھ-۳۶۰ھ) نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ محمود سعید نے ((المعجم الصغیر)) کے حوالہ سے لکھا: **{لم یروہ عن روح بن القاسم الا شبیب بن سعید المکی وھو ثقة وھو الذی یحدث عنه احمد بن شبیب عن ابیه عن یونس بن یزید الابلی—وقد روی ھذا الحدیث شعبة عن ابی جعفر الخطمی واسمه عمیر بن یزید وھو ثقة تفرد به عثمان بن عمر بن فارس عن شعبة والحدیث صحیح}** (المعجم الصغیر للطبرانی) (رفع المنارۃ ص۹۶)

〈ت〉 اس حدیث کو روح بن قاسم سے صرف شبیب بن سعید نے روایت کی، اور شبیب ثقہ راوی ہیں، اور یہ وہی شبیب ہیں جن سے احمد بن شبیب روایتِ حدیث کرتے ہیں: ''احمد بن شبیب عن ابیہ عن یونس بن یزید الابلی'' کی سند سے، اور اس حدیث (حدیث مرفوع) کو شعبہ بن حجاج نے ابوجعفر خطمی سے روایت کی، اور اس کا نام عمیر بن یزید ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ اس حدیث کی روایت میں عثمان بن عمر بن فارس، شعبہ بن حجاج سے روایت میں متفرد ہوئے، اور حدیث صحیح ہے۔

حافظ نورالدین ہیثمی مصری قاہری (۷۳۵ھ-۸۰۷ھ) نے رقم فرمایا:

{وقد قال الطبرانی عقبه: والحدیث صحیح بعد طرقه التی روی بھا}

(مجمع الزوائد ج۲ ص۲۷۹)

〈ت〉 امام طبرانی نے اس حدیث کے بعد فرمایا ہے کہ حدیث صحیح ہے، ان سندوں کے بعد (فرمایا) جن سندوں سے اس حدیث کی روایت کی۔

توضیح:اس حدیث کی تخریج امام سلیمان بن احمد طبرانی (۲۶۰ھ-۳۶۰ھ) نے (کتاب الدعا) میں اور (المعجم الکبیر) (ج۹ص۳۱-رقم الحدیث:۸۳۱۱-دار احیاء التراث العربی بیروت) میں کی ہے، اور امام بیہقی نیشا پوری نے (دلائل النبوۃ) (ج۶ص۱۴۴-دار الحدیث قاہرہ) میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

امام بیہقی نے (دلائل النبوۃ) (ج۶ص۱۴۳) میں حدیث مرفوع کی بھی روایت کی۔

امام ترمذی نے بھی حدیث مرفوع کی روایت (جامع الترمذی) (ج۲ص۱۹۸) میں کی ہے، اور اسے حسن صحیح غریب کہا ہے۔

علامہ محمود سعید نے متعدد حوالوں سے حدیث مرفوع کو (رفع المنارہ) میں نقل کی ہے۔

علامہ محمود سعید نے لکھا:{فان قيل :قد صحح الطبرانی الحديث المرفوع لكنه لم يصحح القصة الموقوفة-اجيب:بان الطبرانی قد وثق شبيب بن سعيد الحبطی وهو راوی الموقوف وتوثيق لرجل الحديث هوتصحيح لحديثه فالامر سهل ولايحتاج لبيان ويؤيد هذا ويوضحه ان الهيثمی فی مجمع الزوائد(ج٢ ص ٢٧٩)لم يتكلم علی الحديث كما عهد عنه ولكنه اقتصر علٰی نقل تصحيح الطبرانی فقط-فتدبر ايها المستبصر-ومع ذلك سعی الساعون لتضعيف هذه الزيادة الموقوفة جهد الطاقة فاتوا بعلل مزعومة هی(١) شيخ الطبرانی طاهر بن عيسٰی مجهول(٢) شبيب بن سعيد الحبطی انفرد بالقصة وهوضعيف الحفظ(۳)الاختلاف عليه فيها(۴)مخالفته للثقات الذين لم يذكروا القصة فی الحديث والثلاثة الاخيرة ذكرها الالبانی فی توسله(ص٨٨)والناظرفيها لايراها من دَفْعَةٍ صَدَرَ مِنْ متعنت-وسيری ان السعی لتضعيف الاحاديث الصحيحة بهذه الحجج الواهية سعی لاقامة باطل بدعائم هی اوهٰی من بيوت العنكبوت ولوفتح هذا المهيع الخطير لانسد

باب الاثار —واللہ المستعان} (رفع المنارۃ ص ۹۷)

﴿ت﴾ پس اگر تم اعتراض کرو کہ امام طبرانی نے حدیث مرفوع کو صحیح قرار دیا، لیکن انہوں نے قصہ موقوفہ کو صحیح قرار نہیں دیا۔ میں جواب دوں گا کہ امام طبرانی نے شبیب بن سعید کو ثقہ بتایا اور شبیب حدیث موقوف کے راوی ہیں اور حدیث کے راوی کو ثقہ بتانا، اس کی حدیث کو صحیح قرار دینا ہے، پس معاملہ آسان ہے اور توضیح کی ضرورت نہیں، اور اس مفہوم کی تائید اور اس کی وضاحت کرتا ہے یہ کہ حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۲۷۹) میں حدیث پر کلام نہ کیا، جیسا کہ ان کے متعلق معلوم ہے (یعنی وہ قابل جرح سند ومتن پر کلام ضرور کرتے ہیں) اور لیکن انہوں نے صرف طبرانی کی تصحیح کی نقل پر اکتفا کیا۔

پس اے بصیرت والے! غور کرو (یعنی سند ومتن قابل تنقید نہیں) اور اس کے باوجود کوشش کرنے والوں نے اس موقوف زیادتی (حدیث موقوف) کو ضعیف قرار دینے کی طاقت بھر کوشش کی، پس وہ لوگ چند اختراعی عیوب لے کر آئے۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) امام طبرانی کے شیخ طاہر بن عیسٰی مجہول ہیں (۲) شبیب بن سعید حدیث موقوف میں متفرد ہوئے اور وہ ضعیف الحدیث ہیں (۳) اس روایت کے بارے میں اس پر اختلاف ہے (یعنی شبیب بن سعید سے مختلف الفاظ وارد ہیں) (۴) شبیب بن سعید کی جانب سے ان ثقہ لوگوں کی مخالفت ہے جنہوں نے حدیث میں اس قصہ (زیادتی موقوفہ) کا ذکر نہیں کیا اور تین آخری عیوب کو البانی نے اپنی کتاب توسل (ص ۸۸) میں ذکر کیا، اور اس کو دیکھنے والا ایک بار سے زیادہ نہیں دیکھے گا جو کسی متشدد کی جانب سے صادر ہوا، اور دیکھنے والا عنقریب دیکھے گا کہ ان کمزور دلیلوں کے ذریعہ صحیح احادیث کو ضعیف قرار دینے کی کوشش، باطل کو ایسے ستونوں کے ذریعہ قائم کرنے کی کوشش ہے جو مکڑی کے گھروں سے زیادہ کمزور ہے اور اگر یہ خطرناک راستہ کھل جائے تو آثار واحادیث کے دروازے بند ہو جائیں گے، اور اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔

امام الجرح والتعدیل علی بن مدینی نے شبیب بن سعید کے بارے میں فرمایا:

{ثقة كان يختلف فی تجارة الٰی مصر-وكتابه كتاب صحيح قد كتبتُها عن ابنه احمد بن شبيب}(رفع المنارة ص۹۹)

〈ت〉 شبیب بن سعید ثقہ ہیں۔تجارت کے سلسلے میں مصر آتے جاتے تھے،اوران کی کتاب،صحیح کتاب ہے۔میں نے اس کے بیٹے احمد بن شبیب سے لکھا ہے۔

علامہ محمود سعید نے لکھا: **{من غرائب التشويش والحذف فی العبارات ان الالبانی غفر اللّٰه لنا وله حاول ان يستدل بعبارة علی بن المدينی علٰی ضعف حفظ شبيب بن سعيد فقال فی توسله(ص ۸٦)قال ابن المدينی: كان يختلف فی تجارة الٰی مصر،الخ وحذف الالبانی اهم كلمة من كلام ابن المدينی التی صدر بها عبارته وهی قوله"ثقة كان يختلف،الخ"فحذف الالبانی كلمة "ثقة"من كلام ابن المدينی وهكذا تكون الامانة العلمية فاللّٰه المستعان}**

(رفع المنارہ ص۱۰۰)

〈ت〉 عبارات میں حذف اور خلط ملط کے عجائب میں سے یہ ہے کہ البانی نے قصد کیا کہ وہ محدث علی بن مدینی کی عبارت سے شبیب بن سعید کے ضعف حفظ پر استدلال کرے، پس اس نے اپنی کتاب((التوسل))(ص۸٦) میں کہا کہ ابن مدینی نے فرمایا کہ شبیب تجارت کے سلسلے میں مصر آتے جاتے تھے،اور البانی نے ابن مدینی کے کلام سے اہم لفظ (ثقہ) کو حذف کردیا،جس لفظ سے ان کا کلام شروع ہوا تھا،اوروہ ابن مدینی کا قول(ثقہ کان یختلف-الخ)ہے،اوراس طرح علمی امانت ہوگی تو اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔

توضیح:جو قوم حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وفاداری نہ کرسکے، وہ قوم اس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال وفرمودات اوران کی احادیث سے کیا وفاداری کرسکے گی۔

یہ وہ بد بخت قوم ہے جو یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم احادیث نبویہ پر عمل کرتے ہیں، حالاں کہ دوصدی پیشتر سے اس نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبیوں کا سلسلہ

شروع کررکھا ہے۔وہابیہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وفرمودات کوتوڑ مروڑ کر اپنے خیالات باطلہ وافکار فاسدہ کے لیے ڈھال بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

حاضری دربار رسالت

امام احمد بن حنبل نے روایت کیا:{ثنا عبد الملک بن عمرو ثنا کثیر بن زید عن داؤد بن ابی صالح قال:اقبل مروان یومًا فوجد رجلًا واضعًا وجهه علی القبر فقال:اَ تَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ؟فاقبل علیه فاذا هو ابو ایوب–فقال:نعم جئت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولم اٰت الحجر–سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول:لاتبکوا علی الدین اذا ولیه اهله–ولکن ابکوا علیه اذا ولیه غیر اهله} (المستدرک ج۴ص۵۱۵-مسند امام احمد ج۵ص۴۲۲)

〈ت〉مروان بن حکم ایک دن آیا تو اس نے ایک آدمی کو قبر نبوی پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا،پس اس نے کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ تم کیا کررہے ہو؟پس وہ آدمی اس کی طرف چہرہ کیا، پس وہ حضرت ابوایوب انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:ہاں،(مجھے معلوم ہے کہ میں کیا کررہاں) میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں اور میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ جب کوئی لائق فرد دین کا والی ہوتو دین پر نہ روؤ،اور جب دین کا والی نااہل ہوتو دین پر روؤ۔

توضیح:حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے حدیث مذکور کو اسی سند کے ساتھ روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا۔انہوں نے تحریر فرمایا:(ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ)۔

اسی طرح حافظ شمس الدین ذہبی نے بھی اسے صحیح تسلیم کیا اور لکھا:(صحیح)(حاشیۃ المستدرک ج۴ص۵۱۵)اور امام طبرانی نے(المعجم الکبیر)(ج۴ص۱۸۹)اور(معجم اوسط)

(ج ا ص ۱۹۹) میں اور ابو الحسین یحییٰ بن حسن نے اخبار مدینہ ((شفاء السقام ص۱۵۲)) میں اس حدیث کو مطلب بن عبد اللہ بن حطب سے روایت کی، جب کہ امام احمد بن حنبل اور حاکم ابوعبد اللہ نے اس کو داؤد بن ابی صالح سے روایت کیا، اس طرح داؤد بن ابی صالح کی روایت کے لیے مطلب بن عبد اللہ کی روایت متابع ہوگئی۔

علامہ محمود سعید نے لکھا: {**وبهذه المتابعة يثبت الحديث ويصير من قسم الحسن لغيره: والله اعلم**} (رفع المنارۃ ص۱۹۱)

﴿ت﴾ اس متابعت کی وجہ سے حدیث ثابت ہوجاتی ہے، اور (ضعیف حدیث) حسن لغیرہ کی قسم میں ہوجاتی ہے: واللہ تعالیٰ اعلم

توضیح: حاکم ابوعبد اللہ نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ذہبی نے بھی تائید کی، اور اس حدیث کے لیے متابع بھی موجود ہے۔ حدیث ضعیف بھی متابع یا شاہد پائے جانے کے وقت حسن لغیرہ ہو جاتی ہے، لیکن یہ حدیث روضۂ نبوی پر حاضری سے متعلق ہے۔ وہابیہ اسے کب گوارا کر سکتے ہیں۔ البانی کی ہیرا پھیری دیکھئے۔

علامہ محمود سعید نے لکھا: {**اما الالباني فكان ولابد ان يضعف الحديث—فما ذا فعل في تضعيفه؟اقتصر علىٰ رواية احمد والحاكم التي فيها داؤد بن ابي صالح وضعف الحديث به—وهذا قصور وقد علمت وجود متابع لداؤد بن ابي صالح ثم اخطاء على الحافظ العلم نورالدين الهيثمي فقال الالباني:**

وذهل عن هذه العلة(اى داؤد بن ابى صالح)الحافظ الهيثمي فقال في المجمع(ج۵ ص ۲۴۵):رواه احمد والطبراني في الكبيروالاوسط وفيه كثير بن زيد—وثقه احمد وغيره وضعفه النسائي وغيره،الخ—وخطاء الالباني انه اعتبر الجودة ذهولا—ذلک ان الحافظ الهيثمي عند ما نظر لاسنادَیْ احمد والطبراني وجد متابعا لداؤد بن ابي صالح وهو المطلب بن عبد الله بن

حنطب فلم یجد ما یستحق الکلام علیه الا کثیر بن زید–فبین انه مختلف فیه ومثله یحسن حدیثه–فحصر الهیثمی الکلام علیٰ کثیر بن زید،هو الصواب

ومنشاء خطاء الالبانی هو عدم وقوفه علی المتابعة وهو قصور بلا شک –وبیان هذا القصور انه عند ما علم تخریج الطبرانی للحدیث کان ینبغی المسارعة والبحث عن اسناد الطبرانی والنظر فیه وهذا هو مسلک المحدثین الناقدین–اما الاقتصار علیٰ طریق واحد للحدیث ثم تضعیف الالبانی له مع وجود طریق اٰخر فهو خطاء بلاریب–ولعمل الالبانی هذا نظائر فی کتبه–والحدیث فیه التجاء احد الصحابة الی القبر الشریف}

(رفع المنارۃ ص۱۹۱،۱۹۲)

〈ت〉 لیکن البانی تو اسے حدیث کو ضعیف کرنا ضروری تھا، پس وہ اس کی تضعیف کے لیے کیا کیا؟ البانی نے امام احمد بن حنبل اور حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری کی روایت پر اقتصار کیا، جس میں داؤد بن ابی صالح ہے اور داؤد کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا، اور یہ ایک کمی ہے (اور بلا علم، دین وشریعت کے فیصلے کرنا، وہابیہ کا قدیم معمول ہے) اور آپ کو داؤد بن ابی صالح کے لیے متابع کا علم ہو چکا ہے۔

پھر البانی نے حافظ نورالدین ہیثمی (۷۳۵ھ-۸۰۷ھ) کو خطا کار ٹھہرایا، پس البانی نے کہا: اور اس عیب (یعنی داؤد بن ابی صالح) سے حافظ ہیثمی غافل رہے، پس انہوں نے مجمع الزوائد (ج ۵ ص ۲۴۵) میں کہا کہ اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا اور اس کی سند میں کثیر بن زید ہے۔ امام احمد وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا اور امام نسائی وغیرہ نے اسے ضعیف کہا، اور البانی نے غلطی کی کہ اس نے عمدگی اور جودت کو غفلت شمار کر لیا۔

ایسا اس لیے کہ حافظ ہیثمی نے امام احمد کی سند اور طبرانی کی سند کو دیکھنے کے بعد داؤد بن ابی صالح کے لیے ایک متابع پایا اور وہ مطلب بن عبداللہ بن حنطب ہیں، پس ہیثمی نے اس

حدیث کی سند میں کثیر بن زید کے علاوہ کسی کو اعتراض کے لائق نہیں پایا، پس انہوں نے بیان کر دیا کہ کثیر بن زید مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ کی حدیث حسن قرار دی جاتی ہے، پس حافظ ہیثمی کا کثیر بن زید پر کلام کو منحصر کرنا ہی درست ہے۔

اور البانی کی غلطی کا سبب، البانی کا متابعت پر مطلع نہ ہونا ہے اور یہ بلا شبہ ایک علمی خامی ہے، اور اس خامی کی وضاحت یہ ہے کہ امام طبرانی کی تخریج حدیث کا علم ہونے کے بعد طبرانی کی سند کے بارے میں تفتیش اور اس میں غور وفکر کی جانب جلد بازی کرنا مناسب تھا اور محدثین ناقدین کا یہی طریقہ ہے۔

رہا حدیث کی ایک سند پر اقتصار کرنا، پھر دوسری سند پائے جانے کے باوجود اسے ضعیف قرار دینا تو بلا شبہ یہ ایک غلطی ہے، اور البانی کے اس عمل کی اس کی کتابوں میں بہت سی نظیریں ہیں، اور اس حدیث میں کسی ایک صحابی کا قبر مقدس کی طرف پناہ لینا ہے۔

توضیح: یہ البانی کی غلطی نہیں، بلکہ اس کا تمرد اور اس کی سرکشی ہے کہ طبرانی کی روایت کے باوجود، بلکہ اس کی سند کو جاننے کے باوجود اس نے اس حدیث کو جان بوجھ کر ضعیف قرار دیا۔

وہابیوں کا یہ شعار ہے کہ جو حدیث ان کے مسلک باطل کے خلاف ہو، اسے وہ ضعیف بنا دیتے ہیں۔ اس کی بے شمار مثالیں وہابیہ کی کتابوں میں موجود ہیں، اور اس حدیث میں بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا کی جانب رجوع کرنے کی روایت ہے۔

توحید شیطانی میں تعظیم آدم نہیں ہے، گرچہ بارگاہ خداوندی سے نکال دیا جائے۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں شیطان نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ آپ رب تعالیٰ سے دریافت فرمائیے کہ میری توبہ کی کوئی راہ موجود ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی جانب سے جواب پانے پر فرمایا کہ قبر آدم کو سجدہ کرنا تمہارے لیے توبہ ہے۔ شیطان نے جواب دیا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔

یعنی گرچہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جلنا پڑے، لیکن آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کرسکتا۔

ابوالاعلیٰ مودودی

البانی ہی کی طرح میدان علم وفضل میں چور دروازہ سے داخل ہونے والا شخص ابوالاعلیٰ مودودی (م ۱۳۹۹ھ) بھی ہے۔جس کا دامن،علم وہنر سے خالی ہے،لیکن اس کے حامیوں نے اسے امام مہدی بنا رکھا ہے۔مودودی کی نہ دنیاوی تعلیم اعلیٰ درجہ کی تھی،نہ ہی دینی تعلیم۔

(۱) محمد یوسف بنوری دیوبندی نے لکھا:

{ومن بواعث الاسف ان الشيخ المودودی وصل الی الثانوية من التعليم المدنی وتلقی مبادی الكتب العربية فی بيته ثم دخل معهدًا بحيدر آباد–فيه كان مبادی التعليم الدينی مع شیء من التعليم المدنی وكان والده الكريم محاميا فترک وظيفته واصيب بالشلل والفالج وبقی مريضًا نحو اربع سنوات الٰی ان توفاه اللّٰه عز وجل–غفر اللّٰه له ورحمه–ولكن الشيخ المودودی فی حياته اضطر الٰی معاشه وفی شرخ شبابه قبل اكمال الدراسة ومن سوء الصدفة انه اصطحب كاتبًا بارعًا فی اللغة الاردوية وكا ن من كبارملاحدة الكتاب،وهو نياز فتحپوری وقد تأثر الٰی حدكبيرمن صحبته}

(الاستاذ المودودی وشیء من حیاتہ وافکارہ ص ۶ - استنبول ترکی)

﴿ت﴾ افسوس کے اسباب ووجوہات میں سے یہ ہے کہ شیخ مودودی عصری تعلیم کے دوسرے درجے (سیکنڈری ایجوکیشن) تک پہنچا اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے گھر میں پڑھا،پھر حیدرآباد کے ایک ادارہ میں داخل ہوا،جس میں کچھ عصری تعلیم کے ساتھ ابتدائی دینی تعلیم تھی،اور اس کے والد گرامی وکیل تھے،پس انہوں نے اپنا مشغلہ چھوڑ دیا اور وہ فالج زدہ ہوگئے اور چار سال تک بیمار رہے،یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں موت عطا فرمائی۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم فرمائے،لیکن شیخ مودودی ان (والد) کی زندگی میں اور تعلیم مکمل

کرنے سے قبل اپنی ابتدائی جوانی میں معاش کی طرف مجبور ہوا، اور بدقسمتی سے اس نے اردو زبان کے ایک ماہر ادیب کی صحبت اختیار کی اور وہ کتاب اللہ کے بڑے تحریف کاروں میں سے تھا اور وہ نیاز فتحپوری ہے، اور مودودی اس کی صحبت سے بہت حد تک متاثر ہوا۔

توضیح: صحبت ضرور اپنا اثر دکھلاتی ہے۔ اچھوں کی صحبت اچھا اور بروں کی صحبت برا بناتی ہے۔ احادیث مقدسہ میں بھی صحبت کی تاثیر کا تذکرہ انتہائی بلیغ انداز میں وارد ہوا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند　　　صحبت طالح ترا طالح کند

(۲) محمد یوسف بنوری دیوبندی نے لکھا کہ ناصر الدین البانی محدث وہابیہ ابتدائے امر میں مودودی کے دوستوں میں سے تھا۔ بعد میں پھر کسی وجہ سے جدائی اختیار کر لیا۔

(الاستاذ المودودی وشیء من حیاتہ وافکارہ ص ۳۵-استنبول ترکی)

توضیح: دراصل مودودی برق رفتاری کے ساتھ گمرہی کی جانب قدم بڑھاتا چلا گیا تو اس کے احباب اس کا ساتھ نہ دے سکے۔

(۳){**وبالجملة كان الاساس انه لم يتلق العلوم الشرعية من اهلها ولم يتقن العلوم العربية من اصلها ولم يستفد من صحبة ارباب الكمال الراسخين في العلوم-تلقى شيئًا من المبادى وتقدم الى الامام بذكائه ومطالعته**}

(الاستاذ المودودی وشیء من حیاتہ وافکارہ ص ۱۰-استنبول ترکی)

﴿ت﴾ الحاصل بنیادی بات یہ ہے کہ مودودی نے علمائے دین سے علوم شرعیہ کو حاصل نہ کیا، اور علوم عربیہ کو اس کی اصل سے مضبوط نہ کیا اور علم وہنر میں ماہر ارباب کمال کی صحبت سے استفادہ نہ کیا۔ ابتدائی تعلیم میں سے کچھ حاصل کیا اور اپنی ذہانت اور مطالعہ کے بل بوتے مقصد کی طرف پیش قدمی کر ڈالا۔

توضیح: جب بنیاد ہی مضبوط نہ ہو تو عمارت کیوں کر مضبوط ہوسکتی ہے۔ بنیاد ہی اصل ہوتی ہے۔ بنیاد اگر کج ہو تو ساری عمارت میں کجی آجاتی ہے۔ یہی حال انسانی شخصیت کا ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج

(۴){**وكل ما ظهر من تاليفه بالعربية فهو مترجم من الاردوية بقلم الشيخ مسعود عالم الندوى وتلاميذه وكل رسائله بالعربية من هذا القبيل وان كان مكتوبًا عليها "تاليف المودودى" دعايةً وادعاءً وظن القوم وخصوصًا علماء بلاد العرب والسعودية انه نفسه الفه بالعربية الفصحٰى بالاسلوب الادبى الرائع المتن**} (الاستاذ المودودی وشیء من حیاتہ وافکارہ ص۱۰-ترکی)

〈ت〉 عربی زبان میں جواس (مودوی) کی تالیف منظر عام پر آئی تو وہ مسعود عالم ندوی اوراس کے شاگردوں کے قلم سے اردو زبان سے ترجمہ کی ہوئی ہے، اور عربی زبان میں اس کے سارے رسائل اسی قسم کے ہیں، اگر چہ اس پر "تالیف مودودی" لکھا ہوا ہے دعویٰ کرنے کے طور پر (کہ مودودی کی تالیف ہے) اور قوم نے خصوصاً عرب اور سعودیہ کے علما نے سمجھا کہ اس (مودودی) نے خود ہی اسے فصیح عربی میں خوبصورت عبارت والے ادبی اسلوب میں لکھا۔

توضیح: مودودی نے اردو میں کتابیں اور رسالے لکھا اور مسعود ندوی اور اس کے تلامذہ نے اس کا عربی ترجمہ کردیا۔ ان کتابوں یا رسالوں میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ کتب ورسائل اردو زبان سے عربی میں ترجمہ کیے گئے ہیں، اس طرح اہل عرب کو دھوکہ ہوا، اوران لوگوں نے مودودی کو ایک زبردست عالم وفاضل سمجھ لیا۔

حاصل کلام یہ کہ البانی ہو یا مودودی، یا دیگر گمراہ گران مسلمین، وہ علم سے خالی ایک ڈھول کی طرح ہے۔ جو صرف ڈھب ڈھب کی آواز دے سکتا ہے اور اس کا باطن علم وفضل سے خالی ہوتا ہے۔ اس کے پیروکار و متبعین اسے رازی وغزالی کے ہمسر بنا دیتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم ::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

خاتمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

آخری زمانہ میں اہل بدعت کی نئی نئی باتیں

سرور کائنات، ارفع الدرجات، رسول غیب داں، عالم ما یکون وما کاں، سید عرب وعجم، شفیع الامم، حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ آخری زمانے میں بہت سے جھوٹے اور بہت دھوکہ بازلوگ پیدا ہوں گے۔ وہ ایسی ایسی باتیں تمہیں بتلائیں گے، جو نہ تم نے کبھی سنا ہوگا اور نہ تم سے ماقبل کے مومنین نے سنا ہوگا۔ ایسے گمراہ گروں سے بچ کر رہنا۔ ان کے قریب نہ جانا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سواداعظم اہل سنت وجماعت پر قائم ودائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے: آمین ثم آمین

(۱){عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:یَکُونُ فِی اٰخِرِالزَّمَانِ دَجَّالُونَ کَذَّابُونَ یَاتُونَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَائُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّونَکُمْ وَلَا یُفْتِنُونَکُم}(صحیح مسلم ج۱ص۱۰)

﴿ت﴾حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ آخری زمانہ میں کچھ بڑے دھوکہ باز، بڑے جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے۔ وہ تمہارے پاس ایسی باتیں لائیں گے جو نہ تم نے سنا اور نہ تمہارے مومن آباواجداد نے، پس تم ان سے بچو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کردیں۔

(۲){عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: سَیَکُونُ فِی اٰخِرِالزَّمَانِ اُنَاسٌ یُحَدِّثُونَکُمْ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَائُکُمْ-فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ}(صحیح مسلم ج۱ص۱۰)

〈ت〉حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے، وہ لوگ تمہیں ایسی باتیں بتائیں گے جو نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے آباواجداد نے، پس تم اپنے آپ کو ان لوگوں سے بچانا۔

قد تمت الرسالة بفضل اللّٰہ تعالٰی و کرمه—وبعون حبیبه الاعلٰی واحسانه—صلوات اللّٰہ وسلامه علیه—وما شاء اللّٰہ کان وما لم یشاء لم یکن—فالحمد الکثیر للّٰہ عزوجل—والشکر الجزیل لرسوله علیه التحیة والثناء—ولاحول ولا قوة الاباللّٰہ العلی العظیم—والصلٰوة صلاةً کاملةً والسلام سلامًا دائمًا علٰی حبیبنا الرؤف الرحیم—وعلٰی خلفائه الراشدین المهدیین الهادیین—وعلٰی جمیع اهل بیته المطهرین الطاهرین—واصحابه الطیبین الکاملین—وعلماء ملته الراسخین الوارثین—وعلٰی عساکره الذین هم قائمون المستعدون المحافظون لناموسه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه واٰله وبارک وسلم.

☆☆☆☆☆

مصباح المصابیح فی احکام التراویح

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

فرقہ وہابیہ سے چند سوالات

سوال اول:

اگر سلفیان ہند وعرب کے پاس کوئی ایسی صحیح حدیث موجود ہو جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بیس رکعت تراویح پر کسی صحابی نے اعتراض کیا ہوتو وہ حدیث دکھلائی جائے، اور اگر ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تو امت مسلمہ کو گمرہی میں مبتلا کرنا خدمت اسلام ہے یا انہدام دین؟

سوال دوم:

اگر وہابیہ کے پاس عہد فاروقی سے متعلق حضرت محمد بن یوسف کے علاوہ کسی دوسرے روای کی روایت گیارہ رکعت کے بارے میں ہے تو وہ اسے پیش کریں۔

سوال سوم:

اگر حدیث ابن جاریہ کا مفہوم، رکعات تراویح کا آٹھ رکعت میں منحصر ہونا مان لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صاحب واقعہ ہیں، انہوں نے عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح کیسے پڑھائی؟ کسی حدیث میں رکعات تراویح پر، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار بھی منقول نہیں۔

سوال چہارم:

نماز تراویح میں طول قیام کی وجہ سے ہر چار رکعت کے بعد ایک وقفہ رکھا گیا، جس کو ترویحہ کہا جاتا ہے۔ اسی کی مناسبت سے نماز رمضان کا نام صلوٰۃ التراویح ہوا۔ تراویح، ترویحہ کی جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر ہوتا ہے، اور تین ترویحہ کے لیے کم از کم بارہ رکعت

چاہیے۔ہر چار رکعت پر ایک ترویحہ ہوگا۔

وہابیہ جونماز تراویح آٹھ رکعت پڑھتے ہیں اوراس کا نام صلوٰۃ التراویح رکھتے ہیں،وہ غلط ہے۔نحوی قانون اورعربی قاعدہ کے اعتبار سے اس کا نام صلوٰۃ الترویحتین ہونا چاہیے،کیوں کہ آٹھ رکعت میں صرف دوترویحہ ہوں گے۔ایک ترویحہ چار رکعت کے بعد،دوسرا ترویحہ آٹھ رکعت کے بعد۔

صلوٰۃ التراویح کا نام خود بتا رہا ہے کہ نماز تراویح،آٹھ رکعت سے زائد ہے۔عہد فاروقی سے باضابطہ طور پر ترویحہ کا رواج قائم ہوا جوآج تک اہل اسلام کے یہاں جاری ہے۔

وہابیہ بتائیں کہ آٹھ رکعت نماز تراویح ہوتو پھراس کا نام صلوٰۃ التراویح کیوں ہوا؟

سوال پنجم:

کسی نماز کی رکعتوں کی تعداد اجتہاد سے معلوم نہیں ہوسکتی۔صحابہ کرام نے بیس رکعت تراویح ادا فرمائی تو ان کے پاس کوئی دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فراہم ہوگی۔ جس امر میں اجتہاد کا دخل نہ ہو،اورصحابی اس کی خبر دیں،یا اس پرعمل کریں تو وہ قول وعمل حدیث مرفوع کے حکم میں ہے،بیس رکعت تراویح پرصحابہ کاعمل کیوں حدیث مرفوع کے حکم میں نہیں؟

سوال ششم:

بیس رکعت تراویح کی حدیثوں کوامت مسلمہ نے قبول کیا اوراس پرعمل کیا ہے۔تلقی بالقبول کی وجہ سے حدیث قابل استدلال ہوجاتی ہے،پھر بیس رکعت تراویح کی حدیثیں قابل استدلال کیوں نہیں ہوں گی؟اوراس سے مخالفت کی علت کیا ہوگی؟

سوال ہفتم:

بیس رکعت تراویح پرصحابہ کرام کاعمل تھا،جیسا کہ ابن تیمیہ نے بھی لکھا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں صحابہ کے بعد کے طبقہ میں قاضی ابوشیبہ کوفی

(م ۱۶۹ھ) کے آنے سے عہد صحابہ میں اس حدیث پر عمل سے کون سی علت مانع ہوگی؟

سوال ہشتم:

نماز تراویح اور صلوٰۃ اللیل اگر ایک ہی نماز ہے تو صلوٰۃ اللیل اور نماز رمضان دونوں کی الگ الگ ترغیب احادیث مقدسہ میں کیوں وارد ہوئی؟

سوال نہم:

ماہ رمضان کی ہر رات میں جماعت کے ساتھ نماز تراویح پڑھنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، بلکہ یہ سنت صحابہ ہے۔اسی طرح صحابہ کرام بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے تو صحابہ کرام کی ایک سنت کو اختیار کرنے اور دوسرے کو ترک کرنے کی کیا وجہ ہے؟

سوال دہم:

کوئی صحیح مرفوع متصل قولی یا فعلی حدیث ہے، جس سے ثابت ہو سکے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آٹھ رکعت نماز تراویح ادا فرماتے تھے؟

سوال یازدہم:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گیارہ رکعت کی روایت صلوٰۃ اللیل سے متعلق ہے، یا نماز تراویح سے متعلق؟ کیا نماز تراویح غیر رمضان میں بھی پڑھی جاتی ہے؟

سوال دوازدہم:

نماز تہجد وہی صلوٰۃ اللیل ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام مومنین پر آغاز اسلام میں فرض تھی۔شب معراج اقدس کو نماز پنج گانہ کی فرضیت کے بعد امت مسلمہ سے صلوٰۃ اللیل کی فرضیت ختم ہوگئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے باقی رہی۔

نماز تراویح کا آغاز روایتوں کے مطابق ہجرت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری رمضان میں ہوا۔ایسی صورت میں نماز تراویح اور نماز تہجد کو

ایک ہی نماز قرار دینا کیوں کر درست ہوگا ؟

سوال سیزدہم :

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام مالک اور محدث یحییٰ بن سعید قطان نے گیارہ رکعت تراویح کی روایت کی تو وہابیہ نے اسے اختیار کرلیا۔ حضرت محمد بن یوسف سے امام المغازی محمد بن اسحاق نے تیرہ رکعت کی روایت کی تو وہابیہ اسے کیوں نہیں اختیار کرتے ؟ تیرہ رکعت میں دس یا بارہ رکعت تراویح ہوجاتی اور تین رکعت یا ایک رکعت وتر ہوجاتی ۔

چند اہم باتیں

(۱) وہابیوں کا یہ شعار ہے کہ جو حدیث ان کے مسلک باطل کے خلاف ہو، اسے وہ ضعیف بناڈالتے ہیں۔ اس کی بے شمار مثالیں وہابیہ کی کتابوں میں موجود ہیں ۔

(۲) ائمہ تابعین کے پاس جب ان کے خلافِ عمل، حدیث پہنچتی تو فرماتے کہ ہم اس سے غافل نہیں ہیں، لیکن اس کے خلاف عمل ہو چکا (اور جماعت مومنین اس حدیث کے بر خلاف عمل پر مستقر ہوچکی، اور ان کا کسی عمل پر مستقر ہونا بلا دلیل نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح (۲۰) رکعت تراویح پر اجماع امت بلا دلیل کیوں کر ہوسکتا ہے۔

حضرات خلفائے راشدین کے عمل اور اجماع صحابہ سے حدیث ابن عباس کی تقویت ہوتی ہے۔ اب چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد اس اجماعی مسئلہ سے انحراف کرنا وہابیہ کے جہل مرکب میں مبتلا ہونے کی روشن دلیل ہے۔

(۳) تراویح رمضان المبارک میں ادا کی جانے والی ایک مخصوص نماز کا نام ہے۔ جو نماز سال بھر پڑھی جاتی ہے وہ تراویح نہیں۔ کتب احادیث میں قیام اللیل اور رات کی نوافل سے متعلق الگ احادیث ہیں اور قیام رمضان کے بارے میں الگ احادیث۔

(۴) حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو صلوٰۃ اللیل، نماز وتر

اورنمازتہجدادافرماتے۔ان میں سے کوئی نماز صلوٰۃ التراویح نہیں ۔ان مذکورہ نمازوں سے متعلق روایات واحادیث کو وہابیہ نے تراویح پرمحمول کردیا ہے، جب کہ تراویح رمضان کی مخصوص نماز کا نام ہے۔جونمازیں پورے سال پڑھی جاتی ہیں،وہ تراویح کیسے ہوسکتی ہیں:

ع/ بریں عقل ودانش بباید گریست

(۵)حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت تراویح جمع کثیر کے سامنے ہوئی،جیسا کہ حدیث کے الفاظ خود بتارہے ہیں کہ دوسرے دن اورتیسرے دن لوگ بہت زیادہ آئے اورچوتھے دن اتنے لوگ آئے کہ مسجد میں گنجائش نہیں رہی،اس کے باوجودآٹھ رکعت تراویح کی روایت حضرت عیسیٰ بن جاریہ کے علاوہ کسی سے منقول نہیں،اورحضرت عیسیٰ بن جاریہ کی روایت،حدیث فردمطلق(غریب)ہوگی۔

حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اصول حدیث کی روشنی میں فردمطلق (غریب) ہے،لیکن بیس رکعت تراویح پرصحابہ کااجماع منعقد ہوجانااس کے لیے مؤیداور مقوی ہے،اسی لیے قواعد شرعیہ کی روشنی میں حدیث ابن عباس کومتن کے اعتبار سے صحیح قرار دیا گیا،گرچہ محدثین کے اصول کے مطابق وہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہوجائے۔

(۶)انتہائی تعجب کی بات ہے کہ وہابیہ روز بروزنئی نئی بدعات ایجادکرتے جارہے ہیں اوربدعتی کالقب،اہل سنت وجماعت کودیتے ہیں،حالاں کہ یہ لوگ خوداصلی بدعتی ہیں۔

(۷)سلفیان زمانہ قرآن وحدیث کا نام لے کرامت مرحومہ کوگمرہی میں مبتلا کررہے ہیں۔ان کے اکابرین کو یقیناً ضرور بالضرور معلوم ہے کہ وہ جس راہ پر ہیں،وہ گمرہی کا راستہ ہے،گرچہ اصاغرین اورعوام الناس اس سے بے خبر ہوں،لیکن ہدایت بلاتوفیق الٰہی نہیں ملتی ہے۔رب تعالیٰ اہل سنت وجماعت کومسلک حق پرقائم رہنے کی توفیق عطافرمائے:آمین

نوٹ:کتاب میں حوالہ جاتی عبارتیں مطبوعہ کتب ورسائل اورمکتبہ شاملہ سے ماخوذ ہیں:

☆☆☆☆☆

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

مؤلف کی تالیفات

علوم القرآن

(۱) التوضیح والبیان فی معارف القرآن (موضوعات کثیرہ سے متعلق آیات کریمہ کی جمع وتدوین)

(۲) الکلام المنیر فی اقسام التفسیر (تفسیر قرآن کے اقسام اور شرائط مفسرین کا بیان)

علوم الحدیث

(۳) الفاظ الجرح والتعدیل (جرح وتعدیل کے مراتب اور الفاظ جرح وتعدیل کے معانی)

(۴) احکام التصحیح والتضعیف (احادیث طیبہ کی تصحیح وتضعیف کے احکام)

(۵) الاحکام الصحیحہ للاحادیث الضعیفہ (حدیث ضعیف کے احکام)

(۶) الکتاب النہیج فی اصول التخریج (تخریج احادیث کے اصول وقوانین)

(۷) کشف المغیث فی علوم الحدیث (حدیث نبوی سے متعلق علوم وفنون کا بیان)

شروح الاحادیث النبویہ

(۸) حدائق الازہار الاربعین من احادیث النبی الامین ﷺ (چالیس احادیث مقدسہ)

(۹) السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الی قرب القیامہ (ہر عہد میں اہل سنت وجماعت کی کثرت تعداد)

(۱۰) اصلاح المسلمین من احادیث سید المرسلین ﷺ (اصلاح اعمال واخلاق کی احادیث)

(۱۱) تجدید دین ومجدد دین (مجدد دین سے متعلق حدیث نبوی کی تشریح اور مجدد کے شرائط)

(۱۲) کتاب الاخلاق والآداب من کلام احب الاحباب ﷺ (احادیث اخلاق کا مجموعہ)

(۱۳) علوم دینیہ اور عالم اسلام (عالمی تناظر میں طلب علم سے متعلق حدیث نبوی کی توضیح)

علوم الفقہ

(۱۴) الفیوضات الصمدیۃ فی القواعد الفقہیہ (فقہ حنفی کے قواعد واصول کا بیان)
(۱۵) فقہ اسلامی میں قول مرجوح کے احکام (مسالک اربعہ میں قول مرجوح پر عمل کا حکم کیا ہے؟)
(۱۶) تحفۃ الفقہاء فی آداب الافتاء (معتمد ومستند کتابوں سے افتا کے آداب واحکام کا بیان)
(۱۷) تقلید وتلفیق کا شرعی حکم (تقلید شخصی سے متعلق علما کے اقوال اور تلفیق کی ممانعت کے دلائل)
(۱۸) جادو کے حقائق واحکام (جادو کا آغاز، اقسام اور شرعی احکام کا بیان)
(۱۹) تصلب واعتدال: حقائق واحکام (عہد حاضر میں اعتدال پسندی کی غلط تعبیرات کا تعاقب)
(۲۰) فقہی تحقیقات کے مشکل مراحل (فقہی اختلافی مسائل سے متعلق غیر جانبدارانہ مباحث)
(۲۱) قانون شریعت (شافعی) (شافعی مسلک کے مطابق طہارت سے وراثت تک کے احکام)

تصوف وسلوک

(۲۲) التعرف فی احکام التصوف (شریعت پر عمل کے بغیر طریقت کا دعویٰ غلط)
(۲۳) آداب طریقت (مسائل طریقت واحکام تصوف کی تفصیل)
(۲۴) اقسام بیعت واقسام مشائخ (بیعت برکت وبیعت سلوک وشیخ اتصال وشیخ ایصال کا بیان)

ردوابطال

(۲۵) مصباح المصابیح فی احکام التراویح (احادیث طیبہ وفقہ اربعہ سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت)
(۲۶) اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموات (احادیث وفقہ اربعہ سے ایصال ثواب کا ثبوت)
(۲۷) تزکیۃ القلوب والاذہان من اباطیل تقویۃ الایمان (آیات واحادیث سے رد تقویۃ الایمان)
(۲۸) معمولات اہل سنت ورد بدعات ومنکرات (فتاویٰ رضویہ سے معمولات وبدعات کے احکام)
(۲۹) الضربات الہندیۃ علی الضلالات النجدیہ (ابن عبدالوہاب نجدی کا نظریاتی تعاقب)
(۳۰) البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ (مسئلہ تکفیر پر انتہائی مفصل کتاب: بزبان عربی)

(۳۱) التحقیقات الجیدۃ لدفع تلبیسات النجدیہ (الملفوظ پر دیابنہ کے اعتراضوں کے جوابات)

(۳۲) الاضافات الجیدۃ علی الصوارم الہندیہ (حسام الحرمین کی تصدیقات جدیدہ کا مجموعہ)

(۳۳) مناظرۂ حق و باطل (دیابنہ کے عناصر اربعہ کی کفری عبارات کا مناظرانہ رد و ابطال)

(۳۴) دفع الاعتراضات حول المزارات (مقابر صالحین سے متعلق متعدد سوالوں کے جواب)

(۳۵) القول السدید فی الاجتہاد والتقلید (اجتہاد و تقلید کے موضوع پر ایک وقیع تحریر)

(۳۶) البانی کی علمی خیانت (احادیث طیبہ کی تصحیح و تضعیف میں البانی کی علمی خیانتیں)

(۳۷) اسلام امن و شانتی کا مذہب (اسلام میں دہشت گردی کا جواز نہیں)

(۳۸) عمان اعلامیہ: حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کا مفصل رد و ابطال)

فضائل و مناقب، تواریخ و سیر

(۳۹) جامع الاصول فی اوصاف الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب کا مجموعہ، جو میری تحریروں میں متفرق ہیں)

(۴۰) فیض رسول جاری ہے (عہد حاضر تک حضور اقدس ﷺ کی فیض رسانی کے متعدد واقعات)

(۴۱) تاریخ آمد رسول: ۱۲/ ربیع الاول (بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت مصطفوی ہے)

(۴۲) جسم اقدس کا انتقال مکانی ناممکن (حضور اقدس ﷺ کے جسد مبارک کو منتقل کرنے کا رد)

(۴۳) شب ولادت اقدس کی افضلیت (ربیع الاول شریف کی بارہویں شب کی افضلیت)

(۴۴) آداب عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حب مصطفوی کی تشریح و آداب و حقوق نبوی)

(۴۵) فضائل خلفائے راشدین (احادیث کریمہ سے خلفائے راشدین کے فضائل و مناقب)

(۴۶) فضائل اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم (آیات و احادیث سے اہل بیت نبوی کے فضائل)

(۴۷) دلیل الطالبین فی احوال المجتہدین (فقہائے اربعہ کے فضائل و مناقب)

(۴۸) البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی علیہ الرحمہ کے فضائل و حالات)

(۴۹) تذکرۂ مجددین اسلام (صدی اول تا صدی چہاردہم مجددین اسلام کا اجمالی تعارف)

(۵۰) کرامات اعلیٰ حضرت (امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی کرامتوں کا بیان)
(۵۱) امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (امام اہل سنت کے علوم وفنون کا تذکرہ)
(۵۲) کشف الاسرار فی مناقب فاتح بہار (سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کی تاریخ)
(۵۳) تذکرہ فاتح بہار (سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کی تاریخ)
(۵۴) شہدائے ناموس رسالت (ناموس رسالت پر ہندو پاک کے شہدا کی تاریخ)
(۵۵) اکابرین اہل سنت کے قابل تقلید کارنامے (دینی خدمات، اخلاقیات، افکار ونظریات)
(۵۶) مفتی اعظم ہند کے تاریخ ساز کارنامے (تحریک شدھی ونسبندی کی مخالفت ودیگر کارنامے)
(۵۷) التحقیق الکافی فی احوال الشہید الغازی (سوانح حیات مولانا عبد الشکور شمسی شہید گیاوی)
(۵۸) تاج الشریعہ: سواد اعظم کے قائد اعظم (عالمی قائدانہ حیثیت کی توضیح وعالمی روابط کا ذکر)
(۵۹) تحفۃ الطالبین فی حیاۃ سراج الملۃ والدین (حضور سراج ملت ممبئی کی حیات وخدمات)
(۶۰) ارتقاء الاسلام والمسلمین بین فتن الیہود والمسیحیین (اسلام سے متعلق یہودیوں کی سازشیں)
(۶۱) مستشرقین کے خطرناک عزائم (اسلام ومسلمین سے متعلق اہل مغرب کی سازشیں)
(۶۲) اکابرین ضلالت (ماضی قریب کے گمراہ گروں کے حالات)
(۶۳) تاریخ کیرلا (ریاست کیرلا کی مختصر اور جامع تاریخ)
(۶۴) دوقومی نظریہ اور تقسیم ہند (دوقومی نظریہ کا آغاز، مسلم لیگ اور تقسیم ہند میں عجلت پسندی)
(۶۵) سلطنت مغلیہ کا زوال اور ہندو تحریکیں (برہمو سماج، آریہ سماج، ہندو مہاسبھا وغیرہ کا بیان)
(۶۶) ہندوستان کی مرکزی حکومتیں (۱۹۴۷ء تا ۲۰۱۸ء ملک کی مرکزی حکومتوں کے حالات)
(۶۷) بابری مسجد اور اجودھیا (تاریخی حقائق وشواہد، تحریکات، انہدام اور مقدمہ کی تفصیل)
(۶۸) آزادی وطن اور ہندوستانی مسلمان (قوم مسلم کے زوال وپسماندگی کے اسباب وعلل)
(۶۹) ہندوستان میں مذہبی قوانین (اقوام ہند کے پرسنل لا کا تاریخی پس منظر وموجودہ حالات)
(۷۰) سلاطین ہند پر خود ساختہ الزامات (ہندوستان کے مسلم سلاطین پر لگائے گئے الزامات)
(۷۱) ہندوراشٹر اور ہندو قوانین (ملک کو ہندوراشٹر بنانے کی سازش اور منوسمرتی کے قوانین)

متفرقات

(۷۲) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (ساؤتھ کرناٹکا کی مشترکہ مساجد: مسائل اوران کاحل)

(۷۳) فرقہ بجنوریہ: احوال وحقائق (خلیل بجنوری اوراس کے متبعین کے افکارونظریات کارد)

(۷۴) آؤمل کرکام کریں (اتحاداہل سنت اوررفع اختلافات کے لیے کارآمد تحریروں کا مجموعہ)

(۷۵) مسنون دعائیں (ابتدائی طلبہ وطالبات کے لیے دعائیں، چھ کلمے، طریقہ نماز وغیرہ)

(۷۶) مدارس عربیہ کا نظام تعلیم ونصاب تعلیم (اسلامی مدارس کے نصاب ونظام کی اصلاح کی کوشش)

(۷۷) قومی مسائل (قوم مسلم کے مفادات سے متعلق مختلف مفید مضامین کا مجموعہ)

(۷۸) تصانیف اعلیٰ حضرت (امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی سات سو چار کتابوں کی فہرست)

تلخیص وتراجم

(۷۹) تلخیص: نہج السلامہ فی تقبیل الابہامین عندالاقامہ (مؤلفہ: امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

(۸۰) تلخیص: تدبیر فلاح ونجات (مؤلفہ: امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

(۸۱) تلخیص: طرق اثبات الہلال (مؤلفہ: امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

(۸۲) ترجمہ: المولد المنقوص (مؤلفہ: علامہ زین الدین مخدوم ثانی ملیباری (۹۳۸ھ-۹۹۱ھ)

’’البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ‘‘ کے رسائل

(۱) دفع الاذیٰ عن حبیب الوریٰ ﷺ

(۲) مقال العرفان فی التصدیق والایمان

(۳) جمع الاقاویل فی احکام التاویل

(۴) اقوال المحققین فی ضروریات الدین

(۵) تنقیح الکلام فی قواطع الاسلام

(۶) الطامۃ الکبریٰ علی الکفرۃ الفجرہ

(۷) ازالۃ الاوہام عن قلوب الانام

(۸) ارشاد الحیر ان الیٰ فردوس الایمان

(۹) سوط الرحمٰن علیٰ قرن الشیطان

(۱۰) السیف العجیب علیٰ شاتم الحبیب ﷺ

☆☆☆☆☆

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الاعلیٰ وآلہ

دعوت فکر وعمل

ہندوستان میں قوم مسلم کے پس ماندہ حالات کے پیش نظر ایک مضبوط قدم بڑھانے کی ضرورت ہمیشہ محسوس ہوتی رہی۔حکومتیں اس بارے میں چرچا کرتی ہیں اور پھر خاموش ہو جاتی ہیں۔رنگناتھ مشرا کمیشن اور سچر کمیٹی کی سفارشات (Recommendations) پر آج تک عمل نہ ہوسکا۔اب حالات ایسے نہیں کہ مزید کچھ انتظار کیا جائے۔

اب مسلمانوں کو اپنی فلاح وبہبود کے لیے خود اقدام کرنا ہوگا۔ابتدائی مرحلہ میں درج ذیل امور کو انجام دینے کی کوشش کی جائے،تاکہ مستقبل میں اس کا عمدہ نتیجہ ظاہر ہوسکے۔

(1) گورنمنٹ سروس میں مسلمانوں کا سیلکشن (Selection) بہت مشکل سے ہوتا ہے،اس لیے حکومتی ملازمت کے لیے ان کی صالح رہنمائی کی جائے۔اسی طرح قوم مسلم کو پیشہ ورانہ علوم (Professional Educations) کی طرف متوجہ کیا جائے، تاکہ وہ گورنمنٹ سروس کے محتاج نہ رہیں، بلکہ پرائیویٹ کمپنیوں میں بھی اچھی ملازمت پاسکیں۔

(2) اسمبلی اور پارلیامنٹ میں مسلمانوں کی نمائندگی بہت ہی کم ہے،جس کی وجہ سے ملک بھر میں قوم مسلم سیاسی طور پر بہت کمزور ہے۔تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ وہ سیاست میں حصہ لے کر اسمبلی اور پارلیامنٹ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔

(3) ان خدمات کو انجام دینے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہندوستان کی ہر ریاست کے مشہور اردو اخبار میں ہر ماہ ایک دن کے لیے اس کا ایک صفحہ ریزرو (Reserved) کرلیا جائے،اس میں مسلمانوں کو سیاسی ترغیب اور پیشہ ورانہ علوم وغیرہ کی تفصیل پیش کی جائے۔اسی طرح اردو کے مشہور ماہناموں میں بھی ہر ماہ چند صفحات ریزرو کر کے اپنا پیغام پورے ہندوستانی مسلمانوں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

(4) اس کام کے لیے ایک مستقل آفس ہو،جس میں چند متحرک قلم کار ہوں، جو خود بھی

مضامین لکھیں اور ماہرین سے مضامین لکھوائیں، اور اخبارات ورسائل سے رابطہ کریں۔

پرنٹ میڈیا (Print Media) اور انٹرنیٹ کے ذریعہ عوام وخواص تک اپنا پیغام پہنچانے کی کوشش ہو۔مختلف شہروں میں منعقد ہونے والے اسلامی اجتماعات اور جلسوں میں وقت طلب کر کے تعلیمی وسیاسی بیداری کی کوشش کی جائے۔

(5) مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں تخفیف کر کے پانچ سالہ کر دیا جائے، تاکہ فارغین اپنی معاش کے لیے کوئی ہنر سیکھ سکیں یا کوئی پیشہ ورانہ کورس کر سکیں۔قلیل مدتی پیشہ ورانہ کورسز کا انتظام مدارس اسلامیہ میں ہوسکتا تھا،لیکن ارباب مدارس ذہنی طور پر اس کے لیے مستعد نہیں،اس لیے نصاب تعلیم میں تخفیف کی جائے، تاکہ فارغین بے یار و مددگار اور بے روزگار بن کر اپنے اہل خانہ کے لیے بوجھ نہ بن سکیں۔ان فارغین میں جو مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہیں،ان کے لیے بہت سے مدارس میں دوسالہ تخصص کورس کا نظم ہے۔

(6) جمہوری ملک میں سیاست سے دوری کسی بھی قوم کے لیے بہت مضر ہوتی ہے، اس لیے سیاسی امور میں شامل ہوکر ملک ہند کی سیاسی خدمات بھی انجام دیں۔اقلیت واکثریت کوئی معیار نہیں۔یہودی ساری دنیا میں انتہائی قلیل التعداد ہے،لیکن یورپ وامریکہ کی حکومتیں ان کے زیر اثر ہیں، کیوں کہ یوروپین ممالک کے اہم اور کلیدی عہدوں پر یہودی براجمان ہیں ۔ہندوستانی مسلمان تدابیر اختیار کریں اور اپنے دلوں میں کچھ کرنے کا جذبہ پیدا کریں۔

(7) مسلمانوں کی تعلیمی حالت انتہائی خستہ اور قابل اصلاح ہے۔ ہمارا نظام تعلیم ایسا ہے کہ دینی تعلیم پانے والا دنیوی تعلیم سے محروم رہ جاتا ہے،اور دنیوی تعلیم پانے والا دینی تعلیم سے محروم ہوجاتا ہے۔مسلمانان ہند سے عرض ہے کہ مسجدوں میں دینی تعلیم کے لیے کیرلا کے ''پلی درس'' (Palli Dars) کے طرز پر مکتب قائم کریں۔اسکول وکالج کے خارجی اوقات میں مکتب کی تعلیم دی جائے، تاکہ دونوں قسم کی تعلیم سے آشنائی ہو سکے۔اگر مسلمانان ہند پرائیویٹ اسکول وکالج قائم کریں،جس میں دینیوعصری دونوں تعلیم کا انتظام ہوتو بہت اچھا ہوگا۔

واللہ الهادی وهو المستعان وعلیه التکلان

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا اپنے آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب بیان فرمایا۔ایک آیت مقدسہ کا ایک جز منقوشہ ذیل ہے۔

﴿تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ–مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾(سورہ بقرہ: آیت ۲۵۳)

ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا،ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا،اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔(کنز الایمان)

مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں قاضی ناصر الدین شیرازی بیضاوی (م ۶۸۵ھ) نے لکھا۔

﴿ورفع بعضهم درجٰت(بان فضله علٰى غيره من وجوه متعددة او بمراتب متباعدة وهو محمد صلى اللّٰه عليه وسلم فانه خصه بالدعوة العامة والحجج المتكاثرة والمعجزات المستمرة والأيات المتعاقبة بتعاقب الدهر والفضائل العلمية والعملية الفائتة للحصر والابهام لتفخيم شأنه كأنه العلم المتعين لهذا الوصف المستغنى عن التعيين﴾(تفسیر البیضاوی ج ۱ ص ۵۴۹-دار الفکر بیروت)

ترجمہ: بعض رسول وہ ہیں، جنہیں درجوں بلند فرمایا،اس طرح کہ ان کو ان کے علاوہ پر متعدد طریقے سے یا اعلیٰ ترین مراتب کے ذریعہ فضیلت عطا فرمایا،اور وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دعوت عامہ اور کثیر دلائل اور دائمی معجزات اور زمانہ کے پے در پے آنے کے سبب یکے بعد دیگرے آنے والی نشانیوں اور حصر وشمار سے باہر علمی وعملی فضائل کے ساتھ خاص فرمایا،اور ابہام (اسم مبارک کا ظاہر نہ فرمانا) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت شان کو ظاہر فرمانے کے لیے ہے،گویا کہ یہ (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے) علم متعین (خاص نام) کی طرح ہے،اس وصف کے سبب جو تعیین سے بے نیاز ہے۔













